یادگارِ عبدالکریم

سوانح حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ

احمد طاہر مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدَّمَہ

سیالکوٹ کو تاریخ احمدیت میں امتیازی مقام حاصل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے اپنا وطن ثانی قرار دیا ہے۔ اس علاقہ سے ہزاروں سعید روحیں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ سے قبل سیالکوٹ میں ایک تاریخی دور گزارا ہے۔ 1860ء کے عشرہ میں آپ یہاں مقیم رہے اور اس زمانے میں بھی آپ کے عیسائیوں اور پادریوں سے مناظرے ہوتے رہے۔

23 مارچ 1889ء کے بعد تو اس علاقہ نے امام الزمان کی آواز حق پر والہانہ لبیک کہا۔ اور کئی حق کے متلاشی آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ حضرت مولانا میر حکیم حسام الدین صاحب حضرت سید میر حامد شاہ صاحب حضرت سید محمود شاہ صاحب، حضرت مولانا مبارک علی صاحب، حضرت منشی شادی خان صاحب، حضرت سید خصیلت علی شاہ صاحب، حضرت سید امیر علی شاہ صاحب، حضرت مولا بخش صاحب بھٹی، حضرت مولوی قطب الدین صاحب، حضرت شیخ مولا بخش صاحب حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی، حضرت میاں نجم الدین صاحب، حضرت میاں عبد الصمد صاحب نارووال، حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن تحصیل رعیہ اور حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نور اللہ مرقدہم کے علاوہ اور بھی کئی نامور رفقاء سیالکوٹ کی زرخیز سرزمین سے سیدنا حضرت اقدسؑ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 1904ء کے تاریخی سفر میں ہزارہا نفوس نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اس سفر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیّت میں بیسیوں احباب شامل تھے۔ ان احباب میں حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نور اللہ مرقدہ بھی شامل تھے۔ آپ کی ذات سلسلہ احمدیہ میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ؎

کے تواں کردن شمارِ خوبیِ عبدالکریم

آنکہ جاں داد از شجاعت بر صراطِ مسقیم

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نور

اللّٰہ مرقدہ کے حالات زندگی تالیف کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔صحابہ کرام ہمارے لئے ستاروں کی مانند ہیں اور روشنی کا مینار ہیں۔حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے بارہ میں اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً اطلاع فرمائی تھی کہ ''مسلمانوں کے لیڈر''۔جس سے آپ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔آپ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد مواقع پر زریں ارشادات فرمائے ہیں۔جن سے حضورؑ کی حضرت مولوی صاحب کے لئے غیر معمولی عشق و محبت عیاں ہوتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے بارہ کئی الہامات نازل ہوئے۔آپ کی بیماری اور عمر کے بارہ میں اللّٰہ تعالیٰ نے حضورؑ کو الہاماً پہلے اطلاع دے دی تھی تاہم سیدنا حضرت اقدسؑ نے حضرت مولوی صاحب کے علاج و معالجہ کے لئے انتہائی تدابیر اختیار فرمائیں اور اس زمانہ میں روزانہ سینکڑوں روپے آپ کے علاج معالجہ کے لئے خرچ فرمائے اور چوٹی کے کئی اطباء آپ کے علاج کی غرض سے مقرر فرمائے۔مگر تقدیر الٰہی غالب آ کر رہی۔اور حضرت مولوی صاحب ''سنتالیس سال کی عمر'' میں اپنے مولیٰ حقیقی کے پاس حاضر ہو گئے۔

اس کاوش کا نام ''یادگار عبدالکریم'' رکھنے کی وجہ بھی یہی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت میں حضرت مولوی صاحب کے ماہِ وصال 1905 میں یہ طے پایا کہ آپ کی یاد میں ''یادگار عبدالکریم'' قائم کی جائے۔ایک تو آپ جیسے دیگر فوت شدہ گان بزرگان جیسے حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کے قائمقام علماء پیدا کرنے کیلئے، دوسرے حضرت مولوی صاحب کے ادھورے عظیم الشان کاموں کو مکمل کرنے کیلئے اور تیسرے آپ کی لائف اکٹھی کرنے اور پھر لکھ کر اسے شائع کرانے کیلئے۔گویا ''یادگار عبدالکریم'' کا یوں کئی طور پر ظہور ہوا اور آج ایک ظہور آپ کی سیرت و سوانح کے صورت میں احباب جماعت کے ہاتھوں میں ہے۔حضرت مولوی صاحبؓ کی یادگار مدرسہ احمدیہ اور دور حاضر کا جامعہ احمدیہ آج بھی اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلسلہ احمدیہ کے لئے علماء پیدا کر رہا ہے۔اور انشاء اللّٰہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ فیضانِ حضرت مہدی آخر الزمانؑ، حضرت مولانا سیالکوٹیؓ کی سوانح، خدمات اور مجاہدانہ علمی کارناموں کا اجمالی تذکرہ پیش کیا جائے۔اللّٰہ تعالیٰ اسے نافع الناس بنائے آمین۔

اے خدا بر تربت بارشِ رحمت ببار

داخلش کُن از کمال فضل در بیت النعیم

مندرجات

اصحاب احمدؑ کا مقام

باب اول: خاندانی حالات

عائلی زندگی

باب دوم: ابتدائی تعلیم وملازمت

سرسید احمد خان صاحب کے زیر اثر

باب سوم: حضرت مولانا حکیم نورالدین بھیرویؓ سے تعارف

باب چہارم: سیدنا حضرت مسیح موعودؑ سے تعلق کا آغاز

وطن ثانی

بیعت حضرت مولانا سیالکوٹی

باب پنجم قادیان میں

خاص سعادتیں

باب ششم: بیماری وعلاج معالجہ

قبولیت دعا کے نشانات

وفات

باب ہفتم

حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں آپ کا مقام

باب ہشتم: خدماتِ دینیہ

1۔ قلمی خدمات

2۔ مضامین ومقالات

3۔ مکتوبات

4۔ منظومات

باب نہم: اسفار

2۔ سفرِ سیالکوٹ ودیگر اسفار

باب دہم: سیرت المہدیؑ

باب یازدہم: سیرت وتاثرات

2۔ منظومات تاثرات

باب دوازدہم: متفرقات

فہرس

مضامین	صفحہ
مقام رفقاء حضرت اقدسؑ	9

باب اول

1۔ **خاندانی حالات**

چوہدری محمد سلطان صاحب	24
آپ کی والدہ صاحبہ	30
حضرت محمد بخش صاحب	32
حضرت محمد جان صاحب	34
حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹیؓ	35

عائلی زندگی

حضرت زینب بی بی مولویانی صاحبہ	40
حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری کے آخری ایام	46
حضرت عائشہ بیگم صاحبہ	51
حضرت منشی محمد شادی خان صاحب سیالکوٹی	53
مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	55
نکاح کی مبارک تقریب	58
تعزیت نامہ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی	59

باب دوم

ابتدائی تعلیم و ملازمت   **سر سید احمد خان کے زیر اثر**

ملازمت سے استعفٰی اور وعظوں کی ابتدا	63
سرسیّد احمد خان کے زیر اثر رہنے کے نتائج	70
سرسید احمد خان کا انجام	76

مضامین	صفحہ

باب سوم

حضرت حکیم نور الدین صاحب بھیروی سے تعلق

نورالدین 82
سیالکوٹ میں پیر بابلی شہید کی خانقاہ پر ایک مباحثہ 83
کشمیر میں آمدورفت کا جاری سلسلہ 84

باب چہارم

سیدنا حضرت اقدسؑ سے تعلقات کا آغاز وطن ثانی

وطن ثانی سیالکوٹ 91
دعوی ماموریت کے بعد حضورؑ کا سیالکوٹ میں قیام 93
سیدنا حضرت اقدسؑ سے تعلقات کا آغاز 96
بیعت حضرت مولانا سیالکوٹی 101
سیالکوٹ میں درس القرآن 104

باب پنجم

قادیان میں

قادیان دارالامان میں غلام، آقا کی خدمت میں 110
معمولات قادیان 112
مشاہدات حضرت محمد رحیم الدین صاحبؓ 116
حضرت اقدسؑ کی کتب کے پروف پڑھنے کی مصروفیات 117
ایک عجیب نماز اور ایک عجیب مقابلہ 117
آپ ایک لمحہ کیلئے بھی امام سے جدا نہیں ہونا چاہتے تھے 118
حضرت اقدس علیہ السلام کی محبت میں فنا 122

خاص سعادتیں

مسیحا کے قدموں میں 124
آسمانی فیصلہ 126
اشتراک اُمّ الالسنۃ 128
جلسئہ مذاہب عالم 130
خطبہ الہامیہ 136
منارۃ المسیح قادیان کی بنیادی اینٹ 141

مضامین	صفحہ

لیکچر لاہور 142
لیکچر سیالکوٹ 151

باب ششم

آپ کی بیماری، وفات، قبولیت دعا کے نشانات

شفایابی کے واقعات 154
غیر معمولی نشانات الٰہیہ کا ظہور 156
صبر و استقلال اور عزم و ہمت کے نمونے 159
زندہ خدا کے زندہ نشانات 160
ہم نے اپنی اولاد کیلئے ایسی دعا کبھی نہیں کی 171
سفرِ آخرت 173
رحمت الٰہی اور نماز جنازہ 176
وفات سے متعلق بعض الہامات 180
اول المدفون بہشتی مقبرہ 184
بہشتی مقبرہ کا باقاعدہ افتتاح 188
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جنازہ میں شمولیت 188
''ایہہ تھاں روشن معلوم ہوندا اے'' 189

باب ہفتم

حضرت اقدسؑ کی نظر میں آپ کا مقام

اپنے دماغ سے مافوق الطاقت کام لے کر خدمت دین کر رہے ہیں 192
اس عاجز کے یک رنگ دوست 194
مجھے یہ صلاح مولوی صاحب کی بہت پسند آئی 194
مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز بڑی بارُعب ہے 196
اہل اللہ اور ریاء 197
آپ کیلئے بے حد دعا کی گئی 199
مولوی صاحب کا اس بیماری سے صحت پانا ایک بڑا معجزہ ہے 200
خدا نے دعا قبول کر کے سرطان سے شفا دیدی 201
میں نے آپ کے واسطے اس قدر دعا کی جس کی حد نہیں 202
وہ اس سلسلہ کی محبت میں بالکل محو تھے 203
مولوی صاحب ہر تقریب اور جلسہ پر یاد آ جاتے ہیں 206
ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ 208

مضامین	صفحہ
سیدنا حضرت فضل عمرؓ کی نظر میں	208
ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	209

باب ہشتم

علمی و دینی خدمات

انصار سلطان القلم	214
الحق سیالکوٹ	216
القول الفصیح فی اثبات حقیقۃ مثیل المسیح	217
لیکچر گناہ	217
ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم	218
التبلیغ کا فارسی ترجمہ	219
حضرت مسیح موعودؑ نے کیا اصلاح اور تجدید کی۔ ایک لیکچر	221
محاسن قرآن کریم	227
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام	238
ضمیمہ واقعات صحیحہ	240
اعجاز المسیح اور حضرت مسیح موعودؑ اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی	240
خطبات کریمیہ ملفوظات کریم حصہ اول	241
دعوۃ الندوۃ۔ ندوہ العلماء کی طرف ایک خط	242
خلافت راشدہ	242

مقالات و مضامین

فہرست خطبات، مضامین ومکتوبات	249

مکتوبات صافی

سر سید احمد خان کے جنازہ کے متعلق	255
بنام حضرت سیّد میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی	257
مکتوب بنام حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب	269
مکتوب بنام حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب	271
ایک شیعہ دوست مکرم غلام مرتضیٰ خان کے نام خط	273
ایک تعزیتی خط بنام خواجہ کمال الدین صاحب	291
تعزیتی مکتوب بنام محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ	293
مکتوب بنام حضرت مختار احمد صاحب شاہجہان پوری	295
حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی کے نام	296

مضامین	صفحہ
بنام مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے	297
مکتوب شناخت امام	302
مکتوب بنام حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب	307
منظومات عبدالکریم	
قصیدہ در نعتِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	311
شان احمدی	312
خطاب بہ نصاریٰ	313
روز محشر	314

باب نہم

سیرت المہدیؑ

ذکر حبیب	317
قادیان میں جو دولت ملتی ہے وہ دنیا کے کسی مقام پر آج دستیاب نہیں	317
اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر	318
پاک تبدیلی پیدا کرنے والا خدنما وجود	321
وسعت حوصلہ اور توکّل علی اللہ	322
موت کا وعظ	324
میرے دوستوں کی عمر لمبی ہوں	325
صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کا عقیقہ اور تصرف الٰہی	326
جنہیں میں نے اپنے والدین سے بھی زیادہ کریم پایا	327
ظہور انبیاء کا مسئلہ	328
اللہ کی راہ میں لوہے کے کنگن	329
دعا کے معاملات	331
جب اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں	332
ساری خوشیاں دینِ اسلام کی خاطر	332
واقعات نے بتلا دیا ہے کہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے اور اس کا بانی خدا ہے	333
یقین کامل کا پہاڑ	334
غزنوی جرگہ	335
وسع مکانک	336
خدا کے عزت وجلال کے تڑپ	337
قبولیت دعا کا نشان مجھے دیا گیا ہے	338

مضامین	صفحہ

نورالدین کی صدیقیت 339

حضورؑ کے مقدمات کی حقیقت 339

برکات وفیضان درود شریف 340

کھلے طور پر اسلام کو غالب کر کے دکھادیا 343

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال 344

معارف قرآن 345

کشتیٔ بیعت 346

حضورؑ کی اپیل منظور ہونے ہونے اظہار تشکر 347

تائیدات الٰہیہ 349

پاک تبدیلی پیدا کرنے والا وجود 353

خدا اُس کے ساتھ ہے 353

باب دھم

اسفار معہ حضرت اقدسؑ

دینی اغراض کیلئے اسفار 356

1892ء کا سفر سیالکوٹ 357

1893ء سفر امرتسر وجنڈیالہ 360

1895ء ڈیرہ بابا نانک کا سفر 361

1897 سفر ملتان 362

1899 میں پٹھانکوٹ اور دھاریوال کا سفر 363

حضرت اقدسؑ کا 1904ء کا سفر سیالکوٹ 364

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسفار 365

سیالکوٹ کی جماعت کا حسن انتظام اور مہمان نوازی 382

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا سیالکوٹ میں جمعہ پڑھانا 386

حضرت اقدس مسیح موعودؑ سیالکوٹ میں 391

مولانا عبدالکریم صاحب کی سیالکوٹ میں تشریف آوری 392

میر مجلس حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیرویؓ کی آخری تقریر 410

وزیرآباد میں پادری سکاٹ سے ملاقات 419

باب یازدھم

سیرت و تاثرات

مضامین	صفحہ
شمائلِ عبدالکریم	429
تاثرات حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب دہلویؓ	430
تاثرات حضرت پیر افتخار احمد صاحب لدھیانویؓ	431
تاثرات حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ	435
تاثرات حضرت میاں اللہ دتہ صاحبؓ	441
تاثرات حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ مجاہد ماریشس	443
تاثرات حضرت گلاب خاں صاحب سیالکوٹیؓ	447
تاثرات حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الکبیرؓ	448
آپ کا انداز مزاح	450
تاثرات مکرم مرزا احسن بیگ صاحب	452
تاثرات بابو فضل الدین صاحبؓ	453
منظوم تعزیت نامے	
کلام حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ	454
کلام حضرت منشی نواب خان ثاقب مالیرکوٹلویؓ	457
کلام حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ	459
کلام حضرت مولانا ذوالفقار علیخان گوہرؓ	462
کلام حضرت منشی رستم علی صاحبؓ	466
کلام حضرت شیخ محمد یوسف صاحبؓ	468
کلام حضرت میر مہدی حسین صاحب موجؓ	470
باب دوازدھم	
متفرقات	
حضرت مولوی صاحب کے بارے میں احباب کے خواب	473
حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کی بعض خوابیں	473
یادگارِ عبدالکریم	477

تمہید

''وہ اصحاب الصفہ میں سے ہو گئے تھے جن کی تعریف خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی اپنی وحی میں کی تھی۔ ان کی عمر ایک معصومیت میں گذری تھی اور دنیا کی عیش کا کوئی حصہ انہوں نے نہیں لیا تھا۔''

(ارشاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

سیالکوٹ کی زمین

’’سیالکوٹ، گجرات، گوجرانوالہ اور جہلم کے اضلاع کی سرزمین اپنے اندر اسلامی سرشت کی خاصیت رکھتی۔ ان اضلاع میں بہت سے لوگوں نے حق کی طرف رجوع کیا ہے اور کثرت سے مرید ہوئے ہیں۔‘‘

(الحکم قادیان 17؍اکتوبر 1907ص 7)

برادران سیالکوٹ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی، احبابِ سیالکوٹ کے اخلاص کی بابت تحریر کرتے ہیں:

''خیمہ کل مسجد (اقصیٰ) میں لگایا گیا۔(29جون1899) بہت ہی خوبصورت اور موزوں بنایا گیا ہے۔مگر تیسرا حصہ مسجد ننگی رہ جاتی ہے۔بہرحال حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام ازبس خوش ہوئے۔شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَکُمْ وَرَضِیَ عَنْکُمْ وَ اَرْضَاکُمْ وَھُوَ مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔اس مسافر شکستہ خاطر حزین کیلئے برادران سیالکوٹ کی کارروائیاں موجب ناز اور مایہ سکینت خاطر ہیں۔

دعا ہے کہ جس طرح ہمارے شہر (سیالکوٹ) نے ایمان بالرسول میں سبقت کی اور ابتدائی دنوں میں استباق وخیرات میں اطراف سے بڑھکر حصہ لیا ہمیشہ اسی طرح نیک کاموں میں نمونہ بنیں اور پہلے یہ لوگ ہوں جو خدا کے نزدیک شہداء علی الناس کے مبارک خطاب کے مصداق ہوں۔آمین۔''

(مکتوب ازالحکم قادیان 30جون1899 ص5)

سوانح

ہمارے پیارے امام ہمام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سوانح نویسی کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک کسی شخص کے سوانح کا پُورا نقشہ کھینچ کر نہ دکھلایا جائے تب تک چند سطریں جو اجمالی طور پر ہوں کچھ بھی فائدہ پبلک کو نہیں پہنچا سکتیں اور ان کے لکھنے سے کوئی نتیجہ معتد بہ پیدا نہیں ہوتا۔ سوانح نویسی سے اصل مطلب تو یہ ہے کہ تا اس زمانے کے لوگ یا آنے والی نسلیں، ان لوگوں کے واقعات زندگی پر غور کر کے کچھ نمونہ ان کے اخلاق یا ہمت یا زہد وتقویٰ یا علم ومعرفت یا تائید دین یا ہمدردئ نوع انسان یا کسی اور قسم کی قابل تعریف ترقی کا اپنے لئے حاصل کریں اور کم سے کم یہ کہ قوم کے اولوالعزم لوگوں کے حالات معلوم کر کے اس شوکت اور شان کے قابل ہو جائیں، جو اسلام کے عمائد میں ہمیشہ سے پائی جاتی رہی ہے تا اس کو حمایت قوم میں مخالفین کے سامنے پیش کر سکیں اور یا یہ کہ ان لوگوں کے مرتبت یا صدق اور کذب کی نسبت کچھ رائے قائم کر سکیں اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کے لئے کسی قدر مفصل واقعات کے جاننے کی ہر ایک کو ضرورت ہوتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک نامور انسان کے واقعات پڑھنے کے وقت نہایت شوق سے اس شخص کے سوانح کو پڑھنا شروع کرتا ہے اور دل میں جوش رکھتا ہے کہ اس کے کامل حالات پر اطلاع پا کر اس سے کچھ فائدہ اٹھائے۔

تب اگر ایسا اتفاق ہو کہ سوانح نویس نے نہایت اجمال پر کفایت کی ہو اور لائف کے نقشہ کو صفائی سے نہ دکھلایا ہو تو یہ شخص نہایت ملول خاطر اور منقبض ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اپنے دل میں ایسے سوانح نویس پر اعتراض بھی کرتا ہے اور درحقیقت وہ اس اعتراض کا حق بھی رکھتا ہے کیونکہ اس وقت نہایت اشتیاق کی وجہ سے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ایک بھوکے کے آگے خوان نعمت رکھا جائے اور معاً ایک لقمہ اٹھانے

کے ساتھ ہی اس خوان کو اٹھا لیا جائے۔اس لئے ان بزرگوں کا یہ فرض ہے جو سوانح نویسی کے لئے قلم اٹھاویں کہ اپنی کتاب کو مفید عام اور ہر دل عزیز اور مقبولِ اَنام بنانے کیلئے ، نامور انسانوں کے سوانح کو صبر اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اس قدر بسط سے لکھیں اور ان کی لائف کو ایسے طور سے مکمل کر کے دکھلاویں کہ اس کا پڑھنا ان کی ملاقات کا قائم مقام ہو جائے تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا وقت خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لئے دعا بھی کرے اور صفحات تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں کہ جن بزرگ محققوں نے نیک نیتی اور افادہ عام کے لئے قوم کے ممتاز شخصوں کے تذکرے لکھے ہیں، انہوں نے ایسا ہی کیا ہے''۔

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 159-162)

اس جگہ خاکسار ایک بزرگ ادیب کا سوانح نگاری کے بارہ میں ایک نوٹ لکھنا مناسب سمجھتا ہے۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند اکبر، صاحبِ ''خیالات'' خان بہادر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

عجب دلچسپ نقشہ عالمِ ایجاد رکھتا ہے
جو آنکھیں دیکھ لیتی اُسے دل یاد رکھتا ہے

''سوانح عمریوں کی اس واسطے بھی کمی ہے کہ لوگ لکھنے اور ترتیب دینے کے وقت خیالی وجوہات اور علائق کو ضمیمہ بنا لیتے ہیں۔ یہ اصول قرار دینا کہ لائف میں ہمیشہ اچھائیاں ہی دکھائی جاویں یا یہ کہ لائف ایک بڑے آدمی ہی کی لکھی جاوے، ناقص اصول ہے۔ جب عموماً سوائے اخص کے کوئی لائف بھی کمزوریوں اور نقائص سے خالی نہیں تو پھر یہ ادّعا کہ ہمیشہ ایک شخص کی لائف میں اور نیکیاں یا کامیابیاں ہی دکھائی جاویں ایک غیر ممکن امر کی آرزو کرنا ہے۔''

''بڑے بڑے لوگوں کی سوانح عمریاں گو اپنے نام اور اپنے ذاتی جبروت اور عظمت کے اعتبار سے کیسی ہی مشہور ہوں لیکن ان سے زیادہ تر ان لوگوں کی سوانح عمری قابلِ حرمت اور قابلِ استناد ہے جو اپنی مدد آپ کا نمونہ ہیں اور جن کی ابتدائی زندگی اخیر زندگی کے مقابلے رات اور دن یا ظلمت اور نور کا فرق رکھتی ہے۔ ہمیشہ بڑے بڑے

واقعات سے ہی دلچسپ اور حیرت خیز نتیجے نہیں نکلا کرتے بعض اوقات معمولی اور چھوٹے چھوٹے قضایا بھی بڑے بڑے نتیجوں کا موجب ہو جاتے ہیں۔غور کرنے والا دل اور سوچنے والا دماغ چاہئے۔نتیجہ خیز باتوں سے نتیجہ نکل ہی آتا ہے۔

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر بات میں لذّت ہے اگر دل میں مزا ہو

(خیالات یعنی مجموعۂ مضامین مختلفہ، باراول، لاہور: رفاہ عام اسٹیم پریس، جون 1907ء)

حیاتِ صافی کی تکمیل

مؤسس الحکم ومؤرخ احمدیت حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الکبیرؓ نے 1905ء کے اواخر میں حضرت خواجہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے سوانح پر کام شروع کیا اور تعویق وتوقف کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ قریباً 1936ء تک چلتا رہا۔ آپ نے حضرت مولوی صاحب موصوف جن کا صافی تخلص تھا، کی سوانح عمری ''حیات صافی'' کے نام سے شروع کی اور الحکم میں مسلسل سالہا سال اس کا تذکرہ بھی ہوتا رہا۔ معلوم نہیں کہ وہ کتاب کیوں نہ شائع ہو سکی اور مکمل ہونے کے بعد کہاں کھوگئی؟ آپ نے اس خواہش کا اظہار کئی طور پر فرمایا۔ اس کارخیر کی تحریک کرتے ہوئے ایک موقعہ پر حضرت عرفانی الکبیرؓ نے لکھا:

''حضرت مخدوم الملّۃ مولٰینا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ سلسلہ احمدیہ کے ان مشاہیر صحابہ میں سے ہیں جو نہ صرف اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ کے گروہ میں داخل ہیں بلکہ انہوں نے سلسلہ کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کیں اور سلسلہ ہمیشہ ان کے وجود پر اس لحاظ سے فخر کرے گا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عرفانی نشانوں میں سے ایک ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس وحی میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوئی ان کا نام مسلمانوں کا لیڈر رکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ ان کی لوح مزار لکھی جس میں فرمایا

کے تواں کردن شمارِ خوبیِ عبدالکریم

اسی مخدوم الملّۃ کے ملفوظات کو سلسلہ وار چھوٹے چھوٹے رسالوں میں شائع کرنے کا میں نے تہیہ کیا ہے تا اس نیاز مندی اور محبت کے تعلقات کا اظہار کروں جو مولانا ممدوح سے مجھے ان کی کمال شفقت اور توجہ کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے اس سلسلہ میں مولانا ممدوح کے خطبات، مکتوبات، ان کی تقریریں اور لیکچر ہوں گے اور ان کی

اشاعت کے بعد انشاء اللہ العزیز حیات صافی یعنی مولانا ممدوح کی سوانح عمری ہوگی۔ لیکچروں کے سلسلہ میں یہ پہلا لیکچر ہے۔ یہ رسالے صرف اسی قدر طبع ہوں گے جو نکل سکیں۔ کاغذ اور سامان طباعت کی گرانی مجھے اس وقت تک چار سو سے زیادہ چھاپنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر چالیس احباب اس سلسلہ کے دس دس رسالوں کے مستقل خریدار ہو جائیں تو میں اس تعداد کو دو چند کر دوں گا۔ یہ فرض شناس قوم کے اہل دل احباب اور مخدوم الملّۃ کے مخلص دوستوں کا فرض ہوگا کہ وہ اس سلسلہ کی سر پرستی کریں۔ اس سلسلہ میں پہلا نمبر لیکچر گناہ چھپ کر شائع ہو گیا ہے۔ اس لیکچر گناہ کے بعد مخدوم الملّۃ کا رسالہ القول الفصیح شائع ہوگا۔ قیمت فی رسالہ چار/آنہ ہوگی۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم۔حصہ اوّل)

اس نوعیت کی تحاریک آپ نے متعدد بار کیں۔ مدت مدید کے بعد محض اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے موافق حضرت شیخ صاحبؓ کی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اپنی اس کاوش کو یہ عاجز حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الکبیرؓ کے نام ہی معنون کرتا ہے جن کے ''الحکم'' اور رشحات قلم سے اس سلسلہ میں خاصی راہنمائی و مدد ملی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیشہ ہمیش آپ کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ **فجزاھما اللہ احسن الجزاء.** آمین۔

والسلام

خاکسار مؤلف

27 مئی 2009ء

رفقاء سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا مقام

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے ان کو ساقی نے پلادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْأُمِّیِّیْنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِن کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ○ وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (الجمعہ 3-4)

وہی وہ ذات ہے جس نے ایک ان پڑھ قوم کی طرف اسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا جو (باوجود ان پڑھ ہونے کے) ان کو اللہ کے احکام سناتا ہے، اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ گویا وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس (رسول) کو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

ان آیات قرآنیہ میں جو پیشگوئیاں مضمر ہیں اس پر اکثر علمائے قدیم اور بزرگان سلف کا اتفاق ہے کہ **ھذا عند نزول المھدی**۔ سورۃ الجمعہ کی ان ابتدائی آیات میں لفظ **اٰخَرِیْنَ** کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے استفسار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لَوْ کَانَ الْإِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ.

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

یعنی اگر ایمان ثریّا ستارے پر بھی پہنچ جائے ،تو ضروران لوگوں میں سے ایک شخص اسے واپس لے آئے گا اور بعض روایات میں ’’رجال‘‘ کے الفاظ آتے ہیں۔یعنی ابنائے فارس میں سے ایک شخص یا ایک سے زائد اشخاص ایمان کوثریا ستارے سے واپس لے آئیں گے۔اللّٰہ تعالیٰ نے ان آیات میں آخرین کو بھی ایک خاص مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے امام مہدی کے احباب کا کئی مواقع پر مقام ومترتبہ بیان فرمایا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللَّهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ .

(سنن نسائی، کتاب الجہاد، باب غزوۃ الہند حدیث نمبر 3188)

یعنی میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جنہیں اللّٰہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ قرار دیا ہے۔پہلی جماعت جو ہندوستان میں جہاد کرے گی اور دوسری جماعت وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی یہ بشارت لاکھوں احباب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وجود کی صورت میں پوری ہوئی۔اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لاکھوں جان نثار عطا فرمائے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شان مسیحی اور قوت قدسی کی برکت سے لاکھوں روحانی مردے زندہ ہو گئے اور وہ خود بھی بہتوں کیلئے مشعل راہ ثابت ہوئے۔

مقام رفقاء حضرت اقدسؑ کی نظر میں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’**واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم** (الجمعۃ :4)یعنی آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرّف ہوں اور اس سے تعلیم وتربیت پاویں۔پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا اس لیے اس کے اصحاب آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہ رضی

اللہ عنھم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 ص 502)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''......اسی وجہ سے اللہ جلّ شانہٗ نے اس آخری گروہ کو مِنْھُمْ کے لفظ سے پکارا۔تا یہ اشارہ کرے کہ معائنہ معجزات میں وہ بھی صحابہ کے رنگ میں ہی ہیں۔سوچ کر دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاج نبوت کا اور کس نے پایا۔ اس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنھم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالےٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے حاصل کی۔ بہتیرے اُن میں سے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنھم روتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنھم ہوتے تھے۔ بہتیرے اُن میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لیے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنھم خرچ کرتے تھے۔ اُن میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقوٰی پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنھم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن اُن کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے اور آسمانی نشانوں سے اُن کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے جیسا کہ صحابہؓ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا!!!''

(ایّام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 306,307)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’لیکن ایک بات بڑی غور طلب ہے کہ صحابہؓ کی جماعت اتنی ہی نہ سمجھو، جو پہلے گزر چکے بلکہ ایک اور گروہ بھی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے۔ وہ بھی صحابہ میں داخل ہے جو احمدؑ کے بروز کے ساتھ ہوں گے، چنانچہ آپ نے فرمایا: وَ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِم (الجمعہ:4) یعنی صحابہؓ کی جماعت کو اسی قدر نہ سمجھو، بلکہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی جماعت بھی صحابہؓ ہی ہوگی۔

(ملفوظات جلد اول، طبع جدید صفحہ 431)

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب تذکرۃ المہدی میں ایک روایت بیان کرتے ہیں:

’’......مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سیالکوٹی (نور اللہ مرقدہ) نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ جب سیر کو تشریف لے جاتے ہیں آپ کو گردوغبار کے اڑنے سے بہت تکلیف پہنچتی ہے اور آپ کا چہرہ اور کپڑے سب گرد آلود ہو جاتے ہیں آپ ان لوگوں کو منع فرماویں کہ ساتھ نہ چلا کریں صرف آپ ایک دو آدمی کو ہمراہ لے جایا کریں۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک آیتِ قرآن شریف پڑھی (......جو سورۃ رعد میں ہے۔ لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَ مِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہ)......اور فرمایا کہ اس آیت میں مراد فرشتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے آپ کے پاک کلمات سننے کے شوق میں دوڑتے چلتے تھے اسی طرح سے میرے اصحاب فرشتے ہیں جنہوں نے مجھے صدق دل سے قبول کیا ہے اور میری باتوں کو بڑے شوق سے کان لگا کر میرے آگے پیچھے دائیں بائیں دوڑ دوڑ کر سنتے ہیں ہدایت پاتے ہیں۔ مجھے اس میں کوئی تکلیف نہیں بلکہ بہت بڑی خوشی ہے میں ان کو اس بات سے روک نہیں سکتا۔ یہ خدا کا فعل ہے خدا نے ہمیں بھی فرمایا ہے۔ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ لوگوں کی ملاقات سے ہرگز نہ تھک جانا۔‘‘

(تذکرۃ المہدی، حصہ اول، صفحہ 291)

مبارک ہیں وہ لوگ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

’’......اور خدا تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے آدم کو پیدا کیا اور اس سے بہت مخلوق پھیلائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات پر اس کا خاص فضل ہوا اور ابراہیم کو اس قدر اولاد دی گئی کہ اس کی قوم آج تک گنی نہیں جاتی اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے امام کو بھی آدم کہا اور بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا کی آیت ظاہر کرتی ہے کہ اس آدم کی اولاد بھی دنیا میں اس طرح پھیلنے والی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ بڑے خوش قسمت وہ لوگ ہیں جن کے تعلّقات اس آدم کے ساتھ ہوں گے کیونکہ اس کی اولاد میں اس قسم کے رجال اور نساء پیدا ہونے والے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حضور میں خاص طور پر منتخب ہو کر اُس کے مکالمات سے مشرّف ہوں گے، مبارک ہیں وہ لوگ......‘‘ (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 4)

ہزاروں نشانوں کا چلتا پھرتا ریکارڈ

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نوراللہ مرقدہ یکے از احباب تین صد تیرہ کے وصال پر سیدنا حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ نے ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا جو سیرت و سوانح بزرگان سلسلہ احمدیہ پر کام کرنے کے سلسلہ میں مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

’’وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں۔ ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے کے لئے تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں...... یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں نشانات کا چلتا پھرتا ریکارڈ تھے۔ نہ معلوم لوگوں کس حد تک ان ریکارڈوں کو محفوظ کیا ہے مگر بہر حال خدا تعالیٰ کے ہزاروں نشانات کے وہ چشم دید گواہ تھے...... ان ہزاروں نشانات کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ اور آپ کی زبان، اور آپ کے کان، اور آپ کے پاؤں وغیرہ کے ذریعے ظاہر ہوئے...... ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر

ہوتا ہے...... اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی ہیں تو ہمارے لئے خوشی مقام ہے اور اگر ہم نے ان کی نقلیں نہیں کیں تو یہ ہماری بدقسمتی کی علامت ہے۔''

(خطبہ جمعہ از الفضل قادیان 28/اگست 1941)

بادشاہ تمہاری اولادوں کی عزت کریں گے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کئی اور مواقع پر صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خراج تحسین پیش کیا۔ چنانچہ تحریک جدید کے سال نہم کے آغاز کے موقع پر فرمایا:۔

''ہاں اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے تم کو صحابی بننے کا موقعہ دے دیا کیونکہ تم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا......آپ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو صرف دو آنہ چندہ دیا کرتے ہیں مگر صحابی وہ بھی کہلاتے ہیں اسی طرح آپ لوگوں میں وہ بھی ہیں جو پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھ سکتے ہیں لیکن پڑھتے مسجد میں چار ہیں......مگر جب وہ مرجائیں گے تو......دنیا میں ان کی اولادوں کو بڑے بڑے بادشاہ بلا کر عزت و تعظیم کی جگہ پر بٹھائیں گے اور کہیں گے یہ فلاں صحابی کی اولاد ہیں۔ صحابیت کے مقام کے لحاظ سے بیشک تمھارے اندر بعض کمزوریاں پائی جاتی ہیں مگر تم نے صحابی بن کر اپنی اولادوں کے لیے جائیدادیں پیدا کر دی ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ آئیں گے اور وہ تمہاری اولادوں کی عزت کرنے پر مجبور ہوں گے، وہ کہیں گے یہ صحابی کی اولاد ہیں......''

(الفضل قادیان 2 دسمبر 1942ء صفحہ 11)

ایک اور موقع پر سیرت و سوانح رفقاء کرام کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''صحابہ فوت ہو رہے ہیں، پچھلے لوگوں کو دیکھو باوجود یہ کہ ان لوگوں میں اتنا علم نہیں تھا انہوں نے اس چیز کی بڑی قدر کی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں دس دس جلدوں میں لکھیں۔ ہمارے ہاں بھی صحابہ کے حالات محفوظ ہونے چاہئیں......آپ لوگ قدر نہیں کرتے جس وقت یورپ اور امریکہ احمدی ہوا تو انہوں نے آپ کو برا بھلا کہنا ہے کہ حضرت صاحب کے صحابہ ور ان کے ساتھ رہنے

والوں کے حالات بھی ہمیں معلوم نہیں...... وہ غصہ میں آکے تم کو بددعائیں دیں گے کہ ایسے قریبی لوگوں نے کتنی قیمتی چیز ضائع کردی۔ ہم نے اب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت بھی مکمل نہیں کی۔ بہرحال صحابہ کے سوانح محفوظ رکھنے ضروری ہیں،جس جس کو کوئی روایت پتا لگے اس کو چاہیے کہ لکھ کر اخباروں میں چھپوائے، کتابوں میں چھپوائے......صحابہ میں جو رنگ تھا اوران لوگوں میں جو قربانی تھی وہ ہمارے اندر نہیں ہے،مگر ہمارے اندر بھی وہ طبقہ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پائی تھی بڑا مخلص تھا اوران میں بڑی قربانی تھی اگر وہی اخلاص آج کل نوجوانوں میں پیدا ہوجائے تو جماعت ایک سال میں کہیں سے کہیں نکل جائے......''

(الفضل ربوہ 16رفروری 1956ء صفحہ 3,4)

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے 1944ء میں ایک خطبہ میں احباب جماعت کو رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قدر ومنزلت کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کئی لوگ ایسے تھے جنہیں قادیان میں صرف دوتین دفعہ آنے کا موقعہ ملا اورانہوں نے اپنے دل میں یہ سمجھا کہ خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا کہ ہمارا قادیان سے تعلّق پیدا ہوگیا اور ہم نے زمانہ کے نبی کو دیکھ لیا۔مگر آج اس چیز کی اس قدر اہمیت ہے کہ ہماری جماعت میں سے کئی لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یاد کرکے بڑی خوشی سے یہ کہنے کے لیے تیار ہوجائیں گے کہ کاش ہماری عمر میں سے دس یا بیس سال کم ہوجاتے لیکن ہمیں زندگی میں صرف ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے کا موقع مل جاتا......حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تو گذر گیا اب آپ کے خلفاء اورصحابہ کا زمانہ ہے مگر یادرکھو کچھ عرصہ کے بعد ایک زمانہ ایسا آئے گا جب چین سے لے کر یورپ کے کناروں تک لوگ سفر کریں گے اس تلاش، اس جستجو اوراس دھن میں کہ کوئی شخص انہیں ایسا مل جائے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات کی ہو مگر انہیں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔ پھر وہ کوشش کریں گے کہ انہیں کوئی ایسا شخص مل جائے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات

نہ کی ہو، آپ سے مصافحہ نہ کیا ہو صرف اس نے آپ کو دیکھا ہی ہو مگر انہیں ایسا بھی کوئی شخص نظر نہیں آئے گا۔ پھر وہ تلاش کریں گے کہ کاش انہیں کوئی ایسا شخص مل جائے جس نے گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات نہ کی ہو، آپ سے مصافحہ نہ کیا ہو، آپ کو دیکھا نہ ہو، مگر کم از کم وہ اس وقت اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دیکھا ہو مگر انہیں ایسا بھی کوئی شخص نہیں ملے گا۔ لیکن آج ہماری جماعت کے لیے موقع ہے کہ وہ ان برکات کو حاصل کرے۔‘‘

(الفضل قادیان 15/اپریل 1944ء صفحہ 3,4)

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک اور خطبہ جمعہ کے موقع پر اس مضمون کی اہمیت کے متعلق ارشاد فرمایا:

’’......ذرا غور کرو تم پر اللہ تعالیٰ نے کتنا فضل کیا کہ اپنا مسیح تمہیں دکھایا، پھر دنیا پر تمہیں کیا اتنا رحم نہیں آتا کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ہی اسے دکھا دو۔ پچاس ساٹھ سال کے بعد یہ صحابہ ہم میں نہیں ہوں گے۔ غور کرو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ہم دنیا کو جا کر جب آپؑ کا پیغام سنائیں اور لوگ پوچھیں کہ وہ کہاں ہیں تو ہم کہہ دیں وہ فوت ہو گئے اور جب وہ پوچھیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے تو کہہ دیں کہ وہ بھی فوت ہو گئے۔ مجھے یہ واقعہ کبھی نہیں بھولتا، میں جب انگلستان میں گیا تو وہاں ایک بوڑھا انگریز نو مسلم تھا، اسے علم تھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا اور خلیفہ ہوں مگر پھر بھی وہ نہایت محبت اور اخلاص سے کہنے لگا کہ میں ایک بات پوچھتا ہوں آپ ٹھیک جواب دیں گے؟ میں نے کہا ہاں! وہ کہنے لگا کیا حضرت مسیح موعودؑ نبی تھے؟ میں نے کہا ہاں! تو اس نے کہا اچھا مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی، پھر کہنے لگا آپ قسم کھا کر بتائیں کہ آپ نے انہیں دیکھا؟ میں نے کہا ہاں میں ان کا بیٹا ہوں، اس نے کہا نہیں میرے سوال کا جواب دیں کہ ان کو دیکھا! میں نے کہا ہاں دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ اچھا میرے ساتھ مصافحہ کریں اور مصافحہ کرنے کے بعد کہا مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی کہ میں نے اس ہاتھ کو چھوا جس نے مسیح موعود کے

ہاتھوں کو چھوا تھا، اب تک وہ نظارہ میرے دل پر نقش ہے۔...... مجھے اس خیال سے بھی گھبراہٹ ہوتی ہے کہ وہ لاکھوں انسان جو چین، جاپان، روس، افریقہ اور دنیا کے تمام گوشوں میں آباد ہیں اور جن کے اندر نیکی اور تقوٰی ہے ان کے دلوں میں خدا کی محبت ہے مگران کو ابھی وہ نور نہیں ملا ہم ان تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچائیں اور وہ خوشی سے اچھلیں اور کہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود دکھلاؤ اور جب ہم کہیں کہ وہ فوت ہو گئے تو وہ پوچھیں کہ اچھا ان کے شاگرد کہاں ہیں تو ہم انہیں کہیں کہ وہ بھی فوت ہو گئے، احمدیوں کا یہ جواب سن کر وہ لوگ کیا کہیں گے اگر ایسا ہو تو وہ ہمارے مبلغین کو کس حقارت سے دیکھیں گے کہ ان نالائقوں نے ہم تک پیغام پہنچانے میں کس قدر دیر کی ہے تو ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے...... حضرت مسیح موعود کو اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اس کا یہ مطلب نہیں کہ کپڑوں میں برکت زیادہ ہوتی ہے بلکہ اس میں بتایا ہے کہ جب انسان نہ ملیں گے تو لوگ کپڑوں سے ہی برکت ڈھونڈیں گے ورنہ انسان کے مقابلہ میں کپڑے کی کیا حیثیت ہوتی ہے وہ کپڑا جو جسم کو لگا اس ہاتھ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھ سکتا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں گیا اور وہیں پیوست ہو گیا، آپ سے نور اور برکت لی اور آپ کے نور میں اتنا ڈوبا کہ خود نور بن گیا کبھی ممکن نہیں کہ ایسے ہاتھ کو چھونے سے تو برکت نہ ملے اور کپڑوں کو چھونے سے ملے۔ کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے سے مراد تو حالت تنزّل ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب لوگ آپ سے ملنے والوں کو ڈھونڈیں گے اور جب کوئی نہ ملے گا تو کہیں گے اچھا کپڑے ہی سہی اور جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے بتایا ہے ایک وقت آئے گا کہ بادشاہ بھی آپ کے کپڑوں کے لیے ترسیں گے پس براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھونے والے انسان ہمیشہ نہیں رہ سکتے'' (الفضل قادیان 17؍اپریل 1935ء صفحہ 7)

اُذْکُرُوْا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِ

یادرفتگان یعنی اپنے پیاروں کا ذکر خیر کرتے رہنا ایک عظیم سعادت اور صدقہ جاریہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیں یہی تلقین فرمائی ہے۔اس بارہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُذْکُرُوْا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْر

عام طور پر اس کے یہ معنے کیے جاتے ہیں کہ مُردوں کی بُرائی نہیں بیان کرنی چاہیے وہ فوت ہوگئے ہیں اور ان کا معاملہ اب خدا سے ہے۔ یہ معنی اپنی جگہ درست ہیں لیکن درحقیقت اس میں ایک قومی نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے اُذْکُرُوْا مَوْتٰی بِالْخَیْرِ نہیں فرمایا بلکہ آپ نے مَوْتَاکُمْ کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی اپنے مُردوں کا ذکر نیکی کے ساتھ کرو جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے یہ صحابہؓ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ دوسری جگہ آپؐ فرماتے ہیں:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میرے سب صحابی ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کے پیچھے بھی چلو گے ہدایت پا جاؤ گے کیونکہ صحابہؓ میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی خدمتِ دین کا ایسا موقعہ ملا ہے جس میں وہ منفرد نظر آتا ہے اس لیے آپ نے مَوْتَاکُمْ کا لفظ استعمال فرمایا ہے کہ تم ان کو ہمیشہ یاد رکھا کرو تا تمہیں یہ احساس ہو کہ ہمیں بھی اس قسم کی قربانیاں کرنی چاہئیں اور تا نوجوانوں میں ہمیشہ قربانی، ایثار اور جرأت کا مادہ پیدا ہوتا رہے اور وہ اپنے بزرگ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتے رہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جولائی 1949ء از الفضل لاہور 31/جولائی 1949ء)

رفقاء کرام ہمارے لیے مشعل راہ ہیں

سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہٗ اللہ تعالیٰ نے قبل از خلافت ایک موقع پر فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہی کی طرح ہمیشہ دین کی خدمت پر کمر بستہ رہنے کا تہیہ کرے اور یہ تبھی ممکن ہے جبکہ ہمیں ان کے تفصیلی حالات کا علم ہو اور ہم یہ جانتے ہوں کہ کس طرح انہوں نے ہر آن اپنے تئیں خدمتِ

دین کے لیے وقف رکھا اور دین کے لیے ہر قسم کی قربانیاں کیں۔‘‘

(اصحاب احمدؑ جلد 13 صفحہ 316)

بزرگان کی تاریخ اکٹھا کرنے کی مبارک تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اگست/ستمبر 1988ء کو مشرقی افریقہ کے تاریخی دورہ پر تشریف لے گئے۔ اس دورے کے دوران اور اس کے بعد بھی کئی مواقع پر آپ نے احباب جماعت احمدیہ کو بزرگان کے حالات زندگی اکٹھا کرنے کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ پہلی صدی کے آخری خطبہ جمعہ فرمودہ 17/مارچ 1989ء میں آپ نے اپنے اپنے خاندان کے بزرگوں کے حالات اور ان کے احسانات کو جمع کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

’’اس امر کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ سمندر کی تہہ میں بغیر مقصد کے اپنی لاشیں بچھانے والے گھونگوں کی پہلی نسل اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ اس کی آئندہ نسلیں ضرور فتح یاب ہونگی اور وہ نسل سب سے بڑی فتح پانے والی ہے جو سب سے پہلے ترقی کے سلیقے سکھاتی ہے۔ پس اپنے ان بزرگوں کے احسانات کو نہ بھولیں جو خدا کی راہ میں اپنی جانیں بچھاتے رہے جن پر احمدیت کی بلند و بالا عمارتیں تعمیر ہوئیں اور یہ عظیم الشان جزیرے اُبھرے۔ وہ لوگ ہماری دعاؤں کے خاص حق دار ہیں۔ اگر آپ اپنے پرانے بزرگوں کو ان عظمتوں کے وقت یاد رکھیں گے جو آپ کو خدا کے فضل عطا کرتے ہیں تو آپ کو حقیقی انکساری کا عرفان نصیب ہوگا۔ تب آپ جان لیں گے کہ آپ اپنی ذات میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ میں نے افریقہ کے دورے میں ایک یہ ہدایت دی تھی کہ اپنے بزرگوں کی نیکیوں اور احسانات کو یاد رکھ کے ان کیلئے دعائیں کرنا یہ ایک ایسا اچھا خلق ہے کہ اس خلق کو ہمیں اجتماعی طور پر نہیں بلکہ ہر گھر میں رائج کرنا چاہئے ان کے حالات کو زندہ رکھنا تمہارا فرض ہے ورنہ تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔ اس سلسلہ میں مَیں نے ایک ملک غالباً کینیا میں ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ چنانچہ اس کمیٹی نے بڑا اچھا کام کیا اور ایک عرصہ تک ان کا میرے ساتھ رابطہ رہا اور بعض ایسے بزرگوں کے حالات اکٹھے کئے گئے جو نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ اس لئے ہر

خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے ۔ان کی بڑائی کیلئے شائع کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے آپ کو بڑائی عطا کرنے کیلئے ،ان کی مثالوں کو زندہ کرنے کیلئے ان کے واقعات کو محفوظ کریں اور پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے آباؤ اجداد تھے اور کس طرح وہ لوگ دین کی خدمت کیا کرتے تھے ۔بعض ایسے بھی ہونگے جن کو یہ استطاعت ہوگی کہ وہ ان واقعات کو کتابی صورت میں چھپوادیں...... میں امید رکھتا ہوں کہ اگر اس نسل میں ایسے ذکر زندہ ہونگے تو اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر کو بھی بلند کرے گا اور آپ یادرکھیں گے کہ اگلی نسلیں اسی طرح پیار اور محبت سے اپنے سر آپ کے احسان کے سامنے جھکاتے ہوئے آپ کا مقدس ذکر کیا کریں گی اور آپ کی نیکیوں کو ہمیشہ زندہ رکھیں گی''۔

(الفضل ربوہ 27 مارچ 1989ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک مرتبہ مجلس سوال وجواب میں فرمایا:

''(بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے کا) الہام تو کئی رنگ میں پورا ہوا ہے......دوسری بات کپڑوں سے مراد صحابہ ہیں ۔قرآن کریم کے محاورہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے متعلق بھی کپڑوں کا لفظ آیا ہے جو پاس رہے ہیں ۔کپڑے لپٹے رہتے ہیں نا ہر وقت انسان کے ۔تو مراد یہ ہے کہ اب تو تجھے نظرانداز کر رہے ہیں ۔لیکن ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ دوڑ دوڑ کر تیرے صحابہ کے پاس حاضر ہوا کریں گے ان سے ہاتھ ملانا ہی وہ سمجھیں گے کہ برکت کا موجب ہے چنانچہ ایسا بڑی کثرت سے ہوا کرتا تھا اور ابھی تک ہورہا ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 9/اپریل 2001ء ص 5,6)

صحابہ کرام وتابعین کرام کا سلسلہ احمدیہ میں اپنا مقام ہے اور ان کی برکات سے ہر ایک کو فائدہ اٹھانا کی کوشش کرنی چاہئے۔

حقیقی برکتیں اخلاق حسنہ میں ہیں، حقیقی برکتیں نیکیوں میں ہیں، حقیقی برکتیں تعلق باللہ میں ہیں ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک نیکی اور اخلاق حسنہ اور تعلق باللہ کے مضمون میں بہت نمایاں شان اختیار کرنے والا بزرگ ہم سے جدا ہورہا ہو تو اُس کی جدائی کا احساس تو ضرور رہے گا اس کا خلاء تو ضرور محسوس ہوگا مگر

اس کا یہ نتیجہ نکالنا کہ گویا یہ برکتیں جو ابدی نوعیت کی برکتیں ہیں یہ ہم سے جدا ہو جائیں گی یہ نتیجہ درست نہیں اور اگر خلاء زیادہ محسوس ہو تو پھر یہ فکر کی ضرورت ہے کہ ہمارا قصور ہے کہ یہ خلاء کیوں محسوس ہوتا ہے یا خلاء کیوں پیدا ہوا جو ہم نے محسوس کیا؟ اب صحابہ کا دور تو بظاہر ختم ہو چکا ہے تاہم ان کی نیکیوں اور اخلاق کو اپنے اندر اور اپنے بچوں کے اندر جاری کر کے ان کی برکات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

''صحابہ کی نسل سے تابعین کی نسل کی جدائی کا یہ دور بھی ایک لمبا تدریجی عمل ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے لمحہ سے شروع ہوا اور تقریباً اسّی برس ہو گئے ابھی تک جاری ہے۔ آج بھی ہم میں صحابہ تو موجود ہیں لیکن بہت شاذ اور صحابہ میں سے وہ صحابہ جو اس زمانے میں صحابہ کی صف اوّل میں یا صف دوم میں بھی شمار نہیں ہوتے تھے بلکہ جو خاص صحابہ کا دور کہلاتا ہے جب وہ کثرت کے ساتھ ملتے تھے۔ اُس وقت صحابہ کے ساتھ شامل ہونے میں یہ صحابہ جو آج ہم میں زندہ موجود ہیں یہ غیر معمولی فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ واقعۃً یہ فخر درست تھا لیکن جہاں تک دوسروں کا تعلق ہے وہ عموماً ایسے صحابہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی نمایاں حیثیت اختیار فرما چکے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ، حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ وغیرہ یہ وہ گروہ ہے، غیر معمولی شان کے ساتھ چمکنے والے ستاروں کا ہے کہ جن کی روشنی میں بعض دوسرے ستاروں کی روشنی مدھم پڑ گئی اور ان کی طرف توجہ نہ کی گئی۔ لیکن اب ہم ایسے دور میں داخل ہو گئے ہیں جب یہی صحابہ ہمارے لئے آسمان کے چمکتے ہوئے نمایاں ستارے بن گئے ہیں اور ہماری دعائیں ہیں، ہماری آرزوئیں ہیں، ہماری تمنائیں ہیں کہ ان کی روشنی ہم میں زیادہ سے زیادہ دیر تک چمکتی رہے اور ان سے جدائی ہونے کا وقت اور دیر تک ٹل جائے اور ان کے وصل کا عرصہ اور لمبا ہو جائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 رمئی 1987 بمقام بیت الفضل لندن)

لیکن اس دنیا فانی کیلئے کوئی چارہ کار نہیں۔ یہ گھر ہی بے بقا ہے کسی کو بھی یہاں دوام نہیں۔ یہ

نظام تو یونہی چلتا رہے گا۔ بزرگان کی برکات کو جاری کر کے انہیں دوام بخشا جاسکتا ہے۔

بزرگان کے حالات زندگی محفوظ کرنا ایک اہم اور عظیم ذمہ داری ہے۔ پس ضرورت اس امر کی ہے اکناف عالم میں پھیلے ہوئے احبابِ کرام اپنے اپنے خاندان کے بزرگان کے حالات زندگی جمع کرنے کی کوشش کریں یا کم از کم ان لوگوں کو مواد اور معلومات فراہم کریں جو اس جہاد میں کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نیک اور اہم مقاصد کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باب اول

1۔خاندانی حالات

2۔عائلی زندگی

خاندانی حالات

حضرت خواجہ مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی 1858ء میں بمقام شہر سیالکوٹ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام محمد سلطان، دادا کا نام عبدالرحیم اور والدہ کا نام حشمت بی بی تھا۔آپکا نام کریم بخش رکھا گیا۔ جسے بعد میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے عبدالکریم سے بدل دیا۔آپ کے نام بدلنے کے بارہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب دہلویؓ کی روایت ہے:

''مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مرحوم کا نام اصل میں کریم بخش تھا۔حضرت صاحب نے ان کا نام بدل کر عبدالکریم رکھ دیا۔میں نے اس تبدیلی کے بہت دیر بعد بھی مولوی صاحب مرحوم کے والد صاحب کو سنا کہ وہ انہیں کریم بخش ہی کہہ کر پکارتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم، روایت نمبر604 ص70)

کشمیر سے ترک وطن کر کے غالباً آپ کے دادا یا والد صاحب آئے تھے اور اس وقت سیالکوٹ شہر میں آباد ہو گئے تھے۔تاہم اس کے بارہ میں حتمی طور پر کوئی شہادت دستیاب نہیں ہوئی۔

(رسالہ اصحاب احمد جلد اول نمبر2 ص1)

کشمیر کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں گزشتہ صدیوں میں کئی مرتبہ بڑے بڑے قحط پڑے ہیں۔تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں کشمیر میں بڑے قحط پڑے جس کے بعد کشمیر سے پنجاب اور دیگر علاقوں کی طرف کشمیریوں کا انخلاء ہوا۔دسمبر 2005ء میں خاکسار کی مکرم خواجہ عبدالغفار ڈار سابق مدیر اخبار ''اصلاح'' سرینگر سے ایک ملاقات ہوئی۔راقم کے استفسار پر کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کا خاندان کب اور کیوں کشمیر سے سیالکوٹ ہجرت کر آیا۔آپ نے بتایا کہ اُس زمانے میں یعنی انیسویں صدی میں کشمیر میں بہت بڑی قحط سالی پڑی تھی جس کی بنا پر اکثر لوگ ہجرت کر کے ہندوستان کے مختلف شہروں میں آکر آباد

ہو گئے ۔اس زمانہ میں حضرت مولانا موصوف کا خاندان کشمیر سے سیالکوٹ آکر آباد ہو گیا۔مکرم خواجہ صاحب نے بتلایا کہ ہمارے خاندان میں احمدیت بھی حضرت مولوی صاحب کی تبلیغ سے ہوئی ۔آپ ایک دفعہ کشمیر میں تھے تو ناچیز کے دادا حضرت حاجی عمرڈار صاحب کو سلسلہ کا پیغام پہنچایا جس سے آپ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ۔

(حضرت حاجی عمرڈار صاحب کے حالات کیلئے دیکھئے تاریخ احمدیت جموں وکشمیر۔ازمحمد اسداللہ کاشمیری)

حضرت چوہدری محمد سلطان صاحب

جیسا کے اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ آپ کے والد کا نام چوہدری محمد سلطان اور دادا کا نام عبدالرحیم تھا۔مکرم عبدالرحیم صاحب کے تین لڑکے تھے محمد سلطان، محمد جان اور محمد بخش۔آپ کے دادا دیار کی عمارتی لکڑی کا کاروبار کرتے تھے اور مولوی صاحب کے والد ماجد سوتی وریشمی سوسی کپڑا اور کھدّر بنواتے تھے اور دکان میں فروخت کرتے تھے ساتھ سوت بھی فروخت کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جولاہوں کے پاس ساڑھے پانچ ہزار کا سُوت چلا گیا اور وہ غربت کی وجہ سے ادا نہ کر سکے۔اوران کا دیوالیہ نکل گیا۔چھوٹے بھائی نے زور دیا کہ ان پر نالش کر دیں۔ لیکن انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ اگر ان غریب لوگوں کے پاس مقدرت ہوتی تو وہ ادا نہ کر دیتے نالش سے خواہ مخواہ ان کو اور ان کے اہل وعیال کو تکلیف ہو گی۔ ہمارا مال ہو گا تو ہمیں واپس مل جائے گا۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے ہمت نہ ہاری اور یہاں کا مال کشمیر اور کشمیر کا یہاں پنجاب میں لائے اور کلکتہ کا بھی چکر لگایا۔اس طرح چند بار کے چکروں سے مالی حالت سدھر گئی۔

ہندوؤں کے نزدیک ان کی نیکی اوران پر اعتبار

جس بازار میں چوہدری صاحب کی دکان تھی۔ وہاں بھابڑہ قوم (جو ہندو ہے) کی دکانیں تھیں وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ چوہدری صاحب دیوتا ہیں۔اگران کا چہرہ صبح دیکھ لیا جائے تو سارا دن آرام سے گذر جاتا ہے۔آپ کا اتنا رسوخ تھا کہ اگر کسی گھر میں جھگڑا ہو جاتا تو بھابڑہ الگ اور بھابڑی الگ ان کے پاس آتی اور درخواست کرتی کہ مصالحت وغیرہ کے لئے کوشش کریں۔ چنانچہ ان کے گھر جاتے اور جھگڑا نپٹا دیتے۔اعتبار اتنا تھا کہ کبھی روپیہ کی ضرورت ہوتی تو کسی بھابڑہ

کو کہتے کہ ایک ہزار روپیہ دوتو وہ فوراً لا دیتا کبھی دریافت نہ کرتا کہ کس غرض کے لئے درکار ہے۔ یا تحریر لکھ کر دیں کہ اتنی رقم آپ نے لی ہے۔ آپ میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ اس لئے آپ ''چوہدری'' کر کے پکارے جاتے تھے۔

حُکّام کی نگاہ میں آپ کا رسوخ اور دشمنوں سے بھی نرم سلوک

چوہدری صاحب کا حکام کے ساتھ بہت رسوخ تھا جو کوئی شخص بھی سفارش کے لئے کہتا آپ فوراً ساتھ چل پڑتے۔ گو انڈیل تنا ور جسم والے کو گرمی کا بھی بہت احساس ہوتا ہے لیکن آپ اس امر کی مطلقاً پرواہ نہ کرتے نرم دل تھے خواہ کوئی شخص آ کر بُرا بھلا کہہ جاتا اور اسی دن پھر آ کر کہتا کہ مجھے فلاں شخص کے ساتھ کام ہے کبھی انکار نہ کرتے اور فوراً اس کی امداد کے لئے ساتھ ہو لیتے۔

حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے خلاف جھوٹا دعویٰ دائر کر دیا اور مجھے حوالات جانا پڑا ڈپٹی کمشنر منٹگمری کے پاس مقدمہ پیش ہوا۔ اسے پہلے بتایا گیا تھا کہ ایک لاکھ روپیہ کی ضمانت دینی پڑے گی۔ ڈپٹی کمشنر کو جب پتہ لگا کہ چوہدری صاحب کا میں بھانجا ہوں تو ان کو بلایا۔ مقدمہ جھوٹا تھا اور اس سے پہلے میرے حق میں اس شخص کے خلاف بیاسی روپے کی ڈگری ہو چکی تھی۔ منٹگمری نے ایک سو روپیہ کی ضمانت پر چھوڑ دیا اور کئی بار مجھے کہا محمد اسمٰعیل! دانا پور (پٹنہ) جا کر مقدمہ دائر کر دیں۔ میں اس شخص کو وہاں سے ہتھکڑی لگوا کر یہاں منگواؤں گا۔ لیکن چوہدری صاحب نے کئی بار عذر کیا کہ محمد اسمٰعیل ناز پروردہ ہے اتنی دور جانے کی تکلیف ہو گی۔ ڈی۔سی نے دانا پور کے مجسٹریٹ کی طرف لکھا کہ جس نے دعویٰ کیا ہے میں اسے اور اس کے خاندان کو جانتا ہوں۔ بے ایمانوں کا خاندان ہے اور جس پر دعویٰ کیا گیا ہے اسے اور اس کے خاندان کو جانتا ہوں بہت شریف لوگوں کا خاندان ہے اور مجھے یہ معلوم ہے کہ اس شخص نے جھوٹا مقدمہ کھڑا ہے اس لئے امید ہے کہ آپ میری تحریر دیکھتے ہی اس مقدمہ کو خارج کر دیں گے۔ اس مقدمہ پر پچاس روپے کے قریب میرا خرچ آیا تھا۔

ایک دن حوالات میں رہنا پڑا اور باقی پیروی کی تکالیف علیحدہ۔ لیکن مدعی کی ماں چوہدری صاحب کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ہم غریب آدمی ہیں ہمیں معاف کر دیں اور پچاس روپے دیئے۔ چوہدری صاحب نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے کہا کہ محمد اسمٰعیل سے پہلے پوچھ

لیں کہ میں جو کہوں وہ مان لیں گے۔ تا ایسا نہ ہو کہ میں معاف کرنے کے لئے کہوں تو وہ نہ مانے۔ مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ والد صاحب جو بات کہیں گے آپ مان لیں گے۔ مجھے کچھ علم نہ تھا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ میں نے کہا ضرور مان لوں گا۔ کیوں نہ مانوں گا تو پھر چوہدری صاحب نے مجھے کہا کہ یہ لو پچاس روپے اور ان کو معاف کر دو مجھے اتنی سخت تکلیف ہوئی کہ حدِّ بیان سے باہر ہے۔ اس طرح بیاسی روپے والی ڈگری بھی ساتھ ہی معاف ہوگئی۔ اس وقت مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ چوہدری صاحب بار بار جو عذر کرتے تھے کہ محمد اسمٰعیل کو دانا پور جانے سے تکلیف ہوگی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ نالش کرنے سے مخالف شخص یقیناً قید ہو جائے گا اور وہ اپنی نیک طبیعت کی وجہ سے نہ چاہتے تھے کہ کوئی شخص قید و بند کی تکالیف میں مبتلا ہو۔

چوہدری صاحب کی غرباء پروری

حضرت منشی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک اَن پڑھ شخص نے ایک اور شخص کے ساتھ کاروبار میں شرکت اختیار کی میں نے از راہِ ہمدردی اسے کہا کہ تم اَن پڑھ ہو مجھے تم حساب لکھا دیا کرو مفت کام کروں گا تا بعد میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اس کی بیوی پڑھی ہوئی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ مجھے رقم لینے کا موقع محمد اسمٰعیل کے حساب لکھنے سے نہ مل سکے گا اس لئے اس نے خاوند کو کچھ کہا اور اس نے مجھے کہا کہ تم چالاک آدمی ہو میں بھی ہوشیار ہوں۔ تمہارے جیسوں کو بیچ کر کھا جاؤں۔ تم میرا روپیہ کھانا چاہتے ہو حالانکہ میں صرف حساب کتاب لکھنے کے لئے اور وہ بھی مفت کام کرنے کے لئے کہتا تھا کچھ عرصہ بعد میں اس کے گھر گیا۔ تو دیکھا سب پریشان حال ہیں۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ شریک نے کہا ہے کہ حساب کی رو سے تمہارے ذمہ کئی سو کی رقم نکلتی ہے اب ہم مکان اس کو دے رہے ہیں اور اس میں سے نکلنا پڑا ہے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس نے بھی کچھ حساب لکھا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا تو صرف ساٹھ روپے کے قریب رقم دینی آتی تھی۔ شریک کو بلایا گیا اس کی بَہی کی رُو سے بھی حساب اتنا ہی بنتا تھا وہ کہنے لگا کہ میری دوکان پر آ کر حساب کرو۔ مجھے احساس ہوا کہ وہاں مجھے مارنے کی نیت ہے میں بیمار بھی تھا اس لئے جانے سے انکار کیا۔ اس غریب شخص نے کہا کہ میرا کام بنتا ہے انکار نہ کرو۔ میں چلا گیا۔

حساب فہمی کے دوران میں شریک نے ایک رقم کا انکار کر دیا میں نے کہا کہ پہلے تو تم اقرار

کرتے تھے۔اس پراس نے گندی گالی نکالی۔ میں نیت سمجھ گیااور دوکان سے باہر نکل آیا۔ وہاں کسی نے میرے پیچھے سے زور سے سر کے پیچھے ضرب لگائی میں بے ہوش ہوکر گر پڑا بعد میں میں نے چوہدری صاحب کو کہا کہ پولیس میں رپورٹ لکھوا دی جائے۔ کہنے لگے کہ پہلے قانونی مشورہ کرلیا جائے۔کئی روز مختلف وکیلوں کے پاس لے جاتے رہے ہر ایک یہی کہتا تھا کہ مخالفوں کوسزا ملے گی رپورٹ کردیں جب میں اس کے لئے کہتا تو پھراور وکیلوں کے پاس لے جاتے پھر کچھ دنوں بعد کسی عذر سے مجھے حضرت مولوی صاحب کے پاس قادیان بھیج دیا اور کہا کہ وہاں سے واپس آؤ گے تو رپورٹ لکھوادی جائے گی۔ یہاں سے واپس گیا اور ان سے کہا تو مجھے باصرار کہا کہ جانے دو ایسے معاملہ کو کیوں اٹھانا ہے گویا کہ اس طرح عرصہ تک معاملہ کو ٹالتے رہے اور نہ چاہا کہ مخالفوں کو بھی تکلیف پہنچے اوراس طرح مجھے رپورٹ درج کرانے سے باز رکھا۔

جوان بیٹے کی وفات پر صبر وتحمل

حضرت چوہدری صاحب کو اکثر شہادتوں پر جانا پڑتا تھا۔ جوطلبانہ ان کو ملتا تھا اپنے پاس نہیں رکھتے تھے بلکہ غرباء پر خرچ کر دیتے تھے۔ اکثر غرباء کی خفیہ رنگ میں مالی امداد کرتے رہتے تھے۔آپ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کے چھ ماہ بعد سیالکوٹ میں فوت ہوئے۔ آپ کے حوصلہ اور صبر کا اس امر سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کی بیماری کے ایام میں یہاں آئے اور جب مولوی صاحب فوت ہو گئے تو مسجد مبارک کے اوپر کے حصہ میں بیٹھے تھے۔ کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ ان کو کوئی خاص صدمہ ہے میرے سامنے حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اولؓ) ان کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ چوہدری صاحب! آپ سمجھتے ہوں گے کہ آپ کو بہت نقصان پہنچا ہے مگر جس قدر نقصان ہمیں پہنچا ہے وہ آپ کونہیں پہنچا۔

وفات

اتنے عظیم الشان بیٹے کی وفات پر کوئی جزع فزع کا اظہار نہیں کیا۔ واپس سیالکوٹ گئے وہاں بھی اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کیا۔ میرے خیال میں اس غم کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد بیمار ہوئے اور حضرت مولوی صاحب کی وفات کے چھ ماہ بعد 1906ء میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔امام

صاحب کی پچھلی طرف حاجی پورہ کے راستہ میں جو قبرستان ہے اس میں مدفون ہوئے۔ ان کی عمر 80 سال سے اوپر ہی ہوگی۔

(ماخوذ از رسالہ اصحاب احمد جلد اول نمبر 2 صفحہ 2 تا 8)

حضرت مولوی صاحب کے والد کو چوہدری کا خطاب آپ کو میونسپل کمشنر کی ملازمت کی وجہ سے ملا۔ دراصل آپ کشمیر الاصل تھے۔ آپ صاحب جائداد تھے اور 36 سال تک سیالکوٹ کے میونسپل کمشنر رہے۔ (الحکم 31/اکتوبر 1905ء ص 8)

حضرت چوہدری صاحب کے بارہ میں کتب میں بہت کم مواد دستیاب ہوا ہے۔ بہر حال 36 سال میونسپل کمیٹی میں کام کرنا ایک اہم بات ہے۔ ممکن ہے اس زمانے کے ریکارڈ میں کچھ معلومات دستیاب ہوں۔ اگر میونسپل کمیٹی کا ریکارڈ مرور زمانہ نے ضائع نہ کر دیا ہو یا کرم خوردہ نہ ہو گیا ہو۔

حضرت اقدسؑ کی مجلس میں آپ کا ذکر خیر

حضرت غلام قادر صاحب ولد چوہدری فخر الدین صاحب، برادر حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی، جنہوں نے 1902ء میں حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت کی، بیان کرتے ہیں:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ مولا بخش صاحب بوٹ فروش (سیالکوٹی) مجھ سے کہتے ہیں کہ محی الدین کا روضہ دیکھا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس پر اس نے کہا کہ پھر میرے ساتھ آؤ۔ میں اسکے ساتھ چل پڑا۔ آگے ایک مکان آیا۔ جس کے دروازہ پر میں نے اور انہوں نے جوتا اتار لیا اور اس مکان کے ایک کمرہ سے گزر کر دوسرے کمرے میں گئے۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی۔ یہ خواب میں نے ماسٹر غلام محمد صاحب کے تایا کو بھی سنائی اور وہ فقیروں کے ملنے والے تھے۔ اس نے مجھے کہا کہ تم کو کسی بڑے بزرگ کی زیارت ہوگی۔ اس کے سال ڈیڑھ بعد میرے ماموں (چودہری محمد سلطان والد مولوی صاحب) بیمار ہو گئے اور میں ان کی بیمار پُرسی کیلئے گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تو قادیان جا کیونکہ میں بیمار ہوں۔ اس لئے عبدالکریم کو لے آؤ۔ (مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی) میں نے کہا بہت اچھا اور انہوں نے کرایہ مجھے دیا اور میں ریل پر بٹالہ تک آیا۔ آگے مجھے ٹانگے والا باوا قادیان جانے والے آواز دیتا ہوا

ملا۔کرایہ پوچھنے پر تین ۳/آنے بتایا جو اسی وقت ادا کر دیا گیا اور ٹانگہ پانچ بجے کے قریب قادیان پہونچ گیا۔

یہاں آکر مستری کریم بخش لوہار چوک میں کام کیا کرتا تھا۔اس سے حضرت اقدسؑ کے مکان کا پتہ پوچھا۔تو اس نے بتایا اور میں مسجد مبارک کی سیڑھیوں پر آگیا اور اوپر چڑھ کر مسجد مبارک میں گیا۔وہاں پر میں نے ایک شخص سے مولوی صاحب کا پتہ پوچھا۔اس پر اس نے مجھے اوپر کا راستہ جو اسوقت مسجد مبارک میں جو حجرہ ہے۔اُس کے اندر سے سیڑھیوں کے ذریعہ سے جایا کرتے تھے۔بتایا اور میں اوپر چلا گیا اور مولوی صاحب کی آواز دی۔وہ آواز سن کر باہر تشریف لائے اور مجھے اندر لے گئے۔انہوں نے پوچھا کہ کیسے آئے ہو۔میں نے کہا کہ ماموں جان بیمار ہیں۔(مولوی عبدالکریم صاحب میرے ماموں زاد بھائی تھے)

اتنی دیر میں شام ہوگئی اور اسوقت سب مہمانوں اور گھروں والے تقریباً تیس بتیس آدمی ہوتے تھے اور سب مسجد میں ہی آکر روٹی حضرت اقدس کے ساتھ ہی کھایا کرتے تھے۔میں نے بھی وہیں روٹی کھائی۔دوسرے دن دوپہر کے وقت مجھے مولوی صاحب پھر مسجد میں ہی لے گئے اور سب نے مل کر وہیں روٹی کھائی۔اب جو میں نے غور سے دیکھا تو مسجد کا یہ کمرہ وہی تھا جو کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔جب سب لوگ روٹی کھا چکے تو حضرت اقدس نے مولوی صاحب کو فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کے بھائی کہاں ہیں۔اس پر مولوی صاحب نے مجھے آگے کیا۔میں نے مصافحہ کیا اور حضرت نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا اور مجھ سے ماموں صاحب کے متعلق سوالات کئے کہ حالت کیسی ہے۔پاخانہ پیشاب تو اب اٹھ کر کرتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔

جس کا جو جواب ہوتا میں دیتا گیا۔اس کے بعد حضور نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو آٹھ دن کی رخصت دی جاتی ہے۔آپ صبح ہی تشریف لے جاویں۔مولوی صاحب نے شیخ حامد علی صاحب کو ٹانگے کیلئے کہا کہ ہمیں صبح چاہئے۔جس پر شیخ صاحب موصوف نے ہمیں وہی باوا والے کا ٹانگہ کرا دیا۔دوسرے دن اس نے ہمیں ایک گھنٹہ گاڑی سے پہلے پہونچایا۔جس پر مولوی صاحب نے کہا کہ

اس کو چار ر آنے انعام کے طور پر دیں۔اس نے ہم کو وقت سے پہلے محنت کر کے پہونچایا ہے۔جس پر میں نے چار ر آنے علاوہ کرایہ کے اس کو دے دیے۔''

(رجسٹر روایات،نمبر7 ص112-114)

1904ء میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے تو احباب سیالکوٹ نے لیکچر کے بارہ میں ایک اشتہار شائع کیا۔ان احباب کرام سیالکوٹ میں حضرت چودہری محمد سلطان صاحبؓ کا بھی نام تھا۔آپ اس وقت میونسپل کمشنر کے عہدہ پر فائز تھے۔اس کی تفصیل سفر سیالکوٹ کے باب میں بیان کی گئی ہے۔

سیالکوٹ میں آپ کا شمار شہر کی معزز ترین ہستیوں میں ہوتا تھا۔آپ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی بیعت کے بعد بیعت کی سعادت حاصل کی۔ بیعت کے بعد بھی آپ سیالکوٹ ہی مقیم رہے۔ جب حضرت مولوی صاحب ہجرت کر کے قادیان تشریف لے آئے تو آپ باقاعدگی سے تا دم زیست سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے اپنے والدین کو سیالکوٹ ملنے جایا کرتے تھے۔اخبار الحکم قادیان اور اخبار بدر قادیان کے 1898 سے لے کر آغاز 1905ء تک کی'' قادیان کا ہفتہ'' یا'' دارالامان کی ڈائری'' سے یہ باتیں عیاں ہوتی ہیں کہ آمد و رفت کا یہ سلسلہ تبلیغ احمدیت اور والدین کی خدمت کرنے کی نیّت سے جاری وساری رہا۔

آپ کی والدہ صاحبہ

آپ کی والدہ کا نام حضرت حشمت بی بی تھا جو ہدایت اللہ صاحب بٹ کی بیٹی تھیں۔ چونکہ حضرت مولوی صاحب قادیان میں مستقل بود و باش رکھتے تھے اس لئے آپ کی والدہ صاحب سیالکوٹ سے قادیان بھی تشریف لاتیں۔حضرت مولوی صاحب بھی قادیان سے بوڑھے والدین کی خدمت میں سیالکوٹ حاضر ہوتے۔الحکم قادیان کی 1899ء تا1905 کی ڈائریوں میں حضرت مولوی صاحب کا سیالکوٹ جانا اور آپ کے اعزاء کا سیالکوٹ سے قادیان آنے کا تذکرہ گاہے بگاہے ملتا ہے۔آپ کی والدہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صحابیہ تھیں اور 1892 میں بیعت کی سعادت حاصل کی۔رجسٹر بیعت اولیٰ کے اندراج کے مطابق آپ کی بیعت 7 فروری 1892 کی ہے۔

(رجسٹر بیعت اولیٰ،نمبر شمار 239)

آپ نہایت نیک و پارسا خاتون تھیں۔ دنیا سے بے تعلقی تھی جو کچھ کھانے کیلئے ملتا کھالیتیں اور جو پہننے کیلئے ملتا پہن لیتیں۔ کسی سے تعرض نہ کرتیں۔ آپ کا وصال 1913ء 1914ء میں ہوا۔ آپ نے محلّہ میانہ پورہ سیالکوٹ میں وفات پائی۔ (رسالہ اصحاب احمد جلد اول نمبر 2 ص 1)

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز والدین کی خدمت کے بارہ معارف بیان کرتے ہوئے حضرت مولوی صاحب کی والدہ کے ذکر میں فرماتے ہیں:

''حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی والدہ کے بارہ میں ہے کہ وہ قادیان آئی ہوئی ہیں۔ انہوں نے اپنی والدہ کی پیری اور ضعف کا اور ان کی خدمت کا جو وہ کرتے ہیں ذکر کیا یعنی بڑھاپے اور کمزوری کا تو حضرتؑ نے فرمایا:

والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے۔ تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے، کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو۔ چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی''۔

پھر حضرت اماں جان کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے۔ جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ نے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَ إِيْتَاءِ ذِيْ الْقُرْبىٰ (النحل: 91)۔'' (ملفوظات جلد چہارم۔ ص 289-290 جدید ایڈیشن)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 / جنوری 2004ء بمقام بیت الفتوح، مورڈن لندن)

حضرت مولانا کا جب وصال ہوا تو آپ کے بوڑھے والدین حیات تھے اور بڑھاپے میں یہ

اندوہناک صدمہ برداشت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق عطا فرمائی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے وصال کے بعد آپ کے والدین سیالکوٹ میں ہی مقیم رہے۔

حضرت چوہدری محمد بخش صاحبؓ

آپ حضرت مولانا سیالکوٹی کے رشتہ میں چچا تھے۔آپ کی بیعت بھی ابتدائی ایام کی ہے۔ حضرت اقدسؑ کے صحابی ہونے کا شرف پایا۔ 1892 میں حضرت سیٹھی غلام نبی صاحبؓ کی ان سے راولپنڈی میں ایک ملاقات ہوئی۔ یہ ان ایام کا ذکر ہے جبکہ حضورؑ نے دعویٰ مسیحیت کیا تھا۔ یہ ملاقات کچھ اس طور پر ہوئی۔ حضرت سیٹھی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''1892ء کا واقعہ ہے کہ مَیں راولپنڈی میں تھا۔ چوہدری محمد بخش صاحب سیالکوٹی (چچا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم) راولپنڈی تشریف لائے اور میرے پاس ذکر کیا کہ مرزا غلام احمد نے دعویٰ مسیح ومہدی ہونے کا کر دیا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ کون سا مرزا ہے اور کہاں رہتا ہے۔انہوں نے کہا کہ وہ مرزا ہے جس کی پادریوں سے اس بات پر گفتگو ہوئی تھی کہ ہم ایک خط بند لفافہ میں صندوق میں بند کر کے رکھ دیتے ہیں۔تم الہاماً ہم کو بتادو کہ اس میں یہ لکھا ہے۔تو مرزا صاحب نے جواب دیا کہ تم چند آدمی یہ شرط لکھ دو کہ ہم فوراً مسلمان ہوجائیں گے۔ پھر مَیں بتادوں گا۔تو پادری بھاگ گئے۔مَیں نے دریافت کیا کہ ہر دو مولوی صاحبان (مولوی نورالدین صاحبؓ مرحوم اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ) کا کیا حال ہے؟ انہوں نے مجھے جواب دیا کہ وہ تو مان گئے ہیں۔مَیں نے کہا لاؤ قلم دوات اور کارڈ ہم بھی بیعت کا خط لکھ دیں۔ کیونکہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ وہ کارڈ لائے اور انہوں نے ہی لکھا۔ میں نے فقط دستخط کئے اور لکھا: اٰمنا صدَّقنا فاکتبنا من الشاھدین.''

(الفضل ربوہ 22 جولائی 1958)

اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت چوہدری محمد بخش صاحب بھی 1891 یا 1892 بیعت کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔

حضرت محمد جان صاحبؓ

آپ حضرت مولانا سیالکوٹی کے چچا تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔آپ کی بیعت بھی ابتدائی ایام کی ہے۔تاہم آپ کے بارہ میں مزید تفصیل معلوم نہیں ہوسکی۔

آپ کا اخلاص وسعادت

حضرت مولوی صاحب کے چچا جان محمد صاحب پہلے بہت شراب پیتے تھے۔ چنانچہ ہر وقت نشہ میں چُور رہتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرتے ہی شرابخوری چھوڑ دی جس کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔بعض لوگوں نے کہا بھی کہ اسے چھوڑنے کا یہ طریقہ نہیں۔لیکن انہوں نے کہا کہ جب ایک دفعہ چھوڑ دی ہے دوبارہ شروع نہیں کروں گا۔دو چار ماہ بیمار رہے اور اسی بیماری سے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(رسالہ اصحاب احمد جلد اول نمبر 2 صفحہ 5)

حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹیؓ

نوٹ: حضرت منشی صاحب کے بڑے بھائی حضرت غلام قادر صاحب بھی صحابی تھے۔اس طرح آپ کے چھوٹے بھائی حضرت میاں اللّٰہ دتہ صاحبؓ بھی صحابہ میں شامل تھے۔ ہر دو احباب کا ذکر خیر سیرت و تاثرات کے حصہ میں کیا گیا ہے۔

حضرت منشی صاحب مولانا سیالکوٹی کے پھوپھی زاد اور برادر نسبتی بھی تھے۔اگرچہ سلسلہ سے آپ کا تعلق 1893ء سے تھا تاہم آپ نے دستی بیعت 1900 میں کی۔قادیان آپ اس سے پہلے بھی آ چکے تھے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھے کہ آپ حضرت مولوی صاحب کے عزیز تھے۔

خاندانی حالات

منشی محمد اسماعیل صاحب کے جد امجد عطر سنگھ سکنہ چوہڑ کانہ (فاروق آباد) ضلع شیخوپورہ کے راجپوت ورک تھے، کشمیر چلے گئیا ور ایک مسلمان نواب کے رسالہ میں ملازم ہو گئے اور پھر مسلمان ہو گئے۔مسلمان ہونے پر آپ کا نام عطر باب ہو گیا۔نیک ہونے کی وجہ سے لوگوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔منشی صاحبؓ کے پڑ دادا محمد حیات صاحب کی ہمشیرہ سے اس نواب نے شادی کرنا چاہی اور وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔اس لئے کشمیر سے بھاگ کر سیالکوٹ آ گئے اور بعدازاں ہمشیرہ کی شادی حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے والد کے نانا سے ہوئی۔منشی صاحب کے والد حنفی طریق کے لوگوں میں سے تھے اور دعا گو تھے۔منشی صاحبؓ جب چھ سات سال کی عمر کے تھے انکی ایک نصیحت کی وجہ سے عیسائیوں کے پھندے سے بچ گئے تھے۔ پہلے کوئٹہ میں ملازمت کرتے رہے۔ پھر تجارت کرنے لگے۔اسی سلسلہ میں کوئٹہ کے علاقہ کی طرف گئے ہوئے تھے کہ 8/اگست 1885ء کو وفات پا گئے۔

منشی صاحب کی والدہ مسماۃ عمراں بنت عبدالرحیم قوم بھٹی راجپوت سکنہ سیالکوٹ حضرت

مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی پھوپھی تھیں۔10 فروری 1923ء کو فالج سے فوت ہوئیں اور بہشتی مقبرہ میں آرام فرماتی ہیں۔ ابتدائی وصیت کرنے والوں میں تھیں۔ چنانچہ ان کا نمبر وصیت 912 ہے۔ اپنے بیٹے غلام قادر صاحب کے ہمراہ قادیان آکر اپنے بھتیجے مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے پاس ٹھہریں اور غالباً اسی عرصہ میں بیعت سے مشرف ہوئیں۔قبول احمدیت کے بعد نمازوں میں باقاعدہ ہوگئیں۔ بہت ملنسار اور محبت کرنے والی تھیں باوجود سخت بوڑھی ہو جانے کے سوال کر کے کام کرانے کو ناپسند کرتی تھیں اور خود اٹھ کر کام کرتی تھیں۔

ان کے تینوں بھائی چوہدری سلطان محمد (والد مولوی عبدالکریم صاحبؓ) جان محمدؓ صاحب محمد بخش صاحب احمدیؓ تھے۔جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

ولادت تعلیم اور حلیہ

منشی صاحب سیالکوٹ شہر میں 1283ھ میں پیدا ہوئے۔ناظرہ قرآن مجید پڑھ کر مشن سکول میں داخل ہوئے۔ چوتھی جماعت میں ایک پادری انجیل پڑھاتا تھا۔آپ اس پر اعتراض کرتے۔ جب وہ سوالات سے تنگ آجاتا تو منشی صاحب کو مارتا۔ پھر ایک روز اس نے تنگ ہو کر کہا کہ اگر خدا مسلمانوں کو بخش دے گا تو وہ عدالت سے تخت سے گر کر کیچڑ میں بھر جائے گا۔ پھر آپؓ امریکن مشن سکول میں داخل ہوگئے۔وہاں چھٹی جماعت میں ایک ہی استاد آدھ گھنٹہ بائیبل اور دو گھنٹے انگریزی پڑھاتا تھا۔آپؓ بائبل پر اعتراض کرتے جس سے انگریزی کا وقت بھی گزر جاتا۔آخر پر استاد آپؓ کو پیٹتا اور کہتا کہ جب تک تم اسکول میں ہو کوئی عیسائی نہیں ہوگا اور جب تک تمہیں سکول سے نکلوا نہ دوں مجھے چین نہیں آئے گا۔ایک روز اس نے ایسا مارا کہ آپ کے ہاتھ کا انگوٹھا سوج گیا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے سکول جانے سے منع کر دیا اور خود گھر پر فارسی پڑھانے لگے۔آپ کا حلیہ یہ تھا۔ گورا رنگ۔ خوبصورت شکل۔ درمیانہ قد تقسیم ملک تک آپ کے جسم میں کبڑا پن ظاہر نہیں ہوا تھا۔عینک لگاتے تھے۔ چہرہ سے متانت اور بے خوفی اور خود اعتمادی ظاہر تھی۔

تجارت اور مذہبی حالت

چند سال منشی صاحب نے کوئٹہ حیدرآباد دکن اور بمبئی وغیرہ میں کپڑے کی تجارت کی۔

بعدازاں 1895ء میں مشن سکول سیالکوٹ میں بطور استاد ملازم ہو گئے۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل ایک شخص کے کہنے پر نماز میں کوئی فائدہ نہیں نماز ترک کر دی تھی۔ طبیعت میں شروع سے آزادی اور بے پروائی تھی۔ تاش کے کھیل میں بہت طاق تھے اور اس شہرت کی وجہ سے سیالکوٹ کے ایک ریڈر نے بلایا اور تاش کھیلنے کے بعد آپؓ کے کمال کی بہت تعریف کی اور ملازمت دلانے کا وعدہ کیا لیکن آپ نے پسند نہ کیا۔ پہلے آپ حنفی تھے۔ پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وجہ سے وہابی بنے اور پھر انہی کی وجہ سے نیچری ہوئے اور پھر ان امور سے بیزار ہوئے اور قادری طریق کے فقیر بنے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ظاہری نماز کوئی چیز نہیں۔

قادیان میں پہلی بار آمد اور بیعت:

جب عبداللہ آتھم کی میعاد کے آخری دس پندرہ دن رہتے تھے۔ تو حضرت مولوی صاحبؓ نے جو منشی صاحب کے بہنوئی تھے لکھا کہ اپنی ہمشیرہ کو لے آئیں۔ چنانچہ منشی صاحب ہمشیرہ کو لیکر آئے اور اس طرح پہلی بار قادیان دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ غالباً سوا ماہ تک قادیان میں رہے۔ ان دنوں نواب بہاولپور نے شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس لاہور کی معرفت حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ حضورؑ حضرت مولوی صاحبؓ کو علاج کرنے کیلئے بہاولپور جانے کی اجازت دیں۔ چنانچہ حضور نے پندرہ دن کی اجازت دی تھی اور حضرت مولوی صاحب بہاولپور گئے ہوئے تھے۔ قادیان میں نہ تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے منشی صاحب کا تعارف حضرت اقدس سے کروا دیا تھا اور حضور آپ کو اچھی طرح جاننے لگ گئے تھے اور آپ نے بعض نمازیں بھی مسجد میں باجماعت ادا کی تھیں۔ انہی ایام ایک دفعہ منشی صاحبؓ بیعت پہ آمادہ ہوئے تھے۔ اس بارہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم فرماتے ہیں:

> ”منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب میرے ماموں زاد بھائی تھے اور میرے بہنوئی بھی تھے۔ عمر میں مجھ سے قریباً آٹھ سال بڑے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت مجھ سے پہلے کی تھی اور اس کے بعد وہ ہمیشہ تحریک کرتے رہتے تھے کہ میں بھی بیعت کرلوں۔ غالباً 1893ء میں ایک خواب کی بناء پر میں بھی بیعت کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور حضرت

مسیح موعودؑ کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا۔ (غالباً جمعہ کا دن اور مسجد اقصےٰ مقام تھا) اس وقت اتفاق سے میرے سامنے ایک شخص حضرت صاحب کی بیعت کر رہا تھا۔ میں نے جب بیعت کے یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے سنے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا تو میرا دل بہت ڈر گیا کہ یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے جسے میں نہیں اٹھا سکوں گا اور میں بغیر بیعت کئے واپس لوٹ گیا۔ اس کے بعد (میں ہر سال تعطیلات موسم گرما جو ڈیڑھ پونے دو ماہ کی ہوتی تھیں قادیان آکر گزارتا اور کبھی جلسہ سالانہ پر بھی آجاتا۔ ستمبر 1900ء میں مولوی صاحبؓ نے لکھا کہ افسوس ہے افسوس ہے کہ اس دفعہ تمام تعطیلات آپ نے وہیں گزار دیں اور قادیان نہیں آئے۔ کوئی آٹھ دن باقی تھے کہ میں قادیان آگیا)

ایک دفعہ مولوی صاحب مرحومؓ نے میری ہمشیرہ سے کہا کہ محمدؐ اسماعیلؑ (کا عجیب حال ہے) لوگوں کو تو تبلیغ کرتا رہتا تھا (اور احمدیت کی تائید میں جھگڑتا تھا) اور خود بیعت نہیں کرتا، یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ میری ہمشیرہ نے مجھے جب یہ بات سنائی تو میں نے خود مولوی صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ نے ایسا کہا ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا ہاں! تو میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ میں علیحدگی میں بیعت کرونگا اور میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں حضرت صاحب سے عرض کرونگا کہ ہر بات میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اقرار مجھ سے نہ لیں۔ یعنی اس عہدہ سے مجھے معاف کر دیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا (میں نے کہا پھر بیعت بھی کبھی نہیں ہوسکتی) پھر اس کے کچھ عرصہ بعد (کہ انہی تعطیلات کا آخری دن تھا) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دل میں ارادہ تھا کہ حضرت صاحب پر اپنا خیال ظاہر کرونگا۔ لیکن جب حضرت صاحب مسجد میں تشریف لائے اور مغرب کی نماز کے بعد تشریف فرما ہوئے تو کسی شخص نے عرض کی کہ حضورؑ کچھ آدمی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''آجائیں'' اس ''آجائیں'' کے الفاظ نے میرے دل پر ایسا گہرا اثر کیا کہ مجھے (کچھ ہوش نہ رہا) ہو تمام خیالات بھول گئے اور میں بلا چون و چرا آگے بڑھ گیا۔ (حضور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا) اور (میں نے بیعت) کر لی۔ بیعت کے بعد

جب حضرت صاحب کو میرے ان خیالات کا علم ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ ہماری بیعت کی تو غرض ہی یہی ہے کہ ہم دینداری پیدا کریں۔ اگر ہم دین کو مقدم کرنے کا اقرار نہ کر لیں تو کیا پھر یہ اقرار لیں کہ میں دنیا کے کاموں کو مقدم کیا کرونگا۔ اس صورت میں بیعت کی غرض و غایت اور حقیقت ہی باطل ہو جاتی ہے۔

(سیرت المہدی، روایت نمبر 857)

بیعت کے بعد منشی صاحبؓ نے عرض کیا کہ صبح واپسی کا ارادہ ہے۔ ان دنوں سیالکوٹ میں سخت ہیضہ شروع تھا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس جگہ پر وباء پھیلی ہوئی ہو وہاں نہیں جانا چاہیئے۔ منشی صاحبؓ نے کہا کہ تعطیلات ختم ہو رہی ہیں۔ تو حضورؑ نے فرمایا کہ یہ مجبوری ہے۔ چنانچہ منشی صاحبؓ بیعت کے اگلے روز سیالکوٹ چلے گئے۔

ایک لمبا عرصہ آپ کو خدمات عالیہ کی توفیق ملی۔ آپ کا وصال 10 جنوری 1950ء کو سیالکوٹ میں ہوا۔ آپ کا خاندان آجکل ربوہ اور اسلام آباد میں بھی آباد ہے۔

(مزید مطالعہ کیلئے دیکھئے۔ اصحاب جلد 1 بار اول: قادیان: 1951ء ص 188 تا 206)

عائلی زندگی

اولاد اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ ہے اگر ان کی صحیح نہج پر تعلیم و تربیت کی جائے تو یقیناً وہ والدین کیلئے قرۃ العین بنتی ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے جہاں اولاد کو رحمت قرار دیا ہے وہاں اولاد بسا اوقات باعث ابتلاء بھی بن جایا کرتی ہے۔قرآن کریم نے بعض صورتوں میں اولاد اور مال کو دشمن بھی قرار دیا ہے۔حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے دو شادیاں کیں۔آپ کی دوسری شادی تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس غرض سے کروائی کہ آپ کی اولاد ہو جائے تاہم آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔اس کی حکمت اللّٰہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے ہی بہتر جانتا ہے انسان کو تو پَل بھر کی بھی خبر نہیں۔اس باب میں آپ کی ہر دو اہلیہ جنہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیات ہونے کا شرف حاصل تھا، کے مختصر حالات زندگی پیش کیے جا رہے ہیں۔

حضرت زینب بی بی صاحبہؓ

حضرت زینب بی بی، اہلیہ کلاں حضرت مولوی صاحب المعروف حضرت مولویانی صاحبہ حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی کی ہمشیرہ تھیں۔حضرت منشی صاحب کے ذکر میں گذشتہ صفحات بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولویانی صاحبہ کا راجپوت خاندان شیخوپورہ سے کشمیر چلا گیا پھر کشمیر سے واپس سیالکوٹ آ کر آباد ہوا۔انکے والد کا نام فخر الدین، دادا کا نام امام بخش اور پڑدادا کا نام محمد حیات تھا۔حضرت مولویانی صاحبہ کے والد حنفی مذہب کے لوگوں میں سے تھے اور دعا گو تھے۔آپ پہلے کوئٹہ میں ملازمت کرتے رہے۔ پھر تجارت کرنے لگے۔ اسی سلسلہ میں کوئٹہ کے علاقہ کی طرف گئے ہوئے تھے کہ 8/ اگست 1885 کو وفات پا گئے۔حضرت زینب بی بی کی والدہ محترمہ کا نام حضرت عمراں بنت عبدالرحیم تھا۔محترم عبدالرحیم صاحب بھٹی راجپوت تھے اور سیالکوٹ کے رہائشی تھے۔حضرت عمراں بی بی حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی پھوپھی تھیں۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ تھیں۔اس لحاظ سے ماں

بیٹی دونوں ہی صحابیات میں شامل تھیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس خاندان میں سب سے پہلے 1889 میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ کے تعلقات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے 1887ء کے بھی پہلے کے تھے۔بیعت کے بعد قادیان جانا گویا آپ کی زندگی کا حصہ بن چکا تھا۔1890 میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ازالہ اوہام لکھ رہے تھے۔اس وقت حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی صاحب کو تحریر فرمایا کہ آپ قادیان آجائیں۔چنانچہ آپ اس وقت دوتین ماہ قادیان رہے۔پھر 1893ء میں قریباً چھ ماہ۔اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا حتّٰی کہ 1898 میں آپ مستقلاً قادیان ہجرت کرکے تشریف لے آئے اور پھر تادم وفات 11/اکتوبر 1905ء تک بلکہ وفات کے بعد بھی قادیان کے بہشتی مقبرہ میں ابدی آرام کرتے ہیں'

بات تو حضرت مولویانی کی والدہ صاحبہ کی بیعت کی ہورہی تھی تاہم یہ ذکر بھی ضروری تھا جو ان کی بیعت کی وجہ بنا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے چونکہ قادیان کو اپنا دوسرا وطن سمجھ لیا تھا۔اس لئے آپ کے اکثر رشتہ دار آپ قادیان ہی آکر مل جاتے۔اسی طرح آپ کی پھوپھی حضرت عمراں بی بی بھی قادیان آتیں۔آپ ایک دفعہ اپنے بیٹے حضرت غلام قادر صاحب کے ہمراہ قادیان آکر اپنے بھتیجے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے پاس ٹھہریں اور غالباً اسی عرصہ میں بیعت سے مشرف ہوئیں۔قبول احمدیت کے بعد نمازوں میں باقاعدہ ہوگئیں۔بہت ملنسار اور محبت کرنے والی تھیں باوجود سخت بوڑھی ہوجانے کے سوال کرکے کام کرانے کو ناپسند کرتی تھیں اور خود اٹھ کر کام کرتی تھیں۔

آپ کی وفات 10 فروری 1923ء کو فالج سے فوت ہوئیں اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ ابتدائی وصیت کرنے والوں میں سے تھیں ان کا وصیت نمبر 912 ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔

ابتدائی تعارف اور شادی

حضرت مولویانی صاحبہ کی پیدائش اندازاً 1861 یا 1862 بنتی ہے۔آپ کی شادی کے بارہ میں بھی حتمی طور تاریخ معلوم نہیں ہوسکی تاہم قیاس ہے کہ 1883ء یا 1884ء میں سیالکوٹ میں آپ

کی شادی حضرت مولوی صاحب سے ہوئی۔ کئی سال کی رفاقت کے باوجود آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

آپ کی بیعت بھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔ البتہ رجسٹر بیعت اولیٰ کے اندراج کے مطابق آپ کی بیعت 7 فروری 1892 کی ہے۔ (رجسٹر بیعت اولیٰ، نمبر شمار 238)

آپ کی قادیان میں پہلی بار آمد 1893ء میں ہوئی۔ تاہم اس سے قبل یہ امر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سرتاج حضرت مولانا سیالکوٹیؓ کب قادیان میں تشریف لائے۔ حضرت مولوی صاحب کا اپنا بیان ہے:

''مارچ 1889ء کا ذکر ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے بیعت کا اشتہار شائع کیا اور مولوی صاحب (حضرت سیدنا حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ) لدھیانہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ میں صاف کہوں گا کہ میں اپنی خوشی سے نہیں گیا بلکہ زور سے ساتھ لے گئے ان دنوں میں بیعت کرنے کا اول فخر مولوی صاحب کو ہوا۔ مگر میں اس وقت بھی اڑ گیا اور روح میں بین کشایش اور سینہ میں انشراح نہ دیکھ کر رکا رہا۔ مولوی صاحب کے اصرار اور الحاح سے بیعت کر لی۔ یہ سچا اظہار ہے شاید کسی کو فائدہ پہنچے۔ اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دل و روح ایک پاک تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ میں نے اس دوا کو جن کا میں ایک عرصہ دراز سے جویان تھا قریب یقین کیا۔ میرے دل میں ایک سکینت اترتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور دل میں ایک طاقت اور لذت آتی معلوم ہونے لگی۔ یہاں تک کہ 1890ء میں مسیح موعود کے دعویٰ کا اعلان ہوا اور اس سال کے آخر میں حضور نے مجھے خط لکھا کہ میں ازالۂ اوہام تصنیف کر رہا ہوں اور بیمار ہوں کا پیاں پڑھنی پروف دیکھنے خطوط لکھنے کی تکلیف کا متحمل نہیں ہوسکتا جس طرح بن پڑے آجائیں۔ ادھر سے مولوی نورالدین صاحب کا خط آیا کہ حضرت کو تکلیف بہت ہے لدھیانہ جلدی جاؤ۔ اس وقت میں مدرسہ میں مدرس تھا۔ وہاں سے رخصت لے کر لدھیانہ پہونچا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ ہنوز دنیا اور ہوائے دنیا سے میرا دل سیر اور نوکری سے قطعاً بیزار نہ ہوا تھا اور جو دس پندرہ روپے ملتے تھے انہیں غنیمت سمجھتا تھا اور عزم تھا کہ اختتام پر پھر اس سلسلہ کو اختیار کرونگا۔

مگر جب میں تین ماہ تک حضرت اقدسؑ کی صحبت میں رہا اور یہ پہلا موقعہ اتنی دراز صحبت کا

ملا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ خیال اور وہ آرزو کدھر گئی۔ اس قسم کے خیالات سے میری روح کو صاف کر دیا گیا اور میرا سینہ دھو دیا گیا اور اندر سے آواز آئی کہ تو دنیا کے کام کا نہیں۔ میں بس پھر کیا تھا تین ماہ کی رخصت کے پورے ہوتے ہوئے یہ سب خیالات جاتے رہے اور پھر نہ واپس نہ استعفیٰ۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کی دلدل سے مجھے بالکل نکال دیا۔ اس وقت (1890ء) سے لے کر 1893ء تک مجھ کو چھ چھ مہینے اور برس تک بھی حضرت اقدسؑ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اب تو ایک سکنڈ اور طرفۃ العین کے لئے بھی میری روح جدائی گوارا نہیں کرتی اور ایک خوبصورت امید میرے سینہ میں ہے کہ ان شاء اللّٰہ میرا جینا میرا مرنا ان ہی پاؤں میں ہوگا اور اگر میں اب یہاں سے چند روز کے لئے کہیں جاتا ہوں تو دل کی آرزو کے خلاف مجبوراً پکڑا جاتا ہوں۔

غرض پھر مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ بڑا ایمان جس کو سیّد احمد خان کے خیالات سے اقتباس کیا تھا وہ روح کو تقویٰ وطہارت بخشنے والی اور سچی سکینت دینے والی شے نہ تھی۔ وہ ایک فلسفیانہ اور خوابہائے پریشان کا سر جوش ایمان یا جذبہ تھا۔ ایک ایک وقت میں ان خیالات پر غور کرنے سے میری روح تڑپ تڑپ گئی ہے اور جسم پر لرزہ پڑ گیا ہے اور کہ میں کبھی جس کو صراط مستقیم سمجھتا تھا وہ خدا سے دور ڈالنے والی خطرناک راہ تھی۔ میں راستی سے کہتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ ان خیالات کے متعلق حضرت اقدسؑ سے کبھی کوئی مباحثہ نہیں ہوا بلکہ صرف اس کے منہ سے پاک باتیں سنتا رہا اور صفات الٰہی اور قرآن کریم کی عظمت اور خوبیوں کے تذکرے سنتا رہا۔

پھر آپ کی زندگی اور تعلیم وعمل نے بتایا کہ خدا کا متصرف اور زندہ ہونا اور متکلّم خدا ہونا نہ کسی پہلے زمانہ میں تھا بلکہ اب بھی اسی طرح پر وہ حی، قیوم، متکلّم، اور متصرف خدا ہے۔ ان باتوں کو جب سنا۔ نہیں نہیں دیکھا تو جیسے ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چراغ کے آجانے سے ہر ایک چیز قرینہ سے رکھی ہوئی اور سجی ہوئی نظر آتی ہے۔ میں نے اپنے اندر ایک روشنی دیکھی اور معرفت کا نور اور بصیرت کا چراغ میرے سینہ میں نظر آنے لگا۔ میں سمجھتا تھا کہ سیّد احمد خان کے خیالات میرے دل سے نہ نکل سکیں گے لیکن آخر خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان کو ایسا نکالا کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں۔ والحمد للہ علی ذالک۔

(الحکم قادیان 31/اکتوبر 1899ء)'

اس کے بارہ میں مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مرحوم کا بیان ہے
جب عبداللہ آتھم کی میعاد کے آخری دس پندرہ دن رہتے تھے۔ تو حضرت مولوی صاحبؓ نے جو منشی (حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی) صاحب کے بہنوئی تھے کو لکھا کہ اپنی ہمشیرہ (حضرت زینب بی بی) کو لے آئیں۔ چنانچہ منشی صاحب ہمشیرہ کو لیکر آئے اور اس طرح پہلی بار قادیان دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ غالباً سوا ماہ تک قادیان میں رہے۔'' (اصحاب احمد جلد اول، بار اول، ص 178-179)

اس آمد کے بارہ میں حضرت منشی صاحب کا اپنا بیان ہے کہ
''میں 1893ء میں پہلی دفعہ دارالامان میں آیا تھا۔......انہی دنوں میں یعنی 1893ء میں میں اور میری ہمشیرہ صاحبہ مرحومہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے مکان میں جو ابھی نامکمل صورت میں تھا آ کر رہے تھے۔

(رجسٹر روایات نمبر 7، روایات حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی، ص 134-133)

اس کے بعد حضرت زینب بی بی حضرت مولوی صاحب کے ساتھ قادیان میں ہی رہیں اور آپ کی وفات کے بعد بھی بڑے صبر سے زندگی بسر کی۔ اپنے خاندان میں احمدیت متعارف کروانے میں جہاں حضرت مولوی صاحب کا دخل ہے وہاں ان کا بھی حصہ ہے۔ آپ اپنے بھائی کو تحریک کرتی رہتیں کہ وہ بیعت کر لیں۔

قادیان میں رہائش

آپ معہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیت کے اوپر کے حصے میں یعنی چوبارہ میں رہائش رکھتی تھیں۔ اس چوبارہ کے ساتھ کئی تاریخی یادیں وابستہ ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں:
خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم حضرت صاحبؑ کے مکان کے اس حصہ میں رہتے تھے۔ جو مسجد مبارک کے اوپر صحن کے ساتھ ملحق ہے۔ اس مکان کے

نیچے خود حضرت صاحب کا رہائشی کمرہ تھا۔مولوی عبدالکریم صاحب کے علاوہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے بھی حضرت صاحبؑ کے مکان کے مختلف حصوں میں رہتے تھے۔ (سیرت المہدی، حصہ اول روایت نمبر296)

بیان کردہ بعض روایات

بسا اوقات انسان اپنی سادگی میں بھی کام کی بات کر جاتا ہے۔ایسی ہی حضرت مولویانی صاحبہ کا ایک واقعہ ہے۔جو دراصل اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کی روایت ہے۔

''خاکسار(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے)عرض کرتا ہے کہ میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''قادیان کے آریہ اور ہم'' کی نظم لکھ رہے تھے جس کے آخر میں دعا یہی ہے وفا یہی ہے وغیرہ آتا ہے۔تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی بڑی بیوی مولویانی مرحومہ کسی کام کی غرض سے حضرت صاحب کے پاس آئیں۔حضرت صاحب نے ان سے فرمایا کہ میں ایک نظم لکھ رہا ہوں۔جس میں یہ قافیہ ہے۔آپ بھی بتائیں۔مولویانی مرحومہ نے کہا۔ہمیں کسی نے پڑھایا ہی نہیں۔تو میں بتاؤں کیا۔حضرت صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ آپ نے تو بتا دیا ہے اور پھر بھی آپ شکایت کرتی ہیں کہ کسی نے پڑھایا نہیں۔مطلب حضرت صاحب کا یہ تھا کہ ''پڑھایا نہیں'' کے الفاظ میں جو پڑھا کا لفظ ہے۔اسی میں قافیہ آ گیا ہے۔چنانچہ آپ نے اسی وقت ایک شعر میں قافیہ کو استعمال کر لیا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، روایت نمبر 846 ص 243)

حضرت اقدسؑ کی خادموں سے شفقت

آپ کے بھائی حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹیؓ آپ کی ایک روایت اپنے خودنوشت میں بیان کرتے ہیں جبکہ 1893 میں آپ اپنی ہمشیرہ کے ہمراہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے

بلانے پر قادیان گئے ہوئے تھے۔حضرت مولویانی صاحبہ اور حضرت منشی صاحب ان ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے مکان میں جو ابھی نامکمل صورت میں تھا رہائش پذیر تھے۔آپ کا حضرت اماں جان کے گھر میں آنا جانا تھا۔ایک دن آپ اندر گئیں اور آکر یہ روایت سنائی۔

''فرمانے لگیں آج میں نے عجیب نظارہ دیکھا ہے۔ایک عورت اندر سے چاول چرا رہی تھی۔دوسری عورت نے اسے دیکھ لیا اور حضرت ام المومنین کی خدمت میں یہ عرض کر دیا کہ فلاں عورت چاول چرا رہی ہے۔آپ نے صرف اتنا کہہ کر ٹال دیا کہ کم بخت کھاتی بھی ہے اور چراتی بھی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کان میں چرانے کی آواز پہنچ گئی۔آپ فوراً اوپر سے اتر آئے اور فرماتے جاتے تھے کہ کس کا چراتی ہے۔یہاں ہمارے مکان میں چوری کا لفظ کیوں آیا ہے۔جس عورت نے دیکھا تھا۔اس نے یا کسی دوری عورت نے یہ یاد نہیں رہا۔کہا وہ دیکھ لیں چرا رہی ہے۔آپ اندر گئے اور اس کو فرمایا کہ تم نے اتنے تھوڑے کیوں لئے ہیں اور لے لو اور جلدی جاؤ۔چھوڑ کر جلدی آنا۔گھر میں کام ہے۔وہ شرم کے مارے لینے سے انکار کرنے لگی اور آپ باندھ کر اس کے سر پر رکھ رہے تھے۔آخر اس کے سر پر رکھ کر اسے لیجانے پر مجبور کیا۔جب وہ چلی گئی آپؑ اس کے انتظار میں کھڑے رہے۔جب وہ آ گئی تو کوٹھے پر چلے گئے۔''

(رجسٹر روایات نمبر7،روایات حضرت منشی صاحب سیالکوٹی،ص134-133)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری کے آخری ایام

حضرت مولوی صاحب کے وصال کے بعد آپ کی اہلیہ نے جو روایت بیان کی وہ سیرت المہدی سے پیش خدمت ہے۔غالباً یہ روایت آپ کی اہلیہ مولویانی حضرت زینب بیگمؓ کی ہے۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں:

''بیان کیا مجھ سے بیوہ مرحومہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے کہ جب مولوی عبدالکریم صاحبؓ بیمار ہوئے اور ان کی تکلیف بڑھ گئی۔تو بعض اوقات شدت تکلیف کے وقت نیم غشی کی سی حالت میں وہ کہا کرتے تھے کہ سواری کا انتظام کرو۔میں حضرت صاحب سے ملنے کے لئے جاؤں گا۔گویا وہ سمجھتے تھے کہ میں کہیں باہر ہوں اور حضرت

صاحب قادیان میں اور بعض اوقات کہتے تھے اور ساتھ ہی زار زار رو پڑتے تھے کہ دیکھو میں نے اتنے عرصہ سے حضرت صاحب کا چہرہ نہیں دیکھا۔ تم مجھے حضرت صاحبؑ کے پاس کیوں نہیں لے جاتے۔ ابھی سواری منگاؤ اور مجھے لے چلو۔

ایک دن جب ہوش تھی۔ کہنے لگے جاؤ حضرت صاحبؑ سے کہو کہ میں مر چلا ہوں۔ مجھے دور سے کھڑے ہو کر اپنی زیارت کرا جائیں اور بڑے روئے اور اصرار کے ساتھ کہا کہ ابھی جاؤ۔ میں نیچے حضرت صاحبؑ کے پاس آئی کہ مولوی صاحب اس طرح کہتے ہیں۔ حضرت صاحبؑ فرمانے لگے کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا میرا دل مولوی صاحب کو ملنے کو نہیں چاہتا مگر بات یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مولویانی مرحومہ کہتی تھیں کہ اس وقت تمہاری والدہ تھیں (حضرت اماں جانؓ) انہوں نے حضرت صاحب سے کہا کہ جب وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں۔ تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں جاتا ہوں۔ مگر تم دیکھ لینا کہ ان کی تکلیف کو دیکھ کر مجھے دورہ ہو جائے گا۔

خیر حضرت صاحب نے پگڑی منگا کر سر پر رکھی اور ادھر جانے لگے۔ میں جلدی سے سیڑھیاں چڑھ کر آگے چلی گئی۔ تا کہ مولوی صاحب کو اطلاع دوں کہ حضرت صاحب تشریف لاتے ہیں۔ جب میں نے مولوی صاحب کو جا کر اطلاع دی تو انہوں نے الٹا مجھے ملامت کی کہ تم نے حضرت صاحبؑ کو کیوں تکلیف دی؟ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں تشریف نہیں لاتے؟ میں نے کہا کہ آپ نے تو خود ہی کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو میں نے دل کا دُکھڑا رویا تھا۔ تم فوراً جاؤ اور حضرت صاحب سے عرض کرو کہ تکلیف نہ فرمائیں۔ میں بھاگی گئی۔ تو حضرت صاحبؑ سیڑھیوں کے نیچے کھڑے اوپر آنے کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے عرض کر دیا کہ حضورؑ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔''

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحبؑ کو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے بہت محبت تھی اور یہ اسی محبت کا تقاضا تھا کہ آپؑ مولوی صاحب کی تکلیف کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ باہر مسجد میں کئی دفعہ فرماتے تھے کہ مولوی صاحب کی ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے۔ مگر میں ان کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ آخر مولوی صاحب اسی مرض میں فوت ہو گئے۔ مگر حضرت صاحبؑ ان کے پاس نہیں جا سکے۔ بلکہ حضرت صاحبؑ نے مولوی صاحب کی بیماری میں اپنی

رہائش کا کمرہ بھی بدل لیا تھا۔ کیونکہ جس کمرہ میں آپ رہتے تھے۔ وہ چونکہ مولوی صاحب کے مکان کے بالکل نیچے تھا۔ اس لئے وہاں مولوی صاحب کے کراہنے کی آواز پہنچ جاتی تھی۔ جو آپؑ کو بیتاب کر دیتی تھی اور مولوی صاحب مرحوم چونکہ کاربنکل میں مبتلا تھے۔ اس لئے ان کا بدن ڈاکٹروں کی چیرا پھاڑی سے چھلنی ہو گیا تھا اور وہ اس کے درد میں بے تاب ہو کر کراہتے تھے۔　(سیرت المہدی، حصہ اول روایت نمبر 296)

آپ کی ایک خواب اور اس کا پورا ہونا

حضرت مولویانی صاحبہ، صاحبِ کشوف و رؤیا خاتون تھیں۔ آپ کے شوہر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو یہ بھی سعادت عظمیٰ حاصل ہے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی دو دفعہ نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ شاید ہی کسی کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہو۔ اس کی تقریب کیونکر ہوئی؟ اس کی بناء ایک خواب تھی جو حضرت مولوی صاحب کی اہلیہ کلاں حضرت زینب بی بی صاحبہؓ نے دیکھی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خوابوں کے بارہ میں بالعموم یہ طریق تھا کہ حسب حالات بسا اوقات ظاہری طور بھی خوبوں کو پورا کر دیا کرتے تھے۔ جیسے کہ اپنے صاحبزادے حضرت میرزا مبارک احمد صاحب کا خواب کی بناء پر بچپن میں حضرت ام طاہر صاحبہؓ سے نکاح کر دیا کہ شائد اس طرح موت ٹل جائے۔ حضورؑ نے حضرت مولویانی صاحبہ کا خواب بھی ظاہری طور پر پورا کر دیا۔ اس کے بارہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ کا بیان ہے۔

''27 دسمبر 1905ء کی صبح حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا صندوق جنازہ مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ یہ پہلا بہشتی ہے۔ جو اس مقبرہ میں دفن ہوا۔ دفن کرنے سے پہلے حضرت نے بمعہ خدام جنازہ پڑھایا۔ جس کی تحریک اس طرح ہوئی کہ مرحوم کی زوجہ کلاں نے آج رات خواب میں مرحوم کو دیکھا اور مرحوم نے فرمایا کہ میرا جنازہ پڑھا جاوے۔ چنانچہ اس خواب کی تعمیل میں دوبارہ جنازہ پڑھا گیا۔ حضرت نے فرمایا جنازہ بھی دعا ہے۔ خواب کو پورا کرنا اچھا ہے۔　(بدر قادیان 29 دسمبر 1905ء ص 2)

وفات

آپ کو خدا تعالیٰ نے جو شرف عطا فرمادیا ہے وہ قیامت تک کسی اور کو نہیں نصیب ہوسکتا۔اپنی زندگی میں بھی مسیح موعودؑ کی قربت میں بلکہ ان کے بیت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی اور صال کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے قریب ہی آپ کے قدموں میں جگہ ملی۔آپ حضرت مولوی صاحب کے وصال کے بعد کئی سال حیات رہیں۔اگرچہ حضرت مولوی صاحب نے دو شادیاں کیں تاہم آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔آپ کی وفات بھی دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک کشف کی تصدیق کرتا ہے۔آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہوا کہ آپ کی وفات بھی حضرت اقدسؑ کی صداقت کا ایک نشان ٹھہرا۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی قبر کے پاس تین اور قبریں ہیں اور ایک قبر پر لال کپڑا ہے۔'' فرمایا:

یہ جو رؤیا میں دیکھا گیا تھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی قبر کے پس دو اور قبریں ہیں، وہ بھی پورا ہوا۔ایک قبر الٰہی بخش صاحب ساکن مالیر کوٹلہ کی بنی اور دوسری چودھری (الہ داد ہیڈ کلرک دفتر ریویو آدر یلیجنز قادیان) صاحب مرحوم کی بنی''۔

اس کے آگے حاشیہ میں وضاحت ہے کہ تیسری قبر بھی بنی ہوئی ہے جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی اہلیہ زینب بی بی مرحومہ کی ہے۔ (تذکرہ مجموعہ الہامات،طبع جدید 2004ء ص 501)

لال کپڑے سے مراد عورت بھی ہوسکتی ہے اس طرح اس خواب کی مصداق حضرت مولویانی صاحبہ بھی ہوئیں۔عجیب اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جہاں حضرت مولوی صاحب کی قبر مقبرہ بہشتی قادیان کی چار دیواری حضرت مسیح موعودؑ میں شامل ہوچکی ہے وہاں آپ کی اہلیہ حضرت مولویانی صاحبہ کی قبر بھی اس احاطہ میں شامل ہے اور قبر نمبر چار آپ کے خاوند کی اور قبر نمبر پانچ حضرت مولویانی صاحبہ کی ہے۔**و ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء**۔آج احاطۂ مزار حضرت اقدسؑ کروڑوں کی زیارت کا مرکز بن چکا ہے۔حضرت اقدس علیہ السلام کی کے وجود باجود کی برکت کے طفیل ان سب کیلئے بھی دعائے خیر جاری وساری ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔

سیرت

حضرت مولوی صاحب کے وصال کے موقعہ پر آپ نے نہایت صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحب کی دوسری شادی حضرت عائشہ بیگم بنت حضرت منشی شادی خان صاحبؓ سے کروائی تو اس وقت بھی آپ نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ حضرت مولوی صاحب کی دوسری شادی اولاد کے حصول کی غرض سے کرائی گئی تھی۔تاہم عقد ثانی سے بھی اولاد نہ ہوئی۔حضرت مولویانی صاحبہ کی طبیعت میں حس مزاح بھی تھی۔اس سلسلہ میں ایک دلچسپ روایت پیش ہے۔حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی اہلیہ حضرت مراد خاتون صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ:

''میں نے حضرت اماں جان صاحبہ سے کہ ایک دفعہ شام کے حضرت ام المومنین صاحبہ اور مولویانی (حضرت زینب بی بی) نے صلاح کی کہ حسن بی بی اہلیہ ملک غلام حسین صاحب کو ڈرائیں۔جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عشاء کی نماز کیلئے مسجد میں تشریف لے گئے تو حضرت ام المومنین صاحبہ نے حسن بی بی سے کہا کہ'' پانی پلاؤ''۔جب وہ پانی لینے گئی تو مولویانی صاحبہ چارپائی کے نیچے چھپ گئی۔وہ پانی لے کر آئی اور چارپائی کے پاس کھڑی ہو کر پانی دینے لگی تو مولویانی صاحبہ نے نیچے سے اس کے پاؤں کی زور سے چٹکی لی اس نے دو تین چیخیں ماریں اور زمین پر گر پڑی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد سے گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور استفسار فرمایا تو حضرت اماں جان اور سب چپ ہوگئیں۔اس پر آپ نے فرمایا کہ:

''میں نے کئی بار کہا ہے کہ نماز کے وقت ایسی باتیں نہ کیا کرو۔''

آپ علیہ السلام ہنستے بھی جاتے کیونکہ حضورؑ کو معلوم ہو گیا تھا کہ مذاق کیا گیا۔

(سیرت المہدی، حصہ چہارم روایت نمبر 1521)

حضرت عائشہ بیگم صاحبہ (زوجہ ثانیہ)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی اہلیہ دوم کا نام حضرت عائشہ بیگم صاحبہ تھا جوحضرت منشی شادی خان صاحب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں ۔ یہ خاندان بھی سیالکوٹ میں آباد تھا۔آپ مارچ 1883ء میں پیدا ہوئیں ۔ پندرہ برس کی عمر میں قادیان آئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی شادی 1898ء کی آخری سہ ماہی میں حضرت مولوی صاحب سے کروائی ۔موصوفہ نے حضرت مولوی صاحب موصوف کے ساتھ قریباً سات سال گذارے کہ گیارہ اکتوبر 1905ء میں حضرت مولوی صاحب موصوف کی وفات ہوگئی۔اس وقت حضرت عائشہ بی بی کی عمر قریباً بائیس سال تھی ۔

حضرت مولانا موصوف کی دوسری شادی حضورؑ نے آپ کوتحریک کرکے کروائی تھی ۔ حضرت صاحب کی خواہش تھی کہ مولوی صاحب صاحب اولاد ہوجائیں ۔مگر دوسری شادی سے بھی اولاد نہ ہوئی اس سلسلہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی روایت ہے کہ:

''مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے دوسری شادی کی تو کسی وجہ سے جلدی ہی اس بیوی کوطلاق دے دی ۔ پھر بہت مدت شاید سال کے قریب گذر گیا تو حضرت صاحب نے چاہا کہ وہ اس بی بی کو پھر آباد کریں ۔ چنانچہ مسئلہ کی تفتیش ہوئی اور معلوم ہوُا کہ طلاق بائن نہیں ہے بلکہ رجعی ہے۔اس لئے آپ کی منشاء سے ان کا دوبارہ نکاح ہوگیا۔

خاکسار (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے) عرض کرتا ہے کہ پہلی بیوی سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے اولاد نہیں ہوتی تھی اور حضرت صاحب کی آرزو تھی کہ ان کی اولاد ہوجائے۔اسی لئے آپ نے تحریک کرکے شادی کروائی تھی ۔ (سیرت المہدی، حصہ سوم، روایت نمبر 854)

حضرت مولوی صاحب کے وصال کے بعد اگست 1906ء میں آپ کا نکاح ثانی حضرت صوفی غلام محمد صاحب مبلغ ماریشس سے ہوا۔ دوسری شادی سے آپ صاحب اولاد ہوئیں۔ 1928ء میں آپ کا 45 برس کی عمر میں قادیان میں وصال ہوا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کے دوسرے خسر حضرت منشی محمد شادی خانصاحب کا ذکر کر دیا جائے۔

حضرت مولوی منشی محمد شادی خان صاحب سیالکوٹی

حضرت عائشہ بیگم کے والد حضرت منشی شادی خان صاحبؓ بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی رفقاء میں شامل تھے۔ آپ کا نام بھی 313 رفقاء مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم میں موجود ہے۔ سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے کئی مواقع پر آپ کے اخلاص کا ذکر فرمایا ہے۔ مؤسس الحکم حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی آپ کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں:

''حضرت مولوی محمد شادی خان صاحب سیالکوٹ کے باشندہ تھے۔ ابتدائے سن شعور سے ان کو اسلام کی عمل زندگی کا شوق تھا اور وہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت حکیم الامتہ مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے خاص احباب اور مخلصین میں داخل تھے۔ جب وہ بزرگ اہلحدیث تھے مولوی محمد شادی خان صاحب پر بھی یہ رنگ غالب تھا۔ جب وہ احمدی ہوگئے تو یہ احمدی ہوگئے۔ ایک عرصہ تک وہ راجہ امر سنگھ آنجہانی (جموں وکشمیر) کے خاص ملازموں رہے۔ ان کی دیانت وامانت مسلم تھی۔ جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ ریاست جموں وکشمیر کی خدمت سے فارغ ہوگئے۔ یہ بھی نوکری چھوڑ آئے اور کچھ عرصہ تک لکڑی کی تجارت کرتے رہے۔ بالآخر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان ہجرت کر آئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی والدہ صاحبہ مرحومہ (آپ کی والدہ صاحب بھی سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کی صحابیہ تھیں، جو قادیان میں ''دادای'' کے نام سے مشہور تھیں۔ جبکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے انہیں ''جگ دادی'' کا نام دیا مرتب۔) کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کا بہت بڑا موقع دیا اور ان کے بعد اولاد بھی سلسلہ کی خادم رہی اور ان کی صاحبزادیاں اپنے علم وعرفان

کے لحاظ سے ممتاز اور خدمت سلسلہ میں مصروف ہیں۔...... کچھ عرصہ تک ہجرت کے ابتدائی ایام میں مولوی محمد شادی خاں صاحب کو ''الحکم'' کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر ان کے صاحبزادہ مرحوم عبدالرحمٰن مرحوم کو موقعہ ملا۔

مولوی محمد شادیخان صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق تھا۔ سلسلہ کی تحریکوں پر ایسے کام کر گذرتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ مینارۃ المسیح کے چندہ میں سب کچھ دیدیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سو آدمیوں کا ایک خاص گروہ تجویز فرمایا تھا جو ایک ایک سو روپیہ دیدیے۔ ان میں حضرت مولوی شادی خاں صاحب بھی تھے۔ انہوں نے گھر کا سازو سامان فروخت کر کے دوسو روپیہ دیدیا۔ ابھی وہ اعلان شائع نہ ہؤا تھا ان کو علم ہؤا اور انہوں نے روپیہ بھیج دیا۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم، ص136-138)

سیدنا حضرت اقدسؑ ان کے اخلاص کی نسبت تحریر فرمایا:

''دوسرے مخلص جنہوں نے اس وقت بڑی مردانگی دکھائی ہے۔ میاں شادی خاں لکڑی فروش ساکن سیالکوٹ ہیں۔ ابھی وہ ایک کام میں دیڑھ سو روپیہ چندہ بھیج چکے ہیں اور اب اس کام کیلئے دوسو روپیہ چندہ بھیج دیا ہے اور یہ وہ متوکل شخص ہے کہ اگر اسے گھر کا تمام اسباب دیکھا جاوے تو شاید تمام جائداد پچاس روپیہ سے زیادہ نہ ہو اور انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ ''چونکہ ایام قحط میں اور دنیوی تجارت میں صاف تباہی نظر آتی ہے۔ تو بہتر ہے کہ ہم دینی تجارت کرلیں اس لئے جو کچھ اپنے پاس تھا سب بھیج دیا'' اور درحقیقت وہ کام کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ نے کیا تھا۔

(مجموعہ اشتہارات، اشتہار نمبر 223، جلد سوم ص314)

حضرت عائشہ بیگم کا عقدِ ثانی

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللّٰہ مرقدہ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ بیگم کے نکاح کے لئے سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے حضرت مولوی محمد شادی خان صاحب کو ان کے نکاح ثانی کی تحریک فرمائی۔ جسے حضرت منشی صاحب نے قبول کیا۔ یہ شادی نہائیت بابرکت

ثابت ہوئی۔سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے حضرت منشی صاحب کو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے وصال کے بعد ایک مکتوب تحریر فرمایا جس میں آپ کی دختر حضرت عائشہ کے نکاح ثانی کی تحریک فرمائی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

میرے نزدیک عائشہ کا جانا مناسب نہیں ہے۔وہ اس جگہ خدمت سے ثواب حاصل کرتی ہے اور ہمیں اس کی رعایت میں کسی طرح فرق نہیں ہے۔اس کو خود لکھ دو کہ جو کچھ کپڑا وغیرہ کی نسبت حاجت ہوا کرے۔وہ بلا توقف کہہ دے۔ہم سب کچھ اس کے لئے مہیا کردیں گے۔مگر شرم نہ کرے اور دوسرے یہ امر ہے کہ شریعت اسلام میں اس امر کی ممانعت نہیں ہے کہ۔بلکہ مستحب ہے کہ جو عورتیں بیوہ ہوجائیں،ایام عدت کے بعد ان کا نکاح کرایا جائے۔آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے خود اپنی لڑکیوں کا نکاح ثانی کرایا ہے۔اس صورت میں اگر آپ کا منشاء ہو۔تو اس صورت میں ہماری کوشش سے بامراد یہ مطلب ہوسکتا ہے۔لڑکی جوان اور نیک بخت ہے۔اس کے لئے ایسا آدمی تلاش ہوسکتا ہے۔جو عبدالکریم صاحب کا قائم مقام ہو اور دنیا کی حالت بھی آسودہ اور عزت کے ساتھ رکھتا ہو۔میرے نزدیک یہ انتظام بھی ہے اور انشاءاللّٰہ جیسا کہ اس جگہ بخیروخوبی یہ امر حاصل ہوسکتا ہے اور ایسے آدمی کی تلاش ہوسکتی ہے۔دوسری جگہ نہیں ہوسکتی۔یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی تکالیف کپڑہ وغیرہ کی بابت کہہ دیا کرے۔

والسلام

مرزا غلام احمد''

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم،ص141)

آپ کی اہلیہ کا نکاح سیدنا حضرت مسیح موعود نے حضرت مولانا صوفی غلام محمد صاحب (سابق مبلغ ماریشس) کے ہمراہ کروادیا۔حضرت صوفی صاحبؓ سے اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد سے نوازا۔حضرت عائشہ بیگم صاحبہ کے وصال پر حضرت صوفی غلام محمد صاحب نے آپ کے بارہ میں ایک مضمون لکھا۔جس میں آپ کے حالاتِ زندگی بیان کئے گئے ہیں۔آپ تحریر کرتے ہیں:

''میری بیوی جو مجھے بہت پیاری تھی خدا تعالیٰ کی مصلحت کے ماتحت جسمانی طور پر مجھ

سے علیحدہ ہوگئی ہے۔ خدا کے رسول حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں اگست 1906ء میں میاں بیوی بنایا تھا۔ جتنا عرصہ زندہ رہی اپنی ہر حالت پر قانع رہی۔ مصائب میں صابر تھی اور جزع فزع کی اسے اصلاحات نہ تھی۔ عام عورتوں کی طرح برج کی کوئی ایسی شائق نہ تھی۔ ماں باپ کی فرمانبردار اور مطیع تھی۔ والدین کے آگے چون و چرا کبھی نہ کرتی تھی۔ جو کھانے کو دیتے وہ کھاتی اور جو پہننے کو دیتے وہ پہنتی۔ مارچ 1883ء میں پیدا ہوئی تھی۔ جب مدرسہ میں پڑھتی۔ تو ہفتہ میں صرف ایک پیسہ سیاہی، قلم اور کاغذ کے لئے ملا کرتا تھا۔ کھانے کو اس نے کبھی نہیں مانگا۔ بارہ برس کی ہوئی والد نے اپنے ایک القاء کی بناء پر مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے عقد میں بغیر خطبہ و مہر مقرر کرنے کے صرف مسجد میں چند لوگوں کے روبرو دیدیا۔ پندرہ برس کی عمر میں وہ دارالامان میں مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئیں اور 1898ء کی آخری سہ ماہی میں ان کا نکاح مولوی عبدالکریم صاحب کے ساتھ بواسطہ مسیح موعود علیہ السلام پھر منعقد ہوا۔ 11/اکتوبر 1905ء کو مولوی صاحب موصوف فوت ہوئے۔ قریباً سات برس ان کی زوجیت میں رہیں۔ انہی ایام کے متعلق وہ روایت ہے۔ جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے اپنی کتاب سیرۃ المہدی حصہ دوم کے صفحہ 79 پر نمبر 408 لکھی ہے اور جو یہ ہے:-

''ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایک بچہ نے گھر میں ایک چھپکلی ماری اور پھر اسے مذاقاً مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی چھوٹی اہلیہ پر پھینک دیا۔ جس پر مارے ڈر کے ان کی چیخیں نکل گئیں اور چونکہ مسجد کا قرب تھا۔ ان کی آواز مسجد میں بھی سنائی دی۔ مولوی عبدالکریم صاحب جب گھر آئے تو انہوں نے غیرت کے جوش میں اپنی بیوی کو بہت کچھ سخت سست کہا۔ حتیٰ کہ ان کی یہ غصہ کی آواز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نیچے اپنے مکان میں بھی سن لی۔ چنانچہ اسی واقعہ کے متعلق اسی شب حضرت صاحب کو یہ الہام ہوا کہ

''یہ طریق اچھا نہیں اس سے روک دیا جائے مسلمانوں کے لیڈر عبدالکریم کو''

لطیفہ یہ ہوا کہ صبح مولوی صاحب مرحوم تو اپنی اس بات پر شرمندہ تھے اور لوگ انہیں

مبارکباد دے رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مسلمانوں کا لیڈر رکھا ہے۔
عین جلسہ کے ایام میں سیرت المہدی حصہ دوم چھپ کر منظرِ عام میں آئی۔ جب میں نے روایت 408 کو پڑھا۔ تو مرحومہ کو پڑھ کر سنائی۔ اس وقت بالکل تندرست تھیں۔ انہوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا بچہ سے مراد خود راوی یعنی حضرت صاحب (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ) ہیں۔

میرا نکاح

غالباً 6/اگست 1906ء کی نماز ظہر کے وقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت استاذی المکرّم مولوی نورالدین صاحب سے فرمایا کہ کیا غلام محمد کا نکاح ہو چکا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے اسی روز بعد از ظہر مجھے سے دریافت فرمایا اور کہا کہ حضرت صاحب کا ارادہ ہے کہ عائشہ کے ساتھ تمہارا نکاح کیا جائے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ میں رخصت کی وجہ سے علی گڑھ سے قادیان آیا ہوا تھا۔ کیونکہ میں اس وقت بی اے میں تعلیم پا رہا تھا۔ میں نے عرض کی کہ مجھے حضرت صاحب کا حکم بسروچشم منظور ہے۔ 7/اگست (1906ء) کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل خط حضرت استاذی المکرّم مولوی نورالدین اعظم کو لکھا:

مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''مخدومی مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جو امر (عائشہ بیگم) یعنی دختر شادی خاں (حضرت مولوی شادی خان صاحب سیالکوٹی یکے از احباب 313۔ مرتب) کی نسبت میں نے بیان کیا تھا۔ ابھی اس کو کوئی وعدہ نہیں دینا چاہیے۔ کیونکہ اس لڑکی اور اس کے باپ کے منشاء سے میں اطلاع نہیں صرف گمنام طور پر بغیر تصریح کسی کے نام کے اس سے دریافت فرماویں۔
دوسرے ایک اور موقعہ ہے یعنی شیخ نیاز احمد وزیرآبادی کی بیوی فوت ہوگئی ہے۔ وہ تو

بہت مالدار ہیں ان کو بھی شادی کی ضرورت ہے۔شاید وہ اس موقعہ کو پسند کرلیں۔لیکن اگراس جگہ اس کا نکاح ہوتو یہ فائدہ ہے کہ یہ شرط کی جاوے گی کہ غلام محمد اسی جگہ رہے اس طرح ایسا آدمی کسی وقت کام آسکتا ہے۔آئندہ جو آپ کی مرضی ہو۔

مرزا غلام احمدؑ ‘‘

مکتوب بنام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پھر 11 ؍اگست 1906ء کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے مندرجہ ذیل خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا:

سیدی ومولائی سلمکم اللّٰہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ۔

حضرت مولوی صاحب (حضرت حکیم الامۃ مولانا نور الدین صاحب بھیروی مرتب۔) نے مجھے تحریر فرمایا تھا کہ میاں شادی خاں صاحب کو بلا کر مہر کا فیصلہ کیا جائے۔ میں نے ان کو بلایا تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ حضرت صاحب سے دریافت کیا جائے۔اس لئے حضور مناسب حکم سے مطلع فرماویں۔ نیز مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ نکاح آج ہی ہوجاوے اور عائشہ کو بھی اطلاع دی جاوے۔ جیسے حضور کا ارشاد ہو کیا جائے۔اگر حضور پسند فرماویں۔تو عصر کی نماز کے وقت ہوسکتا ہے۔والسلام۔

خاکسار

محمد علی‘‘

جوابی مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مندرجہ بالا رقعہ کی پشت پر مندرجہ ذیل جواب حضور علیہ السلام ارقام فرماتے ہیں:

’’السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ۔

آج میری طبیعت دورانِ سر کے باعث اس قدر بیمار ہے کہ کہ چارپائی سے اٹھنا مشکل امر تھا۔اس وقت اٹھ کر بیٹھا ہوں۔مگر باہر آنے کے قابل نہیں۔میرے نزدیک پانسو

روپیہ مہر کافی ہے۔ اس قدر مہر اس لئے تجویز کرتا ہوں کہ یہ نکاح قوم میں نہیں ہے اور لڑکا ہونہار ہے۔ اس پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ امید کہ اس کی لیاقت اور حیثیت اس مہر سے بہت زیادہ ہو جائیگی۔ میرے نزدیک اس سے کم ہرگز نہیں۔ اگر زیادہ ہو تو مضائقہ نہیں۔

والسلام

مرزا غلام احمدؒ''

نکاح کی مبارک تقریب

غالباً اس کے بعد دوسرے یا تیسرے روز بعد نماز عصر حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے صحن میں مجلس نکاح منعقد ہوئی تھی جہاں آج کل مدرسہ خواتین ہے۔ اس نکاح کو حضور مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے گھر میں سرانجام دیا۔ حضرت صاحب (علیہ السلام) خود موجود تھے اور حضرت مولوی استاذی المکرّم نورالدین صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ دوران خطبہ میں کچھ قطرات بارش بھی پڑے تھے اور حضور (علیہ السلام) نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا تھا کہ یہ نکاح مبارک ہوگا۔ کیونکہ رحمت الٰہی باران رحمت کی شکل میں نزول فرما ہوئی ہے۔

حضور (علیہ السلام) کو مرحومہ کی خدمت۔ حضور (علیہ السلام) کے پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی۔ حضور (علیہ السلام) نے ایک دفعہ مرحومہ کو دعا دے کر فرمایا کہ اللہ تجھے اولاد دے۔ حضور (علیہ السلام) کی دعا سے مرحومہ کے چھ بچے پیدا ہوئے۔ ایک لڑکی اور پانچ لڑکے۔ جن میں سے ایک فوت ہوگیا ہے اور چار لڑکے اور ایک لڑکی زندہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خادمِ دین بنائے۔ آمین ثم آمین۔

خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ کو پورا کیا کہ اگر اس جگہ اس کا نکاح ہو تو یہ فائدہ ہے کہ یہ شرط کی جاوے گی کہ غلام محمد اسی جگہ رہے۔ حضور نے مجھ سے یہاں رہنے کی کسی وقت شرط نہیں کرائی تھی۔ مگر خدا کی شان ہے کہ میں یہاں رہا اور میں نے زندگی وقف کرنے کی درخواست حضور (علیہ السلام) کو دی۔ جو مفتی محمد صادق

صاحب (نور اللہ مرقدہ) کے پاس رکھی گئی تھی۔اس کو پورا کرنے کے لئے میں نے نورالدین اعظم (نور اللہ مرقدہ) کوکہا کہ مجھے تبلیغ کے لئے باہر بھیجا جائے۔کیونکہ میرا قول ہی قول نہ رہے۔بلکہ میرا عمل اس کی تصدیق کردے۔چنانچہ اسی عہد کو پورا کرنے کے لئے خلافت ثانیہ میں سب سے پہلے میں تبلیغ کے لئے باہر گیا۔پھر دین متین کی خاطر مرحومہ نے سمندروں کا سفر اختیار کیا اور ہزاروں میل اپنے اعزہ واقارب سے جدا ہوکر میرے پاس پہونچی اور تبلیغ میں ہاتھ بٹا کر ثواب میں شامل ہوگئی۔ وہاں (ماریشس) کی بنات کوقرآن شریف جیسی نعمت دی اور اپنے اعلیٰ نمونہ سے تمام احمدی خواتین کے قلوب کوتسخیر کرلیا۔جب ہم وہاں سے آنے لگے تو سب عورتیں زاروزار رورہی تھیں۔احمدیانِ ماریشس بالکل آنے نہیں دیتے تھے۔یہ خدا کی شان ہے کہ ہم کو کشاں کشاں لے آیا اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات طیبات کو پورا کردیا کہ میں اس کے انجام بخیر کا ذمہ وار ہوں۔

مرحومہ پندرہ برس کی تھی جب قادیان آئی۔سات برس کے بعد بیوہ ہوئی۔دس ماہ کے بعد میری رفیق زندگی بنی۔25/نومبر 1917ءکو ماریشس کی زمین پراتری۔2/مارچ 1927ء کو ماریشس سے رخصت ہوئی۔16/مارچ کو قادیان واپس آئی اور پورے دس ماہ بعد16/جنوری1928ءکوہم سے رخصت ہوکر رفیق اعلیٰ سے جاملی۔**اللھم اغفرلھا وارحمھا وارفع درجتھا فی اعلیٰ اعلیین**۔میں نے اس کوکیسا پایا۔میں نے اس کے مختصر حالات سے ثابت کیا ہے کہ فرمانبردار بیٹی صالحہ اور قانتہ بیوی اور مہربان اور ہمدرد ماں تھی۔

تعزیت نامہ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

مرحومہ کی وفات پرحضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حسبِ ذیل تعزیت نامہ ارسال فرمایا۔

''عائشہ بیگم صاحبہ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی خوبیاں ان میں تھیں کہ جوان کی یادکوتازہ رکھیں گی۔اللّٰہ تعالیٰ اپنے خاص فضلوں کا انہیں وارث بنائے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اللّٰہ تعالیٰ کا ان سے خاص

سلوک تھا کہ قادیان میں لاکر وفات دی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے بچوں اور باقی سب اقربا کا خود ہی غمگسار ہو۔ والسلام۔

مرزا محمود احمدؐ

میں نے اسکو **قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ** میں سے پایا۔ پس وہ صالحہ تھیں۔ شریعت کی پابند نمازی، روزہ دار، زکوٰۃ ادا کرنے والی، مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے احکام پر چلنے والی چندوں میں حصہ لینے والی، بے نفس، احمدی خواتین کی خیر خواہ، ان کے درد میں شریک ہونے والی، ماریشس کی عورتوں میں ہر دلعزیز، اپنے خاوند کو دل سے چاہنے والی، **قاصرة الطرف اتراب**۔ اس کی دلی مراد تھی کہ وہ مجھ سے پہلے مرے۔ اس کے مفصل سوانح پھر لکھوں گا۔ انشاء اللہ۔

راقم خاکسار

غلام محمدؐ

(الفضل قادیان 20/مارچ 1928ء)

باب دوم

1۔ابتدائی تعلیم و ملازمت

2۔سر سیّد احمد خان کے زیر اثر

ابتدائی تعلیم و ملازمت

کسی بھی شخص کی سوانح میں عموماً بچپن کی یاداشتیں/** اور تاریخی واقعات کم ہی محفوظ ملتے ہیں، ماسوائے دین و دنیا کی عظیم الشان ہستیوں کے۔حضرت مولوی صاحب کا بچپن ،بچپن کی بیماری، ابتدائی تعلیم اور پہلی شادی کے بارہ میں بہت کم معلومات دستیاب ہوئیں ہیں۔

1860ء کے عشرہ میں سیالکوٹ میں دو ہی سکول تھے۔ایک سکاچ مشن [1] سکول اور دوسرا امریکن مشن [2] سکول۔حضرت مولوی صاحب امریکن مشن سکول میں تعلیم کے لئے داخل کئے گئے۔مڈل میں فیل ہو گئے اس وجہ سے کہ حساب نہیں آتا تھا۔اس پر سکول چھوڑ دیا اور پرائیویٹ طور پر عربی اور فارسی پڑھنی شروع کی یہاں تک تعلیم حاصل کی کہ سیالکوٹ میں کوئی شخص ان مضامین کی مزید تعلیم دینے والا نہ رہا اس لئے گوجرانوالہ چلے گئے اور وہاں مولوی محبوب عالم صاحب سے جو مشہور عالم اور طبیب تھے، سے تعلیم حاصل کی۔

حاشیہ 1۔سیالکوٹ میں سکاٹش چرچ جنوری 1857 میں آیا جب Rev. Thomas Hunter،اس کی اہلیہ Jane Scott اور ان کا ایک بچہ یہاں آ مقیم ہوئے۔تاہم 1857 کی جنگ آزادی میں یہ لوگ مارے گئے۔ابتداء میں سکاچ پادریوں نے جو سکاچ مشنری کالج بنایا۔یہی ادارہ بعد میں مرے کالج کے نام سے مشہور ہوا۔اسی مرے کالج میں پادری سکاٹ کے والد پرنسپل رہے۔مسٹر سکاٹ ڈسکہ میں پیدا ہوئے اور اپنی عمر کا زیادہ حصہ سیالکوٹ میں گزارا۔بعد میں انہوں سکاٹش مشنری خاتون Mary سے شادی کی اور ان کے تین بچے ہوئے یعنی Peter، Margaret اور Agnes۔یہ وہی سکاٹ ہیں جنہوں نے سیدنا حضرت اقدسؑ کے 1904 کے سفر سیالکوت میں حضورؑ سے ملاقات کی اور ایک طویل گفتگو بھی ہوئی جو کتاب ہذا کے سفر سیالکوٹ کے باب میں شامل ہے۔مرتب۔ماخوذ از سکاچ مشن رپورٹس انٹرنیٹ سورسز،مرے کالج ویب سائیٹ،ڈسٹرکٹ گزٹ آف سیالکوٹ۔

2۔ہندوستان میں امریکن مشن The United Presbyterian Church 1855 میں آیا۔جس کا نام پریسبیٹیرین رجسٹرڈ کروایا گیا۔سیالکوٹ پریسبٹیری کا قیام 18 دسمبر 1856 میں عمل میں آیا۔موجودہ پاکستان میں The United Presbyterian Church of Pakistan اب Siloam Biblical Christian Church Pakistan کہلاتا ہے (SBCCP)۔یہ عیسائی مشن ہندوستان کے قدیم مشنوں میں سے ایک ہے۔(ماخذ انٹرنیٹ ریسورسز،امریکن مشن ہسٹری سیالکوٹ)

غیرتِ دین

وہاں سے آکر کچھ عرصہ بعد آپ امریکن مشن سکول میں فارسی پڑھانے کے لئے ملازم ہو گئے اس وقت مولوی صاحب نماز و روزہ کے پابند نہیں تھے بلکہ بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ مولوی صاحب عیسائی ہونے والے ہیں۔ ملازمت کے دوران میں آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس پر آپ نے اسلام کی طرف توجہ کی اور سکول میں رہ کر سکول کے پادریوں کے ساتھ بحث ومباحثہ شروع کیا۔

امریکن مشن سکول میں ایک سیمینری کلاس کہلاتی تھی جس میں پادری بننے والے تیار کئے جاتے تھے۔ آپ وہاں پڑھا رہے تھے کہ کسی طالب علم نے قرآن مجید کی بابت کوئی گستاخی کا کلمہ کہا حضرت مولوی صاحب کو جوش آگیا اور بائیبل کو زمین پر پھینک دیا اور کہا کہ یہ خدا کا کلام ہوسکتا ہے؟ جب اس واقعہ کی رپورٹ سکول افسر پادری ڈاکٹر مارٹن (یہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نہیں تھا بلکہ اور شخص تھا) کو پہنچی تو اس نے کہا کہ مولوی صاحب! امریکہ سے حکم آیا ہے کہ ایک استاد کو تخفیف میں لایا جائے۔ چونکہ مولوی محمد علی صاحب (جو وہاں پڑھاتے تھے) آپ کا مضمون بھی پڑھا سکتے ہیں اور آپ سے سینیئر بھی ہیں اس لئے ان کو تو تخفیف میں نہیں لایا جاسکتا۔ آپ کو لایا جاسکتا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ بات لکھ دیں۔ چنانچہ اس نے لکھ دیا اور سرٹیفکیٹ میں مولوی صاحب کی قابلیت کی تعریف کی۔ اس کے بعد مولوی صاحب بورڈ مڈل سکول میں ملازم ہو گئے۔ آپ فطرتاً نڈر واقع ہوئے تھے اور کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ اسی بورڈ سکول کا واقعہ ہے کہ کلاس میں انسپکٹر آیا۔ مولوی صاحب ننگے سر بیٹھے تھے۔ اس نے کہا کہ مولوی صاحب یہ کونسی تہذیب ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کونسی تہذیب آپ پوچھتے تھے؟ بنگالی تہذیب؟ وہ ہمیشہ ننگے سر رہتے ہیں۔ انگریزی تہذیب؟ وہ جب کسی کمرہ میں داخل ہوتے ہیں تو سر ننگا کر لیتے ہیں۔ پنجابی تہذیب؟ ہم جیسا چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں۔

ملازمت سے استعفٰی اور وعظوں کی ابتدا

حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں کہ اس سکول میں پندرہ روپے مشاہرہ

تھا مولوی صاحب کی ڈسکہ میں تبدیلی ہوگئی۔اس پر آپ نے استعفٰی دے دیا کہ پندرہ روپے کی خاطر کون جگہ جگہ پھرتا رہے۔یہ اندازاً 1880ء کی بات ہے۔وہاں سے علیحدہ ہوجانے کے بعد مجھے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ تم کتابیں اٹھا کر لے چلا کرو اور میں مختلف جگہ وعظ وتقریر کیا کروں گا۔گندم منڈی کے چوک میں اور راجہ والے بازار میں، چوک بیری والا میں عصر کے بعد آپ قرآن مجید کا وعظ کیا کرتے تھے۔یہ دونوں عیسائیوں کے وعظ کے اڈے تھے آپ اپنے وعظ میں عیسائیوں کا ردّ اور اسلام کی فوقیت کا ذکر کیا کرتے تھے۔لوگوں کے لئے یہ ایک نئی بات تھی کیونکہ مسلمان اس طرح وعظ نہیں کیا کرتے تھے۔مولوی صاحب وہاں خاموش الحانی سے قرآن مجید بھی تلاوت کیا کرتے تھے اور کبھی اپنی بنائی ہوئی نظم بھی پڑھا کرتے تھے اس وجہ سے ایک طبقہ ایسا پیدا ہوگیا کہ جو مولوی صاحب کے وعظ میں باقاعدہ شامل ہوتا تھا۔سناروں کی مسجد کے امام میاں فضل دین صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ اس مسجد میں نماز پڑھایا کریں۔چنانچہ مولوی صاحب جمعہ اور نمازیں وہاں پڑھاتے تھے اور بہت سے لوگ خوش الحانی سے مسحور ہونے کی وجہ سے جماعت میں شریک ہونے لگ گئے تھے۔میرے علم میں سیالکوٹ میں سب سے پہلے جس شخص نے اردو میں خطبہ جمعہ میں وعظ کہنا شروع کیا وہ مولوی صاحب ہی تھے ورنہ امام عربی خطبہ پر بغیر ترجمہ کرنے کے اکتفا کیا کرتے تھے۔ایک بڑے شخص جان John صاحب عیسائی تھے ان کا برادر نسبتی انہی وعظوں سے مسلمان ہوگیا اور کافی عرصہ مولوی صاحب کے پاس رہا اس کے لئے مولوی صاحب نے ایک نظم بھی لکھی تھی۔جس کے چند شعر یہ ہیں:

مُرضعہ بھولے گی طِفلِ رضیع کو اپنے
باپ بیٹے سے وہاں کرتا کنارہ ہوگا
صافی تب جانوں گا تیرا انجام اچھا ہوا
مرتے دم اگر منہ سے نکلتا کلمہ ہوگا

وہابیت کا دور

اس وقت جب مولوی صاحب نے وعظ کہنا شروع کیا تو کچھ عرصہ بعد 1880ء کے قریب سیالکوٹ میں وہابیت کا دور شروع ہوا۔وہابی لوگ رسومات کے سخت مخالف تھے۔چنانچہ حضرت

مولوی صاحب نے ان رسوماتِ شادی بیاہ وغیرہ کے خلاف وعظ کہنا شروع کئے اور لوگوں نے آپ کو وہابی کہنا شروع کر دیا اور مخالفت شروع ہوگئی اور وہ طبقہ جو پہلے وعظوں کی وجہ سے آپ کا مداح بن گیا تھا اور نمازوں میں شامل ہوتا تھا آپ کے ہمراہ ہی وہابی کہلانے لگ گیا۔ جب کبھی مولوی صاحب کوئی بات خلافِ شرع دیکھتے تھے تو اس کی سختی سے تردید کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ جو شریعت کی باتیں رائج نہیں ہیں ان کو ترویج دیا جائے۔ مثلاً سیالکوٹ میں مسلمان عقیقہ اور ولیمہ نہیں کرتے تھے۔ مولوی صاحب نے پہلے اپنے خاندان میں ان باتوں کا رواج ڈالا اور پھر آہستہ آہستہ دوسرے لوگوں میں رواج ہو گیا۔

کسب حلال کے لئے تلقین وامداد

وہ لوگ جو آپ کے معتقد تھے آپ کی بات کا انکار نہیں کرتے تھے۔ ایک شخص شیخ مولا بخش صاحب نے آپ کو قرآن مجید پڑھتے سنا بہت پسند آیا اور آپ کی مجلس میں شریک ہونا شروع کیا۔ یہ صاحب اعلیٰ درجہ کے گویّا تھے اور یہی ہنر ان کی روزی کا ذریعہ تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آپ یہ کسب چھوڑ دیں۔ شیخ صاحب نے کہا کہ میں گذارہ کس طرح کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کوئی دوکان کر لو۔ چنانچہ خود مالی امداد کی اور ایک دوکان کھلوا دی اور خود بھی اس دوکان پر کسی وقت جا بیٹھتے اور آپ کو جو دوست ملنے آتے۔ ان سے پوچھتے کہ آپ جوتا کس سے خریدتے ہیں اور جب وہ کہتا کہ فلاں دوکان سے تو آپ فرماتے کہ شیخ صاحب سے خریدیں ان کے ہاں جوتے بہت عمدہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح خریدار بڑھتے گئے اور دوکان نے خوب ترقی کی۔ پھر شیخ صاحب نے ایک چمار جوتے بنانے کے لئے رکھ لیا پھر مولوی صاحب لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کیا کرتے تھے کہ بہت اچھے بوٹ بناتا ہے۔ چنانچہ ان کی دکان ترقی کر کے کارخانہ بن گئی۔

مشن سکول سے فراغت

بائیبل والے واقعہ کے بعد جس کا ذکر پیچھے گزرا ہے، آپ مشن سکول سے فراغت حاصل کر کے ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول میں ملازم ہوگئے۔ اس سکول میں آپ کو صرف پندرہ رپے تنخواہ ملتی تھی اور سیالکوٹ سے آپ کی تبدیلی ڈسکہ ہوگئی۔ اس پر آپ نے استعفیٰ دیدیا کہ پندرہ روپے کی خاطر کون جگہ

جگہ پھرتا رہے۔ یہ اندازاً 1885ء کی بات ہے۔اس کے بعد آپ نے مختلف مقامات پر جا کر اسلام کی تائیداور عیسائیت کے ردّ میں لیکچر دینے شروع کئے۔اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے اور ایک کثیر تعداد آپ کی معتقد ہوگئی۔ (ماخوذ از رسالہ اصحاب احمد جلد اول نمبر 2 صفحہ 6-8)

سرسیّداحمد خان کے زیرِاثر

یہ امّت مرحومہ تیرہویں اور چودہویں ہجری صدیوں میں الٰہی نوشتوں کے مطابق اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے ایک ماموِرمن اللّٰہ ومہدیٔ معہود کی متلاشی ومنتظرتھی۔ برّصغیراورعرب مما لک کی بعض شخصیات کے بارہ میں بعض لوگوں کی یہ رائے تھی کہ شاید اسلام کا احیائے نو ان سے وابستہ ہو۔یہی وجہ ہے کہ اپنے زُعم میں ایسی شخصیات کے سینکڑوں مرید ہوگئے۔برّصغیر کی ان سرکردہ شخصیات میں سرسیّد احمد خان بالقابہ کا نام نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔سیالکوٹ کے ایک جوشیلے نوجوان مولوی عبدالکریم سیالکوٹی بھی عین جوانی کی عمر میں1875کے لگ بھگ ان کے مرید ہوگئے۔ یہ پیری مریدی کا عرصہ 23 سال پرمحیط ہے اور ایسے مرید ہوئے کہ سرسیّد احمد خان کی کوئی تحریر،مضمون،مقالہ یا خطاب چھوڑتے ہی نہیں تھے جب تک کہ اسے پڑھ نہ لیں یا اس تقریب میں شامل نہ ہوجائیں جس میں سرسیّد صاحب کا لیکچر یا تقریر ہوتی۔سیّد صاحب موصوف کے مقالات و مضامین کے تعداد سینکڑوں میں ہے۔اس کی ایک جھلک حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کے مرتب کردہ ''مقالات سرسید'' سے ہوتی جو کئی جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔سرسیّد صاحب کی تحریرات یقیناً کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔سید صاحب کے خطوط اور رسائل بھی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی نظر سے پوشیدہ نہ رہے۔

سرسید مرحوم کو علمی حلقہ میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔حضرت مولانا سیالکوٹی،حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمد یہ سے بیعت سے قبل سرسید احمد خان صاحب کے خاص مرید تھے اور ان سے مولانا موصوف کو احیاء اسلام کی امیدیں وابستہ تھیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولوی صاحب شروع شروع میں سرسیّد احمد خان صاحب کے ہم خیال یعنی نیچری تھے اور انہی کے زیرِاثر آپ کی طبیعت میں کچھ نیچریت پائی جاتی تھی اور انہی کی تفسیر پڑھ کر آپ پہلے سے ہی وفات مسیح کے قائل ہو چکے تھے۔تاہم سیدنا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے غلامی میں آنے کے بعد آپ سے نیچریت کا رنگ ڈھل گیا اور آپ فنا فی اللہ ہوگئے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت مولوی صاحب سر سیّد احمد خان صاحب کی قومی خدمات کی بدولت بعد میں بھی ان کی مالی تحریکات میں حصہ لیتے رہے۔ چنانچہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی روئیدادوں میں چوتھے سالانہ اجلاس منعقدہ 1889 اور آٹھویں سالانہ اجلاس 1893 میں علی الترتیب ذیل کے اندراج موجود ہیں:

مولوی عبدالکریم صاحب مدرس بورڈ سکول سیالکوٹ نے پانچ روپے اور دو روپے دیئے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان اجلا سات میں آپ شریک بھی ہوئے ہوں۔ البتہ احمدیت سے قبل آپ اجلاسات میں شریک ہوتے رہے۔ چنانچہ پہلی بار آپ سے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی ملاقات وہیں ہوئی تھی۔ جبکہ نواب صاحب نے حضرت اورنگ زیبؒ کے سوانح پر تقریر کی اور حضرت مولوی صاحب نے اسے پسند کیا۔

(رسالہ اصحاب احمد، مؤلفہ ملک صلاح الدین، جلد اول، نمبر 3، 1955ء ص 16)

آپ نے خود اس بات کا اظہار کیا کہ میں نے سیّد صاحب کی کوئی تحریر نہیں چھوڑی جو میری نظر سے نہ گزری ہو۔ حضرت مولوی صاحب اپنے لیکچر ''حضرت مسیح موعودؑ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کیا اصلاح اور تجدید کی'' میں سر سید احمد خان صاحب کے عقائد کی بابت لکھتے ہیں:

''سید احمد خان صاحب نے (خدا تعالیٰ اُن کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے) جو کچھ دعا اور وحی اور الہام و رؤیا اور حقیقت کتاب اللہ کے متعلق لکھا ہے، بالکل سطحی اور یورپ کے خشک فلسفیوں کے نقشِ قدم کی پیروی یا اُنہی کی تالیفات کے باللفظ ترجمے ہیں۔ اُنہوں نے مُنہ زور مٹیریلسٹوں (Materialists) اور فلسفیوں کے تیر باراں سے ڈر کر اپنی اُن پھونس کی ٹٹیوں میں پناہ تو لے۔ مگر ان کی تحقیقات کا نتیجہ سخت قابل افسوس ہوا۔ ان انکاروں یا تحریفوں یا تسویلوں کی وجہ سے اُن کے اور اُن کے انفاس کی قدر کرنے والوں کے پاک تعلقات خدا تعالیٰ سے نہ رہے اور اتباع کی توفیق اس گروہ سے چھن گئی۔ میرا خیال ہے کہ نیک نیتی نے ناواقفیت علم نبوت کی تاریکی میں اُن سے یہ حرکات سرزد کروائیں۔ وہ اپنے زعم میں سچے مذہب کی طرف دفاع کرتے تھے اور میرا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ نے دل میں ٹھانی ہوئی حسنات کے سبب سے اُن

کے سئیات کے دامن ھفران سے ڈھانک دیا ہوگا۔

سورۃ یوسف کی تحریک مجھے اس سے ہوئی کہ گجرات کے ایک شخص نے میرے ایک دوست کے خط کے جواب میں لکھا کہ زہد اور تقویٰ سیّد احمد بریلوی پر ختم اور معارف و حقائق عقلیہ سید احمد خان علیگڑھی پر ختم ہو گئے۔

مَیں اس بارہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں اور محض خدا تعالیٰ کے دین کے اعلاء اور مرسل اللّٰہ کے اِبراء کے لئے معارف و حقائق قرآنیہ خدا تعالیٰ نے مخصوصاً ہمارے مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے اتباع کو عطا کئے ہیں اور اغیار ان میں قطعاً شریک نہیں اور سید صاحب مرحوم کی تفسیر نے ایک خشک عقلی کتاب یا ایک سطحی دینی کتاب کے سِوا اللّٰہ تعالیٰ کی بے نظیر کتاب قرآن کریم کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ اس مقابلہ کے لئے میں نے اس سورہ شریفہ کو اس لئے اختیار کیا کہ اس میں رؤیا۔ وحی ،الہام، دعا، قرآن کریم کا لفظاً و معناً معجزہ ہونا وہ سارے امور ہیں جو مابہ الامتیاز ہیں۔ اسلام میں اور دیگر مذاہب میں اور انہیں امور کی بحثوں میں سیّد صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ محض سطحی اور الٰہیات میں مطلقاً دسترس رکھنے والے شخص نہ تھے اور آخر کار مرسل اللّٰہ مسیح موعود علیہ السلام نے ہی اسلام کے نادان دشمنوں اور نادان دوستوں کی تردیدوں اور تائیدوں سے پاک اور مستغنی دکھایا اور آپ کے اعمال اور اقوال نے ایک زمانہ پر آشکارا کر دیا کہ حقیقتاً یہ وہی شخص ہے جس کے لئے جناب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے اپنا سلام امانت رکھا تھا۔

فیضانِ صحبت

میرے دل میں ہر وقت یہ تڑپ رہتی ہے کہ وہ ذوق اور بصیرت امور دین میں جو اس برگزیدۂ خدا کے فیضان صحبت سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ خشک فلسفہ یا نیچریت کے دلدادہ اور زہد رسمی اور تقشّف عادی کے خوکردہ بھی اس طرف توجہ کریں اور محظوظ ہوں۔ میں نے تئیس برس تک سیّد (احمد خان) صاحب کی تصانیف کو پڑھا اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ سیّد صاحب کے ہم آواز ہونے کے ایام میں مَیں منافق یا مقلد نہ

تھا۔میرے احباب خوب جانتے ہیں کہ اخلاص اور سرگرمی سے ان خیالات کی تائید کرتا اور عالم **السر و العلن** گواہ ہے کہ اُس وقت نیّت نیک اور رضائے حق مطلوب تھی۔

سر سیّد احمد خان کے زیر اثر رہنے کے نتائج

مارچ 1889ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شرف بیعت حاصل کیا۔ 1891ء میں آپ کی پاک صحبت میں علوم وحقائق مجھ پر منکشف ہوئے کہ میرے سینہ کولوث اغیار سے دھوڈالا۔اپنے ذاتی تجربہ اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ سید صاحب مرحوم کے مذہبی خیالات خدائے ذوالعجائب کے پانے کی راہ میں خطرناک روک ہیں۔کاش وہ جو اس زہر سے ناواقف ہیں اور شیر شیریں کی طرح اسے مزے لے لے کر پی رہے ہیں، ایک تجربہ کار کی سنیں۔میں نے دونوں راہیں خوب دیکھی ہیں اس لئے مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں ایک ناصح شفیق ہادی کی صورت میں ناواقفوں کو آگاہ کروں کہ ضلالت سے بچ جائیں۔......''

(لیکچر: حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے کیا اصلاح اور تجدید کی، باراول۔قادیان: انواراحمدیہ، 1900ء ص63-66)

ایک ایسا شخص جو سر سیّد احمد خان صاحب مرحوم کا سولہ سترہ سال عین جوانی کی عمر سے مرید رہا ہو اوران کی تحریر وتقریر کا ایک شوشہ ونقطہ اس کی نظر سے اوجھل نہ ہوا ہو۔تو ناگہاں چند ماہ میں آخر وہ کیا چیز اس نے حاصل کر لی کہ تئیس سالہ رفاقت وعقیدتِ قدیمی ودائمی کو یکلخت خیر باد کہہ دیا۔اس کا اظہار اس سچے عاشق کی زبانی ہی سنتے ہیں۔جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سیدنا حضرت اقدسؑ نے اپنے غلاموں میں کیا پاک تبدیلی فرمائی اور نیز یہ حضرت مولوی صاحبؓ نے کیونکر سر سیّد احمد خان صاحب مرحوم کی دیرینہ ارادت کو چھوڑا۔اکتوبر 1899ء حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''**وما کان المومنون لینفروا کآفة فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون** (التوبۃ:122)

''یہ تو ہو نہیں سکتا کہ کل مومن اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلیں اور اپنے وطنوں کو چھوڑیں۔ کیونکہ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ ہر فرقہ اور جماعت میں سے چند آدمی خدا تعالیٰ کی راہ میں

نکلیں اور اپنے آرام اور اوطان کو چھوڑ کر خلیفۃ اللہ کی خدمت میں آ کر رہیں اس لئے کہ دین کی سمجھ پیدا ہو اور خلیفۃ اللہ کے مبارک منہ کی پاک باتیں سنکر اور اس سے سبق لے کر اپنی قوم کے پاس واپس جاویں اور اہلِ غفلت کو ڈراویں اور بیدار کریں شاید وہ خوف کر جاویں۔

میں نے بہت غور کی ہے اور میری عمر کا بہت بڑا حصہ اسی غور وفکر میں گزارا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ مجھے ہوش کے زمانہ سے یہی شوق دامنگیر رہا کہ خدا کی رضا کی راہیں حاصل کروں اور میری بڑی خواہش اور سب سے بڑی آرزو یہی رہی ہے کہ کسی طرح اپنے مولیٰ کریم کو راضی کروں۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب (خدا تعالیٰ ان پر اپنا بے حد فضل کرے) سے مجھے اللہ تعالیٰ سے ملا دیا اور اس طرح مجھے دین کی طرف اور قرآن کریم سے معارف اور حقایق کی طرف توجہ ہوئی مگر با ایں ہمہ بعض اخلاق ردیہ کی اصلاح نہ ہوئی اور طبیعت معاصی کی طرف اس طرح جاتی جیسے ایک سرکش جانور بے اختیار دوڑتا ہے اور قابو سے نکل جاتا ہے اور میری روح میں وہ میری اور لذت نہ ہوئی جس کا کہ میں جویان تھا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کے حقایق و معارف میں نے حضرت مولانا صاحب کے منہ سے سنے اور بہت فیض اٹھایا اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ پختہ مسلمان اور حنیفہ بن گیا لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کیا بات تھی جس سے روح میں ایک بیقراری اور اضطراب محسوس ہوتا تھا اور سکون اور جسمیت خاطر جس کے لئے صوفی تڑپتے ہیں میسر نہ آتی تھی اور اس اثنا میں میں ایک بڑی ناسزا بات اور ناشدنی گردن زدنی عقیدہ کی پرورش میں بڑا متوجہ تھا اور گویا بغل میں ایک بعل اور لات کو رکھتا تھا اور دل میں سمجھتا تھا کہ یہ خدا کی رضا کی راہ ہے مگر خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے اختیار کرنے میں بھی نیّت نیک تھی۔

<u>سید احمد خان صاحب کے خیالات کا ابھی میں سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر کا سادہ لڑکا تھا کہ سیّد صاحب کے خیالات کے پڑھنے کا مجھے موقع ملا۔ یعنی ''تہذیب اخلاق'' جو سیّد کے خیالات اور معتقدات کا آئینہ تھا میں اسے شروع اشاعت سے پڑھنے لگا اور تیس برس کی عمر تک اس میں متوغل رہا۔ سیّد صاحب کے قلم سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا الا ماشاء اللہ</u>

جو میں نے نہ پڑھا ہو ان کی تفسیر کو بڑے عشق سے پڑھتا۔ برابر بیس بائیس برس کا زمانہ تھوڑا نہیں ایک بڑی مدت ہے اس عرصہ میں بھی میری روح کو طمانیت اور سکینت حاصل نہ ہوئی اور وہی اضطراب اور بیقراری دامنگیر رہتی بلکہ بعض بعض اوقات میں اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں ہلاک کرنے والی بے چینی محسوس کرتا اور میں آخر اس نتیجہ پر پہونچتا کہ ہنوز اگر خدا تعالیٰ کو خوش کیا ہوتا اور واقعی خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو گیا ہوتا تو ضرور تھا کہ سکینت اور طمانیت کا سرد پانی میرے ابلتے ہوئے کلیجہ کو ٹھنڈا کرتا۔ اس خیال سے تردد، تذبذب اور پریشانی اور بھی بڑھتی گئی۔

میرے مخدوم مولوی (حضرت مولانا نورالدین بھیروی) صاحب بھی سیّد صاحب کی تصانیف منگواتے اور صفات الٰہی کے مسئلہ میں ہمیشہ سیّد صاحب سے الگ رہے اور میں ان کے ساتھ ہو کر بھی سیّد صاحب کی ہر بات کی پچ کرتا اور کبھی مولوی صاحب مجھ سے الجھ بھی پڑتے مگر میں اقرار کرتا ہوں کہ وہ میرے اس جنّ کے نکالنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ ''فتوحات ابن عربی'' اور امام غزالی کی ''احیاء العلوم'' کو میں نے کئی بار پڑھا اور خوب غور اور تدبر سے پڑھا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کا ہی معاملہ رہا۔ شاید میری روح ہی ایسی تھی کہ تسلی نہ پاسکتی تھی یا وہ خیالات واقعی طمانیت کا موجب نہ تھے۔ مگر اب کہوں گا کہ وہ خیالات ہی یقیناً یقیناً تسلی بخش راہ نہ دکھا سکتے تھے۔

بہرحال میں اس کو گناہ نہ سمجھتا تھا دل بیقرار رہتا تھا اور ایک دھڑکا لگا ہوا تھا۔ میں نے کئی بار رؤیا میں دیکھا کہ بڑے جلتے ہوئے شعلے مارتی ہوئی آگ کے بھٹوں میں اور کوندتی ہوئی بجلیوں میں ڈالا گیا ہوں اور پھر کئی بار بصیرت کی آنکھ سے دیکھا کہ بہشت میں ڈالا گیا ہوں۔ مگر میں وجوہات اور اسباب کو نہ سمجھتا تھا۔ اسی بیقراری اور اضطراب میں میری عمر کا ایک بڑا حصہ گزر گیا یہاں تک کہ حضرت مولوی نورالدین کے طفیل سے امام الزمان، نورِ مرسل اور خلیفۃ اللّٰہ کی صحبت نصیب ہوئی حضرت مولانا نورالدین کو تو بہت برس پیشتر براہین احمدیہ کے اشتہار کی ایک پرچہ نے اس نور کا پتہ دیدیا تھا اور اس وقت ہمارے آقا و امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابھی گوشہ گزین

تھے اور کجدار و مریض دنیا میں ہنوز قدم نہ رکھا تھا۔غرض مولوی صاحب نے مجھے امام الزمان کے متعلق فرمایا چونکہ مولوی صاحب کے ساتھ ایک خاص محبت اوران پر اعلیٰ درجہ کا حسن ظن تھا سو میں نے مان لیا مگر وہ بصیرت اور معرفت نصیب نہ ہوئی۔

مارچ 1889ء کا ذکر ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے بیعت کا اشتہار شائع کیا اور مولوی صاحب لدھیانہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے۔میں صاف کہوں گا کہ میں اپنی خوشی سے نہیں گیا بلکہ زور سے ساتھ لے گئے ان دنوں میں بیعت کرنے کا اول فخر مولوی صاحب کو ہوا۔مگر میں اس وقت بھی اڑ گیا اور روح میں بین کشائش اور سینہ میں انشراح نہ دیکھ کر رکا رہا۔مولوی صاحب کے اصرار اور الحاح سے بیعت کرلی۔یہ سچا اظہار ہے شاید کسی کو فائدہ پہنچے۔اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دل و روح میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔میں نے اس دوا کو جن کا میں ایک عرصہ دراز سے جویان تھا قریب یقین کیا۔میرے دل میں ایک سکینت اترتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور دل میں ایک طاقت اور لذت آتی معلوم ہونے لگی۔

یہاں تک کہ 1890ء میں مسیح موعود کے دعویٰ کا اعلان ہوا اور اس سال کے آخر میں حضور نے مجھے خط لکھا کہ میں ازالۂ اوہام تصنیف کر رہا ہوں اور بیمار ہوں کاپیاں پڑھنی پروف دیکھنے خطوط لکھنے کی تکلیف کا متحمل نہیں ہوسکتا جس طرح بن پڑے آجائیں۔ ادھر سے مولوی نورالدین صاحب کا خط آیا کہ حضرت کو تکلیف بہت ہے لدھیانہ جلدی جاؤ۔اس وقت میں مدرسہ میں مدرس تھا۔وہاں سے رخصت لے کر لدھیانہ پہونچا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ ہنوز دنیا اور ہوائے دنیا سے میرا دل سیر اور نوکری سے قطعاً بیزار نہ ہوا تھا اور جو دس پندرہ روپے ملتے تھے انہیں غنیمت سمجھتا تھا اور عزم تھا کہ اختتام پر پھر اس سلسلہ کو اختیار کرونگا۔

مگر جب میں تین ماہ تک حضرت اقدسؑ کی صحبت میں رہا اور یہ پہلا موقعہ اتنی دراز صحبت کا ملا۔میں نہیں جانتا کہ وہ خیال اور وہ آرزو کدھر گئی۔اس قسم کے خیالات سے میری روح کو صاف کر دیا گیا اور میرا سینہ دھو دیا گیا اور اندر سے آواز آئی کہ تو دنیا کے کام کا نہیں۔میں بس پھر کیا تھا تین ماہ کی رخصت کے پورے ہوتے ہوئے یہ سب

خیالات جاتے رہے اور پھر نہ واپس نہ استعفیٰ۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کی دلدل سے مجھے بالکل نکال دیا۔ اس وقت (1890ء) سے لے کر 1893ء تک مجھ کو چھ چھ مہینے اور برس تک بھی حضرت اقدسؑ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اب تو ایک سکنڈ اور طرفۃ العین کے لئے بھی میری روح جدائی گوارا نہیں کرتی اور ایک خوبصورت امید میرے سینہ میں ہے کہ ان شاء اللہ میرا جینا میرا مرنا ان ہی پاؤں میں ہوگا اور اگر میں اب یہاں سے چند روز کے لئے کہیں جاتا ہوں تو دل کی آرزو کے خلاف مجبوراً پکڑا جاتا ہوں۔

غرض پھر مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ بڑا ایمان جس کو سیّد احمد خان کے خیالات سے اقتباس کیا تھا وہ روح کو تقویٰ وطہارت بخشنے والی اور سچی سکینت دینے والی شے نہ تھی۔ وہ ایک فلسفیانہ اور خوابہائے پریشان کا سرجوش ایمان یا جذبہ تھا ایک ایک وقت میں ان خیالات پر غور کرنے سے میری روح تڑپ تڑپ گئی ہے اور جسم پر لرزہ پڑ گیا ہے اور کہ میں کبھی جس کو صراط مستقیم سمجھتا تھا وہ خدا سے دور ڈالنے والی خطرناک راہ تھی۔ میں راستی سے کہتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ ان خیالات کے متعلق حضرت اقدسؑ سے کبھی کوئی مباحثہ نہیں ہوا بلکہ صرف اس کے منہ سے پاک باتیں سنتا رہا اور صفات الٰہی اور قرآن کریم کی عظمت اور خوبیوں کے تذکرے سنتا رہا۔

پھر آپ کی زندگی اور تعلیم وعمل نے بتایا کہ خدا کا متصرف اور زندہ ہونا اور متکلّم خدا ہونا نہ کسی پہلے زمانہ میں تھا بلکہ اب بھی اسی طرح پر وہ حی، قیوم، متکلّم، اور متصرف خدا ہے۔ ان باتوں کو جب سنا۔ نہیں نہیں دیکھا تو جیسے ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چراغ کے آجانے سے ہر ایک چیز قرینہ سے رکھی ہوئی اور سجی ہوئی نظر آتی ہے میں نے اپنے اندر ایک روشنی دیکھی اور معرفت کا نور اور بصیرت کا چراغ میرے سینہ میں نظر آنے لگا۔ میں سمجھتا تھا کہ سیّد احمد خان کے خیالات میرے دل سے نہ نکل سکیں گے لیکن آخر خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان کو ایسا نکالا کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں۔ **والحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔**

اور اب میں خدا تعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ محض امام الزمان کی صحبت کے طفیل سے

ان خیالات سے مجھے اس سے کہیں زیادہ نفرت اور بیزاری ہے جیسے اور مردار کھانے سے اور میں پھر کہتا ہوں کہ یہ شہادت اپنی تبدیلی کی محض اس لئے پیش کی ہے کہ تا کسی سوچنے والے دل اور غور کرنے والی طبیعت کو ہدایت اور نور کی طرف رہبری کر سکے اور یہ بتلایا جاوے کہ کفر اور شرک سے شدید بغض اور نفرت جو ایمانی غیرت کا تقاضا اور نور اور توحید سے محبت یہ اس ایک ہاں اسی ایک انسان کے پاک انفاس کا نتیجہ ہے۔ میں اللہ کے لئے یقین دلاتا ہوں کہ کفر اور لوازم کفر سے بغض رکھنا اور اسے دل میں مردار اور سور سمجھنا یہ ہر ایک انسان کا خاصہ اور ہر ایک کا دل گردہ نہیں اور جب تک ایک ہادی اور مرشد ایسا نہ ہو کہ اسے قلباً شرک سے بیزاری ہو اور اس کے انفاس طیبہ میں کفر سے بیزاری بخشنے والی پوری تاثیر نہ ہو جب تک انسان معاصی اور کفر اور فسق کی راہوں سے بچ نہیں سکتا۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمارے آقا و مرشد جانشین محمد احمد مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود بھی کفر سے سچے بیزار ہیں اور آپ کی صحبت اور آپ کے کلام سے مستفید ہونے والے بھی کفر سے واقعۃً بیزار ہو جاتا ہے اور کوئی گدی اور کوئی سلسلہ ایسا نہیں جو گناہ سے سچی نفرت دلا سکے اور جسے کفر و شرک سے لڑائی رہتی ہو اگر کوئی ہے تو از راہِ کرم بتاؤ۔

میرے دوستو! ایک ہی انسان ہے جس کی صحبت میں آج گناہ نفرت۔ خدا سے الفت رسول سے الفت پیدا ہو سکتی ہے اور اس کو اس لئے بیان کیا ہے تا کہ میرے دوستوں اور بھائیوں کو فائدہ اور دوسروں کو سبق ملے۔ باوجود اس کے کہ میں تا باستطاعت قرآن، فقہ، حدیث اور دین کی ضروری کتابیں پڑھتا مگر خود بخود بلا مدد دیگرے اس منزل تک نہ پہونچ سکا جہاں مجھے پہنچنا تھا اور جو میری روح کی تسلی اور اطمینان کے لئے ضروری تھی۔ جب تک کہ مجھے صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ اکثر کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے کس امام کی ضرورت تھی۔ وہ احمق ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ باوجودیکہ آنکھوں میں نور اور کانوں میں شنوائی کے پردے موجود ہیں لیکن پھر بھی آفتاب اور ہوا کے بدوں وہ سن نہیں سکتے اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ لاریب قرآن کریم ایک خدا اور معرفت کی شمع روشن ہے لیکن ایک زندہ نمونہ پکار رہے جو قرآن کی طرف

لے جا سکے اور قرآن سمجھا سکے۔اب بھی اس کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے حضور حامل قرآن علیہ صلوات الرحمٰن کے عمل کی قرآن کے ساتھ ضرورت تھی۔کاش لوگ سمجھیں۔ اسی لئے تو خدا کہتا ہے۔**یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین** ۔تقوی اللّٰہ اور ایمان کی حقیقت معلوم کرنی چاہتے ہو بلکہ اپنی زندگی اور روح میں اس کے اثروں کو محسوس اور اس کی کیفیتوں سے محظوظ ہونا چاہئے ہو تو امام کی صحبت کا شرف حاصل کرو اور چونکہ سب کے سب نہیں آسکتے اس لئے ایسا ہونا چاہئے کہ ہر محلّہ اور ہر شہر میں سے ایک یا دو آدمی جو سمجھدار اور بہ فراست اور ملکہ رکھتے ہوں اور خدا کی پاک باتوں کے سننے کا مذاق رکھتے ہوں وہ آئیں اور آسمانی علوم سے حصہ لیں۔عزیزو! بڑی ضرورت ہے امام کے پاس بیٹھنے کی اور اس کی باتوں کا سننا بڑی بات ہے اگر کوئی اس امر سے بے نیازی ظاہر کرتا ہے تو وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے۔بے نیاز ہے۔**و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین**۔ (الحکم قادیان 31 /اکتوبر 1899)

انجام کار

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام نے اپنی پیشگوئیوں میں ان کے انجام کی خبر دے دی تھی۔افسوس کہ انہیں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بار بار تحریر کرنے پر امام مہدی آخرالزمان پر جن کی انتظار میں کڑوروں روحیں ترستی گزر گئیں۔انہوں نے باوجود کہ وہ مبارک عہد امام الزمان بھی پایا تاہم ایمان سے محروم رہے۔

نزول المسیح میں حضورؑ نے تین پیشگوئیوں میں سرسید کا تصفیہ فرمایا دیا۔ پیشگوئی نمبر 43 میں اور پھر اسی کتاب میں پیشگوئی نمبر 47 اور پیشگوئی نمبر 48 میں۔پیشگوئی نمبر 47 میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''20 فروری 1886 میں ابتداءً اور 12 مارچ 1897 میں ثانیاً یعنی بذریعہ اشتہار ایک پیشگوئی شائع کی تھی۔جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سید احمد خان کے ۔سی ۔ایس۔آئی کو کوئی قسم کی بلائیں اور مصائب پیش آئیں گی۔چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا کہ اول تو اخیر عمر میں سید صاحب کو ایک جوان بیٹے کی موت کا جانکاہ صدمہ پہنچا اور پھر قوم مسلمان کا ڈیڑھ لاکھ

روپیہ جوان کی امانت میں تھا اُن کا ایک معتمد علیہ شریر ہندو خیانت سے غبن کر کے ان کو ایسا صدمہ اور ہم وغم پہنچا گیا جس سے اُن کی تمام اندرونی طاقتیں اور قوتیں یک دفعہ سلب ہوگئیں اور جلد انہوں نے راہِ عدم دیکھا۔"

(نزول المسیح ، روحانی خزائن جلد نمبر 18 ص 569-570

سرسید احمد خان کا انتقال 25 مارچ 1898 میں ہوا۔ بعض ماخذ جیسے میر ولایت حسین کی آپ بیتی اور سید قاسم محمود کا اسلامی انسائیکلو پیڈیا ان کی وفات 28 یا 27 مارچ بتلاتے ہیں جو کہ درست نہیں کیونکہ اس کے ماخذ نہیں بتائے گئے۔ جبکہ ہمارے پاس اس زمانہ کا مستندترین ماخذ الحکم قادیان ہے۔ جس میں ان کی وفات اور انجام کی خبر شائع ہوئی۔ آپ کی وفات پر مؤرخ احمدیت اور مدیر الحکم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الکبیرؓ نے الحکم قادیان 27 مارچ و 6 اپریل 1898 کے شمارہ میں تحریر فرمایا:

"ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر بالقابہٖ کا انتقال"

(25) مارچ 1898 کو آونریبل سرسید احمد خاں بالقابہٖ نے حاجی محمد اسماعیل خاں کی کوٹھی میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سرسید کے انتقال کی خبر معاً بذریعہ ٹیلیگرام دورنزدیک پہنچائی گئی اور جہاں جہاں یہ خبر پہنچی عام طور پر مسلمانوں میں ایک جوش ماتم پیدا ہوا۔ لاہور میں بھی یہ خبر پہنچی اور انجمن اسلامیہ کی طرف سے ماتمی جلسہ کا اعلان فی الفور شائع کیا گیا۔ چنانچہ 29 مارچ 1898 کو اسلامیہ کالج میں ایک ماتمی جلسہ ہوا۔ جس میں چند ریزولیوشن پاس ہوئے۔ لاریب سرسید احمد خاں بالقابہٖ مسلمانوں کے ہوا خواہ تھے اور انگریزی تہذیب اور مغربی روشنی کے اس قدر دیدہ ور اور شیدا تھے کہ مسلمانوں کی سقیم الحالی اور نکبت سے نکل کر اوج اور عروج کی چٹان پر پہنچنے کیلئے وہ اس کو ہی مجرب نسخہ قرار دیتے تھے۔

......سرسید اپنی ذات میں ایک بے ضرر انسان تھا مگر ہم کو یہ کہنے میں بھی تامل اور تردد نہیں جہاں ایک طرف وہ مسلمانوں کو اعلیٰ دنیوی مدارج پر دیکھنے کا خواہشمند تھا وہاں دوسری طرف وہ ان اسباب کے سوچنے میں بھی خطا کر گیا جو قوم کو عروج کے مینار پر چڑھا سکتے ہیں۔ سید کا مشرب یہ تھا کہ ع

چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہے

اور اسی لئے وہ ہر معاملہ میں قرآن کریم کو حَکَم بنا کر نہ چلا بلکہ مغربی تہذیب اور یورپ کے فلسفہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ وہ مسلمانوں کو جہاں انگریزوں کے قالب میں ڈھالنا چاہتا تھا وہاں اس کی یہ بھی بڑی بھاڑی غرض یہ تھی کہ ان کے اطوار واوضاع ان کے طریق معاشرت اور اصول تمدن یہاں تک کہ ان کا علم الٰہی بھی یورپی فلسفہ کا پوجاری ہو کرر ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے ہمیشہ الٰہی فلسفہ اور آسمانی قانون کو مغربی فلسفہ کا متبع بنانا چاہا۔

...... یہ اسی مغربی تہذیب اور روشنی کا تتبع ہے۔ جس نے سید صاحب کو دعائے خیر سے بھی محروم رکھا ہے۔ چنانچہ لاہور کے ماتمی جلسہ میں باوجود تحریک نماز جنازہ کے بھی کسی نے چوں نہ کی۔ (اس کی وجہ بھی آگے بیان کی جائے گی۔ مرتب) سیاہ کوٹ پہن لینے سے یا سیاہ کالموں میں ماتمی الفاظ لکھ دینے سے سید کی روح آسمانی انجمن میں مستبشر نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے بعض کوتاہ اندیش لوگ یہ خیال کریں ہم گڑے مردے اکھاڑنے بیٹھ گئے ہیں۔ نہیں نہیں یہ بالکل غلط ہے ہم کو سید صاحب کے انتقال پر افسوس ہے۔ مگر اسی تقاضا بشریت سے جو ہر ایک انسان کو لاحق ہے۔

...... پس ان نقائص اور کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو سید صاحب دین کو دنیا پر مقدم نہ کرنے کی وجہ سے کر گئے اور ان کی بہترین یادگار یہی ہو سکتی ہے کہ ان کی موت سے وہ کمزوری پوری کی جاوے جو وہ اپنی زندگی میں پوری نہ کر سکے۔

سید صاحب کے کان میں ایک آسمانی معلم کی صدا متواتر اور متعدد مرتبہ خاص طور پر پہنچی مگر افسوس ہے کہ وہ اس سے استفادہ نہ کر سکے اور وہی مغربی فلسفہ اور یورپی تہذیب ان کیلئے ٹھوکر کا باعث ہو گئی۔ گو یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ انہوں نے اس ایمان کے منادی کرنے والے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرتب) پر تکفیر اور سبّ وشتم کی بوچھاڑ نہیں کی جیسی نام کے علماء نے کی۔ مگر ہمیں اس میں بھی کلام نہیں کہ ناصح مشفق کی باتوں کی طرح اُس نے اُس کی باتوں پر کان نہیں دھرا اور باوجود اس کے انہوں نے

وہ مبارک زمانہ پایا جس کی آرزو ہزارہا ابرار کرتے چلے گئے تھے۔مگر اس فلسفہ بے معنی کی تقلید انگریزیت کی ہوا نے ان کو محروم ہی رکھا۔جس کیلئے سید صاحب کی حالت پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے اور وسب سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ متعدد مرتبہ امام الوقت (علیہ السلام) نے اُس کو آسمانی منادی سنائی مگر وہ کان رکھتے ہوئے بھی نہ سن سکے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔...... بالآخر سید صاحب کیلئے دعا ہے کہ خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پس ماندوں کو صبر جمیل اور ان کے ہم خیال لوگوں کو صداقت کی راہوں کی پیروی کی توفیق۔آمین۔''

(الحکم قادیان 27 مارچ و6 /اپریل 1898 ص 11 تا 13)

سرسید احمد خان مرحوم کے آخری ایام نہائیت ہم وغم اور رنج والم میں گزرے۔اس کی ایک وجہ علیگڑھ کالج کے مالی فنڈز کا غیر معمولی نقصان اور ان کے جوان بیٹے کی وفات کا صدمات بتائے جاتے ہیں۔ایک مامور من اللہ اور ایک نیچری وظاہری عالم میں کیا فرق ہوتا ہے اور انجام کار کون کامیاب ہوتا ہے۔اس کا فیصلہ سرسید کے قدیمی معتقد جو پھر حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی میں آ گئے یعنی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی قلبی تحریر سے سنتے ہیں:

''میں دہلی، پٹیالہ لدہیانہ، امرتسر، سیالکوٹ، کپورتھلہ اور جالندھر کے سفروں میں (حضرت اقدسؑ) ساتھ رہا ہوں۔کیا کیا ناگوار اموران موقعوں پر پیش آئے اور اس اسد اللّٰہ غالب نے کس بے التفاتی سے انہیں دیکھا۔میں حلفاً کہتا ہوں مجھے انہی اداؤں نے اور کہیں کا نہیں رکھا۔ہر روز قوم ناسپاس کی طرف سے ایک دل دکھانے والی بات تحریراً تقریراً واقع ہوجاتی ہے مگر مامور الٰہی کے قدم میں ذرا لغزش پیدا نہیں ہوتی۔برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں عام حالت انسانوں کی یہی ہے کہ ذرا سے تکدر اور خفیف میں نامرادی کے پیش آنے پر حواس میں خلل آ گیا ہے، کام چھوٹ گیا ہے، کھانے پینے میں فرق آ گیا، ہاضمہ بگڑ گئی ہے۔گھر میں بولتے ہیں تو سڑی کی طرح، اسے گھورا اسے مار۔غرض سب تانا باناہی ادھڑ جاتا ہے۔

مرحوم سرسید (جن کی زندگی کے آخری کے اوارق نے ان کے قلب کے سچے خط وخال دکھا دیئے) کالج کے ایک مالی نقصان کے بعد کیسے گرے کہ کمر ہی ٹوٹ گئی اور ایک

کوتاہ نظر میٹیر یلسٹ (Materialist) کی طرح ثابت کر دیا کہ بت تدبیر ہی کی ساری پرستاری تھی جو کچھ تھی۔ جب تقدیر کے حضرت محمود نے سومنات کو توڑا تو ساتھ ہی آپ بھی ٹوٹ گئے اور ایک لحظہ کیلئے بھی اس پاک استقامت نے ان کا ساتھ نہ دیا جو انبیاء و صلحاء و مامورین کا خاصہ غیر منفکہ ہے۔ مسٹر بیگ کا قول ہے کہ اس نقصان کے بعد انہوں نے کبھی سید صاحب کو ہنستے اور مضبوط دل اور کشادہ پیشانی نہیں دیکھا۔ مجھے یاد ہے میں بھی اُس ایجوکیشنل کانفرنس میں جو علیگڑھ کالج میں منعقد ہوئی تھی موجود تھا۔ جب سید صاحب نے کمال یاس سے قوم کا جنازہ پڑھ دیا تھا۔ ممکن ہے کہ ایمان باللہ اور صفات الٰہیہ سے بے خبر شخص ان امور کو نہ سمجھے اور مجھے سید صاحب پر بیجا اعتراض کرنے کا ملزم بنائے مگر حقائق الٰہیہ ایمانیہ سے واقف سمجھ سکتا ہے کہ ساری نبوتوں اور امانتوں اور ولایتوں کی جان اور کامیابیوں کی کلید استقامت ہے اور اس کی جڑھ حقیقت میں وہ ایمان و یقین ہے جو ایک راستباز کو خدا کے کلمات اور اس کے وعدوں پر ہوتا ہے...... مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہی وہ استقامت ہے جو مسیح موعود کے دعویٰ کو دن بدن زور وقوت اور شوکت میں بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ کیا یہ کوئی پوشیدہ بات ہے کہ 1890ء میں دعویٰ اور بینات کی کیا صورت تھی اور آج کیا صورت ہے۔" (الحکم قادیان 10 جولائی 1899ء ص2)

ع

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں

باب سوم

حضرت مولانا نورالدین بھیرویؓ سے تعارف

’’نورالدین‘‘

(تذکرہ مجموعہ کشوف والہامات، بار چہارم ص 681)

حضرت مولانا سیالکوٹیؓ کے پہلے مرشد سر سیّد احمد خاں صاحب بالقابہٗ نے سیدنا حضرت حکیم الامۃ کے ایک مکتوب کے جواب میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے اپنے جوابی مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ:

’’آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جاہل پڑھ کر جب ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے مگر اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی بننے لگتا ہے۔ پھر ترقی کرے تو اسے صوفی بننا پڑتا ہے۔ جب یہ ترقی کرے تو کیا بنتا ہے؟ سر دست میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ افسوس کہ سوال آخر کو آپ نے لاجواب چھوڑا۔ مگر مَیں ان بزرگوں کا دیکھنے والا ہوں جو وحدت شہود کے مقر اور وحدت وجود میں ساکت تھے۔ اس لئے اس کا جواب اپنے مذاق کے موافق عرض کرتا ہوں۔ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدین ہو جاتا ہے۔‘‘

سید احمد، علیگڑھ 8/مارچ 1897ء

(مکتوب سر سید احمد خان بحوالہ الحکم قادیان 14/اپریل 1934ء ص 9)

حضرتِ نورالدین کے حلقۂ احباب میں جو بھی آیا اسے بھی حضرتِ نورالدین نے ’’نورالدین‘‘ بنا دیا۔ حضرت مولوی صاحب مدت سے نیچری خیالات سے متاثر تھے مگر جب نورالدین جیسے پارس سے ٹکرائے تو پھر زمرد والماس، یاقوت اور موتی بن کر نکھرے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ کو ’’نورالدین‘‘ تو ہمارے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے بنایا۔ جس کا اظہار سیالکوٹ میں ایک موقعہ پر حضرت حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے حضرت مولانا راجیکیؓ صاحب کی ایک تقریر سے متاثر ہو کر فرمایا تھا کہ میں تو یہ سمجھا تھا کہ نورالدین ایک ہی ہے۔ ’’ہمارے مرزے‘‘ نے تو کئی نورالدین پیدا کر دیئے ہیں۔ تو ان نورالدینوں میں اسے ایک نورالدین حضرت مولوی

عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بھی تھے۔

حتمی طور پر یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ کب آپ کا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے تعارف ہؤا تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تعلقات 1880ء سے پہلے کے تھے اور موت تک یہ تعلقات قائم رہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے لاڈلے ترین شاگردوں میں سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ایک تھے تو بیجا نہ ہوگا۔ یہاں ایک ابتدائی مباحثہ کا ذکر کرنا مقصود ہے جس سے ہر دو بزرگان کے آغازِ تعلق پر روشنی پڑتی ہے۔

سیالکوٹ میں پیر بابلی شہید کی خانقاہ پر ایک مباحثہ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے برادر نسبتی حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص جو اپنے آپ کو بغدادی مولوی کہتا تھا لیکن دراصل پنجابی تھا، بہت گندہ تھا اور وہابیوں کے خلاف اشتعال انگیز باتیں کہتا تھا۔ اس کی اشتعال انگیزی پر وہابیوں اور حنفیوں میں ایک مباحثہ کی طرح پڑی۔ اہل حدیثوں کی طرف سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی شریک ہوئے اور حنفیوں کی طرف سے بغدادی مولوی کے علاوہ اور بھی کئی مولوی شریک ہوئے۔ مثلاً مولوی غلام قادر صاحب بھیروی۔ تھانہ دار اہل حدیثوں کا مخالف تھا۔ مباحثہ شہر سیالکوٹ سے باہر پیر بابلی شہید کی خانقاہ کے بڑ کے درخت کے نیچے ہؤا۔ ابھی تھوڑی سی گفتگو ہوئی تھی کہ بغدادی مولوی نے سر کے اوپر رومال ہلایا اور تھانے دار نے تالی پیٹ کر کہا کہ وہابی ہار گئے۔ (اس امر کا پہلے ان میں تصفیہ ہو چکا تھا اور یہ شرارت کا الارم تھا) لوگوں نے پتھراؤ کرنا شروع کر دیا۔ ایک فوجی ٹھیکہ دار نے پولیس کو کہا کہ جو کچھ آپ کر رہے میں جانتا ہوں اور اس نے خوب دھمکایا۔ تو پولیس نے مخالفین پر لاٹھی چارج کر کے بھگا دیا اور مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو بحفاظت تمام گھر پہنچا دیا۔ مخالفت اس قدر شدید تھی کہ جب ان کا ایک ساتھی وضو کے لئے ایک گھڑا پانی کا لا رہا تھا تو کسی نے لاٹھی مار کر توڑ دیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب کی حضرت مولوی

نورالدین خلیفہ اولؓ کے ساتھ واقفیت ہوگئی اور حضرت خلیفہ اولؓ پسند کرتے تھے کہ مولوی صاحب اکثر ان کے پاس رہیں اوران سے بہت محبت کرتے ۔سو دو دو تین تین ماہ جموں آپ کے پاس جا کر مولوی عبدالکریم صاحبؓ رہتے تھے ۔

(رسالہ اصحاب احمد، جلد اول، نمبر 3، 1955ء ص 14)

کشمیر میں آمدورفت کا جاری سلسلہ

اس عزیزانہ شہادت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت مولوی صاحب بسلسلہ ملازمت نیز حضرت حکیم نورالدین صاحب بھیروی کی خدمت میں جموں وکشمیر جایا کرتے تھے اور انہی ایام میں حضرت مولانا سیالکوٹیؓ نے آپ سے قرآن حدیث کے معارف بھی پڑھے ۔جسے حضرت حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے بڑے پیار ومحبت اور ناز سے پڑھایا۔ان ایام میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی نیچری خیالات رکھتے تھے لیکن چونکہ وہ بچپن ہی سے حضرت مولانا نورالدین صاحب سے راہ رسم رکھتے تھے اس لئے انہوں نے محض آپ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے بیعت کر لی ۔ بیعت کے بعد اتنا زبردست تغیر ہوا کہ خود ہی فرمایا کرتے تھے ۔

’’میں نے قرآن بھی پڑھا تھا مولانا نورالدین کے طفیل سے ۔حدیث کا شرف بھی ہو گیا تھا ۔گھر میں صوفیوں کی کتابیں بھی پڑھ لیا کرتا تھا ۔مگر ایمان میں وہ روشنی وہ نور معرفت میں ترقی نہ تھی ۔اپنے دوستوں کو اپنے تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ یادرکھو کہ اس خلیفۃ اللہ (حضرت مسیح موعودؑ) کے دیکھنے کے بدوں صحابہ کا زندہ ایمان نہیں مل سکتا ۔ اس کے پاس رہنے سے تمہیں معلوم ہوگا کہ کیسے موقعہ پر خدا کی وحی سناتا ہے اور وہ پوری ہوتی ہے تو روح میں ایک محبت اور اخلاص چشمہ کا پھوٹ پڑتا ہے جو ایمان کے پودے کی آبپاشی کرتا ہے‘‘

اس موقعہ پر ایک شہادت پیش کرنا چاہتا ہوں جو جہاں ہر دو بزرگان کے تعلقات کے بارہ میں بتاتی ہے وہاں اس بات کی طرف بھی غمازی کرتی ہے کہ تحصیل علم کے یہ تعلقات دیرینہ تھے ۔1886ء میں حضرت مولوی صاحب کشمیر میں موجود تھے ۔حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ فرماتے ہیں :

''مجھ پر ایک وقت آیا کہ میں علم حدیث سے نا آشنا تھا اور اس طرف توجہ کرنی پسند نہ کرتا تھا۔میرے مخدوم و استاذ مولوی صاحب جو اس پر حلاوت علم کے ذوق سے حظِ وافر رکھتے تھے۔ مجھے ہمیشہ اس کی طرف توجہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔آخر 1886ء میں جب کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت نے کشمیر میں چھ ماہ کے لئے ایک جگہ رکھا اور مولوی صاحب نے بخاری شریف مجھے سنائی یا یوں کہو کہ میں نے اُن سے سنی۔اس وقت اس مبارک کے برکات مجھ پر منکشف ہوئیں اور اب تو میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ جو کوئی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صورت دیکھنا چاہے وہ حدیث پڑھے۔قرآن شریف پڑھنے کے بعد سعادت مند وہ ہے جو حدیث پڑھتا ہے۔حضرت مولوی نورالدین صاحب کی صحبت سے یہ فائدہ ہوا کہ میں اس قسم کی خوبیوں اور معارف سے واقف ہوا۔ (بدرقادیان 18 ستمبر 1905ء ص3)

وطن مالوف سے محبت کرنا انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔حضرت مولوی صاحب سیالکوٹ سے متعدد مرتبہ کشمیر کے لئے عازم سفر ہوئے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ دیارِ حبیب علیہ السلام کے کوچہ میں دھونی رما کر نہیں بیٹھ گئے۔بسا اوقات حضرت مولوی صاحب،حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیروی کی تحریک پر بھی قادیان گئے اور شروع میں بسلسلہ ملازمت بھی متعدد بار رختِ سفر کشمیر باندھا۔ایک موقعہ کی بابت حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب بھیرویؓ بیان کرتے ہیں:

''1889ء میں جب کہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نہیں تھا کہ میں جموں میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ شاہی طبیب کے پاس (جبکہ میری عمر سولہ سال کی تھی) قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے گیا ہوا تھا۔تو مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دین کے لئے جوش ہونا چاہئے۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی کہ دین کے لئے جوش کسے کہتے ہیں۔انہی دنوں مولوی عبدالکریم صاحبؓ وہاں آئے۔ان کی باتیں سنکر میں نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں عرض کیا۔اب مجھے سمجھ آیا کہ دین کے لئے جوش کسے کہتے ہیں۔تو آپ نے فرمایا درست ہے۔مولوی عبدالکریم صاحبؓ حضرت مولوی صاحب کے شاگرد تھے۔(رسالہ اصحاب احمد،جلد اول،نمبر تین،1955ء ص15)

حضرت مولانا سیالکوٹیؓ 1890ء میں بھی جموں میں مقیم تھے۔حضرت مفتی صاحب کا بیان ہے:

''1890ء میں یہ عاجز امتحان انٹرس پاس کر کے جمّوں گیا اور وہاں مدرسہ میں ملازم ہو گیا۔ایک او مدرس جو میرے ہم نام تھے (مولوی فاضل محمد صادق مرحوم) میرے ساتھ اکٹھے رہتے تھے۔اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ''فتح اسلام'' جمّوں میں پہنچی (غالباً وہ پروف کے اوراق تھے جو قبل اشاعت حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو بھیج دیئے گئے تھے) اس کتاب میں حضرت صاحبؑ نے پہلی دفعہ بالوضاحت عیسیٰ ناصری کی وفات اور اپنے دعویٰ مسیحیت کا ذکر کیا۔وہ کتاب میں نے اور مولوی محمد صادق صاحب نے مل کر پڑھی اور میں نے اس پر چند سوال لکھ کر حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجے۔جن کے جواب کے متعلق حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے جو ان دنوں جمّوں تھے۔مجھے زبانی فرمایا کہ عنقریب ایک کتاب شائع ہوگی۔اس میں ان سب سوالوں کے جواب آجائیں گے۔(غالباً مولوی صاحب کا ازالہ اوہام کی طرف اشارہ تھا۔مرتب) (ذکرحبیب،ص4)

عشق قرآن

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب بھیرویؓ مزید بیان کرتے ہیں:

''ڈاکٹر فضل الدین صاحب بھیروی سیالکوٹ میں اسسٹنٹ سرجن لگے ہوئے تھے۔مولوی عبدالکریم صاحب کی طرح نیچری خیالات کے تھے۔اسی لئے دونوں میں بہت تعلقات تھے۔جموں میں آنے کا جو اوپر میں ذکر کیا ہے ڈاکٹر صاحب بھی ساتھ آئے تھے اور ڈاکٹر صاحب ہمارے کسی بزرگ کے شاگرد رہے تھے۔انہوں نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ سیالکوٹ کا ہائی سکول پڑھائی کے لحاظ سے جموں کے سکول سے اچھا ہے۔بہتر ہے کہ مفتی صاحب وہاں پڑھیں اور قرآن مجید کا ترجمہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ پڑھا دیا کریں گے۔حضرت مولوی صاحبؓ نے یہ بات مان لی اور میں سیالکوٹ ڈاکٹر صاحب کے ہاں رہنے لگا۔مولوی صاحب سہ پہر کو ایک ٹوپی فروش کی دکان پر بیٹھتے تھے۔وہاں جا کر ترجمہ پڑھا کرتا تھا۔دو ماہ میں وہاں رہا۔پھر والد صاحب بھیرہ واپس لے گئے۔انہی دنوں میں نے سنا کہ ایک عرب آیا ہوا ہے۔جو بہت خوش الحان تھا اور سیالکوٹ چھاؤنی میں

نماز پڑھاتا تھا۔مولوی عبدالکریم صاحب باوجود اپنی ٹانگ کی کمزوری کے قرآن سننے کی خاطر چھاؤنی پہنچ کر صبح کی نماز اس کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔ چھاؤنی شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ (محولا بالا ایضاً ص 15-16)

بہر حال یہی تعلقات حضرت مولوی صاحب کو مارچ 1889ء میں لدھیانہ لے گئے اور سیدنا حضرت نورالدین صاحب بھیرویؓ کے کہنے پر آپ نے بیعت کر لی۔جس کا اظہار خود حضرت مولوی صاحب نے کیا ہے۔ بالآخر یہ تعلقات 1893 سے 1905ء تک مسلسل ایک ہی جگہ یعنی قادیان دارالامان میں امام الزمان کی خدمت پر منتج ہوئے اور انہوں نے مسیحا کے دو بازوؤں کے طور پر قادیان میں جان نثار خدمات دینیہ کا دور گزارا اور وفات کے بعد بھی ہر دو بزرگان ایک مقام یعنی بہشتی مقبرہ قادیان میں پھر اکٹھے ہو گئے۔ **وذالک فضل اللّٰہ یوتیہِ من یشآء۔**

باب چہارم

1۔وطن ثانی سیالکوٹ

2۔حضورؑ سے تعلق کاآغاز

3۔بیعت مولانا سیالکوٹی

سیالکوٹ جماعت کی خصوصیات

سیالکوٹ کی جماعت کو یہ امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے کہ یہ سلسلہ میں سب سے پہلی جماعت ہے جس نے حضرت اقدس کے دعاوی کے متعلق قلم سے کام لیکر سلطان القلم کے انصار میں سابق ٹھہرے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے رسالہ قول الفصیح لکھا۔ حضرت مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی نے ''القول الجمیل'' لکھا اور حضرت سید میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ نے پہلے ''دعوت دہلی'' پھر **القول الفصل ماھو بالھزل** اور پھر ایک اور رسالہ ''الجواب'' کے نام سے مولوی سراج الدین صاحب انسپکٹر ڈاک خانہ جات جموں کشمیر کے ایک مضمون کے جواب میں لکھا۔ جو بہت مقبول ہوا۔ (حیات احمد جلد سوم حصہ اول، ص220-221)

یہ سبھی رسائل 1893ء تک شائع ہو چکے تھے۔ سیالکوٹ کو جو سلسلہ احمدیہ عالمگیر میں خصوصی و امتیازی مقام حاصل ہے وہ انہیں بزرگان کی خدمات کی بدولت ہے۔ اس سرزمین میں مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں عشاق پیدا ہوئے اور آج بھی سیالکوٹ کے ان صحابہ کرام کے ہزاروں خاندان اکناف عالم میں خدمات سلسلہ بجالا رہے ہیں۔ 1904ء میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے تو اس وقت سیالکوٹ کی جماعت نے جو اخلاص کا نمونہ پیش کیا اس کی ایک جھلک حضرت مولا بخش صاحب بھٹیؓ کے بیان سے ظاہر ہوتی ہے:

> سیالکوٹ کی سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا ممتاز بنایا ہوا ہے کہ اس میں خدا کے پاک سلسلہ کے حامی اخلاص اور محبت سے بھرے ہوئے دل رکھنے والے کثرت سے موجود ہیں۔ جب حضور مسیح موعودؑ لاہور کے سفر سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ تو جماعت سیالکوٹ کے نہایت اخلاص اور اصرار سے درخواست کرنے پر حضور جو مجسم کرم اور رحمت ہیں۔ بتاریخ 27 ماہ اکتوبر 1904ء اپنے عیال اور اصحاب کو ہمراہ لیکر بذریعہ ریل لاہور کی

راہ سے سیالکوٹ تشریف لائے۔ راستے میں تمام اسٹیشنوں پر مقامی جماعتوں کے لوگ بڑے شوق سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتے رہے اور شام کے ساڑھے چھ بجے سیالکوٹ کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے۔ مخالف مولوی پہلے سے مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے وعظ پر برانگیختہ ہوکر عام لوگوں کو ورغلانے میں مصروف تھے اور وعظوں میں کہتے تھے کہ جو شخص مرزا صاحب کو دیکھنے بھی جائیگا اس کا نکاح فسخ ہوجائیگا اور وہ مرتد ہوجائیگا۔ مگر خدا کب انکی ایسی مخالفتوں کی کچھ پیش جانے دیتا ہے۔ لوگوں میں خودبخود ایسی تحریک تھی اور دیکھنے کے لئے اتنا شوق تھا کہ پہلے سے ہزاروں آدمی اسٹیشن اور پلیٹ فارم اور سڑک اور بازاروں میں جمع ہوگئے اور حضور کی تشریف آوری پر ایک عظیم الشان میلہ لگ گیا اور ہفتہ بھر سیالکوٹ میں دین کا وہ جوش اور شوکت رہی کہ آج تک اس کی نظیر نظر نہیں آئی۔ جماعت سیالکوٹ نے مہمان نوازی کے لئے جو اہتمام اور انتظام کیا۔ وہ ہر نوع سے قابل تحسین اور آفرین ہے۔ فی الواقعہ سیالکوٹ کی جماعت کے لئے یہ بڑا مبارک موقعہ ہے کہ ان میں بیٹھ کر خدا کے مسیح نے یہ لیکچر لکھا اور پڑھایا۔ اے اس شہر کے رہنے والو جس کو خدا کا مامور اپنے مولد کے برابر پیارا سمجھتا ہے۔ تم کو مبارک ہو کہ خدا کا مسیح تم میں آیا اور اس عظیم الشان جلسہ کی عزت تمہیں حاصل ہوئی۔ اے زمین تیرے لئے مبارکی ہو اور خوش ہو اور شادمانی کے گیت گا کہ تجھ میں مہدی آیا۔ اے خدا کے مسیح ! ہے کرشن رودر گوپال تیری جگ میں مہما ہو۔ تیرے قدموں کی برکت سے لوگ ہدایت کا نور پائیں اور ضلالت کے گڑھے سے نکلیں۔ آمین۔‘‘ (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 دیباچہ)

وطن ثانی سیالکوٹ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیالکوٹ کو اپنا وطن ثانی قرار دیا ہے۔ یہ وہ شہر جہاں حضورؑ نے دعویٰ سے قبل سات سال قیام فرمایا اور دعویٰ ماموریت کے بعد بھی اس شہر میں آپ تشریف لے گئے۔اس شہر کی کیا اہمیت ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 1904ء کے ''لیکچر سیالکوٹ'' سے دیکھتے ہیں۔حضورؑ فرماتے ہیں:

''مجھے اس زمین سے ایسی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے''

''پس اے عزیزو اگرچہ آپ کو یہ تو خبر نہیں کہ قادیان میں میرے پاس کس قدر لوگ آئے اور کیسی وضاحت سے وہ پیش گوئی پوری ہوئی۔لیکن اسی شہر میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ میرے آنے پر میرے دیکھنے کے لئے ہزارہا مخلوقات اس شہر کی ہی اسٹیشن پر جمع ہوگئی تھی اور صدہا مردوں اور عورتوں نے اسی شہر میں بیعت کی اور میں وہی شخص ہوں جو براہین احمدیہ کے زمانہ سے تخمیناً سات آٹھ سال پہلے اسی شہر میں قریباً سات برس رہ چکا تھا اور کسی کو مجھ سے تعلق نہ تھا اور نہ کوئی میرے حال سے واقف تھا۔ پس اب سوچو اور غور کرو کہ میرے کتاب براہین احمدیہ میں اس شہرت اور رجوع خلائق سے چوبیس سال پہلے میرے نسبت ایسے وقت میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ جب کہ میں لوگوں کی نظر میں کسی حساب میں نہ تھا۔ اگرچہ میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے براہین (احمدیہ) کی تالیف کے زمانہ کے قریب اسی شہر میں قریبا سات سال رہ چکا۔ تاہم آپ صاحبوں میں ایسے لوگ کم ہونگے جو مجھ سے واقفیت رکھتے ہوں کیونکہ میں اس وقت ایک گمنام آدمی تھا اور احد من الناس تھا اور میری کوئی عظمت اور عزت میری نگاہ میں نہ تھی۔مگر وہ زمانہ میرے لئے نہایت شیریں تھا کہ انجمن میں خلوت تھی اور کثرت

میں وحدت تھی اور شہر میں میں ایسا رہتا تھا جیسا کہ ایک شخص جنگل میں۔ مجھے اس زمین سے ایسی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے کیونکہ میں اپنے اوائل زمانہ کی عمر میں سے ایک حصہ اس میں گزار چکا ہوں اور شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں۔ میرے اس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں یعنی حکیم حسام الدین صاحب جن کو اس وقت بھی مجھ سے محبت رہی ہے وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ وہ کیسا زمانہ تھا اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیشگوئی کرنا کہ ایسے گمنام کا آخر یہ عروج ہوگا کہ لاکھوں لوگ اس کے تابع اور مرید ہو جائیں گے اور فوج در فوج لوگ بیعت کریں گے اور باوجود دشمنوں کی سخت مخالفت کے رجوع خلائق میں فرق نہیں آئے گا بلکہ اس قدر لوگوں کی کثرت ہوگی کہ قریب ہوگا کہ وہ لوگ تھکا دیں۔ کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے؟ اور کیا ایسی پیشگوئی کوئی مکار کرسکتا ہے کہ چوبیس سال پہلے تنہائی اور بے کسی کے زمانہ میں اس عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے۔

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 ص)

دعویٰ ماموریت کے بعد حضورؑ کا سیالکوٹ میں قیام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب مسیح موعود ومہدیٔ معہود ہونے کا دعویٰ کیا تو مسلمانوں اور دوسرے مذاہب والوں کی طرف سے آپ پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ آپ نے ان کے اعتراضات کے ازالہ اور لوگوں کے سمجھانے کی غرض سے نیز اپنا صحیح صحیح پیغام پہنچانے کے لئے جہاں اور دوسرے طریقے اختیار کئے وہاں اس مقصد کیلئے کئی اسفار بھی اختیار فرمائے۔ مثلاً شروع میں آپ ایک لمبا عرصہ لدھیانہ میں مقیم رہے پھر دہلی گئے اور وہاں کافی عرصہ قیام کیا۔ پھر پٹیالہ تشریف لے گئے اور اپنے پیغام کو پہنچایا اسی طرح امرتسر لاہور سیالکوٹ اور جالندھر وغیرہ جا کر کلمہ حق کی اشاعت کی اور حقیقت الامر سے لوگوں کو آگاہ کیا مگر اس سے مخالفت کے طوفان کمی نہیں آئی۔ ہاں ایک فائدہ ان سفروں سے ضرور حاصل ہوا کہ آپ کی آواز بہت جلد ملک کے مختلف حصوں میں پہنچ گئی اور لوگ آپ کے دعویٰ مسیحیت ومہدویت سے واقف ہوگئے۔

حضرت اقدس علیہ السلام چونکہ 1864 سے 1869 تک سیالکوٹ میں رہ چکے تھے اور قادیان کے بعد آپ سیالکوٹ کو بھی اپنا وطن سمجھتے تھے وہاں کے لوگوں نے چونکہ آپ کی زندگی کو دیکھا ہوا تھا اس لئے وہاں جو جماعت قائم ہوئی وہ نہایت مشہور اور معزز طبقہ کے لوگوں کی جماعت تھی اور سیالکوٹ کی جماعت نے متعدد مرتبہ حضورؑ کو سیالکوٹ آنے دعوت دی۔ قیام لاہور میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اس مقصد سے آئے تھے کہ آپ جماعت کی طرف سے استدعا کریں گے۔ چنانچہ حضورؑ نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور آپ فروری 1892ء کے دوسرے ہفتے سیالکوٹ تشریف لے گئے اور حضرت حکیم حسام الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ حضرت حکیم حسام الدین صاحبؓ کے ساتھ آپ کے تعلقات اس زمانہ میں قائم ہوئے جبکہ آپ سیالکوٹ میں مقیم تھے اور حضرت حکیم حسام الدین صاحب کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ انہوں نے حضرت سے طب پڑھی۔ ان کا سارا خاندان سلسلہ میں داخل ہوگیا۔ انہیں ہر قسم کی خدمات کا شاندار موقعہ نصیب ہوا۔

چونکہ سیالکوٹ کے لوگوں نے آپ کے قیام سیالکوٹ کے زمانہ میں آپ کے کردار و سیرت کو دیکھا ہوا تھا اور ان کے دلوں میں آپ کی پاکیزہ زندگی اور غیرت اسلامی کے مظاہروں کا اثر خاص تھا اس لئے انہیں عام طور پر آپ کے دعاوی پر تعجب تو ہوا مگر انہوں نے آپ کی مخالفت میں کوئی ایسا قدم اٹھانیکی جرأت جو شرافت اور اخلاق سے گرا ہوتا۔ بعض مخالف الرائے علماء بھی موجود تھے مگر ان میں سے جو ممتاز تھے جیسے مکرم مولوی ابو یوسف مبارک صاحب مرحوم مسجد چھاؤنی انہوں نے بیعت کرلی اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کے لئے تو عوام کے قلوب میں تو ایک خاص کشش تھی۔ حقیقت اسلام اور معارف قرآن کریم پر ان کی تقریروں اور درس میں کثرت سے لوگ شریف ہوتے تھے۔ ان کی بیعت سے بھی متاثر تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی قسم کی ذلیل حرکات آپ کے مقابلہ میں نہیں ہوئیں۔ لوگ آتے اور سوالات بھی کرتے اور حضرت جواب دیتے۔ بعض اوقات اس سلسلہ میں تقریر بھی فرماتے۔

اہل سیالکوٹ کے دلوں میں آپ کے لئے خاص عزت تھی اس لئے یہاں اس قسم کی بیہودگی نہیں ہوئی جو دہلی میں ہوئی اور لاہور سے بھی بہت زیادہ اختلاف عقیدہ احترام آپ کا ہوا اور آپ کی بیعت میں ممتاز شرفائے سیالکوٹ اور مشہور علماء دین سلسلہ بیعت میں داخل ہوگئے۔ اگرچہ یہ

کوئی بڑی جماعت نہ تھی مگر ان کا ہر ایک فرد اپنی جگہ پر ایک جماعت تھا۔ حضرت صاحب مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا سکہ ان کی قرآن خوانی اور خطابت اور غیرت اسلام کی وجہ سے تعلیم یافتہ اور دوسرے لوگوں پر تھا ایسا ہی صدر بازار کی جامع مسجد کے امام حضرت مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحبؓ بھی سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے اور معزز خواتین بھی داخل سلسلہ ہوئیں چنانچہ انہی دنوں میں حضرت سر ظفر اللہ خاں صاحب کی والدہ ماجدہ جو صاحب کشف والہام تھیں داخل سلسلہ ہوئیں۔ اس وقت تک چوہدری نصر اللہ خانصاحب نے بیعت نہیں کی تھی مگر وہ مخالف بھی نہ تھے وہ اپنے معاصرین میں ایک ممتاز اور مشہور قانون دان ہونے کے علاوہ عملی اسلامی زندگی میں بھی مشارٌ علیم تھے۔ (مزید تفصیل کیلئے حیات احمد از عرفانی الکبیر، ''میری والدہ'' از حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانؓ)

علامہ اقبال کی بیعت

یہاں ضمناً یہ ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ (شاعر مشرق) ڈاکٹر سر محمد اقبال (1873ء تا 1938ء) کے والد بزرگوار شیخ نور محمد صاحب (متوفی 1929ء نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ اور حضرت سیّد میر حامد شاہ صاحب کی تحریک پر 92-1891 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ ان دنوں سر اقبال سکول میں پڑھتے تھے اور اپنے باپ کی بیعت کے بعد وہ بھی اپنے آپ کو احمدیت میں شمار کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معتقد تھے۔ یہ روایت حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی برادر نسبتی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، روایت نمبر 858 ص 249)

اور ان کے دونوں فرزند شیخ عطا محمد صاحب اور ڈاکٹر محمد اقبال بھی اپنے آپ کو جماعت میں شمار کرتے تھے حضرت شیخ عطا محمد صاحب تو 313/احباب میں شامل ہیں اور حضرت اقدس سے ارادتمندانہ تعلق رکھتے تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ علامہ اقبال نے خود قادیان جا کر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بیعت کی تھی۔ چنانچہ اس کی بابت علامہ اقبال کے ہمعصر اور ہم جلیس حضرت بابو غلام محمد صاحب روایت کرتے ہیں:

''مارچ 1897 میں ہم لاہور کے تعلیم یافتہ چند نوجوانوں نے ارادہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب کو قادیان جا کر ان کے گھر میں دیکھنا چاہیئے۔ ہم میں سے ہر شخص نے

اعتراضات سوچ رکھے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اور چوہدری شہاب الدین صاحب بھی اس قافلے میں ساتھ تھے۔ جب ہم قادیان پہنچے تو گول کمرے میں ہماری حضورؑ سے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ جب حضورؑ تشریف لائے تو آتے ہی ایک تقریر کے رنگ میں ہمارے سارے اعتراضات کا مکمل جواب دے دیا۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب، چوہدری شہاب الدین صاحب، ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب اور خاکسار نے بیعت کر لی''۔

(لاہور تاریخ احمدیت، صفحہ 217)

اور اخلاق فاضلہ کا وہ عظیم الشان مظاہرہ بھی اسی رات ہوا۔ اس رات چارپائیاں کم پڑ گئیں تو حضور نے فوری طور پر ایک چارپائی بننے والے کا انتظام کیا اور اس دوران حضور دِیا ہاتھ میں پکڑ کر اسے روشنی دکھاتے رہے۔ تا مہمانوں کیلئے جلدی جلدی چارپائی تیار کی جا سکے۔

(محولہ بالا ایضاً صفحہ 218)

یہ اسی عقیدت کا نتیجہ تھا کہ دو ایک سال بعد جب سعد اللہ لدھیانوی نے حضرت اقدسؑ کی ذات پر نہایت گندے اور لغو اعتراضات کئے تو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب جو ان دنوں سکاچ مشن سکول سیالکوٹ میں ایف اے کے طالب علم تھے حضرت اقدس پر یہ سوقیانہ جملے برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے اس کے جواب میں حضور علیہ السلام کو آفتاب صدق تسلیم کیا اور ایک طویل نظم لکھی جس ایک مصرعہ یہ تھا۔

سعدیا دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی

(آئینہ حق نما، مؤلفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی 101)

آئندہ ابواب میں سیالکوٹ کی ایک مایہ ناز ہستی جس سے حضرت اقدسؑ بے پناہ محبت رکھتے تھے اور جن کے علاج و معالج کے لئے باوجودیکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے واضح الہامات ہو چکے تھے جو ان کی موت پر دلالت کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود اس پیارے آقا علیہ السلام نے ان کے علاج و معالجہ میں اس زمانہ میں ہزار ہا روپے خرچ کر کے انتہاء کر دی۔ انہیں بچانے کے لئے دعاؤں کی انتہاء کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے ظاہری اسباب بروئے کار لائے اور برصغیر کے چوٹی کے اطباء سے آپ کا علاج کروایا۔ تاہم تقدیر مبرم غالب آ کر رہی اور حضرتِ مخدوم الملۃ دارِ جاودانی کو کوچ کر گئے۔

سیدنا حضرت اقدس سے تعلقات کا آغاز

اس بات کا قوی امکان ہے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی سے جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا دوستانہ ہوا تو اس کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک قسم کا تعلق قائم ہو چکا تھا۔ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

1881ء یا 1882ء کی بات ہے جبکہ آپ بالکل جوان ہی تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے توسط سے آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی تو حضور اقدس کی پاک صحبت سے حضرت مولوی صاحب موصوف کے نیچریت کے تمام خیالات حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔

(سیرت المہدی حصہ اول طبع دوم، ص 289)

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام آپ کے متعلق ایک شعر میں تحریر فرماتے ہیں ؎

مدت در آتش نیچر فردا افتادہ بود
این کرامت بیں کہ از آتش برد آور سلیم

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا حضرت اقدسؑ کی صحبت سے فیضیاب ہونا حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیروی کی مرہون منت ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا کہ 1880ء کے عشرہ جن ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کشمیر میں تھے انہی ایام حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی کشمیر میں ملازم تھے، اور آپ کا گہرا قریبی تعلق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان یام کے مکتوبات جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے نام ہیں یا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے نام، وہ خطوط ان تعلقات پر پروشنی ڈالتے ہیں۔ اس کی دو مثالیں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تاہم اس قبل ایک خط جو حضور نے حضرت مولینا نورالدین صاحب بھیرویؓ کے نام لکھا جس میں حضرت مولانا سیالکوٹیؓ کا بھی ذکر ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج عنایت نامہ موصول ہوکر موجب خوشی ہوا۔میں نے آپ کے اس خط کو بھی یادداشت میں رکھ لیا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ جلشانہٗ ابواب خیر وخوبی دارین آپ پر منکشف کرے۔ یہ سچ ہے کہ آپ کے لئے میری دعا محدود نہیں اور نہ بے جوش ہے مگر ترتیب آثار وقت پر موقوف ہے۔کارشادی کیلئے استخارہ مسنونہ عمل میں لاویں پھر اگر انشراح صدر سے میل خاطر جلدی کی طرف ہوتو جلدی سے اس کار خیر کوسرانجام دیویں ورنہ بعد فراغت سفر پونچھ۔ پانچ نسخہ شحنہ حق اور ایک حصہ رگوید آج رجسٹری کرا کر معرفت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ارسال خدمت کیا گیا یہ وید بطور مستعار ارسال خدمت ہے اس سے جس قدر مطلب نکلتا ہوایک یادو ماہ میں نکال کر پھر بذریعہ رجسٹری واپس فرمادیں کہ مجھ کو اکثر اس کی ضرورت پڑتی ہے۔

والسلام خاکسار

غلام احمد از قادیان

14/اپریل 1887ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ دوم)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب محررہ 14 مئی 1887ء میں فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی میاں کریم بخش صاحب سلمہ تعالیٰ

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا عنایت نامہ جو محبت اور اخلاص سے بھرا ہوا تھا پہنچا۔جس قدر آپ نے خلوص

اور محبت سے خط لکھا ہے اس کا شکر گذار ہوں۔خداوند کریم آپ کو اس کا اجر بخشے۔بیشک اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نہایت قابل تعریف اخلاق سے متخلق ہیں اور مجھ کو ان کے ہر ایک خط کے دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ ان نادرالوجود مردوں میں سے ہیں کہ جو دنیا بہت ہی کم ہیں۔صفت جوانمردی اور یک رنگی اور خلوص اور وفا اور روبحق ہونے کے اور بایں ہمہ انشراح صدر اور غربت اور فروتنی اور تواضع ایسی ان میں پائی جاتی ہے کہ جس پر درحقیقت ہر ایک مومن کو رشک کرنا چاہئے۔**ذالک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء**۔

اور مجھے بہت کامل تجربہ ہے کہ اللّٰہ جلّ شانہ پر کوئی شخص اپنی صفائی میں سبقت نہیں لے جاسکتا اور وہ محسنین کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ہاں یہ بات ہے کہ درمیانی زمانوں میں ابتلاء کے طور پر کشف خیر میں کچھ توقف ہوتی ہے۔مگر رحمت الٰہی اس کی دستگیری کرتی ہے اور مومن کو چشمہ گریاں کے ساتھ اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ربانی نیکی اور رحمت اور مروت اس کی نیکی سے بڑھ کر ہے۔سو میں دلی اطمینان سے مولوی حکیم نورالدین صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ ہر ایک بات میں امیدوار رحمت الٰہی رہیں۔خدا تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرے گا۔وہ جس کے ہاتھ میں سب قدرتیں ہیں نہایت ہی غفور الرحیم ہے۔وفادار بندے آخر اس سے اپنی مرادیں پاتے ہیں۔اس کا قدیم سے اپنے خالص بندوں کے لئے یہی قانون ہے۔درمیان میں کچھ کچھ تکلیف اور خوف اور حزن اٹھا کر انجام کار فائز المرام ہوتے ہیں۔والسلام۔

خاکسار

غلام احمدؐ از قادیان

14 مئی 1887ء

کریم بخش سے عبدالکریم

اس جگہ آپ کے نام کی تبدیلی کے بارہ میں ایک اہم خط پیش کیا جا رہا ہے۔اس خط کے بارہ میں مرتب مکتوبات احمد یہ حضرت شیخ عرفانی الکبیر تحریر کرتے ہیں:

یہ خط حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللّٰہ عنہ کے نام ہے جو ان ایام میں کریم بخش کہلاتے تھے۔اس لئے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا نام ان کے والدین نے کریم بخش ہی رکھا تھا۔میں نے آپ کے والد ماجد چودہری محمد سلطان صاحب کودیکھا کہ وہ ہمیشہ کریم بخش ہی کہا کرتے تھے......۔پھراس خط سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ان ایام میں حضرت مولوی صاحب (حکیم الامۃ) پرکوئی ابتلاء تھا۔جیسا کہ حضرت حکیم الامۃ کی عام عادت تھی۔انہوں نے خودحضرت اقدس کواس سے متعلق کچھ نہیں لکھا۔بلکہ خودحضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اس تعلق اورمحبت کی بنا پر جوانہیں حضرت حکیم الامۃ سے تھا۔براہ راست حضرت قدس کواطلاع دی ہے جس پر حضرت نے یہ تسلی نامہ مولوی عبدالکریم صاحب کولکھا اورانہوں نے حضرت حکیم الامۃ کو دکھایا اورحضرت حکیم الامۃ نے اسے اپنے خطوط میں منسلک کرلیا۔(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر2باراول،دسمبر1928ص30)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس خط سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ 1887ء میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی حضرت حکیم نورالدین بھیروی کے پاس کشمیر میں تھے۔سیدنا حضرت مسیح موعود رعلیہ السلام اپنے مکتوب بنام حضرت حکیم نورالدین بھیرویؓ محررہ 22فروری1888ء میں فرماتے ہیں:

”آپ کے اخراجات ایسے حد سے بڑھے ہوئے ہیں کہ جن کے سبب ہمیشہ آپ کو تہیدست رہنا پڑے پڑتا ہے۔یہاں تک کہ میں نے مولوی کریم بخش صاحب کی زبانی سنا ہے کہ جوآٹھ سوروپیہ مجھ کوآپ نے بھیجا تھا وہ بھی قرضہ لے کر ہی بھیجا تھا۔سوامن سے **لا تبسط کل البسط** کی طرف خیال رکھنا چاہئے اوراپنے نفس سے ایک مستحکم عہدکرلیں کہ تیسرا یا چوتھا حصہ تنخواہ میں سے خرچ کریں اور باقی کسی دوکان وغیرہ وغیرہ میں جمع کرادیں۔امید کہ ان تنخواہ میں سے خرچ کریں اور باقی کسی دوکان میں جمع کرادیں۔امید کہ ان امور سے آپ مجھ کو اطلاع دیں گے،باقی سب خیریت ہے۔والسلام۔

خاکسار غلام احمدازقادیان

22فروری1888ء

(محولہ بالا ایضاً ص52)

لدھیانہ میں ایک لیکچر

یہاں یہ ایک روایت درج کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کے حضرت اقدسؑ کے بیعت کے پہلے سے بھی تعلقات تھے۔ممکن ہے کہ یہ واقعہ 1888یا1889ء کا ہو بہرحال بیعت سے پہلے کا ہے۔حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ دہلوی فرماتے ہیں:

''لدہیانہ میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے کہا کہ آپ اسلام پر ایک لیکچر دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ میں نے اپنے اس زمانہ کے علم کے مطابق بڑے زورشور سے لیکچر دیا اور حضرت صاحب بھی اس میں شریک ہوئے۔مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس وقت میں نے ابھی بیعت نہ کی تھی۔خاکسار (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ) عرض کرتا ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب کے حضرت صاحب سے قدیم تعلقات تھے جو غالباً حضرت خلیفہ اولؓ کے واسطہ سے قائم ہوئے۔مگر حضرت مولوی صاحب موصوف نے بیعت کچھ عرصہ بعد کی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جماعت کے بہترین مقررین میں سے تھے اور آواز کی غیرمعمولی بلندی اور خوش الحانی کے علاوہ ان کی زبان میں غیرمعمولی فصاحت اور طاقت تھی جو سامعین کو مسحور کرلیتی تھی۔'' (سیرت المہدی حصہ سوم، روایت نمبر 671)

بیعت حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار 4 مارچ 1889 پر جموں، خوست، بھیرہ، سیالکوٹ، گورداسپور، گوجرانوالہ، پٹیالہ، جالندھر، مالیرکوٹلہ، انبالہ، کپورتھلہ اور میرٹھ وغیرہ اضلاع سے متعدد مخلصین لدھیانہ پہنچ گئے۔ بیعت اولیٰ کا آغاز لدھیانہ میں حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری کی روایت کے مطابق 20 رجب 1301ھ بمطابق 23 مارچ 1889ء کو حضرت منشی صوفی احمد جان لدھیانوی کے مکان واقعہ محلّہ جدید میں ہوا۔ وہیں بیعت کے تاریخی ریکارڈ کے لئے ایک رجسٹر تیار ہوا جس کی پیشانی پر یہ لکھا گیا ''بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ وطہارت'' رجسٹر میں ایک نقشہ تھا جس میں نام ولدیت اور سکونت درج کی جاتی تھی۔

(سیرت المہدی جلداول، روایت نمبر 96)

23 مارچ 1889ء یعنی بیعت اولیٰ کے آغاز کے موقع پر حضرت مولانا موصوف نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی نوراللہ مرقدہ کی توجہ دلانے پر آپ ایک یا دو روز بعد بیعت کی۔ اس کے بارہ میں ایک روایت ہے۔

''جب لدھیانہ میں پہلی بیعت ہوئی تو حضرت مولوی صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے انہوں دنوں میں بیعت کی۔ آپ مولوی نورالدین صاحب کے کہنے کے مطابق بیعت کرنے کے لئے حضور اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضور نے مولوی نورالدین صاحب کو بھی بلا لیا اور ان کے ہاتھ میں آپکا ہاتھ رکھا اور ہر دو کے ہاتھوں کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے ہاتھ میں لئے پھر مولوی صاحب کی بیعت لی'' (سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 289)

بیعت اولیٰ کے یوم اول کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی رفیق حضرت مولوی عبداللہ سنوریؓ کا بیان ہے:

’’جب حضرت اقدس نے پہلے دن لدھیانہ میں بیعت لی تو اس وقت آپ ایک کمرہ میں بیٹھ گئے اور دروازہ پر شیخ حامد علی کو مقرر کر دیا تھا اور شیخ حامد علی کو یہ کہہ دیا تھا کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے اندر بلاتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے پہلے حضرت خلیفۃ اول کو بلایا ان کے بعد میر عباس علی کو پھر میاں محمد حسین مرادآبادی خوشنویس کو اور چوتھے نمبر پر مجھ کو اور پھر ایک یا دو اور لوگوں کو نام لے کر اندر بلایا۔ پھر اس کے بعد شیخ حامد علی کو کہہ دیا کہ خود ایک ایک آدمی کو اندر داخل کرتے جاؤ۔...... میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ بیعت اولیٰ کے دن مولوی عبدالکریم صاحب بھی وہیں موجود تھے۔ مگر انہوں نے اس دن بیعت نہیں کی۔ (سیرت المہدی جلد اول، روایت نمبر 96)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے یوم اول کو بیعت نہ کرنے کی وجہ خود اپنی زبانی بیان فرمائی ہے۔ اپنی بیعت کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’مارچ 1889ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شرف بیعت حاصل کیا۔ 1891ء میں آپ کی صحبت مستقل طور پر رہنے کی توفیق ملی اور 1893ء کے آغاز میں آپ کے وہ علوم وحقائق مجھ پر منکشف ہوئے کہ میرے سینے کو لوثِ اغیار سے دھو ڈالا۔ (لیکچر حضرت مرزا غلام احمد نے کیا تجدید کی، دیباچہ، مطبوعہ فروری 1899)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اپنی بیعت کے بارہ میں خود بیان فرماتے ہیں:

’’مارچ 1888ء کا ذکر ہے۔ (خاکسار نے تلاش کیا ہے مگر مارچ 1888ء میں حضور علیہ السلام کا کوئی بیعت کا اشتہار نہیں ملا۔ ممکن ہے کہ شائع ہوا ہو جو دستیاب نہیں ہوسکا۔ تاہم حضرت مولوی صاحب نے 1888ء ہی لکھا ہے۔ اس لئے تاریخ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ بیعت کا اشتہار حضرت قدس علیہ السلام نے مارچ 1889ء میں دیا تھا۔ جو کہ مجموعہ اشتہارات جلد اول میں شامل ہے۔ مرتب) کہ حضرت امامؑ نے بیعت کا اشتہار شائع کیا اور مولوی (نورالدین بھیروی نوراللہ مرقدہ) صاحب لدھیانہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ میں صاف کہوں گا کہ میں اپنی خوشی سے نہیں گیا بلکہ زور سے (حضرت مولوی نورالدینؓ) ساتھ لے گئے۔ ان دنوں میں بیعت کرنے کا اول فخر مولوی صاحب کو ہوا۔ مگر میں اس وقت بھی اڑ گیا اور روح میں کشایش اور سینہ میں انشراح نہ دیکھ کر رکا۔

مولوی صاحب کے اصرار اور الحاح سے بیعت کر لی۔ یہ سچا اظہار ہے شاید کسی کو فائدہ پہنچے۔ اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دل و روح ایک پاک تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ میں نے اس دوا کو جن کا میں ایک عرصہ دراز سے جویان تھا قریب یقین کیا۔ میرے دل میں ایک سکینت اترتی۔'' (الحکم قادیان 31/ اکتوبر 1899ء)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیرویؓ کے تاثرات

''1889۔ لُدھیانہ میں جب پہلی بیعت ہوئی اور حضرت مولینا حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے سب سے اول بیعت کی، تو اس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے خیالات نیچریوں کے سے تھے اور وہ بیعت کی قدر نہ جانتے تھے۔ مگر حضرت مولینا حکیم نورالدین صاحبؓ کی نصیحت پر عمل کر کے جوان کے استاد تھے۔ بیعت کے واسطے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت صاحبؑ نے مولوی نورالدین صاحب رضی اللّٰہ کو بلایا اور ان کے ہاتھ میں مولانا عبدالکریم صاحبؓ کا ہاتھ رکھا اور ان ہر دو کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور تب اُن سے (مولوی عبدالکریم صاحب سے) بیعت کے الفاظ کہلوائے۔ (یہ واقعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضی اللّٰہ عنہ خود سنایا کرتے تھے۔) جو بیعت پہلے دن ہوئی اور اس میں چالیس افراد کی بیعت لی گئی تھی۔ اس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ شامل نہ تھے۔ مگر انہی ایام میں انہوں نے بیعت کی۔''

(ذکرِ حبیب صفحہ 9)

اس بحث سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم نے مارچ 1889ء کو بیعت کر لی تھی۔ البتہ یہ ضروری نہیں کہ آپ نے 23 کو ہی بیعت کی ہو تاہم انہی ایام میں بیعت کر لی تھی کیونکہ آپ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے مارچ 1889ء میں بیعت کر لی تھی۔ اس بحث کے آخر میں خاکسار حضرت شیخ عرفانی الکبیرؓ کی رائے درج کرتا ہے۔

''حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت المہدی جلد دوم میں روایت شائع کی ہے کہ انہوں نے اس وقت بیعت نہ کی تھی۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ خود اسی رجسٹر میں نمبر 43 پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا نام یوم اول میں درج ہے اور میاں الہ دین اور

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے اسماء ترتیب کے لحاظ سے نمبر بارہ کے بعد آتے ہیں۔ (حیات احمد جلد سوم حصہ اول، ص 23-24)

رجسٹر بیعت اولیٰ کے مطابق آپ کا اندراج یوں ہے

''نمبر شمار 43 ولد محمد سلطان سیالکوٹ مدرس بورڈ سکول'' (رجسٹر بیعت اولیٰ)

یہ بات ثقہ روایات سے ثابت ہے کہ پہلے دن 40/احباب نے بیعت کی تھی۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے 24 مارچ 1889ء کو بیعت کی سعادت حاصل کی۔ البتہ رجسٹر کے اندراج کے مطابق آپ کا اسم گرامی پہلے دن کی بیعت میں شامل ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

سیالکوٹ میں درس القرآن

بیعت کے بعد آپ نے سیالکوٹ اپنے محلّہ کی مسجد میں باقاعدگی کے ساتھ درس قرآن کریم دینا شروع کیا۔ لوگ بکثرت آکر سنا کرتے تھے۔ ایک بار ایک تحصیلدار نے مغرب کے وقت آپ کا درس سنا اور بعد میں کہا کہ آپ کو ڈپٹی کمشنر (جو انگریز تھا) نے بلایا ہے۔ آپ جب فرمادیں اس وقت آپ کے منشاء کے مطابق ٹانگے لے آؤں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کل آپ آجاویں۔ چنانچہ اگلے روز آپ ڈپٹی کمشنر صاحب کے ہاں تشریف لے گئے اور دریافت کیا کہ آپ نے مجھے کس لئے بلایا ہے۔ اس نے کہا کہ میں مسلمانوں کا خیر خواہ ہوں۔ میرا باپ بھی خیر خواہ تھا۔ میرے یہ کان سن سن کر تھک گئے ہیں کہ آپ روزانہ سرکار کے خلاف وعظ کرتے ہیں میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو بلا کر دریافت کروں کہ کونسی وجہ شکایت ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے قرآن کریم کی وہ آیات جس میں اولوالامر کی اطاعت کا ذکر ہے شیریں الفاظ میں تلاوت کیں۔ اس سے وہ رام ہوگیا حضرت مولوی صاحب نے کہا آپ نے سن لیا جو میں نے تلاوت کیا یہ قرآن مجید ہے۔ اسے خدا کا کلام جانتا ہوں نیز آنحضرت صلی اللّٰہ وعلیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان ہے۔ ان سب کا یہی کہنا ہے کہ حکام سے تعاون کیا جائے پھر مجھے کیونکر شکایت ہوسکتی ہے اس پر ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ مجھے اس وقت ملے جب میرے تبادلہ کا تار آگیا ہے۔ لیکن میں لکھ جاؤں گا کہ مولوی صاحب کے متعلق تمام رپوٹیں غلط ہیں۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ جو بھی ڈپٹی کمشنر بن کر آئے آپ اسے ضرور ملا کریں۔ آپ مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

’’ازالہ اوہام‘‘ میں ذکر خیر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالہ اوہام 1891ء میں تصنیف فرمائی۔حضرت مولوی صاحب کو بیعت کئے ابھی قریباً دو سال ہی ہوئے تھے۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس وقت تک آپ کے تعلقات کی جو نوعیت تھی وہ ان ارشادات سے مترشح ہوتی ہے۔آپؑ نے اس کتاب میں دو جگہ حضرت مولوی صاحب کا ذکر خیر فرمایا ہے۔حضورؑ کا ارشاد ہے:

’’میرے ایک مخلص دوست مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جو نوتعلیمیافتہ جوان اور تربیت جدیدہ کے رنگ سے رنگین اور نازک خیال آدمی ہیں جن کے دل پر میرے محبّ صادق اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب کی مربیانہ اور اُستادانہ صحبت کا نہایت عمدہ بلکہ خارق عادت اثر پڑا ہوا ہے وہ بھی جو اَب قادیان میں میرے ملنے کے لئے آئے وعدہ فرما گئے ہیں کہ مَیں بھی تہذیب حقیقی کے بارہ میں ایک رسالہ تالیف کرکے شائع کرونگا۔کیونکہ مولوی صاحب موصوف اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ دراصل تہذیب حقیقی کی راہ وہی راہ ہے جس پر انبیاء علیہم السلام نے قدم مارا ہے۔جس میں سخت الفاظ کا داروئے تلخ کی طرح گاہ گاہ استعمال کرنا حرام کی طرح نہیں سمجھا گیا بلکہ ایسے درشت الفاظ کا اپنے محل پر بقدرِضرورت و مصلحت استعمال میں لانا ہر ایک مبلغ اور واعظ کا فرض وقت ہے۔جس کے ادا کرنے میں کسی واعظ کا سُستی اور کاہلی اختیار کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ غیراللّٰہ کا خوف جو شرک میں داخل ہے اس کے دل پر غالب اور ایمانی حالت اس کی ایسی کمزور اور ضعیف ہے جیسے ایک کیڑے کی جان کمزور اور ضعیف ہوتی ہے۔سو میں اُس دوست کے لئے دعا کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اس تالیف کے ارادہ میں روح القدس سے اُسکی مدد فرماوے۔میرے نزدیک بہتر ہے کہ وہ اپنے اس رسالہ کا نام تہذیب ہی رکھیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے اس دوست کو یہ جوش ایک مولوی صاحب کے اعتراض سے پیدا ہوا ہے جو قادیان کی طرف آتے وقت اتفاقاً لاہور میں مل گئے تھے جنہوں نے اس عاجز کی نسبت اسی بارہ میں اعتراض کیا تھا۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 ص 119-120)

ممکن ہے یہ رسالہ ''تہذیب'' بعد میں شائع بھی ہوا ہو تاہم راقم الحروف کو دستیاب نہیں ہوسکا۔

ازالہ اوہام حصہ دوم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''**حبّی فی اللّٰہ** مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ مولوی صاحب اس عاجز کے یکرنگ دوست ہیں اور مجھ سے ایک سچی اور زندہ محبت رکھتے ہیں اور اپنے اوقات عزیز کا اکثر حصہ انہوں نے تائید دین کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ اُن کے بیان میں ایک اثر ڈالنے والا جوش ہے۔ اخلاص کی برکت اور نورانیت اُن کے چہرہ سے ظاہر ہے۔ میری تعلیم کی اکثر باتوں سے وہ متفق الرائے ہیں مگر میرے خیال میں ہے کہ شاید بعض سے نہیں۔ لیکن اخویم مولوی حکیم نوردین صاحب کے انوار صحبت نے بہت سا نورانی اثر اُن کے دل پر ڈالا ہے اور نیچریت کی اکثر خشک باتوں سے وہ بیزار ہوتے جاتے ہیں اور درحقیقت میں بھی اِس بات کو پسند نہیں کرتا کہ الٰہی کتاب کے واقعی اور سچے منشاء کے مخالف نیچر کے ایسے تابع ہو جائیں کہ گویا کامل ہادی ہمارا وہی ہے۔ میں ایسے حصّہ نیچریت کو قبول کرتا ہوں جس کو میں دیکھتا ہوں کہ میرے مولیٰ اور ہادی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اس کو قبول کر لیا ہے اور سُنّت اللّٰہ کے نام سے اس کو یاد کیا ہے۔ مَیں اپنے خداوند کا کامل طور پر قادر مطلق سمجھتا ہوں اور اسی بات پر ایمان لا چکا ہوں کہ وہ جو چاہتا ہے کر دکھاتا ہے اور اسی ایمان کی برکت سے میری معرفت زیادت میں ہے اور محبت ترقی میں۔ مجھے بچوں کا ایمان پسند آتا ہے اور فلسفیوں کے بودے ایمان سے میں متنفّر ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب اپنی محبت کے پاک جذبات کی وجہ سے اور بھی ہمرنگی میں ترقی کریں گے اور اپنے بعض معلومات میں نظر ثانی فرمائیں گے۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 ص 523-524)

قادیان میں آمد کی بابت خود حضرت مولوی صاحب کا بیان ہے:

''1890ء میں مسیح موعود کے دعویٰ کا اعلان ہوا اور اس سال کے آخر میں حضور نے مجھے خط لکھا کہ میں ازالۂ اوہام تصنیف کر رہا ہوں اور بیمار ہوں کاپیاں پڑھنی پروف دیکھنے خطوط لکھنے کی تکلیف کا متحمل نہیں ہوسکتا جس طرح بن پڑے آجائیں۔ ادھر سے

مولوی نورالدین صاحب کا خط آیا کہ حضرت کو تکلیف بہت ہے لدھیانہ جلدی جاؤ۔
اس وقت میں مدرسہ میں مدرس تھا۔ وہاں سے رخصت لے کر لدھیانہ پہونچا اور میں
اقرار کرتا ہوں کہ ہنوز دنیا اور ہوائے دنیا سے میرا دل سیر اور نوکری سے قطعاً بیزار نہ ہوا
تھا اور جو دس پندرہ روپے ملتے تھے انہیں غنیمت سمجھتا تھا اور عزم تھا کہ اختتام پر پھر اس
سلسلہ کو اختیار کرونگا۔'' (الحکم قادیان 31/اکتوبر 1899ء)

غرض سیدنا حضرت اقدسؑ سے ایسا تعلقِ عشق جوڑا کہ ہر دو جہان کی رفاقت حاصل کر لی۔ اس کے بعد آپ کی قادیان کی زندگی کا نہایت اہم دور شروع ہوتا ہے۔

باب پنجم

قادیان میں

قادیان کی غیر مترقبہ نعمتیں

1۔ حضرت مسیح موعودؑ کے نورانی اور فرحت بخش چہرہ کی زیارت، آپ کی مجلس، پاک تاثیرات اور شریں بیان۔

2۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی قرأتِ قرآن اور حسنِ بیان۔

3۔ حضرت حکیم نورالدین صاحب کا درس قرآن و وعظ و نصائح اور صاحب مال ہونے کی کیفیت

4۔ محمد اسماعیل صاحب مدرس، سرساوی، قادیانی میاں نور احمد صاحب کابلی کی اذان برائے فجر۔

5۔ زیادت علوم دینیہ و واقفیت سنن الٰہیہ جو انسان کو یہاں رہنے سے بلا کسب خود بخود وہبی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔

(الحکم قادیان 16 مارچ 1904ء ص2)

قادیان میں غلام، اپنے آقا کی خدمت میں

سیالکوٹ سے قادیان تک

دراصل آپ کی اصل ہجرت تو بیعت کے دن ہی ہوگئی تھی۔تاہم آپ کی قادیان کی طرف ہجرت یکلخت نہ ہوئی۔ بلکہ 1890ء میں چند ماہ دیارِمسیح میں رہنے کی سعادت ملی اور 1893ء تک تین تین ماہ یا چھ چھ ماہ بھی آپ کو قادیان میں صحبت المہدی علیہ السلام میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔یہی وہ وقت تک کہ حضرت مولوی صاحب کی کایا ہی پلٹ گئی۔آپ کا یہ سارا بیان گذشتہ صفحات میں بیان کیا چکا ہے۔آپ کی ہجرت قادیان کے بارہ میں مختلف آراء ہیں۔اس کی وجہ یہی ہے قادیان سے آپ کا سیالکوٹ آنا جانا رہتا تھا۔تاہم آپ کا اپنا بیان ہے کہ:

> میں جو 1890ء سے یہاں رہتا ہوں خلوت میں جلوت میں ہر حال میں آدھی رات تک اپنے امام کی گفتگو سنی ہے۔میں خوب جانتا ہوں کہ میری روح نے دھوکا نہیں کھایا ہے۔میں نے دیکھا ہے کہ امام کی روح میں خدا کی نصرتیں اس کے ساتھ ہیں۔

(الحکم قادیان 29 دسمبر 1899 ص4)

اس سلسلہ میں مؤسس الحکم حضرت شیخ عرفانی الکبیرؓ کی فرماتے ہیں:

> ’’حضرت مرحوم یوں تو وقتاً فوقتاً حضرت اقدسؑ کے ہاں آتے رہتے اور مہینوں قیام فرماتے اور آپ کے تحریری کام میں ہاتھ بٹاتے، کاپیاں پروف پڑھتے، خطوط کے جواب دیتے، لیکن والدین کی خدمت اور کشش سیالکوٹ بھی لے جاتی مگر وہاں خاموش نہ رہتے۔باقاعدہ درس دیتے، تقریریں کرتے۔چنانچہ خلافت شیخین اور حضرت اقدس کے تجدیدی کارناموں پر لیکچر دیئے جو بعد میں طبع ہوئے۔مگر 1892ء کے اواخر میں مستقل طور پر قادیان آگئے اور آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ کے

ترجمہ فارسی کی سعادت کا شرف ان کو ہی حاصل ہوا اور آئینہ کمالات اسلام کے قصائد نونیہ اور لامیہ بھی ان کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ان ایام میں اپنی حالت کا ذکر فرماتے ہیں:

''1892ء کے آخر میں آئینہ کمالات اسلام زیر تصنیف تھی اور میں حضرت صاحب کے مکان کے نیچے گول کمرہ میں رہتا تھا اور آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ کا فارسی میں ترجمہ کرتا تھا۔ (حیات احمد جلد سوم حصہ اول،ص 251-252)

ستمبر 1898 میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مستقل ہجرت کر کے قادیان آبسے اور حضور علیہ السلام کے مکان کے اس حصہ میں رہائش اختیار کر لی جو مسجد مبارک کے اوپر کے صحن کے ساتھ ملحق ہے۔اس مکان کے نیچے خود حضرت مسیح موعودؑ کا رہائشی کمرہ تھا۔لمبا عرصہ گذرنے پر آپ کے والد صاحب نے لکھا کہ کبھی ہمارے ہاں بھی آ کر رہا کریں۔(کیونکہ حضرت مولوی صاحب ان کے اکلوتے بیٹے تھے) آپ نے کہا کہ اینٹوں اور گارے کے جس مکان اور جائیداد کیلئے آپ مجھے بلاتے ہیں مجھے اس کی قطعاً پرواہ نہیں جسے چاہے دیدیں۔ان کی خاطر میں قادیان نہیں چھوڑ نا چاہتا بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ بھی یہاں آجاویں اور اس طرح ہم اکٹھے رہیں گے۔

قادیان میں آ کر حضرت مولوی صاحب کے سپرد پانچوں نمازوں اور جمعہ کی نماز کی امامت ہوئی جس کے فرائض آپ عمر بھر انجام دیتے رہے آپ پہلے نیچری خیالات رکھتے تھے مگر حضرت اقدس کے فیض صحبت نے آپ کے نظریات کو یکسر پلٹ کر جلد ہی زبردست عاشقانہ رنگ پیدا کر دیا تھا اور وہ قومی اور قلمی جہاد کے لئے ایک جرنیل بن گئے اور آخر وقت تک وہ اس خدمت میں مصروف عمل رہے اور قادیان کی لائف میں قادیان سے نکلنے والے جماعتی اخبارات الحکم اور البدر کی ڈائریوں (خصوصاً 1899 تا1905) کا شاذ ہی کوئی ورق خالی گزرا ہو جس میں کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کی خدمات عالیہ کا ذکر نہ ہو۔

معمولات قادیان

آپ نے سیالکوٹ چھوڑا تو پھر آقا کے قدموں کی دھول بن کر ہی اٹھے۔آپ کی زندگی کے آخری قیمتی لگ بھگ تیرہ سال مسیحا کے قدموں میں گزرے اور ایسے زندگی گزاری کہ یک طرفہ بھی امام سے جدا ہونا موت سمجھتے تھے۔سلسلہ احمدیہ کے ابتدائی نابغۂ روزگار اخبارات الحکم کے جنوری 1898ء سے دسمبر 1906ء تک اور اور البدر کے 1902 سے 1906 تک کے فائل کو بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ اس زمانہ میں جو مذکورہ بالا اخبارات میں ''قادیان دارالامان کی ڈائری'' شائع ہوتی تھی اس میں اور اہم وقائع کے ساتھ ذیل کے تین احباب کے بارہ میں ضرور کوئی نہ کوئی خبر، رپورٹ، بیاض یا نوٹ درج ہوتا۔نمبر ایک، حضرت حکیم الامۃ یعنی حضرت مولینا نورالدین صاحب بھیروی (خلیفۃ المسیح الاولؓ)، دوسرے نمبر حضرت مخدوم الملۃ یعنی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اور تیسرے نمبر عمدۃ المناظرین حضرت مولوی محمد احسن امروہی صاحب اور اس کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دوسری شخصیات و اخبار کا بھی ذکر ہوتا۔

اخبارات کی ڈائریوں میں حضرت مولوی صاحب کی تیرہ سالہ خدمات دینیہ سے معمور زندگی کا اجمالی تذکرہ ہوتا۔مثلاً یہ کہ آج آپ نے کس موضوع پر تقریر کی، مضمون لکھا، خطوط ارسال کئے، حضورؑ کی کتب کے پروف چیک کئے، کسی فنڈ یا تحریک کے لئے اپیل کی۔یا کسی مقام کا سفر کیا۔کس موضوع پر خطبہ جمعہ یا عید دیا، زائرین میں سے کن کے ساتھ مجلس مذاکرہ کی، یا آپ کی صحت و تندرستی کے بارہ میں رپورٹس درج ہوتیں۔گویا آپ کی قادیان کی زندگی خدمت دین سے مصروف اور مقبول ہوتی۔بلکہ جہاں تک خطوط کا تعلق ہے تو یقیناً آپ نے ہزاروں خطوط کیا احمدی اور کیا غیر احمدی سب کو لکھے۔سینکڑوں خطوط ایسے تھے جو آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایماء، ہدایات اور ارشادات کی تعمیل میں لکھے۔یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کے

معاندین ومناقشین کی طرف سے بیرنگ خطوط جن میں مغلظات و دشنام دہی ہوتی ، ان میں صاف اور برملا طور پر مولوی صاحب کو بھی گالیاں دی ہوتیں۔ بلکہ ایک موقع پر سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے حضرت مولانا صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

''اب تو آپ بھی ہمارے ساتھ گالیوں میں شامل ہو گئے بڑا ثواب ہے۔''

(الحکم قادیان 10/ اکتوبر 1906ء ص 10)

یہ سعادت محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و احسان سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ احادیث مبارکہ اور آثار میں جو انصار مہدی کا ذکر ملتا ہے، یقیناً حضرت مولوی صاحب ان انصار مہدی میں خاص مقام رکھتے تھے اور اپنی تحریر و تقریر و تدبیر اور فدائیت سے عملاً آپ نے ایسا کر کے دکھا بھی دیا۔ اگر بامر مجبوری آپ کو سیالکوٹ یا کسی دوسرے مقام پر جانا پڑتا تو یہ جدائی آپ بڑی شاق اور گراں گزرتی۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ قادیان سے جانے سے صاف انکار کر دیتے تا کہیں امام آخرالزمان کی صحبت جاوداں سے تشنہ نہ رہنا پڑ جائے۔ قادیان کے معمولات میں آپ کی سب سے اہم مصروفیت حضرت امام الزمان علیہ السلام کی صحبت سے فیضیاب ہونا، بطور امام الصلوٰۃ نماز پڑھانا اور خطبات جمعہ اور دیگر مواقع پر لیکچر دینا تھا۔ نمازوں میں دعاؤں کے معمول کے بارہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ دہلوی فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب تک مولوی عبدالکریم صاحب زندہ رہے وہ ہر فرض نماز میں قنوت پڑھتے تھے اور صبح اور مغرب اور عشاء میں جہر کے ساتھ قنوت ہوتا تھا۔ قنوت میں پہلے قرآنی دعائیں پھر حدیث کی دعائیں معمول ہؤا کرتی تھیں۔ آخر میں درود پڑھ کر سجدہ میں چلے جاتے تھے۔ جو دعائیں اکثر پڑھی جاتی تھیں ان کو بیان کرتا ہوں۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة......الخ

ربنا و اٰتنا ما عدتنا علیٰ رسلک......الخ

ربنا هب لنا من ازواجنا و ذریاتنا......الخ

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا......الخ

ربنا اصرف عنا عذاب جهنم......الخ

ربنا افتح بیننا و بینا قومنا بالحق......الخ

ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمین

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا......الخ.

ربنااننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان......الخ.

اللھم ایّد الاسلام والمسلمین......الخ

اللھم انصر من نصر دین محمد......الخ

(سیرت المہدی حصہ سوم، روایت نمبر 939)

1893 میں

ابتدائی مسجد مبارک قادیان میں بمشکل پانچ یا چھ آدمی صف میں کھڑے ہوکر باجماعت نماز ادا کر سکتے تھے۔ 1893 میں بھی حضرت مولوی صاحب کو امام الصلوٰۃ بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ محمد شفیع صاحب سیٹھی احمدی آف جہلم (المعروف میاں محمد) یکے از احباب تین صد تیرہ نمبر 183 بیان کرتے ہیں:

''میرا لڑکپن کا زمانہ تھا۔ دریا پر نہانے جایا کرتے تھے۔ چیچک کا محکمہ شروع ہوا تھا۔ لڑکے آپس میں باتیں کرتے تھے کہ چیچک کے ٹیکے والے مہدی کو ڈھونڈتے ہیں۔ اس کے بازو سے دودھ نکلے گا اور دل سے خون نکلتا ہے۔ میں جب دریا پر نہانے جایا کرتا تو بہتے پانی پر دعا کیا کرتا کہ یا اللہ وہ مہدی اور وہ عیسیٰ جس کے آنے کی خبر ہے کہ دوبارہ آئے گا وہ دکھا دے۔ یہ آواز بہت دفعہ میری زبان سے نکلتی تھی۔ اس سے آگے اور زمانہ گزرا۔ تو ایک مولوی نے میری دکان پر ایک کتاب رکھی۔ میں نے ان کو کہا کہ دیکھ لوں۔ کہا دیکھ لو۔ جونہی کھولی تو اوپر کے صفحہ پر چھ سطور میں مہدی کا حلیہ لکھا تھا کہ قد میانہ ہوگا۔ پیشانی کشادہ ہوگی۔ بال سیدھے۔ چشم نیم خواب۔ ایسے بال جیسے حمام سے آئے ہیں۔ اس کے بعد اور زمانہ گزرا۔ تو ہمارے شہر کے مولوی برہان الدین صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے پاس قادیان جایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب سے میرا بہت تعارف تھا۔ وہ بھی پہلے اہلحدیث تھے۔ میں بھی اہل حدیث

تھا۔ 1891ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا۔تو شہر اور آس پاس بہت شور وغل رہا۔ آخر 1893ء میں بات بہت مشہور ہوگئی اور آپ کا دعویٰ بہت شہرت پکڑ گیا۔ایک دن میں اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو پہلی جماعت ہو چکی تھی۔(آگے پیچھے بھی جاتا تھا) اس روز حافظ غلام محی الدین سکنہ بھیرہ جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کے شیر بھائی تھے۔انہوں نے جماعت کرائی تو ہم تین آدمی مقتدی تھے۔ جب انہوں نے بلند آواز سے قرأت شروع کی تو وہ دونوں میرے دائیں بائیں سے ہٹ گئے۔ میں نے اختلاف نہ کیا۔اور ساتھ نماز ادا کر لی۔حافظ صاحب موصوف بیعت کر چکے ہوئے تھے۔ جب نماز ادا کر کے میں گھر آیا تو معاً راستہ میں مجھے خیال آیا تو راستے میں ایک آدمی کو کہا کہ میرے ساتھ قادیان چلو۔نصف کرایہ دیتا ہوں۔ یہ صاحب میرے قریبی رشتہ دار تھے۔اس نے کہا مجھے فرصت نہیں۔ معاً خیال آیا کہ جو حضرت مسیح موعود کو مانتے ہیں وہ دلی صفائی سے مانتے ہیں جو انکار کرتے ہیں وہ بڑی بد زبانی سے ماننے والوں کو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یاد کرتے ہیں۔ مجھے خیال آیا کہ اے دل تو بھی دیکھ کہ تو کدھر ہوتا ہے۔ ماننے والے خوب مانتے ہیں اور لوگوں کی گالیاں سہتے ہیں۔نقصان برداشت کرتے ہیں۔اس سے پہلے میرا حقیقی بڑا بھائی شیخ قمر الدین قادیان سے ہو آیا تھا۔مگر بیعت سے محروم رہا۔لیکن قادیان کی مہمان نوازی کی صفت ضرور کرتا رہا۔ میں نے ان خیالوں کے باعث دکان سے آتے ہی دکان کی چابیاں گھر والوں کو دے دیں اور کہا کہ بھائی کو دے دینا وہ دکان لگائیں۔ میرا کہہ دینا پار گیا ہے۔ میں ریل میں سوار ہوا۔ یہ سب واقعہ اسی ایک روز کا ہے۔ دوسرے روز ساڑھے بارہ بجے یا ایک بجے قادیان پہنچ گیا اور مسجد مبارک میں گیا۔ جہاں خلیفۃ المسیح اول اور مولوی عبدالکریم صاحب، حکیم فضل الدین صاحب علاوہ ان کے اور بھی دو چار آدمی تھے میں نے مولانا عبدالکریم صاحب دیکھے ہوئے تھے۔ مولوی نورالدین صاحب بھی۔ کیونکہ وہ جہلم آتے رہتے تھے۔خلیفۃ المسیح اول نے مجھ سے سب حال دریافت کیا اور نماز ظہر کی انتظار تھی۔حضرت مسیح موعودؑ تشریف لانے والے تھے اور حضور اندر سے معاً تشریف لائے اور صف کھڑی ہوگئی اور امام مولوی عبدالکریم

صاحب تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری دائیں جانب ایک مقتدی چھوڑ کر کھڑے تھے۔ بعد نماز حضور سے تعارف ہوا۔ یہ سب واقعہ 1893 کا ہے۔ اس روز غالباً جمعرات تھی۔ میں نے جب ان کو دیکھا تو ان کے نورانی چہرہ کو دو منٹ تک بھی نظر بھر کر نہ دیکھ سکا۔ یہ ہستی جھوٹ بولنے والی نہیں ہے۔

(رجسٹر روایت نمبر 3، روایات حضرت شیخ محمد شفیع صاحب سیٹھی 196-198)

مشاہدات حضرت محمد رحیم الدین صاحبؓ

آپ دراصل موضع حبیب والہ تحصیل دھام پور ضلع بجنور، یوپی کے رہنے والے تھے، سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو ضمیمہ انجام آتھم میں تین صد تیرہ احباب کی فہرست میں 302 نمبر پر فرمایا ہے۔ آپ بعد میں ہجرت کر کے قادیان آباد ہو گئے تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

''مسجد مبارک جو بہت چھوٹی تھی دو جماعتیں ہوتی تھیں جن میں سات سات آدمی مشکل سے آتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم فرض نماز کی امامت کراتے تھے اور حضرت صاحب ان کے اقتدار میں نماز پڑھتے تھے۔ میں اگست 1896 میں ایک ہفتہ اور فروری 1898ء میں ایک ماہ دارالامان میں مقیم رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرض نماز کی امامت کسی وقت نہیں کرائی۔ مولوی عبدالکریم کی غیر حاضری میں حضرت حکیم نورالدین صاحب امامت کراتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم الحمد للہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہمیشہ بالجہر پڑھتے تھے اور رکوع کے بعد کھڑے ہو کر کثرت سے قرآن کریم کی دعائیں باآواز بلند پڑھتے تھے اور یہ دعائیں ہوتی تھیں۔

ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ......الخ

ربنا هب لنا من ازواجنا ......الخ

ربنا اتنا ماوعدتنا على رسلك ...... الخ

ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة ......الخ

اللهم ايد الاسلام والمسلمين بالامام الحكم والعادل۔ وغیرہ وغیرہ۔''

(رجسٹر روایت نمبر 5 روایات حضرت مولوی محمد رحیم الدین احمدی، حبیب والہ، بجنور، صفحہ 164)

حضرت اقدسؑ کی کتب کے پروف پڑھنے کی مصروفیات

اگر آپ کیلئے ہرفن مولا کا لقب گردانا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔علمی خدمات تو آپ نے بے تحاشا سرانجام دیں۔سیدنا حضرت اقدسؑ کی کتب کے پروف پڑھنا ایک نہایت اہم سعادت عظمیٰ تھی۔اس کے بارہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ دہلوی بیان فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتابوں کی کاپی اور پروف خود دیکھا کرتے تھے اور جب کوئی عربی کتابیں لکھتے تو وہ خود بھی دیکھتے تھے اور بعض علماء کو بھی دکھانے کا حکم دیا تھا۔چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم تو عربی اور فارسی کتب کے تمام پروف بطور مصحّ کے بالاستیعاب دیکھتے تھے۔ایک دفعہ ایک عربی کتاب کی بابت فرمایا کہ اس کے پروف مولوی عبدالکریم صاحب کے دیکھنے کے بعد مولوی نورالدین صاحب کو بھی دکھایئے جایا کریں۔کسی نے عرض کیا کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ فرمانے لگے مولوی صاحب ہماری کتابیں کم پڑھتے ہیں۔اس طرح ان کی نظر سے گذر جائیں گی۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم،روایت نمبر 605)

ایک عجیب نماز اور ایک عجیب مقابلہ

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ دہلوی بیان فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں موسم گرما میں مسجد مبارک میں عشاء کی نماز ہونے لگی۔تو تکبیر سنتے ہی نیچے مرزا امام الدین مرزا نظام الدین صاحبان کے احاطہ میں سے جہاں پر کئی ڈھول وغیرہ بجانے والے آئے ہوئے تھے۔ان لوگوں نے ڈھول اور نفیری غیرہ اس طرح بجانے شروع کئے کہ گویا وہ اپنی آوازوں سے نماز کی آوز کو پست کرنا چاہتے ہیں اور غالباً یہ ان کے اعمالیق کے اشارے سے تھا۔مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم جہیر الصوت تھے (اتنے کہ صبح کی اذان ان کی نہر کے پل پر سنی جاتی تھی) انہوں نے بھی قرأت بلند کی۔ڈھول کی آواز نے اپنا شور اور زیادہ بلند کیا۔مولوی صاحب قرآن مجید میں یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

اولیٰ لک فاولیٰ ثمّ اولیٰ لک فاولیٰ ۔(یعنی تجھ پر ہلاکت ہو ہاں اے گندے انسان تجھ پر پھر ہلاکت ہو)اس آیت کو بار بار دھراتے تھے اور ہر دفعہ ان کی آواز اونچی ہوتی چلی جاتی تھی۔گویا شیاطین سے مقابلہ تھا۔دیر تک یہ مقابلہ جاری رہا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس نماز میں شامل تھے۔

غرض حضرت مولوی صاحب نے اس وقت اتنی بلند آہنگی سے نماز اور قرأت پڑھی کہ سب نے سن لی اور شور اگرچہ سخت تھا۔مگر یہ شور ان کی پُر شوکت آواز کے آگے مغلوب ہوگیا۔آیت بھی نہایت باموقعہ تھی''

(سیرت المہدی حصہ سوم،روایت نمبر 577 ص 54)

آپ ایک لمحہ کیلئے بھی امام سے جدا نہیں ہونا چاہتے تھے

ایک موقع پر سیالکوٹ میں کسی عزیز کی شادی پر جانے کے لئے بہت اصرار کیا گیا مگر آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ عارضی جدائی بھی برداشت نہیں کرسکتا۔اس کے بارہ مؤسس اخبار البدر حضرت منشی محمد افضل صاحب مرحومؓ فرماتے ہیں:

''ہمارے مخدوم مولوی عبدالکریم صاحب جو کہ عرصہ قریباً پانچ سال سے حضرت اقدس کے مبارک قدموں میں جاگزیں ہیں۔ان کو ایک شادی کی تقریب میں شمولیت کے واسطے (ساتھ لے جانے کے واسطے) ایک دو احباب سیالکوٹ سے تشریف لائے تھے۔مگر خدا تعالیٰ نے جو عشق اور محبت مولوی صاحب کو حضرت اقدس کے ساتھ عطا کیا ہے وہ ایک پل کے واسطے بھی ان مبارک قدموں سے جدائی کی اجازت نہیں دیتا۔بلکہ اس کا اثر یہ ہے کہ جب کوئی احمدی بھائی قادیان آکر پھر رخصت طلب کرتے ہیں تو مولوی صاحب کی یہی نصیحت ہوتی ہے کہ اس مقام کو اتنی جلدی نہ چھوڑو۔دیکھو تمہارے اوقات دینوی کاروبار میں کس قدر گذرتے ہیں۔اگر اس کا ایک عشر عشیر بھی تم دین کے واسطے یہاں گذارو تو تم کو پتہ لگے اور آنکھ کھلے کہ یہاں کیا ہے جو ایک پل کے واسطے علیحدہ نہیں ہونے دیتا۔غرضیکہ مولوی صاحب موصوف نے سیالکوٹ جانے سے انکار کیا اور وہی بات اس وقت حضرت اقدس کے سامنے پیش ہوئی۔حضرت

اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ:

اس مقام کو خدا تعالیٰ نے امن والا بنایا ہے اور متواتر کشوف والہامات سے ظاہر ہوا ہے کہ جو اس کے اندر داخل ہوتا ہے وہ امن میں ہوتا ہے۔تو اب ان ایام میں جبکہ ہر طرف ہلاکت کی ہوا چل رہی ہے اور گو کہ طاعون کا زور اب کم ہے مگر سیالکوٹ ابھی تک مطلق اس سے خالی نہیں رہا۔اس لئے اس جگہ چھوڑ کر وہاں جانا خلاف مصلحت ہے۔

آخر کار تجویز قرار پائی کہ جن صاحب کی شادی ہے وہ اور لڑکی کی طرف سے اس کا ولی ایک شخص وکیل ہوکر یہاں قادیان آجاویں اور یہاں نکاح ہو۔حضرت صاحب کی دعا بھی ہوگی اور خود مولوی عبدالکریم صاحب کیا بلکہ حضرت اقدس علیہ السلام بھی اس تقریب نکاح میں شامل ہوں جائیں گے۔جس لڑکے کے رشتہ کی یہ تقریب تھی اس کا رشتہ اول ایک ایسی جگہ ہوا ہوا تھا جو کہ حضرت اقدس کی بیعت میں نہیں تھے اور جب یہ رشتہ قائم ہوا تھا تو اس وقت لڑکا بھی بیعت میں شامل نہیں تھا۔جب لڑکے نے بیعت کی تو لڑکی والوں اس لئے لڑکی دینے سے انکار کردیا کہ لڑکا مرزائی ہے۔اس ذکر پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

اول اول یہ لوگ ایک دوسرے کو کافر کہتے تھے۔سُنّی وہابیوں کی اور وہابی سُنّی کی تکفیر کرتا تھا۔مگر اب اس وقت سب نے موافقت پیدا کرلی ہے اور سارا کفر اکٹھا کر کے گویا ہم پر ڈال دیا ہے۔ (اخبارالبدر قادیان 26 جون 1903ء ص178-179)

غرض یہ آپ کی آقا سے عشق ومحبت کی انتہاء تھی جس کی مثالیں شاذ ہی ملتی ہیں۔قارئین کے سامنے اب اخبار الحکم اور بدر قادیان کی بعض ڈائریاں پیش کرتا ہوں تا حضرت مولوی صاحب کی مصروفیات دینیہ کی بعض جھلکیاں سامنے آجائیں۔

مدیر الحکم اپنی فروری 1902ء کی ڈائری میں تحریر کرتے ہیں:

''حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے سلسلہ احمدیہ کی تائید میں قلمی خدمت میں پوری قوت اور طاقت کے ساتھ مصروف ہیں۔چنانچہ اس اشاعت (14 فروری 1902ء) میں شحنہ ہند سے سچا فیصلہ آپ کے

زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔'' (الحکم قادیان 14 ؍فروری 1902ء ص 2)

مؤسس و مدیر الحکم اپنی اپریل 1902ء کی ڈائری میں تحریر کرتے ہیں:

''حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ خدا تعالیٰ کے فضل سے خوش و خرم ہیں اور خدمت دین میں از بس مصروف۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کا ایک بہت بڑا بوجھ اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء۔''

(الحکم قادیان 24؍اپریل 1902ء ص 2)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سلسلہ احمدیہ کی خبروں کے تحت اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:

''حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللّٰہ تعالیٰ بھی خدا کے فضل سے تندرست ہیں اور سلسلہ احمدیہ کی قلمی معاونت میں مصروف۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی امداد میں جو ماہواری چندے مقرر ہیں وہ مولانا ممدوح کے نام آتے ہیں اور آپ ہی کے نام آنے چاہئیں۔ آپ کی دستخطی رسید روپے کے برمحل پہنچ جانے کی کافی دلیل ہے۔

(الحکم قادیان 30؍اپریل 1902ء ص 2)

مدیر الحکم اپنی مئی 1902 کی ڈائری میں تحریر کرتے ہیں:

''حضرت حجۃ اللّٰہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت کی بشارت الحکم کے ایک خاص نمبر کے ذریعے احمدی قوم کو دی جا چکی ہے۔ اس کے بعد حضرت ممدوح کی صحت یوماً فیوماً رو بترقی رہی۔ چنانچہ 23 مئی 1902ء کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جمعہ میں شریک ہوئے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باہر تشریف لیجانے سے جس قدر کی خوشی جماعت مقیم قادیان کو ہوئی اس کا اندازہ ان چند سطور میں نہیں ہوسکتا اور نہ ہم اس مسرت کا کوئی اندازہ کر سکتے ہیں جو اس روح افزا بشارت کے پڑھنے سے احمدی قوم کو ہوگی۔ حضرت حجۃ اللّٰہ کی اس بیماری سے ہمیں کیا کیا سبق حاصل ہوئے اور خدا تعالیٰ کے کیا کیا نشانات ظاہر ہوئے۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ ہمارے محسن و مخدوم جناب مولانا عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ اس مضمون پر کوئی آرٹیکل لکھیں۔ (الحکم قادیان 24؍مئی 1902ء ص 1)

مدیر الحکم اپنی مئی 1902 کی ڈائری میں تحریر کرتے ہیں:

''مولوی عبدالکریم صاحب خلافت راشدہ کی پہلی جلد مکمل کر چکے جس کا صرف دیباچہ طبع ہونا باقی ہے۔امید کی جاتی ہے انشاءاللہ بہت جلد شائع ہو جائے گی۔''

(الحکم قادیان 17رجون 1902ء ص1)

غرض قادیان آپ نے وفات کے بعد بھی نہ چھوڑا اور اول المدفون بہشتی مقبرہ ٹھہرے اور یہ لازوال اعزاز قیامت تک کیلئے پا گئے۔قادیان کے معمولات کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم۔اے تحریر فرماتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے مولوی عبداللہ صاحب سنوری نے کہ اوائل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود ہی اذان کہا کرتے تھے اور خود ہی نماز میں امام ہوا کرتے تھے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعد میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب امام نماز مقرر ہوئے اور سنا گیا ہے کہ حضرت صاحب نے دراصل مولوی نورالدین صاحب کو امام مقرر کیا تھا لیکن مولوی صاحب نے مولوی عبدالکریم صاحب کو کروادیا۔چنانچہ اپنی وفات تک جو 1905ء میں ہوئی، مولوی عبدالکریم صاحب کے ساتھ دائیں طرف کھڑے ہوا کرتے تھے اور باقی مقتدی پیچھے ہوتے تھے۔مولوی عبدالکریم صاحب کی غیر حاضری میں نیز ان کی وفات کے بعد مولوی نورالدین صاحب امام ہوتے تھے۔جمعہ کے متعلق طریق تھا کہ اوائل میں اور بعض اوقات آخری ایام میں بھی حضرت صاحب کی طبیعت اچھی ہوتی تھی۔جمعہ بڑی مسجد میں ہوتا تھا۔جس کو آجکل مسجد اقصیٰ کہتے ہیں اور مولوی عبدالکریم صاحب امام ہوتے تھے۔بعد میں جب حضرت صاحب عموماً ناساز رہتی تھی۔مولوی عبدالکریم صاحب حضرت صاحب کیلئے مسجد مبارک میں جمعہ پڑھاتے تھے اور بڑی مسجد میں حضرت مولوی نورالدین صاحب جمعہ پڑھاتے تھے۔مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کے بعد مسجد مبارک میں مولوی محمد احسن صاحب اور ان کی غیر حاضری میں مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ امام جمعہ ہوتے تھے اور بڑی مسجد میں حضرت مولوی نورالدین صاحب امام ہوتے تھے۔حضرت صاحب کی وفات تک یہی طریق رہا۔عید کی نماز میں عموماً مولوی عبدالکریم صاحب اور ان کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب امام ہوتے تھے۔جنازہ کی نماز حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب آپ شریک نماز ہوں خود پڑھاتے تھے۔ (سیرت المہدی، حصہ اول روایت نمبر 151)

حضرت اقدس علیہ السلام کی محبت میں فنا

''حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے ذکر کیا کہ حضورؑ کی بیماری کی شدت میں میرے دل میں بہت رقت پیدا ہوئی، تو میں نے بہت دعا کی کہ مولا کریم اسلام کی عزت، قرآن کی عزت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور بالآخر تیری اپنی عزت اور جلال کے اظہار کا بھی اس وقت یہی ذریعہ ہے۔ تو اس پر فرمایا:

بیماری کی شدت میں جبکہ یہ گمان ہوتا تھا کہ روح پرواز کر جائے گی۔ مجھے بھی الہام ہوا۔

اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابداً.

یعنی اے خدا اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر اس کے بعد اس زمین میں تیری پرستش کبھی نہ ہوگی۔ فرمایا:

یقیناً یاد رکھو یہ سلسلہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا، تو دنیا میں نصرانیت پھیل جاتی اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی توحید قائم نہ رہتی۔ یا یہ مسلمان ہوتے جو اپنے ناپاک اور جھوٹے عقیدوں کے ساتھ نصرانیت کو مدد دیتے ہیں اور اُن کے معبود اور خدا بنائے ہوئے مسیح کے لیے میدان خالی کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ اب کسی ہاتھ اور طاقت سے نابود نہ ہوگا۔ یہ ضرور بڑھے گا اور پھولے گا اور خدا کی بڑی بڑی برکتیں اور فضل اس پر ہوں گے۔ جب تمہیں خدا کے زندہ اور مبارک وعدہ ہر روز ملتے ہیں اور وہ تسلی دیتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری دعوت زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ پھر ہم کسی کی تحقیر اور گالی گلوچ پر کیوں مضطرب ہوں۔''

(الحکم قادیان 31 مئی 1902 ص 5)

خاص سعادتیں

مسیحا کے قدموں میں

آسمانی فیصلہ

منارۃ المسیح قادیان کی بنیادی اینٹ

جلسہ اعظم مذاہب

خطبہ الہامیہ

اشتراک اُمّ الالسنۃ

لیکچر لاہور

لیکچر سیالکوٹ

مسیحا کے قدموں میں

صافی تب جانوں گا تیرا انجام اچھا ہوا
مرتے دم اگر منہ سے نکلتا کلمہ ہو گا

(کلام حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی)

یوں تو قادیان کی آپ کی ساری حیات ہی سعادتوں سے پُر تھی اور آپ کیلئے ہر دن ہی سعادت مندی کے ساتھ طلوع ہوتا رہا۔ اس جگہ بعض خاص سعادتیں جو دیگر بزرگان سلسلہ کے ساتھ ساتھ آپ کے حصہ میں بھی آئی کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو سب سے بڑی جو سعادت نصیب ہوئی وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا غیر معمولی قرب تھا۔ جو قرب آپ کو نصیب ہوا وہ معدودے چند احباب کو ہی ملا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ قرب مسیحا آپ ہی کے نصیب میں آیا۔ اس قرب کی بدولت ہزاروں لوگوں کے بھی بھلے ہوگئے۔ خلفائے احمدیت کیلئے پرائیویٹ سیکرٹری کا باقاعدہ شعبہ خلافت ثانیہ میں شروع ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت میں اگر پرائیویٹ سیکرٹریان کے نام دیئے جائیں تو ان متعدد احباب کے اسماء میں سے حضرت حکیم نورالدین صاحب بھیروی کے بعد حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی، حضرت پیر منظور محمد، حضرت محمد احسن امروہی اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اگر احباب جماعت، صحابہ کرامؓ کی بیان کردہ روایات کا مطالعہ کریں تو بیسیوں روایات میں ذکر ملتا ہے کہ ہمیں مولوی صاحب کا تحریر کردہ خط ملا جس میں ہماری بیعت کی قبولیت کا ذکر تھا۔ ایسا ہی بیسیوں ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت مولوی صاحب سے ہم نے عرض کی اور مولوی صاحب نے ہماری بیعت کی سفارش کی جسے حضرت اقدسؑ نے قبولیت کا شرف بخشا اور یوں ہماری بیعت ہوگئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب یوں سینکڑوں کی بیعت کا موجب ہوئے اور یہ ایک سعادت عظمیٰ ہے جو خاص طور پر آپ کے حصہ میں آئی۔ **وذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔**

آسمانی فیصلہ

سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں 1891ء کے سال کو اس لحاظ سے سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے کہ اس سال کے دسمبر کے آخری عشرہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کی بنیاد ڈالی۔ پہلے جلسہ میں کل 75/احباب شامل ہوئے۔آج اللّٰہ کے فضل سے کل عالم کے بیسیوں ممالک میں جلسہ ہائے سالانہ منعقد کئے جاتے ہیں۔ان 75/احباب کرام میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا نام ستائیسویں نمبر پر مرقوم ہے۔27دسمبر 1891ء کو حضرت اقدس کا مضمون ''آسمانی فیصلہ'' اس جلسہ میں پڑھنے کی سعادت بھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو حاصل ہوئی۔اس بارہ میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر کرتے :

> ''سلسلہ عالیہ احمدیہ کا پہلا سالانہ اجلاس دسمبر 1891ء میں ہوا۔اس جلسہ پر کل مل ملا کر 76 کے قریب دوست جمع ہوئے تھے اور صرف اس قدر ہی کارروائی ہوئی کہ 27دسمبر 1891ء کو بعد نماز ظہر رسالہ ''آسمانی فیصلہ'' حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھ کر سنایا۔''

(الحکم قادیان 10 جنوری 1903ء ص 12)

اس آسمانی فیصلہ میں حضرت مولوی صاحب کے حصہ میں ایک اور سعادت آئی۔تاریخ احمدیت کے اس پہلے جلسہ کے موقع انجمن کے لئے ممبران تجویز کئے گئے۔جن میں حضرت مولوی صاحب بھی شامل تھے۔سیدنا حضرت اقدسؑ نے آسمانی فیصلہ میں نام لے کر بھی ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھا۔ان ابتدائی تاریخی ممبران کی فہرست پیش ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ اسلام فرماتے ہیں:

<u>''مندرجہ بالا رسالہ (آسمانی فیصلہ) 27دسمبر 1891ء کو بعد نماز ظہر مسجد کلاں واقعہ</u>

قادیاں میں ایک جم غفیر کے روبرو مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا اور بعد اختتام یہ تجویز حاضرین کے روبرو پیش کی گئی کہ انجمن کے ممبر کون کون صاحبان قرار دیئے جائیں اور کس طرح اسکی کارروائی شروع ہو۔ حاضرین نے جنکے نام نامی ذیل درج کئے جاتے ہیں جو محض تجویز مذکورہ بالا پر غور کرنے اور مشورہ کرنے کیلئے تشریف لائے تھے بالاتفاق یہ قرار دیا کہ سردست رسالہ مذکور شائع کر دیا جائے اور مخالفین کا عندیہ معلوم کر کے بعد ازاں بتراضی فریقین انجمن کے ممبر مقرر کئے جائیں اور کارروائی شروع کی جائے۔ جو اصحاب اس جلسہ میں موجود ہوئے انکے نام نامی یہ ہیں:

منشی محمد اروڑا صاحب نقشہ نویس محکمہ مجسٹریٹ کپورتھلہ، منشی محمد عبدالرحمٰن صاحب محرر محکمہ جرنیلی ایضاً
منشی محمد حبیب الرحمٰن صاحب رئیس کپورتھلہ ایضاً، منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس ایضاً
منشی محمد خان صاحب اہلمد فوجداری ایضاً، منشی سردار خان صاحب کورٹ دفعدار ایضاً
منشی امداد علی صاحب محرر سررشتہ تعلیم ایضاً، مولوی محمد حسین صاحب کپورتھلہ ایضاً
حافظ محمد علی صاحب کپورتھلہ ایضاً، مرزا خدابخش صاحب اتالیق نواب مالیرکوٹلہ
منشی رستم علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے لاہور، ڈپٹی حاجی سید فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار
حاجی خواجہ محمد الدین صاحب رئیس لاہور، میاں محمد چٹو صاحب رئیس لاہور
خلیفہ رجب الدین صاحب رئیس لاہور، منشی شمس الدین صاحب کلرک دفتر اگزیمنر لاہور
منشی تاج دین صاحب اکونٹنٹ دفتر اگزیمنر لاہور، منشی نبی بخش صاحب کلارک دفتر اگزیمنر لاہور
حافظ فضل احمد صاحب دفتر اگزیمنر لاہور، مولوی رحیم اللہ صاحب لاہور
مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی لاہور، منشی عبدالرحمٰن صاحب کلارک لوکو آفس لاہور
مولوی عبدالرحمٰن صاحب مسجد چینیاں لاہور، منشی کرم الٰہی صاحب لاہور
سید ناصر شاہ صاحب سب اوورسیر، حافظ محمد اکبر صاحب لاہور
مولوی غلام قادر صاحب فصیح مالک و مہتمم پنجاب پریس و میونسپل کمشنر سیالکوٹ
مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹ، میر حامد شاہ صاحب اہلمد معافیات سیالکوٹ
میر محمود شاہ صاحب نقل نویس سیالکوٹ، منشی محمد دین صاحب سابق گرداور سیالکوٹ

حکیم فضل الدین صاحب رئیس بھیرہ، میاں نجم الدین صاحب رئیس بھیرہ
منشی احمداللہ صاحب محالدادمحکمہ پرمٹ جموں، سید محمد شاہ صاحب رئیس جموں
مستری عمرالدین صاحب جموں، مولوی نورالدین صاحب حکیم خاص ریاست جموں
خلیفہ نورالدین صاحب صحاف جموں، قاضی محمد اکبر صاحب سابق تحصیلدار جموں
شیخ محمد جان صاحب ملازم راجہ امر سنگھ صاحب وزیرآباد، مولوی عبدالقادر صاحب مدرس جمالپور
شیخ رحمت اللہ صاحب میونسپل کمشنر گجرات، شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی اے گجرات
منشی غلام اکبر صاحب یتیم کلرک اگزیمنرآفس لاہور، منشی دوست محمد صاحب سارجنٹ پولیس جموں
مفتی فضل الرحمٰن صاحب رئیس جموں، منشی غلام محمد صاحب خلف مولوی دین محمد لاہور
سائیں شیر شاہ صاحب مجذوب جموں، صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانہ
قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکیدار شکرم لدھیانہ، حافظ نور احمد صاحب کارخانہ پشمینہ لدھیانہ
شہزادہ حاجی عبدالمجید صاحب لدھیانہ، حاجی عبدالرحمٰن صاحب لدھیانہ
شیخ شہاب الدین صاحب لدھیانہ، حاجی نظام الدین صاحب لدھیانہ
شیخ عبدالحق صاحب لدھیانہ، مولوی محکم الدین صاحب مختار امرتسر
شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ہند امرتسر، منشی غلام محمد صاحب کاتب امرتسر
میاں جمال الدین صاحب ساکن موضع سیکھواں، میاں امام الدین صاحب سیکھواں
میاں خیرالدین صاحب سیکھواں، میاں محمد عیسیٰ صاحب مدرس نوشہرہ
میاں چراغ علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی، شیخ شہاب الدین صاحب ساکن تھہ غلام نبی
منشی غلام محمد صاحب کاتب امرتسر، میاں عبداللہ صاحب ساکن سوہل
حافظ عبدالرحمٰن صاحب ساکن سوہیاں، داروغہ نعمت علی صاحب ہاشمی عباسی بٹالوی
حافظ حامد علی صاحب ملازم مرزا صاحب، حکیم جان محمد صاحب امام مسجد قادیانی
بابو علی محمد صاحب رئیس بٹالہ، میرزا اسماعیل بیگ صاحب قادیانی
میاں بڈھے خاں نمبردار بیری، میرزا محمد علی صاحب رئیس پٹی
شیخ محمد عمر صاحب خلف حاجی غلام محمد صاحب بٹالہ

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 ص 336-337)

اِشتراکُ اُمّ الالسنة

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1895 میں منن الرحمٰن تحریر فرمائی جس میں اعلام الٰہی کے مطابق آپ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے اور اس دعای کی تائید میں تحقیق کرنے والوں کے لئے کئی بنیادی اصول بیان فرمائے۔ اس تحقیقی کام کرنے میں آپؑ کی معاونت کرنے والے احباب کا حضورؑ نے بالخصوص شکریہ ادا فرمایا ہے جن میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیرویؓ کا اول نمبر پر اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا اسم گرامی دوسرے نمبر پر ہے۔ آپ کا خصوصی طور پر تذکرہ بھی ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اور ہم اس جگہ اپنے ان دوستوں کا شکر ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے جنہوں نے ہمارے اس کام میں زبانوں کا اشتراک ثابت کرنے کے لئے مدد دی ہے ہم نہایت خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے مخلص دوستوں نے اشتراک السنہ ثابت کرنے کے لئے وہ جان فشانی کی ہے جو یقیناً اس وقت تک اس صفحہ دنیا میں یادگار رہے گی جب تک کہ یہ دنیا آباد رہے ان مردان خدا نے بڑی بہادری سے اپنے عزیز وقتوں کو ہمیں دیا ہے اور دن رات بڑی محنت اور عرق ریزی اٹھا کر اس عظیم الشان کام کو انجام دے دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو جناب الٰہی میں بڑا ہی ثواب ہوگا کیونکہ وہ ایک ایسے جنگ میں شریک ہوئے جس میں عنقریب اسلام کی طرف سے فتح کے نقارے بجیں گے۔ پس ہر ایک ان میں سے الٰہی تمغہ پانے کا مستحق ہے۔ میں اس کیفیت کو بیان نہیں کرسکتا کہ وہ کیونکر ہر یک جلسہ میں اشتراک نکالنے کے لئے اندر ہی اندر صدہا کوس نکل جاتے تھے اور پھر کیونکر کامیابی کے ساتھ واپس آ کر کسی لفظ مشترک کا تحفہ پیش کرتے تھے یہاں تک کہ اسی طرح دنیا کی زبانیں ہمارے پاس جمع ہوگئیں

میں کبھی اس کو فراموش نہیں کروں گا کہ اس عظیم الشان کام میں ہمارے مخلص دوستوں نے وہ مدد دی جو میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے میں اس کا اندازہ بیان کرسکوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ یہ ان کی محنتیں قبول فرماوے اور ان کو اپنے لئے قبول کر لیوے اور گندی زیست سے ہمیشہ دور اور محفوظ رکھے اور اپنا انس اور شوق بخشے اور ان کے ساتھ ہو آمین ثم آمین ۔اُن احباب کے نام نامی یہ ہیں ۔

1۔ اخویم حکیم مولوی نوردین صاحب بھیروی

2۔ اخویم مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی

3۔ اخویم منشی غلام قادر صاحب سیالکوٹی

4۔ اخویم خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے لاہوری

5۔ اخویم مرزا خدا بخش صاحب اتالیق نواب

6۔ اخویم مفتی محمد صادق صاحب بھیروی

7۔ محمد علی خان صاحب کوٹلہ مالیر

8۔ اخویم میاں محمد خاں صاحب کپورتھلہ ریاست

9۔ اخویم منشی غلام محمد صاحب سیالکوٹی

اور خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس کی کوششیں اس کام میں زیادہ ہیں اور وہ کسی مخلص کی محنت کو ضائع نہیں کرے گا۔ مگر جہاں تک ہمارا علم اور رویت ہمیں جتلاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ کوشش اخویم حکیم مولوی نور دین صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کی ہے۔ جو تمام تعلقات چھوڑ کر کئی مہینوں سے اس کام کے لئے میرے پاس موجود ہیں اور حضرت مولوی نور دین صاحب نے نہ صرف اتنی ہی مدد دی۔ بلکہ اس کام کیلئے عمدہ عمدہ کتابیں انگریزی اپنی قیمت سے خرید کر منگوا دیں اور اس مطلب کیلئے کتابوں کا ذخیرہ اکٹھا کیا۔ **جزاھم اللّٰہ خیراً و اللّٰہ لا یضیع اجرَ المحسنین. آمین۔**

(منن الرحمٰن، روحانی خزائن جلد 9 ص 143-144)

جلسئہ مذاہب عالم

''مضمون بالا رہا'' یہ وہ الٰہی مژدہ تھا جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے جلسئہ مذاہب عالم کے شروع ہونے سے قبل ہی حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو دے دی تھی۔اس تاریخی مضمون کے پڑھنے کی سعادت حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے حصہ میں آئی۔باوجودیکہ حضرت مولانا موصوف علیل تھے،تاہم آپ نے اس لیکچر کو طلاقت لسانی وخوش الحانی سے پڑھنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی اور اپنی پرشوکت،سحر انگیز،جلالی اور اثر انگیز آواز کی تاثیرات کی داد عالم حاصل کی۔یہ تاریخی کارنامہ جس پر آئندہ نسلیں بھی قدر کی نگاہ ڈالیں گی اور اس پر رشک کا اظہار کیا کریں گی،کسی قدر تفصیل سے بین السطور کیا جارہا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد نے 1958ء کے جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر اپنے خطاب ''ذکر حبیب''میں فرمایا:

جلسۂ اعظم مذاہب لاہور

خواجہ کمال الدین صاحب ہی کا اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے اور اس کی توثیق حافظ مختار احمد صاحب شاہجہان پوری سے بھی میں نے کرالی ہے جو خود اس واقعہ کے وقت موجود تھے۔لاہور میں جلسۂ اعظم مذاہب 1896ء میں جب منعقد ہوا تو حضور کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ حضور نے اس جلسہ کے لئے وہ معرکۃ الآراء مضمون تحریر فرمایا جو آج ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے نام سے شائع شدہ کتاب کی صورت میں ملتا ہے اور جسے اس جلسہ میں حضرت مولوی

عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا تھا۔ آپ نے جب یہ مضمون مکمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ پر یہ ظاہر فرمایا کہ آپ کا یہ مضمون تمام دوسرے مضامین پر غالب اور بالا رہے گا۔ چنانچہ حضور نے قبل از وقت اس مضمون کے اشتہار بھی شائع کروا دیئے جس میں اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کو واضح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔

26۔ 27۔ 28 / دسمبر اس جلسہ کی تاریخیں تھیں اور 21 / دسمبر کو حضور کی طرف سے ''سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری'' کے عنوان سے اشتہار شائع کیا گیا۔ جس میں یہ الفاظ تھے کہ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں ...... کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس ...... پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ اسی طرح اس اشتہار میں یہ الہام بھی درج تھا کہ۔ **اللہ اکبر خربت خیبر**۔

جب یہ اشتہار شائع کروا دیئے گئے تو دیواروں وغیرہ پر چسپاں کروانے اور تقسیم کرنے کی غرض سے خواجہ کمال الدین صاحب کو ہی دیئے گئے لیکن خواجہ صاحب کو اس میں بھی سخت تردد اور گھبراہٹ تھی۔ بلکہ انہوں نے برملا ایسے خیالات کا اظہار کیا کہ یہ مضمون گویا اس قابل ہی نہیں کہ اس کے متعلق یوں قبل از وقت تحدی اور چیلنج کی صورت میں اشتہار دے دیا جائے۔ چنانچہ ان کا یہی ذہنی تذبذب اور دغدغہ تھا کہ اگرچہ وہ ان اشتہارات کو روک تو نہیں سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے دیواروں وغیرہ پر لگوائے اتنی بلندی اور اونچائی پر کہ جہاں سے لوگ انہیں آسانی سے پڑھ بھی نہ سکیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ خدا کی بات تھی جو خدا کے ایک مامور کے منہ سے نکلی تھی اور اس سے اسلام، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی شان اور فضیلت کا اظہار وابستہ تھا۔ چنانچہ وہ بہرحال پوری ہو کر رہی اور ...... وہ مضمون تمام دوسرے مضامین پر غالب رہا اور دشمن و دوست نے اس کا اعتراف کیا کہ اگر آج اس مجلس میں اسلام کے اس جری پہلوان کی طرف سے یوں اسلام کی اتنی شاندار ترجمانی اور نمائندگی نہ ہوتی تو مسلمانوں کی ناک کٹ جاتی۔

چنانچہ اس وقت کے اخبارات و جرائد نے بھی جلسہ کی کارروائی درج کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کے اس مضمون کی بے پناہ تعریف کی تھی اور اب بھی اپنی کتابی شکل میں جن لوگوں تک یہ

مضمون پہنچ رہا ہے۔ وہ اس کو پڑھ کر اس کے بے مثال معجزہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور اسلام کی ازلی وابدی صداقتوں کا اعتراف کئے بغیر انہیں کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

اس سلسلہ میں مجھے ایک مخالف غیر احمدی اخبار نویس کا تبصرہ بھی ملا ہے جو اس نے انہی دنوں خود اس تقریر کو سُن کر لکھا تھا میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے یہ تبصرہ ہمارے ریکارڈ میں نہیں آیا۔ اس لئے ازدیادِ ایمان کے خیال سے بھی اور خواجہ صاحب کے اس تذبذب کے ساتھ تقابل کے نقطۂ نگاہ سے بھی وہ تبصرہ دوستوں کو سنا دیتا ہوں۔ اخبار نویس لکھتا ہے۔

''ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی رُوح ورواں تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا۔ جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ 27 ر دسمبر قریباً چار گھنٹے اور 29 ر دسمبر کو دو گھنٹے تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹے میں یہ لیکچر تمام ہوا جو حجم میں سو صفحے کلاں تک ہوگا۔ غرضیکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم پیش کیا اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے جو بولتے تو بہت تھے۔ مگر اس میں جاندار بات کوئی نہیں تھی۔ بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان سوالات کا علیحدہ علیحدہ اور مفصل و مکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سُنا اور جو بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا۔

ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں اور نہ اُن سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول وفروعاتِ اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ بہترین ومزین کیا پہلے عقلی دلائل سے

الٰہیات مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔مرزا صاحب نے نہ صرف مسائلِ قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظِ قرآنی کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا۔جس میں بے شمار معارف وحقائق وحکم واسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہلِ مذاہب ششدر ہو گئے تھے۔کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت تمام ہال اوپر نیچے سے بھر رہا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے امتیاز کے لئے اس قدر کہنا کافی ہے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آ آ کر گری جیسے شہد پر مکھیاں۔مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے ہیں۔مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا۔وہی ملائی خیالات تھے۔جن کو ہم لوگ ہر روز سنتے تھے۔اس میں کوئی عجیب وغریب بات نہ تھی اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اٹھ کر چلے گئے تھے۔مولوی صاحب ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کیلئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔''

(اخبار ''چودھویں صدی'' راولپنڈی بمطابق یکم فروری 1897ء)

(الفضل ربوہ 30 دسمبر 1958ء یکم و 2 جنوری 1959ء)

جلسۂ مذاہب میں شامل ایک سیالکوٹی

حضرت میاں نظام الدین صاحب سیالکوٹی 1896 کے جلسہ لاہور میں شام ہوئے۔آپ اپنی کیفیات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

''خاکسار شہر سیالکوٹ کا رہنے والا ذات ریکھی قوم موجودہ لوہار وتر کھان جو کہلاتی ہے کا ایک فرد ہے کام سپورٹس کا کرتا ہوں۔1895ء میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ومغفور کا درس قرآن شریف سنا کرتا تھا۔ان کی صحبت سے متاثر ہو کر

1896 کے ماہِ دسمبر میں جلسہ دھرم مہوتسو میں بہمراہی مولوی صاحب مرحوم لاہور گیا اور وہ جلسہ تمام کا تمام بغور سنتا رہا۔ دن کو جلسہ ہوتا تھا تو رات کو شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کی کوٹھی پر قیام رہتا تھا۔ وہاں پر شیخ صاحب کی پرہیزگاری اور دین داری یعنی نماز کی پابندی اور تہجد گذاری بھی دیکھنے میں آتی تھی۔ جلسہ مہوتسو میں میرے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک جج صاحب تھے۔ ان کا رنگ سانولہ سا تھا۔ اور ان کو غالباً ملک خدا بخش یا ملک اللہ بخش کہتے تھے۔ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر کے پڑھے جانے کے دوران میں زار زار روتے تھے۔ وہیں سٹیج پر مفتی محمد صادق صاحب بھی تھے۔ انہوں نے غالباً سبز چوغہ پہنا ہوا تھا اور فل بوٹ پاؤں میں رکھتے تھے۔ ان کی شکل وہاں پہلے دیکھنے میں آئی تھی۔ جلسہ کا اثر سب پر تھا اور سب پر ایک سناٹا چھایا ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و جبروت کا ایک نظارہ تھا۔

جلسہ کے بعد قادیان میں

جلسہ کے اختتام کے بعد مولوی صاحب کے ہمراہ قادیان پہنچ گئے۔ وہاں حضرت اقدس کی زیارت کی جو نہایت پرنور شکل تھی۔ دیکھنے والے پر بغیر اثر کئے نہ رہتی تھی۔ ان دنوں مسجد مبارک کے مشرق جو چھوٹی کوٹھڑی ہے۔ وہاں پانی کے گھڑے اور وضو کا سامان ہوتا تھا۔ ظہر کی نماز سے پہلے حضرت اقدس تشریف لے آئے۔ اور کسی نے کہہ دیا کہ دو آدمی بیعت کریں گے۔ چنانچہ بندہ اس وقت اسی وضو خانہ میں وضو کر رہا تھا۔ تو حضور نے آواز دی۔ کہ آؤ میاں نظام الدین! بیعت کرلو۔ بندہ آگے بڑھا اور حضور کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ دوسرے ہاتھ والے آدمی سیّد محمد علی شاہ صاحب تھے۔ جو پنشنر تھے جو بعد میں خوابیں سنایا کرتے تھے۔ اس کے بعد بندہ گھر واپس آ گیا اور پھر مولوی صاحب مرحوم کا درس سنتا رہا۔ مستری حسن دین صاحب سیالکوٹی میرے دوست تھے۔ وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکان بنانے کے لئے قادیان روانہ ہوئے۔ تو مجھے بھی شوق تھا۔ اس شوق کی وجہ سے انہوں نے مجھے بھی ساتھ لے لیا اور کہا کہ اگر کچھ وہاں کام بھی مل گیا تو کرلینا۔ چنانچہ ہم جب دونوں

قادیان آ گئے۔تو حضرت اقدس کا رہنے والا دالان بننا شروع ہو گیا۔ وہ معماری کے کام میں لگ گئے اور بندہ ترکھانوں کے کام میں لگ گیا۔ اس دوران میں حضرت اقدس کے ساتھ کھانا کھانے اور نمازیں ادا کرنے کا موقع ملتا رہا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

(رجسٹر روایت نمبر 3 روایات حضرت نظام الدین صاحب معرفت نظام اینڈ کو شہر سیالکوٹ, صفحہ 98-100)

جلسۂ مذاہب کے بارہ میں حضرت مولوی صاحب کی ایک مبارک رؤیا

''29 ؍دسمبر 1896ء۔ صبح مقرر تھا کہ میں جلسہ اعظم مذاہب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے جناب مذکور ایدہ اللہ کا مضمون سناؤں گا۔ رات میں نے دعا مانگی۔ پچھلی رات میں مجھے کسی نے ایک خوبصورت لمبا عصا دیا۔ جس کے نیچے کے سرے میں لوہے کا پھل لگا ہوا تھا جیسے پہاڑی عصاؤں کی ساخت ہوا کرتی ہے۔ پھر اچانک اس عصا میں سے چار اور ویسے ہی عصا پھوٹ نکلے۔

اس کے بعد پھر دیکھتا ہوں کہ ہماری مسجد کے بالکل پہلو بہ پہلو ایک اور مسجد ہے اور وہ غلام حسین مولوی سیالکوٹی کی مسجد ہے (اور یہ شخص ہمارے امامِ صادق کے منکرین میں تھا) اُس مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور امام ایک نابینا بدشکل سا شخص بنا ہوا ہے۔ پھر معاً کیا دیکھتا ہوں کہ ہماری مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور وہی نابینا ہماری محراب میں امام بن کر کھڑا ہے۔ میں نے جو اس وقت وضو کر رہا تھا اس کی قرأت پر کان لگایا تو وہ خود ساختہ عربی کے بے جوڑ فقرات بجائے قرآن کریم کے پڑھ رہا تھا۔ مجھے یہ سن کر سخت طیش آیا۔ لپک کر میں نے اسے محراب سے باہر کھینچا اور باہر نکال کر خوب ہی پیٹا۔ وہ چلتا ہوا اور بکتا چلا گیا کہ میں ایسا قرآن کیوں پڑھوں جس سے آٹھ پارے نکالے گئے ہیں۔

بحمداللہ اسی طرح ظہور میں آیا۔ ہمیں وہ کامیابی ہوئی جس کی نظیر ملنا دشوار ہے۔ ہزار ہا مختلف المذاہب لوگوں نے یک زبان ہو کر گواہی دی کہ ہمارے مضمون (اسلامی اصول کی فلاسفی) کے سبب سے اسلام کی فتح ہوئی اور نابینا شخص شیخ (محمد حسین بٹالوی) تھا جس نے نالائق اور اسلام کی ہتک کرنے والا مضمون پڑھا اور اسے وہ ذلّت ملی جس کی نظیر محال ہے۔''

(مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی ڈائری کا ایک ورق بحوالہ مصباح مئی 1962 ص 26)

خطبہ الہامیہ

یہ نادرالوقوع، عدیم المثال اور اعجازی نشان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود باجود سے قادیان دارالامان میں عید الاضحیہ کے دن 11 /اپریل 1900ء میں ظاہر ہوا۔اس موقعہ پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے حصہ میں کئی سعادتیں آئیں ۔ایک تو اس خطبہ کا رواں لکھنا اور پھر اس کے اختتام کے بعد ترجمہ کر کے احباب کرام کی سامنے پیش فرمانا لیکن اس سے بھی بڑی سعادت یہ تھی کہ اس خطبہ کی تحریک حضرت مولوی صاحب نے حضورؑ کی خدمت اقدس میں کی اور حضورؑ نے آپ کی تجویز کو الٰہی تصرف سمجھ کر خطبہ الہامیہ ارشاد فرمایا۔اس روئیداد میں قارئین یہ بھی اندازہ کرسکیں گے کہ حضرت مولوی صاحب کو سیدنا حضرت اقدسؑ سے کس قدر عشق تھا اور آپ کی ساری خوشیاں سلسلہ احمدیہ کے لئے وقف تھیں ۔اس سلسلہ میں بعض روح پرور اور ایمان افروز یاداشتیں پیش خدمت ہیں ۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، اپریل 1900 کی ڈائری میں تحریر کرتے ہیں:

''یہ بات جو اب ہم لکھتے ہیں ایک ایسی بات ہے جس سے ہمارے مخدوم مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو کس قدر عشق آپؐ کی باتوں سے ہے۔حضرت مولانا صاحب یوں بھی جلسہ عید سے پیشتر ہی علی العموم ہر روز بعد شام عرض کر دیا کرتے تھے کہ حضور تقریر ضرور کریں اور یہ اس لئے کہ نصیب اعداء آپ کی طبیعت چند دنوں سے کسی قدر ناساز تھی۔اس لئے امید نہ تھی کہ آپ تقریر فرماویں گے۔مگر آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''ہماری تقریر کیا ہے جب بہت سے دوستوں کا مجمع جمع ہوتا ہے تو ان میں سے ہر ایک کے مرض کی اصلاح زیر نظر ہوتی ہے۔اس لئے اُن کے امراض کا علاج فرداً فرداً جمع ہو کر ایک تقریر بن جاتی ہے۔''

بہرحال آج عید کی صبح کو مولانا موصوف اندر تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ ’’میں آج خصوصیت کے ساتھ عرض کرنے کو آیا ہوں کہ آپ ضرور تقریر کریں خواہ چند فقرے ہی ہوں۔‘‘ آپ نے فرمایا: ’’خدا نے ہی حکم دیا ہے۔‘‘ اور فرمایا کہ رات الہام ہوا ہے کہ مجمع میں کچھ عربی فقرے پڑھو۔ میں کوئی اور مجمع سمجھتا تھا۔ شاید یہی مجمع ہو۔ غرض حضرت مولانا موصوف کی تحریک پر دنیا کو بے نظیر نعمت ملی جو الگ رسالہ کی صورت میں شائع ہوگئی۔......اور ہمارا یقین ہے کہ اس خطبہ پر جس قدر برکات اور فیوض نازل ہوئے ہیں اور ہوں گے ان میں سے ایک بڑا حصہ حضرت مولانا کو ملے گا۔ اس لئے کہ اصلی محرک وہی ہیں اور حضرت نے خود کئی بار ان کی تحریک کا اعتراف فرمایا ہے۔

(فرمایا)

میں اب چند فقرے عربی میں سناؤں گا۔ کیونکہ مجھے خدا تعالیٰ نے مجمع میں کچھ عربی فقرے بولنے کا حکم دیا تھا۔ پہلے میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی اور مجمع ہوگا جس میں خدا کی بات پوری ہو۔ مگر خدا تعالیٰ مولوی عبدالکریم صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے تحریک کی اور اس تحریک سے زبردست قوت دل میں پیدا ہوئی اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ اور نشان آج پورا ہو۔

(الحکم قادیان 17/اپریل 1900ص 8,2)

حضرت اقدس نے یہ خطبہ یہاں تک فرمایا تھا اور قریب تھا کی عربی خطبہ شروع کر دیتے کہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے عرض کیا کہ حضور کچھ جماعت کے باہمی اتفاق ومحبت پر بھی فرمایا جائے۔ اس پر حضرت اقدسؑ اردو زبان میں نے تقریر فرمائی۔

خطبہ الہامیہ کا ترجمہ ومرتب کرنے اور سنانے کی سعادت

جب حضرت اقدسؑ حسب تحریک جناب مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی باہمی خلّت و اخوت پر تقریر فرما چکے تو اللہ تعالیٰ کے القاء وایماء کے موافق حضور نے عربی زبان میں خطبہ پڑھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ چونکہ یہ خطبہ آیات اللہ میں سے ایک زبردست اور لانظیر نشان ہے جو ہماری آنکھ کے سامنے بلکہ ایک عظیم الشان گروہ کے سامنے پورا ہوا۔

ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ زبردست نشان فی الحقیقت ایک اعجاز تھا۔......غرض حضرت اقدس نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کو حکم دیا کہ وہ قریب تر ہو کر اس خطبہ کو لکھیں۔ جب حضرات مولوی صاحبان طیار ہو گئے تو آپ نے ''یا عباد اللّٰہ'' کے لفظ سے عربی خطبہ شرع فرمایا......۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے جس خوبی اور فصاحت کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا یہ بجائے خود ایک نشان تھا۔ کسی دوسری زبان سے اس کے بیان کردہ مضامین کو اپنی زبان میں ارتجالاً ادا کرنا آسان کام نہیں اور خصوصاً معارف وحقائق کا ترجمہ۔ مگر مولوی صاحب نے جس صفائی کے ساتھ ترجمہ سنایا وہ گویا روح القدس کی امداد سے بول رہے تھے۔ لفظی بامحاورہ سلیس مسلسل جس قدر خوبیاں ایک ترجمہ میں ہونی چاہئیں وہ سب موجود تھیں۔ (الحکم قادیان 17/اپریل و یکم مئی 1900)

اس بارہ میں حضرت مولوی عبداللّٰہ صاحب سنوریؓ اور حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کی روایت پیش ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے تحریر فرماتے ہیں۔

''بیان کیا مجھ سے میاں عبداللّٰہ صاحب سنوری نے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے عید اضحیٰ کے موقعہ پر خطبہ الہامیہ پڑھا تو میں قادیان میں ہی تھا۔ حضرت صاحب مسجد مبارک کی پرانی سیڑھیوں کے راستے سے نیچے اُترے۔ آگے میں انتظار میں موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت ہشاش بشاش تھے اور چہرہ مسرت سے دمک رہا تھا۔ پھر آپ بڑی مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں نماز کے بعد خطبہ شروع فرمایا اور حضرت مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب کو خطبہ لکھنے پر مقرر کر دیا۔ میاں عبداللّٰہ صاحب سنوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب اس خیال سے کہ لکھنے والے پیچھے نہ رہ جائیں بہت تیز تیز نہیں بولتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات لکھنے والوں کی سہولت کے لئے ذرا رک جاتے تھے اور اپنا فقرہ دہراتے تھے اور میاں عبداللّٰہ صاحب سنوری بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ ایک وقت آپ نے لکھنے والوں سے یہ بھی فرمایا کہ جلدی لکھو یہ وقت پھر نہیں رہے گا اور بعض اوقات یہ بتاتے

تھے کہ مثلاً یہ لفظ ص سے یاسین سے لکھو۔
اور بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحبؓ نے کہ خطبہ کے وقت حضرت صاحب کرسی کے اوپر بیٹھے تھے اور آپ کے...... بائیں فرش پر حضرت مولوی صاحب خلیفہ اول و مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم تھے۔ جن کو آپ نے خطبہ لکھنے کے لئے مقرر کیا تھا اور آپ کی آواز عام آواز سے ذرا متغیّر تھی اور آواز کا آخری حصہ عجیب انداز سے باریک ہو جاتا تھا اور دوران خطبہ آپ نے مولوی صاحبان سے یہ فرمایا تھا کہ جو لفظ لکھنے سے رہ جاوے وہ مجھ سے ابھی پوچھ لو کیونکہ ممکن ہے بعد میں وہ مجھے بھی معلوم رہے یا یاد نہ رہے اور مولوی صاحب نے بیان کیا کہ بعد خطبہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ یہ خطبہ میری طرف سے نہ تھا بلکہ میرے دل میں اللّٰہ کی طرف سے الفاظ ڈالے جاتے تھے اور بعض اوقات کچھ لکھا ہوًا میرے سامنے آجاتا تھا اور جب تک ایسا ہوتا رہا خطبہ جاری رہا لیکن جب الفاظ آنے بند ہو گئے خطبہ بند ہو گیا اور فرماتے تھے کہ یہ خطبہ بھی ہمارے دوستوں کو یاد کر لینا چاہئے۔'' (سیرت المہدی جلد اول، روایت نمبر 152)
خطبہ الہامیہ کی بابت حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ فرماتے ہیں:
''حضور نے کھڑے ہو کر یا **عباداللّٰہ** کے الفاظ سے فی البدیہہ عربی خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ آپ نے ابھی چند فقرے کہے تھے کہ حاضرین پر جن کی تعداد کم وبیش دو سو تھی وجد کی ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ خطبہ کی تاثیر کا وہ اعجازی رنگ پیدا ہو گیا کہ اگرچہ مجمع میں عربی دان معدودے چند تھے مگر سب سامعین ہمہ تن گوش تھے'' (رجسٹر روایات جلد 13 ص 385-386)
اس بارہ میں حضرت مولانا شیر علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:
''......عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو لکھا کہ جتنے دوست یہاں موجود ہیں ان کے نام لکھکر بھیجدو تا میں ان کیلئے دعا کروں۔ حضرت مولوی صاحب نے...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سارا دن اپنے کمرہ میں دروازہ بند کر کے دعا فرماتے رہے۔ صبح عید کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے الہام ہوا ہے کہ اس

موقعہ پر عربی میں کچھ کلمات کہو۔اس لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اس وقت قلم دوات لیکر موجود ہوں اور جو کچھ میں عربی میں کہوں وہ لکھتے جائیں۔......حضرت مولوی صاحبان حسب ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بائیں طرف کچھ فاصلہ پر کاغذ اور قلم دوات لے کر بیٹھ گئے اور حضور نے عربی میں خطبہ پڑھنا شروع کیا۔اس عربی خطبہ کے وقت آپ کی حالت اور آواز میں ایک تغیر نظر آتا تھا۔ہر ایک عربی فقرہ جو آپ بولتے تھے اس میں آخر میں آپ کی آواز بہت دھیمی اور باریک ہو جاتی تھی۔تقریر کے وقت آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں۔تقریر کے دوران میں ایک دفعہ حضور نے حضرت مولوی صاحبان کو فرمایا کہ اگر کوئی لفظ سمجھ نہ آئے تو اسی وقت پوچھ لیں ممکن ہے کہ بعد میں مَیں خود بھی نہ بتا سکوں۔اس وقت ایک عجیب عالم تھا جس کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔‘‘

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 90-91)

منارۃ المسیح قادیان کی بنیادی اینٹ

13 مارچ 1903ء کا دن تاریخ احمدیت میں تاریخی اہمیت کا حامل دن ہے۔ یہ وہ مبارک دن جس دن سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کردہ بنیادی اینٹ منارۃ المسیح کے لئے بنیاد میں رکھی گئی۔ بعد از نماز جمعہ یہ تقریب منعقد ہوئی۔ حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب اینٹ لے آئے جسے اپنی ران پر رکھ کر حضور علیہ السلام دیر تک دعائیں کرتے رہے۔ بعدہٗ حکیم صاحب یہ اینٹ لے کر منارہ کے سنگ بنیاد کے مقام پر پہنچے۔ جہاں حضرت فضل الدین صاحب معمار احمدی نے اس اینٹ کو منارۃ المسیح کی بنیاد کے مغربی حصہ میں لگا دیا۔

''حکیم صاحب موصوف اور دوسرے احباب اس مبارک اینٹ کولیکر جب مسجد کو چلے تو راستہ میں مولانا عبدالکریم صاحب نماز جمعہ پڑھا کر واپس آرہے تھے۔ مولوی صاحب کا معمول ہے کہ نماز جمعہ سے فارغ ہوکر دیر تک مسجد اقصیٰ میں بیٹھا کرتے ہیں۔ کیونکہ بیرون جات کے احباب آپ کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ہفتہ کے حالات سنا کرتے ہیں یا بعض مسائل دریافت کرتے ہیں۔ آج بھی اسی معمول کے موافق آپ دیر سے آرہے تھے۔ راستہ میں جب یہ حال آپ کو معلوم ہوا تو رقّت سے آپ کا دل بھر آیا اور اس اینٹ کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا اور بڑی دیر تک انہوں نے دعا کی اور کہا کہ یہ آرزو ہے کہ یہ فعل ملائکہ میں شہادت کے طور پر رہے۔ آخر وہ اینٹ فضل الدین صاحب معمار احمدی کے ہاتھ سے منارۃ المسیح کے بنیاد کے مغربی حصہ میں لگائی گئی۔

(الحکم قادیان 17 مارچ 1903ص 5-6)

لیکچر لاہور

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی ایک اور سعادت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ شہرۂ آفاق لیکچر پڑھ کر سنانا ہے جو ستمبر 1904ء کو لاہور میں ایک مجمع عام کے سامنے آپ نے پُر اثر اور جہیر الصوت آواز پیش فرمایا تھا۔ ''لیکچر لاہور'' وہ مشہور تقریر ہے جو حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے 3 ستمبر 1904 کو اہل لاہور کے ایک عظیم مجمع کے لئے لکھی۔ اس تقریر کا عنوان تھا۔

''اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب''

اس تقریر کا مقصد دنیا کو عموماً اور اہل لاہور کو خصوصاً اسلام کی فضیلت اور اپنی صداقت سے آگاہ کر کے ان پر اتمام حجت کرنا تھا اور یہ تقریر پہلی بار اخبار ''الحکم'' قادیان میں 17 ستمبر اور 24 ستمبر 1904ء کو شائع ہوئی۔ اس کی کتابی صورت میں پہلی اشاعت رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں ہوئی اور یہ اعزاز حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر رئیس لاہور اور حکیم شیخ نور محمد صاحب مالک دواخانہ ہمدم صحت لاہور نے حاصل کیا تھا اور میاں معراج الدین صاحب عمر کی قائم کردہ تنظیم ''انجمن فرقانیہ لاہور'' کے تحت اسے شائع کیا گیا تھا۔ اس کتاب کی اشاعت کا خرچ ان دونوں اصحاب نے برداشت کیا اور اس کی قیمت فروخت صرف دو آنے مقرر کی گئی تھی۔

حضرت اقدس کی یہ کتاب آپ کی تصانیف کے سلسلے میں نمبر 80 پر اور آپ کے مجموعی علم کلام بنام ''روحانی خزائن'' کی جلد نمبر 20 میں شامل ہے۔ اس لیکچر کا پہلا ایڈیشن 54 صفحات پر مشتمل تھا۔ اس لیکچر کے دو اجزاء ہیں۔ پہلا جز اسلام اور دیگر مذاہب (ہندو اور عیسائیت) کے موازنے اور اسلام کی فضیلت بیان کرتا ہے۔ جبکہ دوسرے جز میں حضور نے اپنے دعویٰ اور اس کی سچائی کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔

''لاہور میں حضور کے لیکچر کیلئے جو دن مقرر تھا۔ مناسب انتظام نہ ہو سکنے کی وجہ سے ڈپٹی

کمشنر نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ لیکچر کی تاریخ بڑھا دیں تو ہمیں انتظام میں سہولت رہے گی۔ چنانچہ حضور نے دو دن آگے بڑھا دیئے اور لیکچر کی مقررہ تاریخ یکم ستمبر 1904ء کو بڑھا کر 3 ستمبر کر دیا۔ (البدر قادیان،24 ستمبر 1904ء صفحہ 1)

انتظام کیلئے ڈپٹی کمشنر نے دو سو سوار رسالہ کا میاں میر (چھاؤنی) سے منگوایا تھا۔ لیکچر بھاٹی دروازہ کے باہر منڈوہ (سینما) رائے میلا رام میں ہوا تھا اور مخلوق ہزاروں کی تعداد میں تھی۔ یہ لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا تھا۔ لیکچر کے بعد حاضرین کی خواہش پر جب حضور نے کچھ تقریر کرنا چاہی تو لوگوں نے شور مچا دیا۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے کھڑے ہو کر سورۃ الفرقان کا ایک رکوع خوش الحانی کے ساتھ پڑھا۔ جس پر لوگ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد حضور نے مختصر تقریر فرمائی اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا کہ اس قدر مخلوق کو پیغام حق پہنچانے کا موقعہ مل گیا۔ اس روز کمیٹی کے داروغہ نے سڑک پر چھڑکاؤ کرایا تھا۔ حضور کے ساتھ فٹن پر خان رحمت اللہ صاحب کوتوال سوار تھے۔ ڈرائیور کے ساتھ بھی ایک سپاہی بیٹھا ہوا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف گھڑ سوار فوجی تھے۔ غیر احمدی ٹولے بنا بنا کر کھڑے تھے اور اپنی چھاتیاں پیٹتے ہوئے کہتے تھے ’’ہائے، ہائے، مرزا‘‘۔ (لاہور تاریخ احمدیت از شیخ عبدالقادر صاحب۔ص117)

حضرت بابو غلام محمد صاحب آف لاہور جنہوں نے 1897 میں حضور کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ لیکچر لاہور کے موقعہ پر آپ بھی وہاں موجود تھے اس موقعہ لیکچر کی بابت بیان فرماتے ہیں:

’’1904ء میں جو جلسہ مزار داتا گنج بخش کے عقب میں ہوا تھا (لیکچر لاہور منڈوہ میں ہوا تھا اور اس کے سامنے کھلا میدان تھا اور یہ دونوں مقامات بھاٹی دروازہ کے سامنے اور داتا صاحب کے عقب میں اکٹھے ہی واقع تھے) اس جگہ جلسہ گاہ بنانے کیلئے ایک سٹیج لگایا گیا تھا۔ جس کے دونوں طرف پچاس پچاس سائبان لگائے گئے تھے۔ ایک سائبان سولہ مربع فٹ کا ہوتا تھا۔ حضور کی گاڑی کے پیچھے میرا بھائی پہلوان کریم بخش اور ڈاکٹر اسماعیل خان صاحب گوڑ گاواں (یکے از احباب تین صد تیرہ) بھی کھڑے تھے۔ پولیس اور رسالے کا بھی کافی انتظام تھا۔ مجھے یاد ہے کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جب لیکچر کے بعد کمر کھولی تو تھکان کی وجہ سے اس کے منہ سے ہائے کی آواز نکلی اور اس نے کہا ’’آج تو خدا کے بیٹے نے مار ڈالا۔ رات دو بجے اٹھا ہوں اور اب تک آرام

کرنے کا موقعہ نہیں ملا‘‘۔ (لاہورتاریخ احمدیت، صفحہ 220)

اس جلسہ کے بارہ میں حضرت قاضی محبوب عالم صاحب (بیعت 1898) جو لیکچر لاہور کے موقع پر حاضر تھے بیان کرتے ہیں:

’’جس دن لاہور کا لیکچر تھا۔ آپؑ میاں معراج الدین صاحب عمر کے مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ یہاں سے لے کر منڈوا میلا رام عقب داتا گنج بخش تک فوج پولیس اور رسالہ کا کافی انتظام تھا۔ چھڑکاؤ کیا گیا تھا۔ کوتوال شہر رحمت اللّٰہ خان کو آرڈر تھا کہ حضرت اقدس کو قیام گاہ سے لے کر جلسہ گاہ تک پہنچانا اور جلسہ گاہ سے واپس قیام گاہ تک پہنچانا تمہارا فرض ہے۔ چنانچہ وہ باوردی آ گئے اور مجھ سے ہی آ کر پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اوپر ہیں۔ اس نے کہا کہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا اوپر آ جائیں۔ اس نے سلام کے بعد عرض کیا کہ حضور تشریف لے چلیں۔ حضرت اقدس اس کوتوال کے ساتھ نیچے اتر آئے اور فٹن میں بیٹھ گئے اور کوتوال بائیں طرف ساتھ بیٹھ گیا۔ میں فٹن کے پائیدان پر کھڑا ہو گیا اور فٹن آہستہ آہستہ چل پڑی۔ فٹن کے آگے آگے ایک رسالہ (گھڑ سوار دستہ) تھا اور سڑک کے دونوں طرف پولیس کھڑی تھی۔ سوار بھی پھر رہے تھے اور گورا فوج کی پلٹنیں بھی ساتھ تھیں۔ منڈوے کے اردگرد بھی گورا پلٹنیں تھیں‘‘۔ (لاہورتاریخ احمدیت صفحہ 249)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے لیکچر پڑھنا شروع کیا۔ ہزارہا آدمیوں کا مجمع تھا۔ اندر اور باہر بارہ ہزار سامعین کا اندازہ تھا اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ مولانا عبدالکریم صاحب کی آواز تھی کہ حشر تھا۔ بعض گورے کہتے تھے کہ اتنا Loud بولنے والا ہم نے اپنی Life میں نہیں دیکھا۔ منڈوہ کے باہر بھی فرلانگ فرلانگ تک مولوی صاحب کی آواز جاتی تھی اور صحیح سنی جاتی تھی۔ جب لیکچر ختم ہوا تو لوگوں کے اصرار پر حضرت صاحب بھی کھڑے ہوئے۔ کیونکہ وہ حضورؑ کی زبان مبارک سے بھی کچھ سننا چاہتے تھے۔ حضرت صاحب نے چند منٹ تقریر فرمائی۔ (لاہورتاریخ احمدیت، ص 249)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے قول کے مطابق ’’لیکچر ختم ہونے کے بعد عوام کے اصرار پر حضور نے آدھا گھنٹہ تقریر فرمائی‘‘۔ (سلسلہ احمدیہ، صفحہ 49)

جلسہ کے دن کی صبح حضور کوتوال شہر کی معیت میں اپنی رہائش گاہ سے روانہ ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد لیکچر کے مقام پر پہنچ گئے۔ آپ کی آمد سے قبل ہی تمام منڈوہ بھر چکا تھا اور باہر بھی دور دور تک لوگ ہی لوگ نظر آتے تھے۔ (سیرت طیبہ، صفحہ 278)

راستے میں مخالفین نے اپنے اڈے بنا لئے تھے اور لوگوں کو جلسہ کی طرف جانے سے روکتے تھے اور جلسہ گاہ کے قریب بھی ایسے مخالف عناصر لوگوں کو مختلف دھمکیوں اور حربوں سے لیکچر سننے سے روکتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دل اس طرف متوجہ کر دیئے تھے۔ اس لئے لوگ جوق در جوق ایک دریا کی طرح لیکچر گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ لیکچر کے اشتہار میں ہر قوم، ہر مذہب اور ہر فرقے کو یہ لیکچر سننے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس لئے ہندو، آریہ، برہموسماجی، دیوسماجی، سکھ اور مسلمان کثرت سے شامل تھے اور بقول ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ''جلسے میں عیسائیوں کی تعداد کم تھی۔ (مجدد اعظم۔ صفحہ 982)

جلسہ شروع ہونے سے قبل حضورؑ سٹیج پر رکھی ایک کرسی پر رونق افروز ہوئے اور لیکچر پڑھ کر سنانے کی خدمت حسب سابق حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے سپرد کی۔ حضرت مولوی صاحب نے کڑاکے دار بلند اور پرشکوہ آواز میں تقریر پڑھنا شروع کی۔ اس عظیم الشان اور پرمعارف تقریر کی طرح مولوی صاحب کی آواز بھی پراثر بلند اور پرشوکت تھی اور آپ نے پورے تین گھنٹے میں لیکچر پڑھ کر سنایا۔ (لاہور تاریخ احمدیت، صفحہ 367)

اس طرح یہ عظیم الشان تقریر تین گھنٹے میں پوری پڑھی گئی اور تین گھنٹے لگا تار اور بلند آواز سے پڑھنا صرف مولانا صاحب کا ہی حصہ تھا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا اور نہ ایک عام شخص کے بس کی بات تھی۔ یہ خدا کے مسیح کی کامیابی اور صداقت کا ثبوت تھا کہ جیسے عظیم صاحب تقریر ہیں ان کے مرید بھی ویسے ہی جانثار اور صاحب کمال ہیں اور یہ سارے کام اللہ کی خاص مشیت اور رضا کے مطابق ہو رہے ہیں۔ مولانا صاحب کی تلاوت کی آواز تو سننے والوں پر جادو کر دیتی تھی اور قرآن مجید نہ جاننے والے بھی اس کے جذب کے دائرے کو محسوس اور قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

حضور انور کا لیکچر بخیر و خوبی تمام پڑھا گیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے حضورؑ کے گوش گزار کیا کہ آپ خود بھی کچھ تقریر فرمائیں۔ خواجہ صاحب کے اصرار پر آپ تیار ہو گئے۔ حضورؑ اپنی کرسی سے اٹھے اور تقریر شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ سامعین کے ایک حصے نے آپ کے استقبال کیلئے

تالیاں بجائیں۔ جبکہ کچھ لوگوں نے شور شرابا شروع کر دیا اور یہ شور اتنا بڑھ گیا کہ پولیس کے کنٹرول سے بھی باہر ہوگیا اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے پھر اپنے پیارے کی تائید کیلئے ایک نشان ظاہر کیا اور مولوی عبدالکریم صاحب کے دل میں ڈالا گیا کہ وہ تلاوت قرآن پاک شروع کر دیں۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے میاں عبدالعزیز صاحب کی روایت کی مطابق سورۃ الفرقان کا آخری رکوع اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی روایت کے مطابق سورۃ الحشر کا کچھ حصہ تلاوت فرمایا۔ اس پر مجمع فوراً ساکت ہوگیا۔ تب حضور نے اپنا خطاب شروع کیا جو آدھا گھنٹہ جاری رہا۔ حضور نے فرمایا:

''میں آپ سب صاحبوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے نہایت صبر اور خاموشی کے ساتھ میرے لیکچر کو سنا۔ میں ایک مسافر آدمی ہوں اور کل صبح انشاء اللہ چلا جاؤں گا اور یاد رکھوں گا کہ باوجود اختلاف رائے کے کہ (جس کی وجہ سے عموماً جوش پیدا ہوجاتا ہے) آپ نے نیکی اور نیک اخلاق اور آہستگی سے میرے مضمون کو سنا۔ میں یہ جانتا ہوں اور خود محسوس کرتا ہوں کہ مدت کے خیالات کو چھوڑنا سہل اور آسان نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کتنے ہی غلط کیوں نہ ہوں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے کہ انسان اپنے اندر علمی یا عملی تبدیلی کر سکے۔ لیکن جو اخلاق آپ نے دکھائے ہیں وہ نہایت ہی قابل تعریف ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہ اجتماعی رنگ دکھایا ہے وہ ایسا وقت اور زمانہ بھی لاوے کہ دلوں میں بھی اتحاد اور اجتماع ہو۔ اس ملک کو تفرقہ نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس ملک کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں بہت بڑا اتحاد اور اتفاق تھا اور باجود اختلاف مذاہب بھی ان میں قابل قدر میل ملاپ تھا۔ مگر اس زمانہ میں فرق آگیا اور خدا کرے کہ یہ دور ہوجائے۔ یاد رکھو یہ تنگ دلی اور تنگ ظرفی کا نشان ہے کہ انسان اختلاف شریعت و مذہب کی وجہ سے اخلاق کو بھی چھوڑ دے۔ اختلاف رائے اور چیز ہے اور اخلاق اور چیز۔ یہ انسانی اخلاق کی خوبی اور کمال ہے کہ باوجود اختلاف رائے کے اخلاقی کمزوری نہ دکھائے۔ آج کے جلسہ نے مجھے ایک تازہ امید دلائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے تو یہ میل جول ترقی کرے گا۔

میں آپ صاحبوں کی خدمت میں ادب ، عجز اور تواضع سے عرض کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ سنایا گیا ہے آپ اس پر توجہ کریں ۔تا کہ میری محنت ضائع نہ ہو۔ جو کچھ میری قلم سے نکلا ہے اور میرے دوست مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی کی دل آزاری کا استخفاف مذہب کی نیّت سے نہیں لکھا۔ بلکہ خدا گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ہوسکتا ہے کہ میں نے سچے دل سے لکھا ہے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کیلئے لکھا ہے۔ چونکہ فرصت بہت کم ہے۔ ممکن ہے کہ بعض نے نہ سنا ہو۔اس لئے ہم نے چھپوا دیا ہے اور بشرط گنجائش مل سکتا ہے۔ پس اس کو پڑھ کر توجہ کریں اور مذہبی مخالفت کو عام مخالفت کا ذریعہ نہ بناویں۔

مذہب تو اس لئے ہوتا ہے کہ اخلاق وسیع ہو۔ جیسے خدا کے اخلاق وسیع ہیں ۔کوئی ہزاروں گالیاں اسے دے وہ اس پر پتھر نہیں برسا دیتا۔ پس اسی طرح حقیقی مذہب والا تنگ ظرف نہیں ہوسکتا۔ تنگ ظرف خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی ۔ وہ دوسرے بزرگوں کو بھی بدنام کرتا ہے۔ میں اس سے منع نہیں کرتا کہ اختلاف مذہب بیان نہ کرو۔ بیشک نیک نیتی سے اختلاف بیان کرو مگر اس میں تعصب اور کینہ کا رنگ نہ ہو۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات دو چار سال سے نہیں بلکہ صدہا صد سال سے چلے آتے ہیں۔ اس لئے خدا کرے کہ بہت سے دلوں میں جوش ڈال دے کہ جو ان تعلقات کو دور نہ ہونے دیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مذہب صرف قیل وقال کا نام نہیں ۔ بلکہ جب تک عملی حالت نہ ہو کچھ نہیں ۔ خدا اس کو پسند نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نہایت خیر خواہی سے کہہ رہا ہوں خواہ کوئی میری باتوں کو نیک ظنی سے سنے یا بدظنی سے۔ مگر میں کہوں گا کہ جو شخص مصلح بننا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ پہلے خود روشن ہو اور اپنی اصلاح کرے۔ دیکھو یہ سورج جو روشن ہے پہلے اس نے خود روشنی حاصل کی ہے۔ اس وقت میری نصیحتیں یاد رکھیں ۔آج کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکھ سکیں گے اور میں نہیں جانتا کہ پھر موقع ہو یا نہ ہو۔لیکن ان تفرقوں کو مٹانے کی کوشش کرو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ میرا یہ مذہب نہیں کہ اسلام کے سوا سب مذہب جھوٹے ہیں۔ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ خدا جو تمام مخلوق کا خدا ہے وہ سب پر نظر رکھتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ

ایک ہی قوم کی پرواہ کرے اور دوسروں پر نظر نہ کرے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے کہ راجہ رام چندر اور کرشن جی وغیرہ بھی خدا کے راست باز بندے تھے اور اس سے سچا تعلق رکھتے تھے۔ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو ان کی نندیا یا توہین کرتا ہے۔ اس کی مثال کنوئیں کے مینڈک کی سی ہے جو سمندر کی وسعت سے ناواقف ہے۔ جہاں تک ان لوگوں کے صحیح سوانح معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے خدا کی راہ میں مجاہدات کئے اور کوشش کی کہ اسی راہ کو پائیں۔ جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ ہے۔

میں باوا نانک صاحب کو بھی خدا پرست سمجھتا ہوں اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ ان کو برا کہا جائے۔ میں ان لوگوں میں سے سمجھتا ہوں کہ جن کے دل میں خدا تعالیٰ اپنے محبت آپ بٹھا دیتا ہے۔ پس ان لوگوں کی پیروی کرو اور دل کو روشن کرو۔ پھر دوسروں کی اصلاح کیلئے زبان کھولو۔ اس ملک کی شائستگی اور خوش قسمتی کا زمانہ تب آئے گا جب نری زبان نہ ہوگی۔ بلکہ دل پر دارومدار ہوگا۔ پس اپنے تعلقات خدا تعالیٰ سے زیادہ کرو۔ یہی تعلیم سب نبیوں نے دی ہے اور یہی میری نصیحت ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔ (الحکم قادیان 10 ستمبر 1904ء، ص7)

سفر لاہور کی بابت حضرت شیخ عبدالکریم صاحب کراچی (بیعت 1903) بیان کرتے ہیں:

''1904 میں جب میں لاہور گیا تو ان (حکیم احمد حسین صاحب لائلپوری) کے مکان پر ٹھہرا۔ جب میں جمعہ پڑھنے گمٹی والی مسجد میں گیا تو وہاں اعلان کیا گیا کہ حضور لاہور تشریف لانے والے ہیں۔ حضور کا ایک لیکچر بھی یہاں ہوگا۔ چنانچہ یہ اعلان سن کر میں ٹھہر گیا۔ جب حضور تشریف لائے تو میاں معراج الدین صاحب کا مکان تیار ہو رہا تھا اور بعض کمرے مکمل بھی ہو چکے تھے۔ حضرت صاحب نے وہیں قیام کرنا پسند فرمایا تھا اور اسی میں جمعہ کی نماز بھی پڑھی تھی۔ خطبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا تھا اور نماز بھی انہوں نے ہی پڑھائی تھی۔ میں دیوانہ وار پھرتا رہا تھا اور چاہتا تھا کہ حضرت صاحب سے کسی نہ کسی طریق سے ملاقات ہو جاوے۔ اتنے میں ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے آگے کیا اور میں پہلی صف میں حضرت اقدس

کے ساتھ کھڑا ہوگیا (بائیں طرف)۔ میں جب التحیات میں بیٹھا تو اپنے گناہوں کا خیال کر کے اور حضرت اقدس کے ساتھ اپنا کندھا لگنے کا خیال کر کے رو پڑا ہچکی بھی بندھ گئی۔ حضرت اقدس نے میری یہ حالت دیکھ کر میری پیٹھ پر اپنا دست شفقت پھیرا اور تسلی دی۔

لیکچر سے پیشتر اس زمانے میں جو لاہور کا حاکم تھا اس نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھا کہ ہم آپ کے لیکچر کے وقت آپ کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہتے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر ہمیں تاریخ اور مقام سے مطلع فرمائیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا لکھ دو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہی بہترین محافظ ہے آپ کی مدد ہمیں درکار نہیں۔ اس نے پھر لکھا کہ چونکہ گورنمنٹ کی طرف سے ہم امن کے ذمہ دار ہیں اگر کوئی گڑ بڑ ہوگئی تو ہماری بدنامی ہے۔ اس لئے گو آپ کی ضرورت نہیں مگر ہمیں بدنامی کا ڈر ہے۔ اس پر آپ نے تاریخ اور وقت کی اطلاع بھجوادی۔ حاکم موصوف نے بہت اچھا انتظام کیا سڑکوں پر چھڑکاؤ کروادیا اور سواری کے ساتھ اندازاً چھ سوار گئے اور پھر واپس بھی ساتھ ساتھ آئے''۔ (رجسٹر روایات۔ جلد نمبر 1 ص 1-2)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس پندرہ روزہ قیام لاہور کے دوران دو جمعے آئے۔ پہلا جمعہ 26/اگست کو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھایا اور دوسرا جمعہ 2 ستمبر کو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے پڑھایا۔ ان دونوں خطبات کا خاص امتیاز یہ تھا کہ حاضرین میں سیدنا حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی شامل تھے۔

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ

26/اگست 1904ء لاہور

''خدا نے جمعہ کیلئے ان لوگوں کو جمع کیا جو مختلف مقامات سے آئے ہوئے ہیں۔ سب کی نیّت یہ ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی نعمت سے حصہ لیں۔ خدا کو راضی کریں اور آخرت کا سامان مہیا کریں۔ اس موقعہ کی مناسبت سے میں نے جو آیت پڑھی ہے۔ ہر شخص اس پر غور کرے کہ اس نے آخرت کیلئے کیا سامان کیا ہے۔ ہر ایک مومن کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ اگر

جہنم کا ذکر آوے اور انسان کا قلب رقیق نہ ہو تو انسان سمجھے کہ اس کے سینے میں دل نہیں پتھر رکھا ہوا ہے۔ اللّٰہ کے خوف سے انسان کی طاقت بڑھتی ہے۔ غیر کے خوف سے یہ طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ میں نے آزما کر دیکھا ہے۔ جو شے خدا کو دکھاتی ہے وہ مامور من اللّٰہ کی مجلس ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے اس کی مجلس میں خدا تعالیٰ کو دیکھ لیا ہے۔ چکھ لیا ہے۔ پرکھ لیا ہے۔ اسلام کا سچا مفہوم خدا تعالیٰ سے صلح اور آشتی ہے۔ جو شخص الحمدللہ کو پورے طور پر سمجھ کر پڑھتا ہے وہ ایک بہشت میں ہے۔ اے برادران طریقت! آپ کا یہاں اکٹھا ہونا ایک میلہ اور تماشا نہ ہو۔ تم لوگ اپنے اوقات کو رائیگاں نہ کرو۔ لعنتی ہے وہ دل جو اسے کامل نہ مانتا ہو۔ جب تک مرزے کی طرح تمہارے دل پہ چوٹ نہ ہو۔ تب تک سمجھو کہ تم کچے ہو۔ رات کی اندھیری گھڑیوں میں دعائیں مانگو۔ اس بڑے تاریک زمانے میں اگر حضرت مسیح موعودؑ کا وجود نہ ہوتا تو یا دہریت، فلسفیت اور برہموازم ہوتا یا یہ ناپاک اور بے غیرت مسلمان جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی تو بے عزتی کرتے ہیں مگر ایک مردہ مسیح کی عزت کرتے ہیں''۔

(البدر قادیان۔ 16 نومبر 1904ء ص 6)

قیام لاہور کے دوران حضرت صاحب کے دائیں اور بائیں بازو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ بھیروی اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بھی ہمراہ تھے اور یہ دونوں بےنفس رفیق اور مخلص مرید حضور کے حکم سے قادیان سے تین روز بعد لاہور تشریف لائے تھے۔ ان دونوں حضرات کی رائے تھی کہ تین دن سے زیادہ قیام ہو تو نماز قصر اور جمع نہ کی جائے۔ دیگر احباب کا جواب تھا کہ نمازیں قصر اور جمع کر کے پڑھی جائیں۔ آخری فیصلے کیلئے حضور کی طرف رجوع کرنا بہتر سمجھا گیا اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضور کی خدمت میں اس بارے میں یہ مختصر نوٹ لکھ کر بھجوایا۔

''آقائی صلوٰۃ اللّٰہ علیک وسلامہ

امام بخاری کے اجتہاد کے موافق پہلے ہم قصر کرتے ہیں کہ جب تک ہمیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ تین روز سے زیادہ ہمارا قیام ہوگا۔ اب لاہور میں قریباً دس روز تک قیام ہے۔ جناب کیا فرماتے ہیں''۔

خاکسار عبدالکریم

حضرت اقدس کی طرف سے اس نوٹ کا جو جواب ملا۔ وہ درج ذیل ہے۔

''دراصل قیام کا ارادہ کوئی مستقل نہیں ہے۔ صرف ظنی ہے۔ شدت گرمی یا اور وجوہ کے باعث یا ارادہ بدلنے کے باعث ہم کوچ کرنے کو طیار ہیں۔ آئندہ آپ کا اختیار ہے۔ ہمارا کوئی مستقل اور یقینی ارادہ نہیں ہے''۔

والسلام

خاکسار

میرزا غلام احمد

(اخبار بدر یکم ستمبر 1904، ص 3)

لیکچر سیالکوٹ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ''لیکچر سیالکوٹ''، جس کے پڑھنے کی سعادت بھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے حصہ میں آئی ،کا ذکر سفر سیالکوٹ کے باب میں بالتفصیل پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ حضرت مخدوم الملۃ کی ساری حیاتِ قادیان ہی خاص الخاص سعادتوں سے معمور تھی اور آپ کے حصہ میں کئی اور سعادتیں آئیں جو اس کتاب بیان نہیں کی گئیں۔ من تو کرتا ہے کہ بہت کچھ مزید احاطۂ تحریر میں لایا جائے تاہم کتاب طویل ہونے کا احتمال ہے۔ لہٰذا اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

باب ششم

آپ کی بیماری

قبولیت دعا کے نشانات

سفرِ آخرت

ع اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے ایام بیماری میں قبولیتِ دعا کے غیر معمولی نشانات کا ظہور ہؤا، اور کئی خوارق عادت اعجازی نشانات دیکھے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کی برکت سے جو شفایابی کے ناقابل یقین خارق عادت واقعات ظہور پذیر ہوئے، عموماً طبی دنیا والوں کیلئے ایسے نشانات عجوبے سے کم نہیں ہوتے۔ حضورؑ نے اپنے اس وفادار، جان نثار اور پیارے عاشق صادق غلام کے علاج کی خاطر تمام تر وسائل بروئے کار فرمائے۔ سنتالیس سال کی عمر جوانی کا عالم ہوتا ہے۔ عموماً انسان چالیس سال کے بعد ہی کوئی پائدار اور ٹھوس کارنامہ انجام دے پاتا ہے۔ تاہم آپ نے وہ کچھ کر دکھایا کہ عرش پر خدا تعالیٰ نے بھی آپ کو مسلمانوں کے لیڈر کے خطاب سے نواز دیا۔ حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو مضامین پڑھے یا لیکچر دیئے، شاذ ہی کوئی موقع ہو کہ جس میں آپ علیل نہ ہوں۔ تاہم آپ نے تائید الٰہی سے یہ ساری خدمات سرانجام دیں۔ حضورؑ اپنے پیاروں، جان نثاروں اور خادموں کا حد درجہ خیال فرماتے تھے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر الہامات میں حضرت مولوی صاحب کی وفات کی خبر دے دی تھی۔ تاہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمام دنیاوی اور ظاہری دستیاب ذرائع طب سے بھی کما حقہ استفادہ کرتے رہے اور اس وقت کینسر کا جو بہترین علاج میسر تھا، سے بھی حضرت مولوی صاحب کا علاج کروایا اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی دعاؤں کی برکت سے حضرت مولوی صاحب کو کاربنکل سے شفا بھی دیدی۔ جو یقیناً ایک غیر معمولی اعجازی نشان تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر کچھ اور ہی چاہتی تھی۔ اس زمانہ میں روزانہ حضرت مولانا موصوف کے لئے ایک

سپیشل ٹیکہ لگتا تھا جو خاصا مہنگا تھا اور خاص اہتمام سے لاہور سے آپ کیلئے منگوایا جاتا تھا۔ چوٹی کے سرجن اور اطباء اور حکماء، جن میں حضرت مولانا حکیم نورالدین بھیروی، حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب، محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب اور حضرت ڈاکٹر محمد حسین صاحب خاص طور قابل ذکر ہیں جو آپ کا علاج معالجہ کرتے تھے اور ساری جماعت احمدیہ آپ کی اعجازی صحت کیلئے دعا گو تھی۔ کیا شان کریمی تھی عبدالکریم کی۔ آپ کی بیماری کی کیفیت اور علاج معالجہ کی روئیداد بھی خاصی ایمان افروز اور رقت آمیز ہے جو کئی قلوب کیلئے تریاق کا کام کرے گی۔ حضرت مولوی صاحب کی بیماری و علاج معالجہ کے بعض مشاہدات آپ کے ایک معالج کی زبانی پیش ہیں۔

شفایابی کے واقعات

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے ایام بیماری کے معالجین میں سے ایک معالج مکرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ تحریر کرتے ہیں:

میں قادیان میں 22/ اگست 1905ء میں پہنچا۔ اس وقت تین چار روز سے ایک پھنسی جو مٹر کے دانہ کے برابر تھی مولوی صاحب مرحوم کی پشت پر دونوں شانوں کی ہڈیوں کے درمیان گردن کے قریب دو انچ نیچے جلد پر نمودار تھی۔ اس وقت اس میں کاربنکل کے علامات پورے پورے نہ پائے جاتے تھے۔ مگر تین چار روز کے بعد پورا کاربنکل بن گیا۔ چنانچہ اس کو چیرا دیا گیا مگر یہ کبھی اوپر کو بڑھتا تھا کبھی نیچے کو کبھی دائیں کبھی بائیں۔ غرضیکہ جس طرف بڑھتا اسی طرف چیرا دیا جاتا یہاں تک کہ اس ایک کاربنکل کو سات دفعہ چیرنا پڑا ایک دفعہ کلوروفارم سنگھا کر اور چار دفعہ بغیر کلوروفارم کے اور یہ نہیں کہ چیرا ناکافی طور پر دیا جاتا تھا یا علاج میں کسی قسم کی کمی تھی۔ مگر ذیابیطس کا غلبہ زور سے تھا اس لئے کاربنکل بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ گردن کی پچھلی طرف سب کی سب جگہ رک گئی اور سر کے بالوں کے اندر بھی سوجن چلی گئی اور گردن کے اطراف میں بھی

قریب ڈیڑھ انچ سوجن آگے کو بڑھ گئی۔ اس کاربنکل کے علاوہ اور چار کاربنکل نمودار ہوئے دو پشت پر ایک دائیں شانہ پر ایک دائیں زانو سے اوپر۔ اس کے علاوہ سات پھوڑے جسم کے مختلف مقامات بازو و ٹانگوں پر تھے۔ اصل تکلیف کا موجب مولوی صاحب کیلئے پہلا کاربنکل تھا جو ایک پھنسی سے اس قدر بڑھا کہ دونوں شانوں کے درمیانی حصہ کمر کو اور گردن کو اس نے روک لیا اور چیرا جو دیا گیا قریباً آٹھ انچ طول میں اور چھ انچ عرض تھا اور قریباً ڈیڑھ انچ گہرا تھا یہاں تک کہ شروع ایام میں جب کہ اچھی طرح سے زخم بھرا نہ تھا اس کی طرف دیکھ کر اکثر لوگوں کو ہیبت معلوم ہوتی تھی اور اتنے بڑے زخم کا بھرنا ایک اچنبہ بات معلوم ہوتی تھی۔ مگر خدا کے فضل سے اور مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں سے گردن کی طرف کاربنکل کا بڑھنا بالکل رک گیا اور زخم سب کا سب بھر گیا اور صرف دو سطحی لکیریں زخم کی جگہ پر معلوم ہوتی تھیں اور کچھ نہیں۔ ...... چار نئے کاربنکل جو تھے ان میں دوائی کی پچکاری کی گئی وہ سب کے سب بھی حضرت مسیح موعودؑ کی مسیحانہ دعاؤں کی برکت سے بیٹھ گئے۔ علالت کے آخری ایام میں ان سب کو قریباً آرام ہو گیا۔ اس مصیبت ناک بیماری کے دوران کئی مرتبہ کئی روز تک سخت پیچش رہی۔ رفع حاجت سے خون اور پیپ آتا رہا۔ مگر اس ہولناک بیماری سے بھی اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی۔ انسانی عقل سے اور سمجھ سے یہ بات بالا ہے کہ اتنی بڑی مہلک بیماری کیسے قلیل مدت میں ختم ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرت مسیح محمدی علیہ السلام کی دعائیہ اعجازات کے کمال ہیں۔ (الحکم قادیان 31 رجنوری 1906ء ص 4)

دعا اور اعجازِ مسیحائی

محترم ڈاکٹر صاحب حضرت مولوی صاحب کی بیماری کی بابت مزید تحریر کرتے ہیں:

''مولوی صاحب کی بیماری بہت سخت اور خطرناک تھی اس شدت سے اس کا دورہ ہوا کہ میں ایمان سے کہہ سکتا ہوں کہ مولوی صاحب کا اتنی لمبی میعاد یعنی اکاون دن تک زندہ رہنا ایک معجزہ تھا اور یہ حضرت اقدس علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ ورنہ میں خدا کو حاضر و ناظر کر کے کہتا ہوں۔ ہم بہت سے ڈاکٹر مولوی صاحب کے معالجہ کے

لئے جمع تھے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی موجود تھے۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت مولوی صاحب کی ایسی نازک حالت ہوتی تھی کہ ہماری طبی نگاہ سے ان کا چند گھنٹے بھی زندہ رہنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔مگر جب بھی ہم گھبرا کر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ان کی نازک حالت کا ذکر کرتے۔آپ کبھی کوئی کلمہ یاس یانا امیدی کا زبان پر نہ لاتے۔ بلکہ ہم سب کو بھی تسلی دیتے اور ہمیشہ یہی فرماتے کہ اللہ تعالیٰ بہت قدرتوں کا مالک ہے۔اس کے فضل کا ہ دم امیدوار رہنا چاہئے۔ ہمارا بھروسہ تو اسی ذات پر ہے اور آپ (حضرت اقدسؑ) دعا میں مشغول ہوجاتے۔اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ قضا وقدر جب نازل ہوجاوے تو اسے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔مگر حضرت اقدس کی دعا کا اثر بین ہوتا تھا اور فوراً ردی علامات میں ایک غیر معمولی تبدیلی ہوکر آرام کی صورت ہوجاتی تھی۔'' (الحکم قادیان 31رجنوری1906ء ص4)

غیر معمولی نشانات الٰہیہ کا ظہور

حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی بیماری کے ایام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو قریب سے مشاہدہ کیا اور آپ کے اعجازات کی غیر معمولی جھلک ملاحظہ کی اور کئی نشانات الٰہیہ کا ظہور دیکھا۔جس کا تذکرہ آپ اس انداز میں کرتے ہیں۔

''القصہ دعاؤں نے اپنا اثر دکھایا کہ اصل عارضہ کاربنکل کا بالکل اچھا ہوگیا اور درمیانی عوارض بھی اچھے ہوگئے۔ یہاں تک کہ خود مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے اصل بیماری سے بالکل صحت ہوگئی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ دوتین روز تک چلنے پھرنے کے قابل ہوجاؤں گا۔مگر بموجب الہام الٰہی ان **المنایا لا تطیش سھامھا** ۔یعنی موت کے تیر خطا نہیں جاتے۔ قضاء وقدر نے اپنا کام دوسرے رنگ میں کیا۔یعنی مولوی صاحب کو ذات الجنب ہوگیا۔جس سے تپ 104 درجہ کا ہوا اور الہام الٰہی'' 47 سال عمر، انا للہ وانا الیہ راجعون'' کے مصداق ہوئے۔''

مسیحا کے روحانی فرزند کیلئے دعائیں

''4 ستمبر 1905ء کو مولوی صاحب مرحوم پر کلوروفارم سونگھا کر اپریشن کیا تھا اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پروفیسر سرجری آگرہ میڈیکل کالج، نے ان کو کلوروفارم دیا تھا اور آپریشن قریب گیارہ بجے دن کے ختم ہوا تھا۔ اپریشن کے بعد قریب شام تک میں مولوی صاحب کے پاس بیٹھا رہا۔ ہاتھ پاؤں بالکل سرد ہو گئے۔ نبض بالکل کمزور تھی اور باقاعدہ نہ چلتی تھی۔ کسی وقت ایک دو حرکتیں دل کی بالکل ساقط ہو جاتی تھیں۔ گویا کہ دل حرکت کرتا کرتا رک جاتا تھا۔ ہوش نہ تھا اور اس کے علاوہ پیٹ میں نفخ بہت تھا۔ اصل میں مولوی صاحب کو ذیابیطس کی وجہ سے عام کمزوری بہت تھی۔ اس کے علاوہ شدت درد و کرب کی وجہ سے کئی دن سے غذا اندر نہ گئی تھی۔ اس پر اپریشن بڑا بھاری ہوا۔ بہت سا خون بہہ گیا۔ کلوروفارم بہت سی مقدار میں سونگھانا پڑا۔ اس لئے ان کی حالت نہایت نازک ہو گئی تھی۔ ہم نے ہر ایک قسم کا علاج کیا کہ دل اپنی اصلی حالت پر آوے اور ہوش آئے۔ مگر کوئی بات کارگر نہ ہوئی اور ان کی عام حالت نیچے ہی نیچے جاتی تھی۔ ہمارے عزیز بھائی ڈاکٹر سیّد محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن واسسٹنٹ پروفیسر میڈیکل کالج لاہور بھی قریب چار بجے دن کے لاہور سے تشریف لے آئے۔ وہ بھی ان کی حالت دیکھ کر سخت پریشان و حیران ہوئے اور انہوں نے کہا کہ بظاہر ان کے بچنے کی کوئی صورت نہیں معلوم ہوتی۔

حضرت اقدس گھڑی گھڑی مولوی صاحب کا حال دریافت کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں ان کی نازک حالت کی اطلاع دی گئی۔ اس خبر کو سننے سے جیسے کہ ایک حقیقی غمگسار اور سچے مشفق کو صدمہ ہوتا ہے۔ آپ کو صدمہ محسوس ہوا اور جیسے کہ والدین کو اپنے عزیز بیٹے کے لئے ایک تڑپ اور اضطراب ہوتا ہے واللّٰہ کہ ہم نے اس سے زیادہ اس مسیح میں اپنے روحانی فرزند کے لئے پایا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ کچھ مشک لائے۔ فرمایا کہ مولوی صاحب کو دو۔ پھر آپ دعا میں مشغول ہو گئے۔ کہا کہ ہمارے پاس سب سے بڑا ہتھیار دعا ہی ہے اور فرمایا کہ خدا کے فضل سے نا امید نہ ہونا چاہئے۔ وہ چاہے تو مردہ میں جان

ڈالدے۔ اس کو سب قدرت ہے۔ مشک بھی دیا گیا۔ پیشتر اس کے اس سے بہت زیادہ طاقتور ادویہ دی جا چکی تھیں۔ بلکہ جلدی میں بذریعہ Hypodermic Syringe ہائپوڈرمک سرنج (یعنی باریک پچکاری) دی جا چکی تھی۔ کچھ اثر نہ ہوا تھا۔ مگر میں اس بات کا شاہد ہوں اور ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب گواہ ہیں کہ ادھر حضرت مسیح نے دعا کے لئے سجدہ میں سر رکھا اور ادھر مولوی صاحب کی حالت جو نہایت خطرناک تھی۔ اصلاح پکڑنے لگی اور ابھی حضرت دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ نبض بالکل درست اور طاقتور ہوگئی جیسے کہ کبھی کوئی ضعف نہ تھا۔ اس وقت ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے مونہہ سے بے اختیار یہ کلمہ نکلا کہ ان کی نبض کا درست ہونا ایک معجزہ ہے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس حالت کے بعد اس ضعف کی حالت میں اور دل کے بالکل رہ چکنے کے بعد پھر کسی کا دل قوی ہو گیا ہو اور حالت درست ہوگئی ہو۔ ایسے شخص کیلئے جو تعصب نہ رکھتا ہوں۔ حضرت اقدس کے منجانب اللہ ہونے اور ان کو ایک باخدا انسان ماننے کیلئے اس ایک ہی نشان میں کافی ثبوت ہے۔ یعنی ہم دنیا میں یہ عام نظارہ دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو کسی سے سچی محبت اور اخلاص ہوتا ہے وہ اس کے لئے روبلا کرنے کے لئے وہ وسائل استعمال کرتا ہے جن پر اسے سب سے زیادہ بھروسہ ہوتا ہے۔ اب ہم ایک طرف تو دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے جب مولوی صاحب کی اس نازک حالت کی خبر پائی تو ان کو اس سے ایسا صدمہ ہوا کہ بلا مبالغہ ان کے والدین کو (جو اس وقت وہاں موجود تھے) ایسا صدمہ نہ ہوا تھا۔ دوسری طرف جو معالج ہیں وہ سب قسم کے حیلے استعمال کر چکے ہیں اور وہ برابر سات گھنٹے اسی تدبیر میں لگے رہے کہ ان کا دل طاقت پکڑے اور جسم میں حرارت غریزی قائم ہو اور ہوش آوے۔ آخر ناچار ہو کر انہوں نے اپنی عاجزی کا اعتراف کیا اس روحانی باپ کے سامنے کیا جس کا ایک کارکن اور لایق فرزند جو دینی خدمات میں اول نمبر پر تھا اور خدا کی طرف سے مسلمانوں کا لیڈر ہونے کا خطاب بھی پا چکا تھا۔ ایسی حالت اضطرار میں جو کچھ حضرت اقدسؑ سے ظہور میں آیا۔ وہ ان کی اصلی قلب کی حالت ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے اسے ان کا عظیم الشان نشان ماننا ضروری ہے۔"

(الحکم قادیان 31 جنوری 1906ص 4)

صبر واستقلال اور عزم وہمت کے نمونے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے روحانی فرزند حضرت مولوی صاحب سے غیر معمولی محبت تھی۔ تمام ڈاکٹروں کی مایوسی اور ناامیدی کے باوجود آپ ثابت قدم رہے اور دعا میں لگے رہے اور ایک ثانیہ بھی ناامیدی کا خیال نہ آیا اللہ تعالیٰ نے اعجاز مسیحائی سے زندگی ڈال دی حالانکہ مولوی صاحب کی اس نازک حالت کی خبر سے مولوی صاحب سے ہر ایک محبت رکھنے والے کہ جو اس وقت قادیان میں موجود تھے۔ (جو بلحاظ بشریت کے ضروری تھا) وہ گویا کہ دمِ واپسین کی گھڑی تھی۔ دنیاوی رشتہ داروں کے لحاظ سے ان کے سب سے زیادہ قریبی ان کے بوڑھے والدین تھے اور ان کی دونوں بیویاں تھیں۔ ان کی اس وقت حالت وہی تھی جو ہم عام طور پر لوگوں میں دیکھتے ہیں کہ ان کے رونے اور چلانے کی آواز آتی تھی اور وہ ایسے اس غم میں مبتلا تھے کہ گویا کہ اپنی طرف سے اس عزیز کے لئے سب وسائل علاج کے منقطع کر بیٹھے ہیں۔ مگر ادھر ہم نے اس خدا کے فرستادہ کا حال دیکھ کر جیسے کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ سب سے زیادہ صدمہ ان کو محسوس ہوا۔ ہم ان کے چہرہ کو دیکھ رہے تھے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر ہم میں سے کوئی ہوتا اور اس کے دل میں وہ محبت ہوتی جو حضرت اقدسؑ کو اس مرحوم سے تھی۔ تو وہ اس خبر کو سنکر غش کھا جاتا یا حیران ومبہوت ہو جاتا مگر آپ نے اپنے صبر واستقلال کا وہ نمونہ دکھلایا کہ جس کی نظیر دنیا میں صدہا سال سے مفقود ہو چکی تھی۔ یعنی آپ کوئی لفظ حسرت یا یاس کا زبان پر نہ لائے اور اس پیارے کی دم واپسین کی گھڑی میں انہوں نے اپنے ایمان اور خدا تعالیٰ سے سچی محبت اور اسکی رحمتوں اور اس کے فضل سے ایک کامل امید کا وہ نمونہ دکھلایا کہ اس سے سب شکستہ دلوں کی ایک ڈھارس بندھ گئی۔

عام طور پر تو طبیب بیماروں کے متعلقین کی تشفی کا موجب ہوتے ہیں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ قریب تھا کہ صدمہ سے ہماری کمر ٹیڑھی ہو جاتی۔ مگر حضرت اقدسؑ نے اپنی قوت قدسیہ سے ہماری کمروں کو سیدھا کیا اور ہم کو پھر ہمارے عزم میں مضبوط کیا اور خود اس

منعم حقیقی کی جناب میں دعا میں مصروف ہوئے۔ یہ گویا کہ آپ پر ایک بھاری ابتلا کا انتہا تھا مگر آپ کی ثابت قدمی اور استقلال کو دیکھ کر رحمت الٰہی نے اس جوش سے نزول کیا کہ ایک آن کی آن میں اس مردہ میں کہ جس نے قریباً سات گھنٹے سے ہاتھ پاؤں نہ ہلایا تھا اور جس کے ہاتھ اور پاؤں برف کی طرح ٹھنڈے ہو چکے تھے اور نبض بھی الوداع کہتی جاتی تھی۔ نئے سرے سے جان ڈال دی۔

(الحکم قادیان 31 جنوری 1906ء ص5)

زندہ خدا کے زندہ نشانات

تقدیر الٰہی کی عجیب شان ہوتی ہے جس کا ظہور کبھی ابتلاء کی صورت میں اور کبھی انذار کی صورت میں ہوتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی بیماری جہاں احباب جماعت کے لئے ایک غیر معمولی المناک ابتلاء تھی وہاں ہستی باری تعالیٰ کے کئی زندہ نشانات کے نظارے بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اور زندہ خدا کی عظمت احباب کے لئے راحت وسکون اور تسکین قلبی کا باعث تھا۔ ان میں سے بعض امور کا اظہار حضرت مولوی صاحب کے معالج مکرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے کیا:

میں ایمان سے کہتا ہوں کہ مولوی صاحب کے دورانِ علالت میں ہم نے بے اندازہ نشانات دیکھے جن سے کہ اس خدا کے مسیح پر ہمارا ایمان پہلے سے کئی سو گنا زیادہ مضبوط ہوا اور ہم نے اس ایمانی حلاوت کو اپنے اندر اس طرح سے محسوس کیا کہ گویا ہمارے جسم کے ہر ایک ذرہ میں انوار سماوی اور برکاتِ الٰہی کی ایک نہر چلی جس سے ہمارے ہر رگ و ریشہ نے ایک لذت اٹھائی گویا کہ ہم نے اس زندہ خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جس کی طرف اس کا مسیح کل اہلِ دنیا کو بلا رہا ہے (الحمدللہ ثم الحمدللہ)۔

ہر من او جلوہ نمود است گر اہلی بہ پذیر

اور واقعات کو تو میں بعد میں پیش کرونگا مگر میں اس ایک واقعہ کی طرف ان لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں جو چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اندر کے گند اور آلائش کو دور کرے اور وہ اس نور معرفت کو حاصل کرلیں جس سے ان کے اندر کی سب تاریکیاں دور ہو جاویں اور وہ اس خدا کو پالیں۔ جس کے لئے ابتدائے آفرینش سے لیکر اب تک ہر ایک اہلِ بصیرت کی

تڑپ رہی ہے اور سب اکابر نے ہم کو یہی بتایا ہے کہ اس نعمتِ عظمیٰ کو پا کر پھر اور کسی بات کی آرزو نہیں رہتی اور یہ وہ شربت ہے کہ اسکو پینے کے بعد پھر کبھی پیاس نہیں لگتی اور یہ وہ خوان ہے کہ جس سے بہرہ ور ہونے کے بعد پھر اور کسی چیز کی بھوک ہی نہیں رہتی اور یہ وہ وصال ہے کہ اس کے بعد کوئی اور لذت باقی نہیں رہتی۔''

چشم دل اند کے چو گرد و باز
سرد گرد دبر آدمی ہمہ آز

(الحکم قادیان 31 جنوری 1906ء ص 5)

قبولیت دعا کا دوسرا زندہ نشان

مکرم ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب مزید بیان کرتے ہیں:

''دوسرا واقعہ قریب یکم اکتوبر 1905ء میں رات کو قریباً دس بجے مولوی صاحب کو دیکھنے گیا۔ اس وقت ان کو سخت ضعف تھا۔ قریباً غشی کی صورت تھی۔ کئی روز سے پیچش تھی۔ کچھ کھایا نہ تھا نبض بہت کمزور اور بے معلوم تھی۔ میں نے اس وقت حضرت اقدسؑ کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ فوراً تشریف لائے۔ سب کیفیت عرض کی۔ اسی وقت دعا میں مصروف ہو گئے۔ دوا بھی دی۔ ابھی دوا اندر نہ گئی تھی کہ میں نے نبض پر ہاتھ رکھا۔ نبض فوراً طاقتور ہو گئی اور ہوش میں آ گئے۔ یعنی دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے ہی کی دیر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت کا شرف بخشا اور جس خطرناک حالت میں مولوی صاحب کو چھوڑ آیا تھا ان کی طبیعت فوراً اصلاح پر آ گئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہ یہ ضعف ہوا ہی نہ تھا۔

اپریشن کے بعد زخم کی حالت کئی روز تک خراب رہی اور انگور کا نام ونشان تک نظر نہ آتا تھا۔ حضرت نے دعا کی۔ صبح کو رؤیا سنایا کہ مولوی صاحب مرحوم کو حضرت اقدس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ یہ 9 ستمبر 1905ء کا واقعہ ہے۔ یعنی پانچ روز بعد از اپریشن۔ اسی روز قریب دس بجے میں جو پٹّی لگانے کے لئے گیا تو یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ قریباً تمام زخم پر انگور آ گیا تھا، اس سے پہلے روز انگور کا نام ونشان نہ تھا

اور سڑا ہوُا مواد اس کے اندر سے نکلتا تھا۔یہ بالکل عجوبہ اور خارق عادت بات تھی۔اتنے بڑے زخم پر جو اس وقت قریب آٹھ انچ لمبا اور چھ انچ چوڑا تھا۔ایک دن میں انگور آ جائے۔

میرے اور ڈاکٹر رشید الدین صاحب کے خیال میں یہ قریباً آٹھ دس روز کا کام تھا جو ایک دن میں ظہور پذیر ہوا تھا اور یہ دعا کا نتیجہ تھا۔مولوی محمد علی صاحب ایم اے، شیخ یعقوب علی صاحب اور دیگر احباب جو زخم کی حالت کو روز دیکھتے تھے اس حیرت انگیز تبدیلی کے شاہدین ہیں اور جو خواب حضرت اقدس نے بیان فرمائی تھی صلاحیت طبیعت کی طرف اشارہ کرتی تھی۔مگر اس کے جواب میں اخیر میں حضرت صاحب نے تین بار فاتحہ پڑھی۔جس میں بعد میں اشارہ مولوی صاحب کے حسن خاتمہ کی طرف معلوم ہوُا۔ (بدر قادیان 26 جنوری 1906ء ص8)

غیر معمولی شفایابی کے بعض نشانات

4 ستمبر 1905ء کو حضرت مخدوم الملۃ کا ایک بڑا اپریشن کیا گیا۔حضرت مسیح پاکؑ کو اس روز الہام ہوا ''ردّ بلا'' جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

''اس کا اور مفہوم بھی خاص حضرت اقدسؑ کی ذات کے متعلق ہوگا جو خدا انشاءاللہ بعد میں ظاہر کریگا۔مگر اس الہام کو مولوی صاحب کی طرف منسوب کیا جاوے تو اس میں اس کاربنکل کی صحت کی طرف اشارہ تھا جو بعد میں اچھا ہو گیا تھا اور یہ ایک بلا تھی۔جو خدا کے فضل سے بالکل رد ہو گئی تھی۔اس میں کچھ شک نہیں کہ موت ہر ایک کے لئے مقدر ہے۔اس سے کوئی شخص باہر نہیں۔وہ دوسرے رنگ میں آ گئی مگر اصل مرض جس کا سب کو خیال تھا وہ دور ہو گئی۔

حضرت مولوی صاحب کو اس دوران مرض میں بڑا سخت پیچش کا دورہ ہوا۔جو کئی روز تک رہا۔کچھ کھا پی نہ سکتے تھے۔کوئی دوائی کارگر نہ ہوتی تھی۔خون اور پیپ پاخانہ کے ساتھ آتا تھا اور ڈاکٹر سیّد محمد حسین صاحب کی یہ رائے تھی کہ انتڑیوں میں زخم ہو گئے تھے اور دوائیوں سے ان کی طبیعت اس قدر متنفر ہو گئی تھی کہ پینے سے انکار کرتے تھے۔

آخر کار حضرت اقدس کی دعا سے اس سے بکلی نجات ہوگئی تھی کہ پھر اخیر وقت تک تندرستوں کی طرح سے پاخانہ آتا رہا۔ پیشاب کی وہ کثرت تھی کہ اسے دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ دو بڑے بڑے برتن ایک رات دن میں بھرتے تھے۔ قریباً چودہ پندرہ سیر پختہ پیشاب ان کو چوبیس گھنٹہ میں آتا تھا۔ جس سے بہت خطرہ تھا مگر ہر طرح کی ادویہ ذیابیطس کی کی گئیں۔ کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہوتا تھا۔ مگر حضرت کی دعا اور توجہ سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے پیشاب کی مقدار بہت کم ہوگئی۔ یہانتک کہ مشکل سے ایک دو دفعہ رات کو پیشاب ان کو آتا تھا اور پیشاب کی مقدار قریباً دس حصہ کم ہوگئی تھی اور بہت سے حالات میں کہ بعض تکلیف دہ عوارض کو اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعا اور توجہ سے دور کیا اور اپنی رحمت اور فضل کا اظہار اس موعود مسیح کے طفیل کیا اور بعض دفعہ ایک کرب اور اضطراب کی حالت کو ایک سکون وراحت کی حالت میں بدل دیا اور وہ اتنے امور ہیں کہ بلحاظ طوالت کے میں ان کا ذکر نہیں کرتا۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ پاس رہنے ولوں نے خدا کے فضل سے ان علالت کے ایام میں بہت سے نشان اس مسیح کے ہاتھ سے دیکھے جن سے ان کا ازدیاد ایمان ہوا۔ **ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان۔ ان آمنوا بربکم فامنا ربنا فاکتبنا مع الشاھدین۔**

(الحکم قادیان 10 فروری 1906ء)

آقا کا خادم کیلئے غیر معمولی حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ کے مامورین اپنے متبعین کے ساتھ خلوص دل ونیّت سے سلوک روا رکھتے ہے۔ تاہم جس طرح سنت الٰہی ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ استثنائی سلوک فرماتا ہے بعینہٖ اس کے قاصدین بھی اپنے خاص متبعین کے ساتھ خاص سلوک روا رکھتے ہیں۔ یہ دراصل **تخلقوا باخلاق اللّٰہ** اور **صبغۃ اللّٰہ** کی ایک اعلیٰ مثل ہے۔ حضرت صاحب کا حضرت حکیم الامۃ ومخدوم الملۃ کے ساتھ امتیازی سلوک تھا اور اس کی وجہ ان کا غیر معمولی جذبۂ اطاعت، عشق ووفا کا تعلق تھا۔ حضرت مخدوم الملۃ کی بیماری میں حضورؑ نے ہر طرح سے شفقت وحسن سلوک کا اظہار فرمایا اس کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب بیان کرتے ہیں:

''جس روز سے کہ مولوی صاحب علیل ہوئے اس گھڑی تک کہ انہوں نے اس جہان سے اپنے تعلقات کا انقطاع کیا مجھے مولوی صاحب مرحوم ومغفور کی خدمت میں رہ کر سعادت حاصل کرنے کا اللّٰہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے موقعہ دیا اور چونکہ حضرت اقدسؑ اپنے خاص کرم اور مہربانی سے مولوی صاحب مرحوم کے متعلق ہر ایک علاج میں اور ان کے کھانے پینے کی ہر ایک چیز کے متعلق خاکسار سے مشورہ لیتے تھے اور مولوی صاحب کی طبیعت بعض اوقات رات کو بگڑ جاتی تھی۔ اس لئے مجھے اس وقت حضرت صاحب کی خدمت میں اطلاع دینے کی ضرورت ہوتی تھی اور دن میں بھی کئی دفعہ ایسا موقع ہوا کہ جب مولوی محمد علی صاحب یا ایک دو اور احباب کے سوائے کوئی نہ ہوتا۔

حضرت اقدسؑ کو مولوی صاحب کی بیماری میں جو تبدیلیاں ہوتی تھیں ان کو اس سے اطلاع دیجاتی تھی ۔ ہر ایک دفعہ جب ہم اطلاع دیتے حضرت اقدسؑ خود تشریف لاتے اور حال دریافت کرتے اور بعض اوقات خود بخود تشریف لاتے اور مولوی صاحب کا حال معلوم کرتے۔ اس لئے خاکسار کو خدا کے فضل سے مولوی صاحب کی اس علالت میں حضرت اقدسؑ کے اخلاق اور ان کی محبت اور ایثار جو ان کو اپنے خدام کے لئے ہے اسکے مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔

بعض اوقات ہم نے حضرت اقدسؑ کو سخت کرب اور گھبراہٹ اور ابتلاء کی گھڑیوں میں مولوی صاحب کی نازک حالت کی اطلاع دی۔ جبکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارا وہ پیارا رفیق جس نے اپنی ہر ایک خواہش پر اللّٰہ تعالیٰ کی رضاء اور خدمت دین کو مقدم کیا ہوا تھا اور ہمارا وہ حبیب جس نے کہ اپنے وجود کے ایک ایک ذرہ کو امام معصوم اور ہادی برحق کی راہ میں ایک بار نہیں بلکہ صد ہزار بار نثار کیا ہوا تھا اور جو اپنے دل سے ہر ایک دوست کا قدردان تھا۔ جس کو کہ وہ دیکھتا کہ اسے اعلائے کلمۃ اللّٰہ واشاعت دین کیلئے ادنیٰ سا بھی جوش ہے اس وقت ہم دیکھتے تھے کہ وہ نوجوان جو اپنے شہر کا اور اپنے ملک کا اور اپنی قوم کا اور اسلام کا فخر تھا کہ اس کی کشتی عمر ایسی سخت بیماری کے طوفان میں طلاطم میں پڑی ہے۔ اصل میں یہ وقت ہوتا ہے کسی کی سچائی، محبت اور اخلاص کو پرکھنے کا۔ نیز اس بات کا کہ اسے خدا تعالیٰ کی قوت پر کیسا ایمان ہے اور اسکا تعلق خدا کے

ساتھ کیسا ہے ۔ کیونکہ ایسی نازک حالت میں خصوصاً جبکہ معالج ڈاکٹر اور طبیعت بھی یاس کے عالم میں ہوں ۔سوائے ایسے لوگوں کے کہ جن کواللّٰہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہو۔کوئی ثابت قدم نہیں رہ سکتا اور حضرت اقدسؑ نے مولوی صاحب کی بیماری میں جو اپنے کمال محبت اور ایثار کا اور اللّٰہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکل کا نمونہ دکھایا۔ وہ ایک اہلِ بصیرت کے لئے کافی ثبوت ہے حضرت اقدسؑ کے منجانب اللّٰہ ہونے کا۔اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا سچا تعلق ہونیکا اور اس بات کا کہ اگر کوئی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا نمونہ آج امت میں دیکھنا چاہے تو حضرت اقدس علیہ السلام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ۔ چاہے کوئی تمام دنیا میں ڈھونڈے اور میں بعض اوقات کو پیش کرتا ہوں اگرچہ جو کچھ کہ میں نے حضرت اقدسؑ کے کمال اخلاق اور محبت اور مہربانی کا نمونہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں بیان کرسکوں اور حضرت اقدسؑ نے اپنے ایک عزیز مخلص دوست کو بے آرامی میں پا کر جو اپنے نفس پر باوجود اس قدر ضعف اور بڑھاپے اور کمزوری کے ہر ایک قسم کا آرام حرام کر دیا تھا اور ان کو اس عزیز کے لئے جو تڑپ اور دلی توجہ اور اضطراب تھا۔ میں نہیں جانتا کہ میں اس کو کس طرح سے بیان کروں اور کن الفاظ میں ظاہر کروں ۔البتہ ہمارے دلوں پر اس کا ایک نقشہ ہے اور ہماری روح اور ایمان کو اس سے ایک تروتازگی پہنچی ہے ۔ جو خدا کے فضل سے قیامت تک مٹنے والی نہیں اور اگر اہلِ دل دلوں پر نظر ڈال کر حقایق معلوم کرسکتا ہے تو ہم حاضر ہیں ۔اگر باور نہ ہو تو ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھ لے۔ ماسوائے اس کے حضرت اقدسؑ کا خدا تعالیٰ کی جناب میں تضرع اور نیاز اور خشوع وخضوع نہایت درجہ کا تھا۔ دن اور رات میں حضرت صاحب کا بہت کم حصہ ایسا گزرتا ہوگا جو حضرت احدیت کے حضور میں دعا سے خالی ہو اور بعض دفعہ کئی کئی گھنٹہ دعا میں مصروف رہتے اور سجدہ سے سر نہ اٹھاتے ۔ میں نہیں جانتا کہ یہ نقشہ میں کس طرح سے پبلک کے سامنے پیش کروں کہ وہ حضرت اقدسؑ کے حقیقی تبتل الی اللّٰہ اور ان کے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلقات کو سمجھ سکیں ۔

اس میں شک نہیں کہ جیسے کہ اس عالم کے باریک در باریک اسرار اور حقایق قدرت کو

دیکھنے کے لئے ایک دوربین یا خوردبین کی ضرورت ہوتی ہے اوراسکے سوائے ہماری آنکھیں بے کار ہیں ایسے ہی اللّٰہ تعالیٰ کے اسرار قدرت کو دیکھنے کے لئے جو کہ ایک وراء الورا ہستی ہے یہ آنکھیں بیکار ہیں۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک دوربین آنکھ عطا نہ ہو۔ ایسے ہی جو لوگ خدا کی طرف سے مامور ہوکر آتے ہیں ان کی معرفت کا بھی حاصل کرنا خدا کے فضل کے سوائے ناممکن ہے۔ ہر زمانہ میں لوگوں نے اپنی عدم معرفت کے سبب ٹھوکر کھائی ہے اور قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے یہی سنت اللّٰہ ہے۔ اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ اللّٰہ تعالیٰ اس امت محمدیہ کو پہلوں کے نمونہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق دے۔ تا کہ وہ اس امام برحق کی مخالفت سے خدا کے عذاب کے نیچے نہ آویں۔ آمین ثم آمین اور وہ مستہزئین سے نہ بنیں اور خدا کے خوف اور خشیت کو اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ آمین۔

سامان جو مہیا کیا گیا جن لوگوں نے قادیان دیکھا ہے جانتے ہیں کہ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کی آبادی قریباً چار پانچ ہزار ہے۔ وہاں پر معمولی ضروریات کا مہیا ہونا بھی مشکل ہے چہ جائیکہ مولوی صاحب جیسے بیمار کے لئے ہر ایک ضروری چیز بہم پہنچ سکے۔ مگر حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس عزیز کی بیماری تیمارداری میں کوئی دقیقہ کوشش کا فروگذاشت نہ کیا۔ مولوی صاحب جس چیز کے کھانے کی خواہش ظاہر کرتے۔ حضرت اقدس علیہ السلام فوراً آدمی بھیج کر لاہور یا امرتسر سے منگوا دیتے یا اگر یہ خاکسار یا خلیفہ صاحب (حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب) یا مولوی نورالدین صاحب کسی دوائی یا خاص غذا کیلئے عرض کرتے یا خود حضرت اقدس علیہ السلام ان کیلئے کوئی چیز تجویز کرتے تو فوراً امرتسر یا لاہور سے منگوا لیتے۔ مولوی صاحب کے لئے انگور، سردے، انار وغیرہ ہر ایک قسم کا پھل ہر وقت موجود رہتا۔ مولوی صاحب کو صحت میں بھی ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے بڑی محبت رہی ہے۔ یہانتک کہ موسم سرما میں بھی چھت کے اوپر پانی رکھوا چھوڑتے تھے اور وہی یخ کی طرح کا پانی جاڑوں میں پیتے تھے۔

......اس بیماری میں چونکہ شروع سے ہی تپ کی شکایت ساتھ ساتھ رہی۔ بعض اوقات

حرارت زیادہ ہو جاتی تھی۔ مولوی صاحب کو برف کی بہت ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کے لئے یہ التزام کیا ہوا تھا کہ اکٹھی دو تین من برف منگوا لیتے اور پھر جب وہ قریب ختم کے ہوتی تو اور آدمی لاہور یا امرتسر پھر بھیج کر اتنی ہی برف منگواتے اور اس ذخیرہ کو کم نہ ہونے دیتے۔ جس وقت کہ مولوی صاحب کا انتقال ہوا ایک من کے قریب برف موجود تھی اور مولوی یار محمد صاحب اور برف لانے کیلئے حضرت کے حکم سے لاہور جانے کو طیار تھے کہ یہ حادثہ ہو گیا۔ مولوی صاحب کو چونکہ بہت ضعف ہو گیا تھا۔ کوئی بوجھل غذا ہضم نہ کر سکتے تھے اس لئے ایک مہینہ سے زائد عرصہ سے رات کے لئے حضرت اقدس علیہ السلام تین چار مرغ کی یخنی ہر روز تیار کرواتے اور بکرے کے گوشت کا سوپ اس کے علاوہ اکثر تیار کروا دیتے۔ بعد میں حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی گئی کہ یہ یخنی وغیرہ جو دی جاتی تھی اس میں مقدار بہت ہوتی ہے مگر اصل طاقت کا جزو کم ہوتا ہے۔ انگلینڈ سے تیار ہو کر ایک قسم کا گوشت کا ست آتا ہے۔ (وائیتھ صاحب کا پرفکیڈ بیف جوس) وہ مدت تک مولوی صاحب مرحوم کو دیا گیا۔ ایک شیشی جس میں قریب دو اونس (ایک چھٹانک) کی غذا ہوتی تھی۔ تین روپیہ میں آتی ہے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اسکی کئی شیشیاں ان کیلئے خریدیں بلکہ جس وقت مولوی صاحب کا انتقال ہوا، برادرم شیخ رحمت اللہ نے تین شیشیاں اسی غذا کی مولوی صاحب کیلئے بھیجی تھیں، خاکسار کو پہنچیں۔ شیخ صاحب کو مولوی صاحب مرحوم سے خاص محبت اور اخلاص رہا ہے۔ چونکہ پہلی شیشیاں اس غذا کی قریب اختتام کے تھیں۔ میں نے شیخ صاحب کو لکھا تھا کہ جلدی بھیج دیں۔ انہوں نے فوراً ہی اس کی تعمیل کی اور اس رفیق کی رفاقت اور آخری خدمت میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ (الحکم قادیان 10 فروری 1906ء)

اطباء حضرات

''مولوی صاحب کے علاج کیلئے دو اسسٹنٹ سرجن یعنی خاکسار (حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب) اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور حضرت مولوی حکیم

نورالدین صاحب جو خدا کے فضل سے اپنے علم اور تجربہ کی رو سے یکتائے دہر ہیں، ہر وقت موجود رہتے تھے۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن و اسسٹنٹ پروفیسر میڈیکل کالج لاہور اور ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب امرتسر سے مشورے کے لئے تشریف لائے اور مولوی صاحب کے لئے ہر ایک قسم کی دوائی اور عمل جراحی کے لئے اوزار قادیان جیسی جگہ میں بہم پہنچائے۔ یہاں تک کہ ایک اوزار منگوایا۔ تا کہ مولوی صاحب کو کلوروفارم کے سنگھانے کی ضرورت نہ رہے اور اس سے جگہ بے حس کر کے اپریشن کئے جاویں۔ چنانچہ بعد میں دوسرے کاربنکل رونبل وغیرہ پر اپریشن کرنے میں اس سے بہت مدد ملی۔ یہ ایسا اوزار ہے کہ اکثر ہسپتالوں میں بھی موجود نہیں ہوتا۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی صاحب کے علاج میں کثرت سے روپیہ خرچ کیا اور کوئی ایسی چیز باقی نہ رہ گئی تھی کہ جسکی نسبت خیال بھی ہو سکے کہ مولوی صاحب کے علاج کے لئے مفید ہوگی اور ان کے لئے بہم نہ پہنچائی گئی ہو اور مولوی صاحب کی یہ کیسی خوش قسمتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انکے لئے ہر ایک سامان بہم پہنچایا اور انکے لئے جو کوشش کی گئی۔ کسی راجہ یا نواب کے نصیب میں ہو تو ہو ورنہ عام امراء کے لئے بھی اس قدر کوشش ہونی محالات سے ہے اور یہ سب کچھ حضرت مسیح کی برکت سے تھا۔

ورنہ مجھے خوب یاد ہے کہ ان کے والد صاحب فرماتے تھے۔ اگر ہم اپنی تمام جائداد بھی نیلام کر دیتے اور چاہتے کہ ہمارے بیٹے کا اس قدر ڈاکٹر اور حکیم علاج کرتے رہیں اور ان کی خدمت میں دن رات مصروف رہیں تو بالکل ناممکن تھا بلکہ اتنے لمبے عرصہ کے لئے ایک دفعہ دن میں بھی کسی لائق ڈاکٹر کو دکھانا مشکل تھا۔ مگر مولوی صاحب موصوف نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہی ان کے ساتھ حسن سلوک میں اس دنیا میں بھی کوئی کمی نہیں کی اور ان کے دل کو کس قدر ٹھنڈک پہنچی اور خدا کی دستگیری اور رحمت سے ان کا دل کس قدر خوش اور پر حلاوت تھا کہ وہ خود خدا کے اس فضل پر تعجب کرتے اور بار بار کہتے تھے کہ ابھی میں بیمار نہیں ہوا تھا کہ دو ڈاکٹروں کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی وقت میں دو مختلف سمتوں سے بھیج دیا اور دونو تین تین ماہ کی رخصت لیکر آئے۔ تا کہ

ان کے علاج میں کوئی کمی نہ رہ جاوے اور اس میں بھی ایک بڑا بھاری نشان تھا۔ ورنہ ضرورت پر یکا یک رخصت اور اتنی لمبی رخصت ملنی محال بلکہ ناممکن ہوتی ہے اور میرا ارادہ کسی پہاڑ پر جانے کا تھا۔ مولوی صاحب نے خود مجھے قادیان میں بلایا۔ ان کا وہ خط میں دوسرے موقعہ پر درج کرونگا۔ گویا یہ ایک منجانب اللہ تحریک تھی۔ جس روز میں قادیان پہنچا۔ وہی دن ان کی بیماری کے آغاز کے تھے۔ جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے اور وہ بارہا یہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور خلیفہ صاحب کو میرے علاج کے لئے بھیجا ہے۔ ماسوائے اسکے مولوی نورالدین صاحب کی موجودگی ان کے واسطے بڑی بھاری تسکین کا موجب تھی۔ یہ تو دنیاوی سامان علاج تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو میسر کیا اور ان کے سب کے سب معالج ان سے خاص دلی محبت اور اخلاص رکھنے والے تھے۔ جس سے بڑھ کر بیمار کی تشفی کا موجب اور کوئی امر نہیں ہوتا۔'' (الحکم قادیان 10 فروری 1906ء)

اپنے عزیز رفیق کے لئے جس قدر تکالیف حضور علیہ السلام نے محض للہ برداشت کی اور اپنے رفیق کے لئے وفا کر کے دکھلائی اس کی ایک جھلک حسب ذیل روایت میں ملاحظہ کریں:

''حضرت مولوی صاحب کے لئے روحانی اور جسمانی طبیب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے اور یہ ایسی تسلی تھی اور ایسا خدا کا فضل تھا کہ کسی بڑے سے بڑے دنیاوی بادشاہ اور شہنشاہ کو نصیب ہونا محالات سے ہے۔ کیونکہ دعا کا اثر تب ہی ہوتا ہے جب خاص دلی اضطرار اور تڑپ اسکے شامل حال ہو اور یہ کیفیت بغیر دلی تعلق کے پیدا نہیں ہوسکتی۔ جیسے کہ والدین کی دعا اپنے بیٹے کے حق میں اکثر قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح سے ایک خدا کے برگزیدہ انسان کے دل میں اکثر اپنا گھر کرنا اور اس کے دل میں اپنے والدین سے بھی بڑھ کر سوز و گداز پیدا کرنا۔ تب تک نہیں ہوسکتا کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے رستہ میں نثار نہ کر دے اور خدا کے رستہ میں جان دینے تک بھی دریغ نہ کرے کیونکہ یہ ماموراور خدا کے پیارے لوگ اسی شخص سے پیار اور محبت کرتے ہیں جو خدا سے دنیا اور مافیہا کی سب اشیاء سے زیادہ پیار کرے اور وہی لوگ ان کی حقیقی اولاد اور بیٹوں کے زمرہ میں سمجھے جاتے ہیں جو ان کی روحانی علوم کے وارث ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق قائم کرتے ہیں جس کے مقابل دنیا کے اور سب تعلقات ہیچ ہیں۔

الحمد للہ کہ مولوی صاحب ایک جان نثار اور فدائی مرید کے نمونہ تھے اور ان کے سینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور صرف خدا کو راضی کرنے کے لئے انہوں نے اپنا سب گھر بار چھوڑ دیا اور ان کی یہی آرزو تھی کہ اس مسیح کے قدموں میں اور دین کی خدمت میں جان نکلے۔ سو ایسا ہی ہوا اور اس مبارک اخلاص مند انسان نے اپنی مراد کو پایا اور خدا ہی کے راستہ میں اپنی جان دی۔ اس سے بڑھ کر خوشی اور حمد کا موقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرحوم کو (اور ہم سب کو) آقا اور مرشد اور امام ایسا دیا کہ اس محبّ مخلص اور مرید صادق کے اخلاص کے مقابلہ میں وہ محبوب آقا اپنی توجہ اور بذل اور احسان اور ہمدردی اور خاص دلی تعلق اور لگاؤ میں اس محبّ سے کسی طرح کم نہ رہا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی صاحب کی خاطر اپنا ہر ایک قسم کا آرام ترک کر دیا۔''

دوسرے کے آرام کو ترجیح دیتے

''حضرت مولوی صاحب کی علالت سے دو ر چار روز پہلے حضرت اقدس علیہ السلام کے سر میں چوٹ لگنے کے سبب قریب دو سیر کے خون جا چکا تھا۔ جس سے سخت درجہ کی نقاہت تھی۔ کئی روز تک مسجد تک بھی نہ جا سکے اور کئی دن کی بے خوابی تھی۔ اوپر مولوی صاحب کی علالت کی وجہ سے حضرت اقدس علیہ السلام بہت سی راتیں نہ سوئے اور ان کی بے چینی کی وہی کیفیت تھی جو والدین کی اپنے عزیز سے عزیز بچہ کی سخت بیماری پر ہوتی ہے۔ بلکہ حضرت اقدس علیہ السلام کی محبت مولوی صاحب کے والدین اور ان کے ہر ایک رفیق سے بڑھ کر تھی۔ کیونکہ ان کے والدین بھی بوجہ اپنے ضعف کے بعض وقت سو جاتے تھے اور مولوی صاحب کے کرب و اضطراب کی ان کو خبر نہ ہوتی تھی مگر حضرت اقدس علیہ السلام کو مولوی صاحب کی ایسی حالت میں نیند آنی ناممکنات سے معلوم ہوتی تھی۔ حالانکہ حضور کی عمر بھی قریب ستر سال کے ہے۔ علاوہ دوران سر وغیرہ امراض کے بوجہ بہت سے خون کے نکل جانے کے آپ اور بھی بہت کمزور ہو گئے تھے۔ مگر پھر بھی اپنے آرام پر مرحوم کو آرام پہنچانا مقدم سمجھتے تھے۔

میں نے ایک دن عرض کی کہ حضور خود بہت کمزور ہیں اور حضور کی طبیعت بیمار ہے رات

کو کسی وقت آرام فرمالیا کریں۔تو مجھے جواب میں فرمایا کہ یہ کس طرح سے ممکن ہے کہ ایسا عزیز اور مخلص رفیق ایسی تکلیف اور کرب میں ہو اور بے چین ہو اور میں سو رہوں مجھ سے ایسا نہیں ہوسکتا۔‘‘

ہم نے اپنی اولاد کیلئے ایسی دعا کبھی نہیں کی

’’حضرت اقدس علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحب کے لئے یہاں تک دعا کی کہ کئی دفعہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنی اولاد کے لئے ایسی دعا کبھی نہیں کی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر تقدیر مبرم نہ ہوئی تو ٹل جائے گی۔ مجھے حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے قریباً 13-14 برس کا عرصہ ہوا ہے۔ اس اثنا میں مجھے کئی دفعہ بہت عرصہ حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا ہے اور بارہا میں نے حضرت اقدس علیہ السلام کے بچوں کو بہت سخت بیماری کی حالت میں دیکھا ہے۔ بلکہ ایک لڑکی جس کا نام امۃ النصیر تھا وہ شیرخواری کی عمر میں بہت سے دن سخت بیمار رہ کر دو تین سال کا عرصہ ہوا ہے کہ فوت ہوگئی تھی اکثر دفعہ ان بچوں کی سخت بیماری میں حضرت اقدس علیہ السلام اپنی اس خاص مہربانی سے جو اس عاجز پر ہے خاکسار کو علاج کے لئے لاہور سے بلوالیا کرتے تھے اور بعض دفعہ میں خود قادیان موجود ہوتا تھا۔ مگر جہاں تک مجھے علم ہے میں یہ بات حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو کبھی بھی اس قدر تڑپ اور اضطراب اور خدا تعالیٰ کی جناب میں تضرع اور ابتہال نہیں ہوا جتنا کہ مولوی صاحب کی علالت پر ہوا۔

ایک دفعہ مجھے خوب یاد ہے کہ صاحبزادہ میاں مبارک احمد کا بخار 106 درجہ کا ہوگیا اور اسے تشنج شروع ہوگئی اور بیہوش ہوگیا اس وقت میں قادیان میں موجود تھا اور اس پیارے بچے کے علاج میں مصروف تھا (اللہ تعالیٰ اسے لمبی عمر عطا فرماوے اور حضرت مسیح کا نمونہ ہو۔ آمین۔) حضرت اقدس علیہ السلام کو اس عزیز فرزند کی یکایک کی ایسی سخت علالت سے بے شک بڑا اضطراب تھا اور اس کے لئے دعا میں مشغول تھے مگر مولوی صاحب کیلئے حضرت صاحب کے دل میں جو سوز و گداز اور تڑپ مشاہدہ کی وہ اس سے بدرجہا زیادہ تھی۔ جو اپنے بچہ کے لئے ظہور میں آئی۔ (الحکم قادیان 10 قادیان فروری 1906ء)

سفرِآخرت

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم

یہ دنیا دارالفانی ہے اور یہ گھر ہی بے بقا ہے۔آخر قضائے الٰہی غالب آ کر رہی اور حضرت مولوی صاحب کیلئے ''مرحوم'' لکھنا ہی پڑا۔آپ کا وصال 11/اکتوبر 1905ء کو قادیان میں ہوا۔آپ کے وصال پر مدیر اخبار بدر حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ نے لکھا:

حضرت مولوی صاحب کاربنکل (کینسر)اور اس کے عوارض سے بکلّی شفا پا کر پھر ذات الجنب (نمونیہ) کی بیماری سے آج 11/اکتوبر 1905ء بروز بدھ بعد نماز ظہر قریب اڑھائی بجے اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اور ابتداء بیماری سے 51 دن تک زندہ رہے۔**اللھم اغفر لہٗ وَارحمہٗ وعافِہٖ واعفُ عنہُ و اَکرم منزلہٗ ووسّع مدخلہٗ**۔آں مخدوم کے ایام علالت میں بلکہ اس سے بھی چند روز پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات جو وقتاً فوقتاً اخبار میں شائع ہوتے رہے۔اس دن کی پہلے خبر دیتے تھے۔جیسا کہ الہام ''**فزع عیسیٰ و من معہ**''۔عیسیٰ اور اس کے ساتھی فزع میں پڑ گئے۔الہام ''سنتالیس سال کی عمر۔انا للہ وانا الیہ راجعون'' اور الہام ''کفن میں لپٹا گیا'' اور الہام ''**انّ المنایا لا تطیش سھامھا**''۔تحقیق موتوں کے تیر روکے نہیں جا سکتے۔الہام ''**اذا جاء افواج و سم من السماء**''۔جب کہ آسمان سے فوجیں اور زہر آئی اور الہام ''**تؤثرون الحیوٰۃ**

الدنیا"۔ یہ تمام الہامات صریح طور پر موت کی خبر دیتے تھے اور دعا کا یہ اثر ہوا کہ پھر بھی خدا نے دکھا دیا کہ کاربنکل سے بالکل شفا ہوگئی اور تمام زخم اچھے ہوگئے۔ مگر چونکہ الہامات مذکورہ بالا کے رُو سے تقدیر موت مبرم تھی۔ اس لئے ایک اور بیماری لاحق ہوگئی۔ یعنی ذات الجنب اور اس وجہ سے 106 درجہ کا بخار ایک رات اور قریباً ایک دن رہ کر ظہر اور عصر کے درمیان قریباً اڑھائی بجے اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔

(مذکورہ بالا الہامات، تذکرہ بار چہارم کے صفحات 471-484 پر موجود ہیں)

یہ عجیب قدرت حق ہے کہ ایک طرف خدا تعالیٰ نے حسب منشا دعا کے کاربنکل کو اچھا کر دیا اور دوسری طرف جیسا کہ الہامات کو اپنے اجتہاد سے مبشر سمجھ کر اور موت کے الہامات کو نظر انداز کر کے اور درمیان میں کئی روز مولوی صاحب کی طبیعت کو اچھا پا کر اور اصل کاربنکل کو شفا پاتے دیکھ کر یہی سمجھا بلکہ لکھا کہ اب مولوی صاحب خطرہ سے نکل گئے۔ مگر خدا کو یہی منظور تھا کہ یہ معزز دوست ہم سے جدا ہو اور اس کی جدائی سے ہم غمناک ہیں جس پر ہم صبر کرتے ہیں اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض معزز صحابہ کی وفات اور شہادت کا صدمہ ہوتا تھا۔ ایسا صدمہ ہم نے بھی دیکھا اور مولوی صاحب ممدوح کا بڑی استقامت اور رضا بالقضا سے خاتمہ ہوا۔ آخیر وقت تک خدا تعالیٰ کو دردناک دل کے ساتھ یاد کرتے رہے اور مرحوم کا جنازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معہ جماعت جن کی تعداد قریباً دوسو ہوگی۔ میدان میں پڑھایا اور تمام جماعت آپ کے غم میں چشم پُرآب تھی اور عین جنازہ پڑھنے کے وقت ایک طرف جماعت کے لوگ چشم پُرآب تھے اور دوسری طرف آسمان سے مینہہ کے قطرات اس طرح گرتے تھے جیسا کہ روتا ہے اور جنازہ پڑھنے کے بعد وہ قطرے بند ہوگئے۔ ان قطروں کا گرنا بعینہٖ رونے کی شکل پر تھا۔ جس سے ثابت ہوا کہ آسمان بھی ان کی موت پر رو دیا۔

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے مرحوم کی پیشانی پر بوسہ دیا اور چشم پُرآب ہوئے اور جیسا کہ آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر فرمایا تھا......۔ قضائے آسمانی تو مبرم تھی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے ظاہر کر دیا تھا۔ واقع

ہوگئی مگر مرحوم کی ایام علالت میں جو ہمدردی، غمگساری اور خدمت حضرت مسیحؑ نے اپنے خادم کے واسطے دکھائی وہ قیامت تک اسوۂ حسنہ کی ایک مثال قائم رہے گی۔

(بدر قادیان 13راکتوبر 1905)

نماز جنازہ کے وقت آسمان رو رہا تھا

حضرت شیخ محمد نصیب صاحب نوراللہ مرقدہ روایت کرتے ہیں:۔

''(حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام) نماز پنجگانہ، جمعہ اور عیدین کے لئے آپ امام کسی دوسرے عالم کو مقرر کیا کرتے تھے اور نماز جنازہ خود پڑھایا کرتے تھے۔ یاد نہیں کہ یہ نماز آپ نے کسی دوسرے کے پیچھے پڑھی ہو۔ جہاں دفتر تشحیذ الاذہان تھا یا جہاں اب دفتر ریویو اور مصباح ہے۔ وہاں پہلے سفید میدان پڑا تھا۔ آپ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا جنازہ یہاں پڑھایا۔ اس وقت کوئی بارش نہ تھی۔ جب تک آپ جنازہ پڑھاتے رہے۔ آہستہ آہستہ بوندیں پڑتی رہیں۔ بالکل جیسے کوئی روتا ہے اور آنسو گرتے ہیں جب سلام پھیرا تو بند ہوگئیں۔ یاد پڑتا ہے کہ حضرت صاحب علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز جنازہ کے وقت آسمان رو رہا تھا۔''

(الحکم قادیان 1939ء 14 جنوری ص 5-4)

آنکھوں میں آنسو بھر لایا

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ مولانا موصوف کی وفات کے روز 11راکتوبر 1905 کے المناک دن کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ ''مسلمانوں کا لیڈر'' بستر علالت پر اللہ میاں سے وصال کے قریب تھے۔ الہام الٰہی ان کی رخصت کی خبر دے رہا تھا۔ ہم بورڈنگ ہاؤس قدیم ہائی سکول حال مدرسہ احمدیہ کے ایک کمرے میں کھڑے ڈھاب پر سے (کیونکہ ابھی کوئی مکان اس طرف نہیں بنا تھا) ننگل باغباناں کی طرف دیکھ رہے تھے کہ بگولا اٹھا آسمان کو چڑھا، بادل بنا، آسمان پر چھایا

اورآنکھوں میں آنسو بھرلایا۔اُس وقت خبرآئی کہ حضرت مولانا عبدالکریم کی روح جسمِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ جنازہ آیا ،آسمان رویا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی۔آسمان ساتھ ساتھ آنسو ٹپکاتا رہا۔ جنازہ رات بھرایک کمرہ میں رہا۔رات بادل نے وقفوں سے آنسو بہائے۔ جنازہ امانت کے ساتھ دفن کرنے کیلئے اٹھایا گیا۔آسمان نے ٹپ ٹپ جھولی سے موتی نچھاور کئے۔زمین نے آغوش کھولی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے یار باوقار کواپنے اندرلیاتو آسمان نے صف ماتم اٹھالی اورمطلع صاف ہوا۔'' (الحکم قادیان28اگست 1938ص5)

رحمت الٰہی اورنماز جنازہ

(تاثرات مکرم ڈاکٹرمرزا یعقوب بیگ صاحبؓ)

''جب مولوی صاحب مرحوم فوت ہوئے قریباًاڑھائی بجے دن کا وقت تھااور جونہی کہ مولوی صاحب کی روح نے پرواز کیا یکا ک سرخ رنگ کا بادل مغرب سے اٹھااور رفتہ رفتہ بادل محیط آسمان ہوگیااور جونہی کہ مولویصاحب کا جنازہ مدرسہ کےنزدیک کھلے میدان میں لے گئے اور کثرت سے لوگ جنازہ کے لئے اکٹھے ہوئے۔اس وقت نرم سی آندھی چلنی شروع ہوئی اورایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہواہرطرف سے آتی ہےاورعین مولوی صاحب کے جنازہ کی جگہ اس کا زورکم ہوجا تا ہے۔ہوا کی اس خاص حرکت میں قوت ارادی پائی جاتی تھی۔گویا کہ خدا کے فرشتے ہوا کودھکیل کراس جگہ لاتے تھے تاکہ وہ بھی اس مبارک انسان کے جنازہ میں شامل ہوں اوراس سچے مومن پرصلوٰۃ کہیں اورخدا سے اس کے لئے رحمت اورمغفرت کے طلبگار ہوں اور جونہی کہ مولوی صاحب کے منہ سے کفن اتارا گیا تاکہ لوگ آپ کا نورانی اورمبارک چہرہ دیکھ سکیں،آسمان سے بوندیں ٹپکنا شروع ہوئیں۔چونکہ یہ مولوی صاحب کی آخری زیارت گاہ تھی۔اس لئے قریباً سب احباب اس جگہ موجود تھے۔اپنے جوش محبت سے چشم پُرآب تھےاوربعض بےاختیار ہوکررورہے تھےاورآسمان سے بھی جوقطرے گرتے تھے وہ بالکل رونے سے مشابہ تھے گویا کہ اس وقت ہمارے سامنے ایک ایسے مومن کا نمونہ تھا کہ جس کے مرنے پر زمین اورآسمان دونو رورہے

تھے۔مولوی صاحب کے انتقال کے بعد آسمان پر بادلوں کا چھا جانا بالکل ایک غیر معمولی امر تھا۔ یہ بادل 11 ؍اکتوبر بعداز دوپہر شروع ہوکر اگلے روز صبح کے قریب گیارہ بجے تک رہے۔یعنی جب کہ مولوی صاحب کو دفن کرنے سے ہم لوگ فارغ ہوئے اوراس سے پہلے بھی مطلع بہت سے دنوں سے برابر صاف تھا اور کائی بارش کا موسم نہ تھا اور بعد میں بھی صاف ہی رہا۔جیسے کہ میں پہلے ذکر کیا ہے۔حضرت اقدسؑ کی طبیعت چوٹ لگنے کے باعث بہت سا خون نکل جانے کی وجہ سے اور کئی راتوں کی بے خوابی اور بے آرامی سے بہت ضعیف اور کمزور تھی اور بوجہ دوران سر اور ضعف قلب کے اس قابل نہ تھے کہ سیڑھیاں چڑھ سکیں یا اتریں اور یہی وجہ تھی کہ چونکہ مولوی صاحب موصوف اوپر کے چوبارے میں رہتے تھے جہاں کہ انہوں نے اپنی بیماری کے ایام کاٹے۔حضرت اقدسؑ نے بارہا چاہا اور کوشش کی کہ ان کو اوپر کی منزل میں بحالت بیماری جا کر دیکھیں مگر آپ ان کو نہ دیکھ سکے لیکن جب مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا حضرت اقدسؑ نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس عزیز کا جنازہ خود نہ پڑھاویں اور وہ پیارا جس کے علاج میں کسی قسم کا دقیقہ کوشش کا آپ نے نہ چھوڑ رکھا تھا (اور جن کی کہ اکاون روز تک ایسی مہلک بیماری میں زندگی بھی حضرت اقدسؑ کی دعا کا نتیجہ تھی) آپ نے یہ نہ چاہا کہ اس مرحوم کے لئے اس آخری دعا اور خدمت میں حصہ نہ لیں۔اس لئے حضرت اقدسؑ اپنے اوپر جبر کر کے اور بہت سی تکلیف گوارا کر کے مشکل سے نیچے اترے اور نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے۔

جنازہ کا منظر

جس وقت کہ حضرت اقدس اس مرحوم کے جنازہ کے پاس پہنچے، اس وقت کا نظارہ بھی قابل ذکر ہے۔کثرت سے لوگ جنازہ کیلئے جمع تھے۔جونہی کہ حضرت اقدس پہنچے مولوی صاحب کی نعش تک دورویہ قطار میں لوگ کھڑے ہوگئے۔تا کہ حضرت اقدس مرحوم تک پہنچ سکیں۔اس وقت مولوی صاحب مرحوم کو مونہہ پر سے کفن ایک طرف کیا گیا۔حضرت اقدس کچھ عرصہ تک مرحوم کے چہرہ کی طرف دیکھتے رہے اور مرحوم کے لئے دعا میں مشغول رہے۔اس وقت ایسے محسن آقا کو اپنے جان نثار خادم کے سرہانے

کھڑے دیکھ کر (جس نے کہ اپنے عشق اور وفا کو اپنے مولیٰ کے قدموں میں جان دیکر اتمام کو پہنچایا اور اس بزرگ نے بھی اپنی مہربانی اور الطاف کا ایسا نمونہ دکھایا کہ وہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہوگا) سب حاضرین کے دل رقّت سے بھر آئے اور سب پر ایک محویت کا عالم چھا گیا اور بعض دوست اور عزیز اپنے آپ کو ضبط نہ کر سکے اور پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ یہ وقت بھی حضرت اقدسؑ کے واسطے ایک بڑا نازک وقت تھا اور یہ ایک سخت ابتلاء اور آزمائش کی گھڑی تھی اور یہ ایک ایسا امتحان تھا جس سے سوائے خدا کے پاک بندوں کو اور کوئی پورے طور پر عہدہ برآنہیں ہوسکتا۔

اب میں ایک عام مشاہدہ کی بات پیش کرتا ہوں۔ جس کا ادنیٰ سا قبیلہ یا خویش و اقارب یا سوسائٹی ہی کیوں نہ ہو۔ اُس نے یہی حالت دیکھی ہوگی کہ اگر کسی دنیادار کا کوئی عزیز سخت بیمار ہوا اور وہ بیماری کے ایام میں باوجود کوشش کے اسے نہ دیکھ سکا ہو اور اگر اسے دیکھنا نصیب ہؤا ہو تو بعد مرگ جب اس کا جنازہ لے جارہے ہوں۔ ہر ایک نیک طینت اور شریف جو انسانی حالات کی مختلف کیفیات کو اپنے لئے ایک سبق حاصل کرنے کے لئے مطالعہ کرنے کا عادی ہے یا لوگوں کی تکلیف دور کرنے کے لئے ایسے مواقع میں شامل ہوتا ہے وہ اس نظارہ کو جو ایسے وقت میں دل کی حالت ہوتی ہے خوب سمجھ سکتا ہے اور جیسے کہ وہ اس کو پڑھے گا اس کی آنکھوں کے آگے وہ نظارہ پھر جائے گا۔ جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ ایسی حالت میں والدین اور اکثر رفقاء بےصبری کا اظہار کرتے ہیں۔ یا ان کے مونہہ سے یاس اور ناامید کے کلمات نکلتے ہیں یا ان کو رونے اور چلّانے کے سوائے اور کچھ نہیں سوجھتا۔ مگر حضرت اقدس نے کمال صبر اور رضا بالقضاء کا نمونہ دکھایا کہ اس دردانگیز حالت کے وارد ہونے پر بھی سوائے اس کے کہ مرحوم کے لئے دعا کی اور کوئی لفظ مونہہ سے نہ نکالا۔ حالانکہ مولوی صاحب حضرت اقدس کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز تھے اور ان کی محبت اس مرحوم کے ساتھ اس کے والدین سے بھی زیادہ تھی اور نماز جنازہ بڑے استقلال سے خود پڑھائی اور اس میں مرحوم کے لئے بہت دیر تک دعائے مغفرت کرتے رہے۔ **اللھم اغفرہ و اکرم نزلہٗ. واَحسِن مثواہُ۔** آمین۔

شدت ابتلاء میں یادِ خدا

اس میں کچھ نہیں کہ حضرت اقدسؑ کو مولوی صاحب مرحوم کی مفارقت سے بہت صدمہ ہوًا اور جنازہ پڑھ کر جب گھر تشریف لے گئے تو فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین میرے پاؤں کے نیچے سے نکلتی جاتی ہے۔ جیسے کہ زلزلہ آتا ہے اور یہ بلحاظ بشریّت کے ضروری تھا۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ کو مولوی صاحب مرحوم سے جو محبت تھی کسی دنیاوی رشتہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ باوجود اس قدر صدمہ کے آپ کی زبان سے ہر وقت سوائے خدا تعالیٰ کے صبر و شکر کے اور کوئی کلمہ نہ نکلتا تھا۔ بلکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ گھر مستورات کو خدا کی رضا پر راضی رہنے کے لئے اور اس کی تقدیر سے سچی صلح کرنے کے لئے اور اس کو اپنا ربّ اور مربی سمجھنے کے لئے ہر وقت تلقین کرتے تھے اور یہ حضرت اقدسؑ کی دعا و نصائح ہی کا نتیجہ تھا کہ مستورات نے خصوصاً مولوی صاحب کی ہر دو بیویوں نے (جن کا بہت بڑا سہارا مولوی صاحب کے دم سے تھا۔ کیونکہ ان کی اولاد بھی کوئی نہ تھی) کوئی جزع فزع نہ کیا جیسا کہ عام طور پر اس ملک میں مستورات کا دستور ہے......۔

رضا بالقضاء کا ثمرہ

عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے صدمات سے جیسے کہ حضرت اقدسؑ کو پہنچا۔ بعض لوگ مارے غم کے نیم دیوانہ ہو جاتے ہیں اور بعض کے اعصاب کے اس قدر ضعف پہنچتا ہے کہ گویا جوانی میں بوڑھے ہیں اور بوڑھے موت کا مونہہ دیکھتے ہیں یا زندہ درگور ہو جاتے ہیں اور بعض طرح طرح کے عوارض اور بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یا کم از کم کئی روز تک اس غم اور فکر سے نجات نہیں ہوتی اور ہر وقت یہی تذکرہ اور رونا ہوتا ہے۔ مگر جو لوگ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس کی قضا پر سچے دل سے راضی ہو جاتے ہیں۔ ان پر اس کی رحمتوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے دل پر ایک ٹھنڈک اور سکون نازل کرتا ہے۔ ایک آن کی آن کے لئے بتقاضائے

بشریت ان کے دل پر صدمہ ہوتو ہو۔مگر اس کے فوراً بعد ان کے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قوت اور شجاعت دی جاتی ہے اور وہ صبر اور استقلال کے ساتھ اس مصیبت کو برداشت کرتے ہیں اور وہ ایک آن کے لئے بھی خدا تعالیٰ پر بدظن نہیں ہوتے اور اس کی رحمتوں کے لئے مایوس نہیں ہوتے۔اس کے صلہ میں اللّٰہ تعالیٰ اول تو ان بدنتائج سے محفوظ رکھتا ہے۔(جن سے ایک دنیا اور خدا کی رحمتوں سے مایوس انسان اپنے لئے ایک تباہی اور ہلاکت کا مونہہ دیکھتا ہے۔) دوسرے اسی دنیا میں ان کی دستگیری کرتا ہے اور ان کے لئے اپنے فضل سے ایسے اسباب مہیا کر دیتا ہے کہ وہ آگے سے زیادہ خوش حال ہو جاتے ہیں اور ان کا کوئی کام اللّٰہ تعالیٰ ادھورا نہیں چھوڑتا اور جو کچھ وہ خدا کی راہ میں کھوتے ہیں۔اس سے بڑھ کر ان کو دیا جاتا ہے اور اس اگلے جہان میں جو کچھ وہ پاتے ہیں اس کا اندازہ کرنا محال ہے......۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا صاحب مرحوم کی بیماری میں حضرت اقدسؑ کو ابتلاء کے ان تمام مدارج کو طے کرنا پڑا اور انہوں نے اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا۔یہ تو حضرت اقدس کے اپنے صبر و استقلال کا نمونہ ہے جو ہم نے دیکھا۔دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کا جو وعدہ مومنین کے ساتھ ہے اور اس صبر کے صلہ میں میں ان پر صلوٰۃ اور رحمت نازل کروں گا وہ حضرت اقدس کے حق میں کس طرح ہوا۔

اب خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اصل اور سچے واقعات پیش کرتا ہوں۔......اور جس کسی کو کہ واقعات کی بناء پر اپنے لئے حضرت اقدس کے منجانب اللّٰہ ہونے کے ثبوت کی تلاش ہے وہ میری بات کو سنے اور ذرا کان کھول کر سنے۔جس کے حضور ہم سے ہر ایک نے جانا ہے۔اس لئے اگر تعصب سے یا دنیا کے حجاب سے حق سے روپوشی کرے گا تو یہ اچھی طرح سے سمجھ لے کہ وہ نہ اس جہاں میں نہ اگلے جہاں میں خدا کی رحمت اور فضل سے حصہ لینے کا مستحق ہوگا اور وہ خدا کے مبارک چہرہ کو کبھی نہ دیکھ سکے گا اور اس جہان اور اگلے جہان میں خدا کی لعنت اور غضب سے حصہ لیگا۔**ربنا ولا تجعلنا منھم** ۔آمین۔حضرت اقدسؑ کو جیسے کہ میں پہلے ذکر کیا اس بیماری ایام میں مختلف رؤیا اور الہامات کے ذریعہ سے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی بیماری کے انجام کی اطلاع ملتی

رہی۔ جس سے کہ اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی ان کے دل کو آہستہ آہستہ اس قضاوقدر کے قبول کرنے کے لئے تیار کیا۔

وفات سے متعلق بعض الہامات

وفات سے چندروز پہلے یہ الہام بھی ہوا کہ تؤثرون الحیوۃالدنیا.

(تذکرہ بار چہارم ص476)

یعنی کیا تم اس دنیاوی زندگی کو پسند کرتے ہو (مولوی صاحب کی طرف اس میں اشارہ تھا۔جن کے لئے دعا کی جاتی تھی کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنے قضاء وقدر کو ٹال دے یا اس میں عرصہ تک تاخیر ڈال دے)......پھر مرحوم مولوی صاحب کی وفات سے تھوڑا پہلے یہ الہام ہوا تھا کہ اُرِیدُ الخیرَ یعنی میں خیر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدسؑ وکل جماعت کی تسلی کے لئے الہام تھا۔جس سے مولوی صاحب کے حُسن خاتمہ کی طرف اشارہ تھا اور اس میں بھی یہی اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی وفات سے احمدی جماعت کو کوئی ضعف نہ پہنچنے دے گا۔اسی کے ساتھ یہ بھی الہام تھا کہ **یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم**۔ (تذکرہ، بار چہارم 2004ص484)

یعنی خدا کی ہی عبادت کرو۔جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔اس میں اشارہ ہے کہ حد سے زیادہ کسی انسان سے محبت کرنی بھی ایک آدمی کو معبود بنا لینے کے برابر ہے......۔اس الہام میں بھی بشارت تھی کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کی خود ربوبیت کرے گا اس سے مایوس مت ہو۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی صلوٰۃ اور رحمت ہے جو حضرت اقدس پر مولوی صاحب مرحوم کی بیماری کے ابتداء سے لے کر انتہاء تک ہوتی رہی۔جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو اس صدمہ کو صبر واستقلال و ہمت مردانہ کے ساتھ قبول کرنے کے لئے طیّار کیا اور ہمیشہ سے نصرت الٰہیہ حضرت اقدس کے ساتھ اسی طرح سے شام حال رہی ہے۔جیسے کہ فرماتے ہیں:

ہاں خداوند کریم و دلبر و محبوب من
داد و ہر دم صیدہد تسکین مرا چوں غمگسار

اور یہ الٰہی تسکین اور تسلی اور صلوٰۃ اور رحمت ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت اقدس نے اس شجاعت کے ساتھ سانحہ عظیمہ کو قبول کیا اور یہ نہیں کہ حضرت اقدس (خدانخواستہ) تصنع کے ساتھ صبر کا اظہار کرتے تھے یا صبر کی تعلیم دیتے تھے۔ بلکہ میں ایمان سے کہتا ہوں کہ ان کے بدن میں قوت معلوم ہوتی تھی اور ان کے چہرہ سے اور طرز کلام سے اعلیٰ درجہ کی شجاعت کے آثار معلوم ہوتے تھے اور الٰہی ربوبیت کا ایک اعلیٰ ایک نمایاں اثر حضرت اقدس میں معلوم ہوتا تھا۔ یعنی اس صدمہ کے بعد اس ضعیفی کے عالم میں بظاہر عام مشاہدہ کے رو سے یہ ضروری معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اقدس خدانخواستہ پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہو جاتے اور کئی دن کے بعد جا کر ان کی طبیعت سنبھلتی۔ مگر ہم نے بالکل اس کے برعکس دیکھا۔ (حضرت اقدس کے ساتھ قدیم سے یہ سنّت اللّٰہ چلی آتی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ آپ کو بیماری اور صدمہ کے بعد اکثر اوقات فوراً پہلے سے قوت اور ہمت دیدیتا ہے اور یہ امر خارق عادت ہے۔ میں نے خود کئی مرتبہ حضرت اقدس کو بعض عوارض میں سخت ضعف اور کمزوری کی حالت میں دیکھا۔ مگر معاً اصل عارضہ کے دور ہو جانے کے بعد ان میں پوری قوت اور طاقت آئی ہے۔ جیسے کہ کبھی بیمار ہی نہ ہوئے تھے اور کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ بہت دنوں تک آپ کے اندر کوئی غذا نہیں گئی مگر عارضہ کے رفع ہونے کے بعد ان کو ایسی طاقت میں پایا کہ جیسے کوئی عارضہ ہی نہ تھا اور بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس عرصہ میں گویا کہ ہر وقت اعلیٰ سے اعلیٰ اغذیہ کھاتے رہے تھے اور حضرت اقدس کے نمونے سے میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ والّذی ھو یطعمنی و یسقینِ۔(الشعراء:80) یہی معنی رکھتا ہے۔ کیونکہ اصل میں کوئی روحانی غذا وہی ہوتی ہے کہ جو اس قدر کے عوارض وشدائد مصائب کی حالت میں بھی ان لوگوں کی قوت کو قائم رکھتی ہے ورنہ جس قسم کی مخالفت اور تکالیف اور شدائد ومصائب کی یہ مامورین کا گروہ برداشت کرتا ہے اور کسی انسان کا دل وگردہ نہیں کہ سوائے خدا کے اس خاص فضل کے اسکی برداشت کر سکے۔ منہ) کہ مولوی صاحب کی بیماری کے ایام میں تو حضرت اقدسؑ سیڑھیاں بھی نہ چڑھ سکتے تھے اور قریب چھ ہفتے کے جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد میں نہ جا سکے تھے۔ مگر مولوی

صاحب کی وفات کے ایک دن بعد ہی ان میں اتنی قوت ہوگئی کہ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے اور اس کے بعد قریباً ہر روز باہر سیر کے لئے تشریف لاتے تھے اور کئی روز تک جماعت کو اپنی ہر ایک تقریر میں صبر اور استقلال اور خدا کی رضا پر راضی رہنے کی تعلیم دیتے رہے اور سب کو ہر طرح سے تسلی اور تشفی دیتے تھے۔
عین اس وقت کہ ہم مولوی صاحب مرحوم کو دفن کرنے میں مشغول تھے۔ حضرت اقدسؑ کے بڑے صاحبزادے میاں بشیر الدین محمود احمدؓ حضرت اقدسؑ کی طرف سے پیغام لائے کہ حضور علیہ السلام نے خاکسار کو اور جماعت احمدیہ کے دیگر سارے احباب کو فرمایا کہ دفن سے فراغت حاصل کر کے چھوٹی مسجد میں آجاویں۔ چنانچہ سب اس جگہ جمع ہوئے اور حضرت اقدس تشریف لائے اور یوں جماعت کو مخاطب کیا:
''مومن پر جب دکھ آوے شکر کرے کہ اس سے بڑھ کر نہیں آیا۔ اُمّ سلمہؓ کا پیارا خاوند جب مر گیا۔ اس کے دل میں خیال گزرا کہ اس سے بہتر مجھے کوئی چیز مل سکتی ہے؟ کہا ایمان بڑی چیز ہے۔ ناامید نہ ہوا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور صبر کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس صبر کا اس کو ایسا اجر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور سید کونین افضل البشر فخر الاولین والآخرین کی بیوی ہوئیں۔ پھر اس کو اس شکر کی قدر معلوم ہوئی۔
پھر فرمایا ہمیشہ صبر اپنے رب کا خوف دل میں رکھو اور کسی چیز سے ایسا پیار نہ کرو کہ خدا کی راہ میں اُسے دینے سے تمہارے دل میں کوئی حرج واقعہ ہو۔ خدا کی راہ میں ہمیشہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہو۔ خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے تم کو حصہ ملے گا۔ پھر فرمایا:
ان الصفا والمروۃَ مِن شعائرِ اللّٰہِ (البقرۃ:159) یعنی صبر کرنے والوں کیلئے حضرت اسماعیل اور ہاجرہ کے نمونہ کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ کس طرح سے ان پر مصائب ٹوٹ پڑیں اور کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر دانی کی کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی جان اور مال اور وطن اور ہر ایک چیز قربان کر دینے پر خدا کی رضا کو مقدم کیا تھا۔ ان کو کیسا اجر ملا کہ ان کی ذریت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور ہر ایک خیر وخوبی سے ان کو حصہ دیا اور اب تک ان کی یادگار میں ان مقامات کو حج کے ارکان میں شامل کیا جو ہمیشہ نیک یادگار رہے گا۔

پھر فرمایا کہ جو کوئی خدا کی راہ میں کچھ کھوتا ہے اس کو بہت کچھ دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آئے دن ایسے حادثات اپنے صحابہ میں پیش آتے تھے جیسا کہ ہم کو مولویصاحب مرحوم کا حادثہ پیش آیا۔ ایک روز آپ کے ستر قاری شہید کئے گئے مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو دل ہی ایسا دیا تھا کہ سب صدمات کی برداشت کرتے تھے اور کسی کو اگر اس قدر غم پہنچتا جس قدر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا تو انہی غموں سے ہلاک ہوجاتا۔ فرمایا صحابہ ہر وقت خدا کی راہ میں جان فدا کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اور دنیاوی زندگی کی مطلق کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ہر وقت شہادت کے منتظر رہتے تھے......۔ خدا تعالیٰ پر نظر رکھو وہی سب فضلوں کا مالک ہے وہی تمہاری دستگیری کرے گا۔ جو شخص اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی خدا کی نظر کرتا ہے اور اس کے اندر کوئی آلائش نہیں رہتی۔ مومن کو چاہئے کہ خدا کو اختیار کرے اور اس زندگی کو خدا کے لئے سمجھے۔ خدا تعالیٰ دنوں پلڑوں کو دیکھتا ہے یعنی دین اور دنیا۔ مومن اور غیر مومن میں فرقان پہلے انسان اپنے اندر پیدا کرتا ہے پھر آسمان سے نازل ہوتا ہے۔

(بدر قادیان 19 اپریل 1906ء ص 8-11)

حضرت ڈاکٹر صاحب مزید بیان کرتے ہیں:

مولوی صاحب کی بیماری بہت سخت اور خطرناک تھی۔ اس شدت سے اس کا دورہ ہوا کہ میں ایمان سے کہہ سکتا ہوں کہ مولوی صاحب کا اتنی لمبی معیاد یعنی کئی دن تک زندہ رہنا ایک معجزہ تھا۔ ورنہ میں خدا کو حاضر ناظر کر کے کہتا ہوں کہ ہم بہت سے ڈاکٹر مولوی صاحب کے معالجہ کیلئے جمع تھے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی موجود تھے۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی صاحب کی ایسی نازک حالت ہوتی تھی کہ ہماری طبی نگاہ سے ان کا چند گھنٹے بھی زندہ رہنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ مگر جب کبھی کہ ہم گھبرا کر حضرت اقدس کی خدمت میں ان کی نازک حالت کا ذکر کرتے۔ آپ کبھی کوئی کلمہ یاس یا ناامیدی کا زبان پر نہ لاتے۔ بلکہ ہم سب کو بہت تسلی دیتے اور ہمیشہ یہی فرماتے کہ اللہ تعالیٰ بہت قدرتوں کا مالک ہے۔ اس کے فضل کا ہر دم امیدوار رہنا چاہیئے۔ ہمارا بھروسہ اسی ذات پر ہے اور آپ دعا میں مشغول ہوجاتے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ قضاوقدر جب نازل ہوجاوے تو اسے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔مگر حضرت اقدس کی دعا کا اثر بین ہوتا تھا اور فوراً ہی علامات میں ایک غیر معمولی تبدیلی ہوکر آرام کی صورت ہوجاتی تھی۔حقیقت میں قضاوقدر کے ساتھ ایک لڑائی ہی تھی۔القصہ دعاؤں نے اپنا اثر دکھایا کہ اصل عارضہ کاربنکل کا بالکل اچھا ہوگیا اور درمیانی عوارض بھی اچھے ہوگئے۔ یہاں تک کہ خود مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے اصل بیماری سے بالکل صحت ہوگئی ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ دوتین روز تک چلنے پھرنے کے قابل ہوجاؤنگا۔مگر بموجب الہام الٰہی **ان المنایا لا تطیش سہامہا** یعنی موت کے تیر خطا نہیں ہوتے۔قضاوقدر نے اپنا کام دوسرے رنگ میں کیا۔یعنی مولوی صاحب کو ذات الجنب ہوگیا۔جس سے تپ 104 درجہ کا ہوا اور الہام الٰہی ''47 سال عمر''۔''اناللہ وانا الیہ راجعون'' کے مصداق ہوئے۔

(اخبار بدر قادیان 12 جنوری 1906ء)

اول المدفون بہشتی مقبرہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دسمبر 1905ء میں رسالہ الوصیت تحریر فرمایا جس میں آپ نے اعلام الٰہی کے مطابق عالمگیر نظام وصیت کا اعلان فرمایا اور اس موقعہ پر بھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا ذکر خیر فرمایا۔اس لحاظ سے حضرت مولوی صاحب کا نظام بہشتی مقبرہ سے کئی طور پر واسطہ ہے۔آپ نے رسالہ الوصیت میں ارشاد فرمایا:

''اِس جگہ ایک امر اور قابل تذکرہ ہے کہ جیسا کہ مَیں پہلے بیان کرچُکا ہوں کہ خدا نے مجھے میری وفات سے اطلاع دی ہے اور مجھے مخاطب کرکے میری زندگی کی نسبت فرمایا کہ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اور فرمایا کہ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضرور ہے کہ میری وفات سے پہلے دنیا پر کچھ حوادث پڑیں اور کچھ عجائبات قدرت ظاہر ہوں تا دنیا ایک انقلاب کے لیے طیار ہوجائے اور اُس انقلاب کے بعد میری وفات ہو اور مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی۔ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے۔تب ایک مقام پر اُس نے پہُنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔پھر ایک جگہ

مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اُس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اُس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لیے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے۔لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اس لیے یہ غرض مُدّت دراز تک معرض التواء میں رہی۔اب اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جب کہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی۔میں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا جلدی انتظام کیا جائے اس لیے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لیے تجویز کی اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم کرلیا اور دُنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لیے ہوگئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔آمین یا ربّ العالمین۔

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لیے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔آمین یا ربّ العالمین۔پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لیے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔آمین یا ربّ العالمین۔

اور چونکہ اس قبرستان کے لیے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کُلّ رحمۃٍ۔ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصّہ نہیں۔ اس لیے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لیے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہوسکیں جو اپنے صدق اور کامل راست بازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجالانا ہوگا۔

(1) اِس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے دی ہے لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لیے کسی قدر اور زمین خریدی جائے گی جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہوگی اور اس کے خوشنما کرنے کے لیے کچھ درخت لگائے جائیں گے اور ایک کنواں لگایا جائے گا اور اس قبرستان سے شمالی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گذرگاہ ہے اس لیے وہاں ایک پل طیار کیا جائے گا اور ان متفرق مصارف کے لیے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا سو کل یہ تین ہزار روپیہ ہوا جو اِس تمام کام کی تکمیل کے لیے خرچ ہوگا۔ سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے اِن مصارف کے لیے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ محض اُنہیں لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے۔ بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے لیکن اگر خداتعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا۔ اعلاءِ کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

(2) دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیّت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہّ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیّت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔ لیکن اس سے کم

نہیں ہوگا اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقیٔ اسلام اور اشاعتِ علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لیے حسب ہدایت مذکورۂ بالا خرچ کریں گے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اِس سلسلہ کو ترقی دے گا اس لیے اُمید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لیے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجالاویں ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نومسلموں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں اور جائز ہوگا کہ اُن اموال کو بطور تجارت کے ترقی دی جائے۔ یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دُور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ اُس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کیے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دُنیا سے پیار نہ کریں۔ سو مَیں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اِس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لیے کام کریں ہاں جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو اُن کو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جائے۔''

3۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان ہو۔

4۔ ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے''۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد نمبر 20۔ صفحہ نمبر 315 تا 320)

یہ حقیقت ہے کہ سیدنا حضرت اقدسؑ نے وصیت کی جو شرائط بیان فرمائی ہیں حضرت مولوی صاحب ان شرائط پر کما حقہ پورا اترتے تھے اور حضور علیہ السلام کی غیر معمولی شفقت تھی جو آپ کو بہشتی مقبرہ کا باقاعدہ اول المدفون بنایا۔

26 دسمبر 1905ء۔ بہشتی مقبرہ کا باقاعدہ افتتاح

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو یہ تاریخی سعادت حاصل ہوئی کہ آپ وہ پہلی ہستی ہیں جو بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اب 2008ء میں تو اس نظام وصیت میں 76 ہزار سے زائد احباب شامل ہو چکے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ انگلستان 2004 کے موقعہ پر احباب جماعت کو نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی تحریک فرمائی۔ اس تحریک کے بعد اب تک اس تحریک میں محض اللّٰہ کے فضل سے 40000 سے زائد احباب کرام شامل ہو چکے ہیں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان خارق عادت اعجاز ہے کہ چند سالوں میں کمال ہوگیا۔ مذہبی دنیا کی تاریخ میں ایسی اطاعتِ خلافت کی مثالیں شاذ ہی ملتی ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مدیر الحکم تحریر فرماتے ہیں:

> ''یہ ہفتہ (26 دسمبر 1905ء) اسی وجہ سے بھی سلسلہ کی تاریخ میں نمایاں یادگار رہوگا کہ بہشتی مقبرہ کا باقاعدہ افتتاح 26 دسمبر 1905ء کو ہوا۔ جبکہ مسلمانوں کے لیڈر مولوی عبدالکریم (نور اللّٰہ مرقدہ) کو اس مقبرہ میں منتقل کیا گیا۔''

(الحکم قادیان 10 جنوری 1906ء ص2)

یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کا آغاز بھی 26 دسمبر کو ہی فرمایا۔

حضرت اقدسؑ کی جنازہ میں شمولیت

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نور اللّٰہ مرقدہ وہ مبارک اور خوش بخت وجود باجود تھے جن کا جنازہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دو بار پڑھایا۔ 11 /اکتوبر 1905ء کو آپ کا وصال ہوا۔ اس موقع پر حضور علیہ السلام نے آپ کا جنازہ پڑھا۔ آپ کے جنازہ کی دوبارہ تقریب اس وقت پیدا

ہوئی جب مولانا موصوف کا تابوت مقبرہ بہشتی قادیان میں تدفین کے لئے پرانے قبرستان سے نکالا گیا۔اس واقعہ کی روئیداد حضرت شیخ عرفانی الکبیر کے قلم سے پیش ہے:

''حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللّٰہ عنہ کا تابوت 26/دسمبر 1905ء کو بعد نماز ظہر وعصر نکالا گیا اور احباب بادیدہ گریاں اپنے کندھوں پر اٹھا کر باغ میں لے گئے۔خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی جنازہ میں کے ہمراہ تھے۔27 تاریخ کی صبح دس بجے کے قریب اعلیٰ حضرت نے اپنی جماعت کو لیکر پھر جنازہ پڑھا۔عرصہ تک آپ کے مدارج کی ترقیات کے لئے دعا کرتے رہے۔26/دسمبر کو جبکہ حضرت (مسیح موعود علیہ السلام) بہشتی مقبرہ یعنی جدید قبرستان میں مولوی عبدالکریم صاحب (نور اللّٰہ مرقدہ) کی قبر کو دیکھ کر بیٹھ گئے تھے۔میرے محترم بھائی منشی نواب خان صاحب ثاقب نے مرحوم کی وفات پر ایک ترجیح بند پڑھا۔حضرت (مسیح موعود علیہ السلام) نے اس کو بہت پسند فرمایا......حضرت (مسیح موعود علیہ السلام) کا ارادہ آپ کچھ لکھنے کا تھا۔مگر ثاقب صاحب کی نسبت فرمایا:۔

''ہمارا لکھنے کا ارادہ تھا۔انہوں نے ہمارا منشاء پورا کر دیا'' (الحکم 10/جنوری 1906ء)

''ایہہ تھاں روشن معلوم ہونداا ے''

بہشتی مقبرہ کے بارہ میں حضرت میاں قطب الدین صاحب ساکن نودی ننگل ضلع گورداسپور بیان کرتے ہیں:

''جس مبارک دن میں منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی تھی۔اس دن بھی بندہ وہاں تھا اور جس دن بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی تھی۔اس دن بھی میں وہیں تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ تھے۔

''ایہہ تھاں روشن معلوم ہونداا ے۔ایتھے اپنا قبرستان بنالو۔''

اور مولوی عبدالکریم صاحب کا صندوق پرانی قبروں میں دفن تھا۔اور وہ صندوق نکالنا شروع کر دیا اور وہ بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے اور اس دن بہت خلقت تھی اور یہ باتیں بندہ نے اس لئے لکھوائی ہیں کیونکہ بندہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔''

(رجسٹر روایات نمبر 12،روایت میاں قطب الدین صاحب ساکن نودی ننگل)

روایت حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ

''حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی نعش جب مقبرہ بہشتی میں دفن کرنے لگے۔ تو قبر زیادہ کشادہ کرنے کی ضرورت پڑھی۔ قبر کے تیار ہونے تک حضور علیہ السلام ٹوٹی ہوئی مُنجھ کے بان والی چار پائی پر تشریف فرما رہے اور خاکسار حضور علیہ السلام کی ٹانگیں دبا رہا تھا۔'' (رجسٹر روایات نمبر 8 روایت نمبر 52 ص 70)

دوبار نماز جنازہ

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے حضرت مولوی صاحب کو یہ بھی سعادت عظمٰی حاصل ہے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کا دو دفعہ نماز جنازہ حاضر پڑھایا۔اس کی بناء ایک خواب تھی جو حضرت مولوی صاحب کی اہلیہ کلاں حضرت زینب بیگم صاحبؓ نے دیکھی تھی۔اس کے بارہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ کا بیان ہے۔

''26 دسمبر 1905ء کی صبح حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا صندوق جنازہ مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ یہ پہلا بہشتی ہے۔ جو اس مقبرہ میں دفن ہوا۔ دفن کرنے سے پہلے حضرت نے بمعہ خدام جنازہ پڑھایا۔جس کی تحریک اس طرح ہوئی کہ مرحوم کی زوجہ کلاں نے آج رات خواب میں مرحوم کو دیکھا اور مرحوم نے فرمایا کہ میرا جنازہ پڑھا جاوے۔ چنانچہ اس خواب کی تعمیل میں دوبارہ جنازہ پڑھا گیا۔حضرت نے فرمایا جنازہ بھی دعا ہے خواب کو پورا کرنا اچھا ہے۔ (بدر قادیان 29 دسمبر 1905ء ص 2)

آپ کے حصہ میں ایک سعادت عظمٰی یہ بھی آئی کہ آپ کی قبر کا کتبہ حضرت اقدس علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔اس بارہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ دہلوی فرماتے ہیں:

''بہشتی مقبرہ میں دو قبروں کے کتبے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خود لکھے ہوئے ہیں اور اس بات کا نمونہ ہیں کہ اس مقبرہ کے کتبے کس طرح کے ہونے چاہئیں۔اب جو کتبے عموماً لکھے جاتے ہیں ان میں سے بعض دفعہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شخص کہاں دفن ہے یا اس کے اندر کیا کیا خوبیاں تھیں یا سلسلہ کی کس قسم کی خدمت اس نے کی ہے۔دو کتبے جو حضور

نے خود لکھے وہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کے ہیں۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم، روایت نمبر 528 ص 33)

باب ہفتم

حضرت اقدسؑ کی نظر میں آپ کا مقام

حضرت مولانا خواجہ عبدالکریم صاحب سیالکوٹی 1890ء سے تادم زندگی اپنے آقا کے قدموں میں رہے۔اس عرصہ میں آپ نے کئی فدائی خدمات سرانجام دیں جن کا تاریخ احمدیت میں نام ہمیشہ زندہ اور تابندہ رہے گا۔حضور علیہ السلام کی نظر میں آپ کا جو مقام تھا اس کا اظہار کئی مواقع پر آپ نے فرمایا۔رفاقت اور قربت کے ان پندرہ سالوں میں متعدد مواقع پر حضور علیہ السلام نے اپنے اس فدائی خادم،جنہیں آپؑ نے شہید کے خطاب سے نوازا، کے بارہ میں ارشادات فرمائے۔جن سے آقا اور غلام کے تعلقات کی ایک جھلک عیاں ہوتی ہے۔اگرچہ کتاب ہذا کے اکثر حصص میں گاہے بگاہے حضرت مولوی صاحب کے بارہ میں حضور اقدسؑ کے فرمودات شامل ہیں تاہم اس حصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض خاص فرمودات پیش ہیں۔علاوہ ازیں حضرت مولوی صاحب کے بارہ حضورؑ کے بعض رؤیا وکشوف بھی ہدیہ قارئین کئے جارہے ہیں۔

اپنے دماغ سے مافوق الطاقت کام لے کر خدمت دین کررہے ہیں

سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حِبّی فی اللّٰہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ہیں اور ان کو تو پہلے ہی خدا تعالیٰ نے دنیا کے مناصب اور جاہ طلبی کی مناسبت نہیں دی۔مگر اب وہ بالکل دنیوی خیالات کو بھی استعفاء دے کر اس دروازہ پر بیٹھے ہیں اور دن رات اپنے دماغ سے مافوق الطاقت کام لے کر خدمت دین کررہے ہیں اور جمعہ کی نماز میں بہت سے حقائق معارف قرآن شریف بیان کرتے ہیں اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور مولوی حکیم نورالدین صاحب ہم شہر حکیم فضل دین صاحب ہیں اور وہ بھی اسی جگہ رہتے اور خدمات میں مشغول ہیں......ہم دعا کرتے ہیں کہ ان تمام صاحبوں کے لئے یہ ہجرتیں مبارک ہوں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص 157)

اس عاجز کے یک رنگ دوست

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حبّی فی اللّٰہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔مولوی صاحب اس عاجز کے یکرنگ دوست ہیں اور مجھ سے ایک سچی اور زندہ محبت رکھتے ہیں اور اپنے اوقات عزیز کا اکثر حصہ انہوں نے تائید دین کے لئے وقف کر رکھا ہے۔اُن کے بیان میں ایک اثر ڈالنے والا جوش ہے۔اخلاص کی برکت اور نورانیت اُن کے چہرہ سے ظاہر ہے۔میری تعلیم کی اکثر باتوں سے وہ متفق الرائے ہیں مگر میرے خیال میں ہے کہ شاید بعض سے نہیں۔لیکن اخویم مولوی حکیم نوردین صاحب کے انوارِ صحبت نے بہت سا نورانی اثر اُن کے دل پر ڈالا ہے اور نیچریت کی اکثر خشک باتوں سے وہ بیزار ہوتے جاتے ہیں اور درحقیقت میں بھی اِس بات کو پسند نہیں کرتا کہ الٰہی کتاب کے واقعی اور سچے منشاء کے مخالف نیچر کے ایسے تابع ہو جائیں کہ گویا کامل ہادی ہمارا وہی ہے۔میں ایسے حصّہ نیچریت کو قبول کرتا ہوں جس کو میں دیکھتا ہوں کہ میرے مولیٰ اور ہادی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اس کو قبول کر لیا ہے اور سُنّت اللّٰہ کے نام سے اس کو یاد کیا ہے۔مَیں اپنے خداوند کو کامل طور پر قادر مطلق سمجھتا ہوں اور اسی بات پر ایمان لا چکا ہوں کہ وہ جو چاہتا ہے کر دکھاتا ہے اور اسی ایمان کی برکت سے میری معرفت زیادت میں ہے اور محبت ترقی میں۔ مجھے بچوں کا ایمان پسند آتا ہے اور فلسفیوں کے بودے ایمان سے میں متنفّر ہوں ۔ مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب اپنی محبت کے پاک جذبات کی وجہ سے اور بھی ہمرنگی میں ترقی کریں گے اور اپنے بعض معلومات میں نظر ثانی فرمائیں گے۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 ص 318-319)

مجھے یہ صلاح مولوی صاحب کی بہت پسند آئی

حضرت مولانا موصوف ایک ربانی عالم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت زیرک انسان تھے۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دافع الوساوس یعنی'' آئینہ کمالات اسلام'' تحریر فرمائی تو آپ

نے عرض کیا کہ صوفیاء، سجادہ نشینوں اور فقراء کیلئے عربی زبان میں بھی ایک رسالہ تحریر کیا جائے تو مناسب ہوگا۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحب کی اس تجویز کو پسند فرمایا اور عربی زبان میں ''التبلیغ'' کے نام سے ایک معرکۃ الآراء رسالہ تحریر فرمایا جو آپ کی پہلی عربی تصنیف بھی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بلند علمی مقام کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ایک مجلس میں میرے مخلص دوست حبّی فی اللّٰہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے بتاریخ 11رجنوری 1893ء بیان کیا کہ اس کتاب دافع الوساوس میں ان فقراء اور پیرزادوں کی طرف بھی بطور دعوت اور اتمام حجت ایک خط شامل ہونا چاہئے تھا، جو بدعات میں دن رات غرق اور منشائے کتاب اللّٰہ سے بکلی مخالف چلے ہیں۔ مجھے یہ صلاح مولوی صاحب موصوف کی بہت پسند آئی اور اگرچہ میں پہلے بھی کچھ ذکر علماء ہندستان و پنجاب اس کتاب میں لکھ آیا ہوں لیکن میں اتفاق رائے دوست ممدوح کے یہی قرین مصلحت سمجھا کہ ایک مستقل خط ایسے فقراء کی طرف لکھا جائے جو شرع اور دین متین سے بہت دور جا پڑے ہیں'' (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 ص 359-360)

سلسلہ احمدیہ کی عزت وعظمت

''حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے ذکر کیا کہ حضورؑ کی بیماری کی شدت میں میرے دل میں بہت رقت پیدا ہوئی۔ تو میں نے بہت دعا کی کہ مولا کریم اسلام کی عزت، قرآن کی عزت، نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی عزت اور بالآخر تیری اپنی عزت اور جلال کے اظہار کا بھی اس وقت یہی ذریعہ ہے۔ تو اس پر فرمایا:

''بیماری کی شدت میں جبکہ یہ گمان ہوتا تھا کہ روح پرواز کر جائے گی۔ مجھے بھی الہام ہوا۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا

یعنی اے خدا اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا۔ تو پھر اس کے بعد اس زمین میں تیری پرستش کبھی نہ ہوگی۔

فرمایا: یقیناً یاد رکھو۔ یہ سلسلہ اس وقت اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ اگر یہ

سلسلہ قائم نہ ہوتا۔ تو دنیا میں نصرانیت پھیل جاتی اور خدائے وحدہ لاشریک کی توحید قائم نہ رہتی۔ یا یہ مسلمان ہوتے جو اپنے ناپاک اور جھوٹے عقیدوں کے ساتھ نصرانیت کو مدد دیتے ہیں اور ان کے معبود اور خدا بنائے ہوئے مسیح کے لئے میدان خالی کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ اب کسی ہاتھ اور طاقت سے نابود نہ ہوگا۔ یہ ضرور بڑھے گا اور پھولے گا اور خدا کی بڑی بڑی برکتیں اور فضل اس پر ہوں گے۔ جب تمہیں خدا کے زندہ اور مبارک وعدہ ہر روز ملتے ہیں اور وہ تسلی دیتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری دعوت زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ پھر ہم کسی کی تحقیر اور گالی گلوچ پر کیوں مضطرب ہوں۔''

(الحکم قادیان جلد 6 نمبر 20 ص 5، 31 رمئی 1902ء)

مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز بڑی بارُعب ہے

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''بدھ مت مذہب دراصل سناتن دھرم کی شاخ ہے۔ بدھ نے جو اوائل میں اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ دیا اور قطع تعلق کرلیا، شریعتِ اسلام نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ اسلام نے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے اور مخلوق سے تعلق رکھنے میں کوئی تناقض بیان نہیں کیا۔ بدھ نے اول ہی قدم پر غلطی کھائی ہے اور اس میں دہریت پائی جاتی ہے۔ مجھے اس بات سے کبھی تعجب نہیں ہوتا کہ ایک کتا مردار کیوں کھاتا ہے جس قدر تعجب اس بات سے ہوتا ہے کہ انسان انسان ہوکر اپنی جیسی مخلوق کی پرستش کیوں کرتا ہے۔ اس لئے اس وقت جب خدا نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے تو سب سے اول میرا فرض ہے کہ خدا کی توحید قائم کرنے کے لئے تبلیغ اور اشاعت میں کوشش کروں۔ پر مضمون تیار ہوسکتا ہے اور وہاں بھیجا جاسکتا ہے۔ پہلے قواعد آنے چاہئیں۔

پھر فرمایا کہ:

اس مضمون کے پڑھنے کے لئے اگر مولوی عبدالکریم صاحب جائیں تو خوب ہے۔ ان کی آواز بڑی رعب اور زبردست ہے اور وہ انگریزی لکھا ہوا ہو۔ تو اسے خوب پڑھ

سکتے ہیں اور ساتھ مولوی محمد علی صاحب بھی ہوں اور ایک اور شخص بھی چاہئے۔ الرفیق ثم الطریق۔

پھر اس سلسلہ کلام میں فرمایا:

زمانہ میں باوجود استغراق دنیا کے مذہب کی طرف بھی توجہ ہوگئی ہے اور مذہبی چھیڑ چھاڑ کا ایسا سلسلہ جاری ہوگیا ہے کہ پہلے کبھی ایسا موقع نہیں ملا''

(ملفوظات جلد2، جدید ایڈیشن، ص235)

اہل اللہ اور ریاء

''حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے پوچھا کہ کیا کبھی ممکن ہوسکتا ہے کہ آپ میں بھی ریا آوے؟

اس پر حضور نے فرمایا:

کبھی چڑیا خانہ گئے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا:

دیکھو وہاں شیر، چیتے اور دوسرے حیوانات ہوتے ہیں۔ کبھی یہ خیال وہاں جا کر دل میں آ سکتا ہے کہ ان کے سامنے لمبی لمبی نمازیں پڑھیں؟ کبھی یہ خیال وہاں جا کر ریا کار سے ریا کار کے دل میں بھی نہیں آ سکتا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ حیوانات ہماری جنس سے تو نہیں ہیں تو پھر ریا کہاں رہی؟ ریا تو ہم جنسوں سے ہوئی ہے تو اہل اللہ کس سے ریا کریں۔ ان کے سامنے دوسرے لوگوں کی وہی مثال ہے جیسے چڑیا خانہ میں جانور بھرے ہوئے ہیں۔

مولانا موصوف نے فرمایا کہ ایک دن کی مجھے بات یاد ہے کہ کسی نے ذکر کیا کہ منشی الٰہی بخش اور اس کا ترجمان منشی عبدالحق کہتا ہے کہ الہام وہ ہے جو پورا ہو جاوے اور جو نہ ہووے وہ شیطانی کام ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ:

مکہ معظّمہ میں داخل ہو کر اگر خدا تعالیٰ کی قسم دی جاوے تو کہوں گا کہ میرے الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ جس شخص نے خیالی طور پر دعویٰ کیا ہو وہ ہرگز یہ جرأت نہیں کر سکتا۔ کبھی وہ شخص جو کام یقین رکھتا ہو اور وہ جو مشکوک ہے برابر ہو سکتے ہیں؟

مولانا موصوف نے کہا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس نے خاص طور پر مجھے مخاطب کر کے فرمایا:
میرے خلق کی پیروی کر۔ میں نے عرض کی کہ دعا کریں۔ فرمایا کہ:
اگر کسی نے ایک بار میرے ساتھ عہد دوستی باندھا ہو تو مجھے اس قدر اس کی رعایت ہوتی ہے کہ اگر اس نے شراب پی ہوئی ہو تو بھی میں بلاخوف لومة لائم اسے اٹھالاؤنگا۔ یعنی جب تک وہ خود ترک نہ کرے ہم خود نہ چھوڑیں گے۔ پس اگر کوئی اپنے بھائیوں کو ترک کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا۔

مولانا موصوف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:
مومن مومن کبھی نہیں ہوسکتا جب تک کہ کفر اس سے مایوس نہ ہو جاوے۔ فتح مسیح کو ایک بار ہم نے رسالہ بھیجا اس پر اس نے لکیریں کھینچ کر واپس بھیج دیا اور لکھا کہ جس قدر دل آپ نے دکھایا ہے کسی اور نے نہیں دکھایا۔ دیکھو رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے دشمن نے خود اقرار کر لیا کہ ہمارا دل دکھا۔ پس ایسی مضبوطی ایمان میں پیدا کرو کہ کفر مایوس ہو جاوے کہ میرا قابو نہیں چلتا۔ اشداء علی الکفار کے یہ معنے بھی ہیں۔''

(ملفوظات جلد چہارم، طبع جدید ص 21)

قیام فی ما اقام اللّٰہ

''مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک شہادت پر گورداسپور جانا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں یہاں سے باہر جانا نہیں چاہتا مگر اب تو اللّٰہ تعالیٰ لے چلا ہے خود تو میں نہیں جاتا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ قیام فی ما اقام اللّٰہ یہی ہے'' (البدر جلد اول، 26/دسمبر 1902ء)

یہ بھی ایک جہاد ہی تھا

15/جنوری 1903ء کو نمازِ فجر کے وقت فرمایا کہ:
''رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروف صحیح ہوئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی طبیعت علیل تھی وہ بھی جاگتے رہے۔ وہ اس وقت تشریف نہیں لاسکیں گے۔ یہ بھی ایک جہاد ہی تھا۔ رات کا انسان کو جاگنے کا اتفاق تو ہوا کرتا ہے مگر کیا خوش وہ

وقت ہے جو خدا کے کام میں گزارے۔ایک صحابی کا ذکر ہے کہ وہ جب مرنے لگے تو روتے تھے۔ان سے پوچھا گیا کہ کیا موت کے خوف سے روتے ہو تو کہا موت کا کوئی خوف نہیں مگر یہ افسوس ہے کہ وقت جہاد کا نہیں ہے۔ جب جہاد کیا کرتا تھا۔ اگر اس وقت یہ موقعہ ہوتا تو کیا خوب تھا۔

فرمایا کہ:

میرے اعضاء تو بے شک تھک جاتے ہیں مگر دل نہیں تھکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ کام کئے جاؤ۔'' (ملفوظات جلد دوم، جدید ایڈیشن، ص 691)

آپ کیلئے بے حد دعا کی گئی

(30/اگست 1905ء)

مولوی عبدالکریم صاحب کی گردن کے نیچے پشت پر ایک پھوڑا ہے۔جس کو چیرا دیا گیا ہے۔فرمایا۔میں نے ان کے واسطے رات دعا کی تھی اور رؤیا میں دیکھا کہ

''مولوی نورالدین صاحب ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے ہیں اور رورہے ہیں''

فرمایا ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے اور میرے رائے میں طبیب کا رونا مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے۔

31/اگست 1905ء

نماز پڑھ رہے تھے اور فاتحہ کے بعد سورہ والعصر پڑھنا تھا۔اتنے میں غنودگی ہو کر سورۃ والعصر کی جگہ بڑے زور سے زبان پر یہ سورۃ بطور الہام جاری ہوئی **اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح** نصف رات سے فجر تک مولوی عبدالکریم کے لئے دعا کی گئی۔صبح کے بعد جب سویا تو خواب آئی۔ 31/اگست کی رات کو دیکھا۔میں نے دیکھا کہ عبداللّٰہ سنوری میرے پاس آیا ہے اور وہ کاغذ پیش کر کے کہتا ہے کہ اس کاغذ پر میں نے حاکم سے دستخط کرانا ہے اور جلدی جانا ہے۔میری عورت سخت بیمار ہے اور کوئی مجھے پوچھتا نہیں۔دستخط نہیں ہوتے۔اس وقت میں عبداللّٰہ کے چہرے کی طرف دیکھا تو زرد رنگ اور سخت گھبراہٹ اس کے چہرے سے ٹپک رہی ہے۔میں نے اس کو کہا کہ یہ لوگ روکھے

ہوتے ہیں۔نہ کسی کی سپارش مانیں اور نہ کسی کی شفاعت۔میں تیرا کاغذ لیجاتا ہوں کہ ایک شخص مٹھن لال نام جو کسی زمانہ میں بٹالہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ تھا کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ کام کررہا ہے اور گرداس کے عملہ کے لوگ ہیں۔میں نے جا کر کاغذ اس کو دیا اور کہا خبردار ہوش سے پکڑو۔ابھی دستخط کیلے ہیں اور پوچھا کی عبداللہ کہاں ہے۔انہوں نے کہا کہ کہیں باہر گیا ہے۔بعد اس کے میری آنکھ کھل گئی اور ساتھ پھر غنودگی کی حالت ہوگئی۔

تب میں نے دیکھا کہ اس وقت میں کہتا ہوں مقبول کو بلاؤ اس کے دستخط ہوگئے ہیں۔یہ جو مٹھن لال دیکھا گیا ہے۔ملائک طرح طرح کے تمثیلات اختیار کرلیا کرتے ہیں۔مٹھن لال سے مراد ایک فرشتہ ہے۔سنوری سے یہ مراد ہے۔سنور عربی میں بلّی کو کہتے ہیں اور تفسیر کی روح سے بلّی ایک بیماری کا نمونہ ہے۔عبداللہ سنوری سے مراد ہوئی وہ عبداللہ جو بیمار ہے۔فرمایا طب تو ظاہری محکمہ ہے۔اس کے وراء محکمہ پردہ میں ہے۔جب تک وہاں دستخط نہ ہوں کچھ نہیں ہوتا۔ (بدر قادیان 31/اگست 1905ء ص2)

مولوی صاحب کا اس بیماری سے صحت پانا ایک بڑا معجزہ ہے

2 ستمبر 1905ء

سنتالیس سال کی عمر۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

فرمایا مولوی صاحب کی زیادہ علالت کے وقت بہت دعا کرتا تھا اور بعض نقشے میرے آگے ایسے آئے جن سے نامیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا موت کا وقت ہے اور ظاہر طب کی رو سے بھی معاملہ خوفناک تھا۔کیونکہ ذیابیطس والے کو سرطان ہوجائے تو پھر بچنا مشکل ہوتا ہے۔اس دعا میں میں نے بہت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت نازل کی اور عبداللہ سنوری والا خواب میں نے دیکھا۔جس سے نہایت درجہ غمناک دل کو تشفّی ہوئی۔جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے۔

اس دعا میں میں شفاعت کی تھی جیسا کہ خواب کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ شخص میرا دوست ہے۔خدا کی قدرت اور اس کا عالم الغیب ہونا ظاہر ہونا تھا کہ مولوی صاحب بچ گئے۔خدا کی کتب

میں نبی کے ماتحت امّت کو عورت کہا جاتا ہے۔......اس کی وجہ یہ ہے کہ اُمّت کے واسطے نبی کی ایسی ہی طاعت لازم ہے جیسی کہ عورت کو مرد کی اطاعت کا حکم ہے۔اسی واسطے ہماری رؤیا میں عبداللّٰہ نے کہا کہ میری بیوی بیمار رہے۔عبداللّٰہ نبی کا نام ہے۔قرآن شریف میں بھی آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا نام عبداللّٰہ آیا ہے۔مٹھن سے مراد لذّت اور راحت صحت کی ہے۔جو بیماری کی تلخی کے بعد نصیب ہوتی ہے۔مقبول سے مراد ہے کہ دعا قبول ہوگئی۔یہ سب استعارات ہیں اور تمثیلات ہیں۔جب تک آسمان پر نہ ہو۔زمیں پر کچھ نہیں ہوسکتا۔مولوی صاحب کا اس بیماری سے صحت پانا ایک بڑا معجزہ ہے۔ (بدر قادیان 7 ستمبر 1905ء ص2)

خدا نے دعا قبول کر کے سرطان سے شفا دیدی

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کینسر کے عارضہ میں مبتلاء تھے جو پورے جسم میں پھیلا ہوا تھا۔حضورؑ کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے خارق عادت اعجازی رنگ میں اس مرض سے آپ کو کلیۃً شفا عطا فرمائی۔آپ کا وصال ذات الجنب کے عارضہ سے ہوا۔حضرت مولوی صاحب کا ذکر تھا۔حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''خدا نے دعا قبول کر کے سرطان سے شفا دیدی۔مگر جب کسی کی اجل آجاتی ہے تو پھر رک نہیں سکتی اور جو حدیث میں آیا ہے کہ دعا سے عمر بڑھ جاتی ہے۔اس کے یہ معنی ہیں کہ اجل کے آجانے سے پیشتر قبل از وقت جو دعا کی جاوے وہ کام آتی ہے۔ورنہ جان کندنی کے وقت کون دعا کر سکتا ہے۔ایسی سخت بیماری میں مولوی صاحب مرحوم کا اکیاون دن تک زندہ رہنا بھی استجابت دعا کا ہی نتیجہ تھا۔یہ تاخیر بھی تعجب انگیز ہے۔ہم بہت دعا کرتے تھے کہ آدمی اچھا ہے۔زندہ ہی رہے۔تب خدا کی طرف سے یہ الہام ہوُ اتوثرون الحیوٰۃ الدنیا۔یعنی کیا اگلے عالم کے تم قائل نہیں ہو۔جو اس دنیا کی زندگی کے واسطے اتنا زور دیتے ہو۔'' (بدر قادیان 31/اکتوبر 1905ص3)

جس کی خاطر آپؑ سو نہ سکے

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق بھیرویؓ تحریر کرتے ہیں:

جس دن (4 ستمبر 1905ء) سے حضرت مولوی صاحب پر عمل جراحی کیا گیا ہے۔حضرت مسیح موعود و مہدی پر رات کا سونا قریباً حرام ہوگیا۔فرمایا میں نہیں جانتا کہ میری نیند کدھر گئی۔رات بھر مولوی صاحب کے واسطے دعا کرتا رہا اور بعض مبشرات نازل ہوئے۔جن سے امید ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔فرمایا میں نے اس قدر دعا کی کہ اگر تقدیر مبرم نہیں تو انشاء اللّٰہ تعالیٰ بہت مفید ہوگی۔پھر فرمایا کہ میں اللّٰہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کبھی اس قسم کا اضطراب اور فکر اپنی اولاد کے لئے بھی نہیں کیا۔اس کرب اور قلق کو جو مولوی صاحب کو ہوا۔میں دیکھ بھی نہیں سکتا۔

4 ستمبر 1905ء کی پہلی رات کو مولوی صاحب کو بہت تکلیف تھی اور صبح کو عمل جراحی ہونا تھا۔اس رات کو حضرت کو الہام ہوا:

ما کان لنفس الا تموت باذن اللّٰہ

کوئی نفس اذن الٰہی کے سوائے نہیں مرسکتا۔یعنی سب کا مرنا جینا اللّٰہ کے اختیار میں ہے جو اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور جن کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہوتی ان کو بھی زندگی عطا کرتا ہے۔ (بدر قادیان 7 ستمبر 1905ء ص6)

2 ستمبر 1905ء

سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:

''ایک جگہ ہے بڑی حویلی ہے۔اس کے آگے ایک بڑا چبوترہ ہے۔جس کی کرسی بہت بلند ہے۔اس پر مولوی عبدالکریم صاحب سفید کپڑے پہنے ہوئے دروازہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔اسی جگہ میں ہوں اور پانچ اور دوست ہیں۔جو ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔میں نے کہا۔مولوی صاحب میں آپ کی صحت کی مبارک باد دیتا ہوں اور پھر میں رو پڑا اور میرے ساتھ کے دوست بھی رو پڑے اور مولوی صاحب بھی رو پڑے۔کسی نے کہا۔دعا کرلو اور دعا میں تین دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھی'' (بدر قادیان 22/14 ستمبر 1905ء ص2)

میں نے آپ کے واسطے اس قدر دعا کی جس کی حد نہیں

مولوی عبدالکریم صاحب کی علالت طبع کا ذکر تھا۔حضرت (مسیح موعود علیہ السلام) نے

ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: ’’میں نے آپ کے واسطے اس قدر دعا کی ہے جس کی حد نہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد چہارم، ص254)

پھر فرمایا:

’’مولوی صاحب کی زیادہ علالت کے وقت میں بہت دعا کرتا تھا اور بعض نقشے میرے سامنے آئے جن سے ناامیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا موت کا وقت ہے اور ظاہر طب کی رو سے بھی معاملہ خوفناک تھا کیونکہ ذیابیطس والے کو سرطان ہو جائے تو پھر بچنا مشکل ہوتا ہے۔ اس دعا میں میں نے بہت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت نازل کی اور عبداللہ سنوری والا خواب میں نے دیکھا جس سے نہایت درجہ غمناک دل کو تشفی ہوئی جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم، طبع جدید، ص360)

خواجہ باقی باللہ کی عمر

1905ء میں سفر دہلی کے دوران ایک موقعہ پر حضورؑ نے فرمایا:

’’خواجہ باقی باللہ صاحب کی عمر بھی بہت تھوڑی تھی۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے بھی کم عمر پائی۔ مولوی صاحب موصوف کی عمر سنتالیس سال کی تھی۔‘‘

(الحکم قادیان 31/اکتوبر 1905ء ص4)

وہ اس سلسلہ کی محبت میں بالکل محو تھے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی وفات پر اس زبردست تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’وہ اس سلسلہ کی محبت میں بالکل محو تھے جب اوائل میں میرے پاس آئے تھے تو سیّد احمد (سر سیّد احمد خان) کے معتقد تھے۔ کبھی کبھی ایسے مسائل پر میری ان کی گفتگو ہوتی جو سیّد احمد کے غلط عقائد میں تھے اور بعض دفعہ بحث کے رنگ تک نوبت پہنچ جاتی مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد ایک دن علانیہ کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ آج میں نے سب

باتیں چھوڑ دی اس کے بعد وہ ہماری صحبت میں ایسے محو ہو گئے تھے کہ اگر ہم دن کو کہتے کہ ستارے ہیں اور رات کو کہتے کہ سورج ہے تو وہ کبھی انکار کرنے والے نہ تھے۔ان کو ہمارے ساتھ ایک پورا اتحاد اور پوری موافقت حاصل تھی کسی امر میں وہ ہمارے ساتھ خلاف رائے کرنا کفر سمجھتے تھے۔ ان کو میرے ساتھ نہایت درجہ کی محبت تھی اور وہ اصحاب الصفہ میں سے ہو گئے تھے جنکی تعریف خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی اپنی وحی میں کی تھی۔ان کی عمر ایک معصومیت میں گذری تھی اور دنیا کی عیش کا کوئی حصہ انہوں نے نہیں لیا تھا۔نوکری بھی انہوں نے اسی واسطے چھوڑی تھی کہ اس میں دین کی ہتک ہوتی ہے۔پچھلے دنوں ان کو ایک نوکری 200 روپے ماہوار کی ملتی تھی مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

خاکساری کے ساتھ ہی انہوں اپنی زندگی گذار دی۔صرف عربی کتابوں کے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے۔اسلام پر جو اندرونی اور بیرونی حملے ہوتے تھے ان کے دفاع میں اپنی عمر بسر کر دی۔ باوجود اس قدر بیماری اور ضعف کے ہمیشہ ان کی قلم چلتی رہتی تھی۔ ان کے متعلق ایک خاص الہام بھی تھا ''مسلمانوں کا لیڈر ''۔غرض میں جانتا ہوں کہ ان کا خاتمہ قابل رشک ہوُا۔کیونکہ ان کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں تھی۔جس کے ساتھ دنیا کی ملونی ہوتی ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔انجام نیک ان کا اچھا ہوتا ہے جو فیصلہ کر لیتے کہ خدا تعالیٰ کو راضی کرنے میں خاک ہو جائیں گے۔

(اخبار بدر قادیان 12 جنوری 1906 ص3)

بڑے ہی مخلص اور قابل قدر انسان تھے

(حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات کے متعلق الہامات)

(22/ اکتوبر 1905ء بمقام ریلوے اسٹیشن امرتسر)

حضرت مسیح موعودؑ دہلی تشریف لے جاتے ہوئے امرتسر کے سٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔ جماعت امرتسر کے دوست ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ باتوں باتوں میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کا تذکرہ آ گیا۔حضور علیہ السلام

نے فرمایا:

''بڑے ہی مخلص اور قابل قدر انسان تھے مگر اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی۔ اگرچہ بشریت کے لحاظ سے صدمہ ہوتا ہے مگر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش ہیں۔ اس نے ہماری تسلی کیلئے پہلے سے ہی بتا دیا تھا کہ اب مولوی صاحب ہم سے الگ ہوں گے، چنانچہ ''ان المنایا لا تطیش سھامھا ''۔ ان کی بابت الہام ہو چکا تھا اور پھر کفن میں لپیٹا گیا اور پھر صاف طور پر سنتالیس برس کی عمر۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔ اس لئے اپنے طور پر یہ سب الہامات کو کسی اور مفہوم میں پورا ہونے کے خواہشمند تھے مگر اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر وہی تھی جو صاف طور پر ان الہامات میں بتا دی گئی تھی اور آخر وہ پورے ہو گئے۔ ان الہامات پر غور کر کے مجھے ایک نکتہ سمجھ میں آیا ہے کہ جب مرض الموت کا وقت آجاوے تو وہ وقت دعا کا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی طرح پر جو حالتیں مہلک بیماریوں کی ہوتی ہیں ان میں بھی نظر آجاتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ مولوی صاحب کے معاملہ میں ایک عجیب بات دیکھی گئی کہ ان کی اصل مرض سرطان جس کو انگریزی میں کاربنکل کہتے ہیں بالکل اچھا ہو گیا بلکہ خود انہوں نے ہاتھ پھیر کر دیکھا اور یہی کہتے رہے کہ اب میں دو چار روز میں پھرنے لگوں گا۔ آخر ذات الجنب کی وجہ سے سخت بخار ہو گیا جو ایک سو چھ درجہ تک پہنچ گیا اور اسی عارضہ میں وفات پائی۔ اکیاون دن تک وہ اس بیماری میں زندہ رہے یہ زیادت ایام بھی استجابت دعا پر دلالت کرتی ہے اور اللہ نے اس مرض سے ان کو نجات دیدی۔ رہی موت اس سے تو نہ کوئی بچا ہے نہ بچ سکتا ہے۔ ان کی بیوی نے بتایا کہ وہ کہتے تھے کہ کئی مرتبہ خدا ابلا نے آیا ہے مگر تا خیر ہی ہوتی رہی۔''

(ملفوظات جلد چہارم، جدید ایڈیشن، صفحہ 486-487)

طول امل سے ہی سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں

فرمایا:

''مولوی عبدالکریم صاحب کی موت کو دیکھو اور اس پر غور کرو کہ بڑی عبرت کی جگہ ہے

کس طرح ناگہانی موت ان پر وارد ہوئی۔ ہر ایک شخص کو سمجھنا چاہئے کہ یہ دن کسی وقت آنے والا ہے۔ سب کو اس کے واسطے تیار رہنا چاہئے ان باتوں کا تصور اور مطالعہ انسان کو سچا مومن بنا دیتا ہے۔ جب انسان دنیا کی طرف جھکتا ہے اور بہت امور کو اپنے گلے ڈال لیتا ہے تو ایک طول امل پیدا ہو جاتا ہے۔ طول امل سے ہی سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو شخص عمر کو لمبا سمجھتا ہے اور بڑی بڑی امیدیں کرتا ہے اور کہتا ہے یہ کروں گا وہ کرونگا۔ اس کے واسطے دل کی پاکیزگی کا حصول مشکل ہے۔ مومن کو چاہئے کہ رات کو سوئے اور صبح اٹھنے کی امید نہ کرے اور صبح اٹھے تو رات تک زندگی کی امید نہ رکھے سب سے اعلیٰ اور آخری بات یہ ہے کہ دل کی پاکیزگی حاصل ہو۔ جب خدا تعالیٰ کسی پر فضل کرتا ہے تو دل کی پاکیزگی اس کو عطا کرتا ہے۔ بغیر فضل الٰہی کے پاکیزگی حاصل نہیں ہوسکتی اور بات یہ ہے کہ طول امل جاتا رہے تب انسان تسلی پکڑتا ہے۔ جب انسان دن بھر ناجائز وسائل اختیار کرتا ہے اور دنیا کمانے کے پیچھے پڑا رہتا ہے تو دل ناپاک ہو جاتا ہے۔ مگر موت سے زیادہ اور کوئی وعظ نہیں۔ یہی بڑا وعظ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم، طبع جدید، صفحہ 516)

مولوی صاحب ہر تقریب اور جلسہ پر یاد آجاتے ہیں

حضرت مولوی صاحب کے ذکر پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا:

’’مولوی صاحب ہر تقریب اور جلسہ پر یاد آجاتے ہیں۔ ان کے سبب لوگوں کو فائدہ ہوتا تھا۔ وہ بڑی زبردست تقریر کرنے والے تھے۔ میں نے مقابلہ کر کے خوب دیکھا ہے۔ انکے اندر محبت اور اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور بجز اس کے میں سمجھتا ہوں کہ اور کچھ تھا ہی نہیں اور اس حد تک تھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ دوسروں میں وہ نہیں۔ میں ان سے بہت عرصہ سے واقف ہوں اس وقت بھی میں نے ان کو دیکھا تھا جب وہ نیچری تھے اس وقت بیعت بھی کر لی تھی لیکن ابھی بعض امور ان کے دل میں تھے۔ چنانچہ مسیح کے بے پدر ہونے میں مجھ سے گفتگو بھی کیا کرتے تھے اور کئی بار کہا کرتے کہ ان کا بھی فیصلہ کر دو مگر میں انہیں جواب دیا کرتا کہ ہمارا یہی مذہب ہے کہ وہ بن باپ

ہوئے۔اس کا زبردست ثبوت یہ ہے کہ یحیٰ اور عیسیٰ کا قصہ ایک ہی جگہ بیان کیا ہے۔ پہلے یحیٰ کا ذکر کیا جو بانجھ سے پیدا ہوئے دوسرا قصہ مسیح کا اس کے بعد بیان فرمایا جو اس سے ترقی پر ہونا چاہئے تھا اور وہ یہی ہے کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے اور یہی امر خارق عادت ہے اگر بانجھ سے پیدا ہونے والے کے یحیٰ بعد باپ سے پیدا ہونے والے کا ذکر ہوتا تو اس میں خارق عادت کی کیا بات ہوئی اور عیسائی جو ان کے بن باپ ہونے سے خدا بناتے ہیں اس کا دوسری جگہ جواب دے دیا۔

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَاللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ (آل عمران:60)

اب اگر بن باپ پیدا ہونے والا خدا ہوسکتا ہے تو پھر جس کا ماں باپ دونوں نہ ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ خدا ہوگا۔مگر ان کو وہ خدا نہیں مانتے اور ایسا ہی یحیٰ میں بھی خدائی ماننی چاہئے کیونکہ وہ بانجھ سے پیدا ہوئے تھے۔غرض اوائل میں اس قسم کی گفتگو ہوتی رہی تھی۔ پھر جب اللہ نے ان کی معرفت زیادہ کی تو ایک دن کہنے لگے آپ گواہ رہیں آج سے میں نے سب گفتگوئیں ترک کر دیں اس کے بعد موت تک بجز تسلیم اور کچھ نہ ہوگا اور پھر میں نے دیکھا کہ اس دن کے بعد موت تک واقع ہی یہی حالت رہی کہ رضا اور تسلیم کے سوا کوئی اور بات تھی ہی نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے ان کے خطبات سنے ہیں۔ وہ یہ بات جانتے ہیں کہ ان میں بجز میرے حالات اور ذکر کے اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات میں نے سنا کہ بعض آدمی اس امر کو کسی حد تک پسند نہیں کرتے مگر وہ بجز اس کے اور کچھ کہنا نہ چاہتے تھے۔اس مقام پر میں (ایڈیٹر الحکم حضرت عرفانی الکبیرؓ) نے عرض کی کہ حضور۔

<u>مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ وہ تقریر اور کلام میرے نزدیک حرام ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کا ذکر نہ ہو۔ یہ الفاظ سن کر میں نے دیکھا کہ حضور کی آنکھیں پُرنم ہوگئی تھیں لیکن ان لوگوں کا ضبط اور صبر لانظیر ہوتا ہے۔اس لئے ضبط کا نمونہ دکھلایا مگر چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور اس میں خاص قسم کی درخشندگی پائی جاتی تھی۔</u>

پھر اس ذکر کے سلسلہ میں فریایا کہ:

<u>ان کی بڑی بیوی نے رؤیا دیکھا تھا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں احمدی ہوگیا</u>

ہوں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ میری محبت میں فنا ہو گئے تھے۔ اچھا اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔ آمین ثم آمین‘‘ (ملفوظات جلد چہارم، طبع جدید، صفحہ 570-571)

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

15 مئی 1912ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

’’بسم اللّٰہ جہراً اور آہستہ پڑھنا ہر دو طرح جائز ہے۔ ہمارے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب (اللھم اغفرہ وارحمہ) جوشیلی طبیعت رکھتے تھے۔ بسم اللّٰہ جہراً پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام جہر نہ پڑھتے تھے۔ ایسا ہی میں بھی آہستہ آہستہ پڑھتا ہوں‘‘ (بدر قادیان 23 مئی 1912ء ص 3)

سیدنا حضرت فضل عمرؓ کی نظر میں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

’’مولوی صاحب کا تعلق سلسلہ سے اس قسم کا ہے کہ جماعت اسے بھلا نہیں سکتی۔ مسجد میں ایک پرانے حصہ کی اینٹیں اب بھی ان کی زوردار تقریروں سے گونج رہی ہیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ کا عشق اور رنگ کا تھا اور مولوی صاحب کا عشق اور رنگ کا لیکن جہاں تک حضرت مسیح موعودؑ کے مقام کا تعلق ہے مولوی صاحب جماعت میں بشمولیت حضرت خلیفۃ اولؓ اول ترین شخص ہیں جنہوں نے اس کی وضاحت کی اور زوردار الفاظ میں اس کو بیان کرتے رہے۔ گو پیغامیوں سے جو بحثیں ہوتی ہیں وہ بعد کی پیدا کردہ ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے نور فراست نے اس فتنہ کو پہلے بھانپ لیا تھا اور انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے مقام کو اچھی طرح سے واضح کیا۔ مولوی صاحب ایک برہنہ تلوار تھے...... حضرت خلیفہ اول نے قربانیاں بھی کیں لیکن آپ نے کامیابیوں کا زمانہ بھی دیکھا اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے قربانیاں ہی کیں اور شہید ہوئے لیکن کامیابیوں کا زمانہ دیکھنے کا موقعہ نہ ملا‘‘

(خطبات نکاح، خطبہ نکاح ملک بشیر احمد صاحب مورخہ 12/6/1945)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ کا مقام

جامعہ احمدیہ کی صد سالہ تاسیس کی تقریب 2 نومبر 2006 کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں ہوئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر اہل جامعہ احمدیہ، مربیان اور واقفینِ زندگی کیلئے خصوصی طور پر پیغام ارسال فرمایا۔ جس میں حضور نے فرمایا:

''خدمت دین کیلئے زندگیاں وقف کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ اپنے تقویٰ، بزرگی اور وجاہت کے ساتھ ساتھ دینی علوم میں زبردست مہارت رکھنے والے عالم باعمل تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ عربی، فارسی، انگریزی اور اردو زبان پر عبور اور مہارت رکھتے تھے۔ آپ دین کا گہرا علم رکھنے والے اور پُر جوش مقرر تھے۔ آپ بڑی بڑی نوکریوں کو چھوڑ کر قادیان میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تحریر و تقریر کے ذریعہ آپؑ کے پیغام اور مشن کو پھیلانے کیلئے اپنی زندگی گویا وقف کر دی، ایک مرتبہ ایک خطیر رقم کے عوض ملنے والی نوکری پر قادیان میں رہنے کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا:

''قادیان جو دولت ملتی ہے وہ دنیا کے کسی مقام پر آج نہیں پائی جاتی تیرہ سو برس کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے مرسل کو ہم میں بھیجا اس کی پاک صحبت کو چھوڑ کر سونے چاندی کے سکوں کیلئے نکل جانا مردار دنیا پر منہ مارنا ہے اور اعلیٰ کا ادنیٰ سے تبادلہ ہے۔ خدا کی قسم اگر دنیا کی ساری دولت میرے قدموں پر لا کر ڈھیر کر دی جائے اور اس کے بدلہ میں قادیان سے مجھے الگ ہونے کی خواہش کی جاوے تو میں سونے چاندی کے اس ڈھیر پر پیشاب بھی نہ کروں''۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے لائے ہوئے پیغام کو ہر رنگ میں پہنچانا آپ کا اولین مشن ہوتا تھا آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ تقریر اور کلام حرام ہے جس میں حضرت مسیح موعود کی سچائی کا ذکر نہ ہو۔ آپؓ کی اس عاشقانہ خوبی اور محبت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''وہ اس سلسلہ کی محبت میں بالکل محو تھے......وہ ہماری محبت میں ایسے محو ہو گئے تھے کہ اگر ہم دن کو کہتے کہ ستارے ہیں اور رات کو کہتے کہ سورج ہے تو وہ کبھی مخالفت کرنے والے نہ تھے......ان کو میرے ساتھ نہایت درجہ کی محبت تھی اور وہ اصحاب الصفہ میں سے ہو گئے تھے جن کی تعریف خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی اپنی وحی میں کی تھی......اسلام پر جو اندرونی بیرونی حملے ہوتے تھے ان کے دفاع میں اپنی عمر بسر کر دی باوجود اس قدر بیماری اور ضعف کے ہمیشہ ان کی قلم چلتی رہتی تھی۔ ان کے متعلق ایک خاص الہام بھی تھا۔ ''مسلمانوں کا لیڈر'' میں جانتا ہوں کہ ان کا خاتمہ قابل رشک ہوا کیونکہ ان کے ساتھ دنیا کی ملونی نہ تھی''۔

اسی طرح حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ ایک صوفی بزرگ تھے۔ آپ تفسیر و حدیث اور دیگر دینی علوم کے ایک متبحر عالم تھے اور عربی، اردو، فارسی اور پشتو کے ماہر اور تحریر و تقریر میں یکتائے روزگار تھے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اس طرح فنا تھے کہ حضورؑ جب 1904ء میں سیالکوٹ تشریف لے گئے تو وہاں حضرت اقدسؑ اپنے خدام کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ کسی عورت نے کھڑکی سے حضورؑ پر راکھ ڈالی، حضورؑ گزر گئے مگر راکھ مولوی صاحب کے سر پر پڑی۔ آپ پر محویت طاری ہو گئی اور نہایت خوشی سے فرمانے لگے:

''پا اے مائیے'' یعنی بڑھیا اور راکھ ڈالو۔ اسی طرح ایک موقعہ پر بعض شریروں نے ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب کو پکڑ کر آپ کے منہ میں گوبر ٹھونس دیا لیکن آپ نے نہایت بشاشت کے ساتھ فرمایا 'او برھانیا ایھہ نعمتاں کتھوں''۔

یہ دو وہ بزرگ عالم دین تھے کہ جن کی وفات پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ توجہ پیدا ہوئی کہ اب ایسے علمائے دین کے جانشین بھی تیار ہونے چاہئیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت میں سے اچھے اچھے لوگ مرتے جاتے ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب جو ایک عجیب مخلص انسان تھے اور ایسا ہی اب مولوی برہان الدین صاحب جہلم میں فوت ہو گئے......مگر افسوس ہے کہ جو مرتے ہیں ان کا جانشین ہم کو کوئی نظر نہیں آتا۔...... مجھے مدرسہ کی طرف دیکھ کر بھی رنج پہنچتا ہے کہ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ بات اس سے حاصل نہیں ہوئی۔ اگر یہاں سے بھی طالب علم نکل کر دنیا کے طالب ہی بننے تھے تو ہمیں اس کے قائم کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہم تو چاہتے تھے کہ دین کے لئے خادم پیدا ہوں''۔

یہ تھا وہ عظیم الشان مقصد جس کے لئے جامعہ احمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا کہ ویسے ہی عالم باعمل اور پر جوش واعظین اور مبلغین سلسلہ کے تیار ہوں جو اپنی زندگیاں اسی کام کے لئے وقف کر چکے ہوں۔ اس نیک اور عظیم مقصد کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں جو جوش موجزن تھا اور اس کی برکات کی لذتوں سے آپ کی روح جس طرح آشنا تھی اس کا اظہار کرتے ہوئے آپ یوں فرماتے ہیں:

''اگر کوئی تائید دین کے لئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دے دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیاز مندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جاویں۔ وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے''۔

پس میرا اس تاریخی اور مبارک موقعہ پر آپ کے لئے یہی پیغام ہے کہ اپنے اندر وہ جوش اور ولولہ پیدا کریں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں موجزن تھا، اسلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور توحید کی اشاعت کیلئے وہ تڑپ پیدا کریں جو آپؑ کے دل میں ایک آگ لگائے ہوئے تھی اور آپ کو بے چین کئے ہوئے تھی تا آپ

بھی حضرت اقدس علیہ السلام کی دعاؤں اور آپ کے پیار کے وارث بنیں۔ اس عظیم مقصد کے حصول کیلئے قرآن شریف کی تلاوت اور غور و فکر کے ساتھ تلاوت کریں، امام کے خطبات کو غور سے سنیں اور میری ان تمام باتوں پر بھی عمل کریں جو اس سال کے شروع میں مَیں نے جامعہ احمدیہ قادیان کے طلباء اور اساتذہ سے کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے، آپ علم و معرفت میں ترقی کرنے والے بنیں اور دین و دنیا کی حسنات کو پانے والے ہوں۔ آمین۔"

(مکتوب بنام پرنسپل جامعہ محررہ یکم نومبر 2006 بحوالہ "واقفین زندگی سے حضور انور کی توقعات" از نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ، مطبوعہ اپریل 2007)

باب ہشتم

علمی و دینی خدمات

انصار سلطان القلم

''سلطان القلم'' حضرت اقدس علیہ السلام کا الہامی نام ہے۔فرمایا:

''یہ مقام دارلحرب ہے پادریوں کے مقابلے میں۔اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہرگز بیکار نہ بیٹھیں مگر یاد رکھو ہماری حرب ان کے ہمرنگ ہو جس قسم کے ہتھیار لے کر وہ میدان میں آئے ہیں۔اُسی طرز کے ہتھیار ہم کو نکالنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔''

(الحکم قادیان 17 جون 1902 ص 2)

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو سینکڑوں ''انصار سلطان القلم'' عطا فرمائے جنہوں نے قلمی اور علمی جہاد سے سلسلہ احمدیہ کی مدد کرنے کی سعادت پائی۔حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بھی ان ابتدائی خوش بخت احباب کرام میں شامل تھے۔جو ''سلطان القلم'' کے اعلام الٰہی کے اوّلین مصداق ہوئے۔حضرت مولوی صاحب نے کئی علمی، دینی، حالی، قالی، تحریری اور لسانی خدمات سرانجام دیں۔1889ء کے ''لیکچر گناہ'' سے لے کر 1905ء کے ''لیکچر خلافت راشدہ'' تک آپ کی وہ تحریرات ہیں جو دستیاب ہوسکیں۔تاہم 1889ء سے پہلے کے مضامین و تقاریر دستیاب نہیں ہوسکے۔اس سولہ سالہ عرصہ میں آپ نے کئی یادگار تالیفات چھوڑی ہیں۔

حضرت مولانا خواجہ عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی سیالکوٹ میں تبحر علمی سے ہر خاص و عام واقف تھا۔آپ کی تقاریر، لیکچرز اور مضامین کی شہرت عام تھی۔بورڈ سکول سیالکوٹ میں فارسی مدرس کے طور پر آپ نے کامیاب دور گزارا۔ابتدائی زمانہ شباب میں عیسائیوں کے ساتھ مناظرے کئے۔1880 کے عشرہ میں آپ کی بعض تقاریر اور لیکچرز اخبارات ورسائل اور کتابی شکل میں شائع ہوتے رہے۔آپ کے بعض مضامین رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ اور الحق سیالکوٹ میں بھی شائع ہوئے۔آپ کی زیادہ تر تحریرات منشی غلام قادر صاحب فصیح کے مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ سے شائع ہوتی رہیں۔عیسائیت کے منادوں سے مذاکرات کا آپ کو خاص ملکہ تھا۔1898ء کے بعد

آپ کی زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے آپ نے اپنی تمام تر خدمات اپنے آقا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے حضور پیش کر دیں اور قلمی ولسانی میدان میں اپنے تئیں وقف کر دیا۔آپ 1898ء میں مستقلاً سیالکوٹ چھوڑ کر قادیان تشریف لے آئے اور زندگی کے آخری سال حضرت امام الزماںؑ کی صحبت میں گزارے۔

بالخصوص ان آٹھ سالوں میں آپ نے سینکڑوں خطوط کے جوابات دیئے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی خدمت اقدس میں استفار کے لئے آیا کرتے تھے۔نمازوں کی امامت کی غیر معمولی ذمہ داری کما حقہ تا وفات نبھائی۔قادیان میں الحکم اور البدر میں آپ کے مضامین، خطبات، تقاریر اور لیکچرز کا عام چرچا تھا۔خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشادات پر بعض خصوصی مضامین بھی رقم فرمائے۔التبلیغ لکھنے کی تجویز عربی زبان میں، خطبہ الہامیہ قلمبند کرنے اور اردو میں ترجمہ اور بعض اور کتب ومضامین کے ترجمہ کرنے کے سلسلہ میں آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔1905 میں جب آپ پر بیمار ہوئے تو اخبار الحکم نے مسلسل کئی ماہ آپ کے بارے میں اطلاعات واعلانات بسلسلہ دعا شائع کئے۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آپ کے لئے غیر معمولی دعائیں کیں اور مجالس میں بار بار آپ کا ذکر آتا رہا۔مؤسس الحکم قادیان نے آپ کیلئے ''یادگار کریمہ'' شروع کی۔آپ کے وصال کے بعد مسلسل دو ماہ تعزیت نامے اور منظوم ومنثور مرثیے شائع ہوتے رہے۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس خادم کامل کے فراق پر غیر معمولی تعزیتی جذبات کا اظہار فرمایا۔آپ کی علمی خدمات کے ضمن میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروف صحیح ہوئے۔مولوی عبدالکریم کی طبیعت علیل تھی۔وہ بھی جاگتے رہے۔یہ بھی ایک جہاد ہی تھا۔''

نیز فرمایا:

''خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ معارف الٰہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قائم ہو گئے۔

(الحکم قادیان 24/اگست 1900ء ص12)

معارف الٰہیہ کی بلند چٹان پر فائز ہونے والے ہمارے حضرت مولوی صاحب کی بعض کتب اور آپ کی بعض علمی کاوشوں کا تعارف پیش ہے۔

1-الحق سیالکوٹ

''الحق سیالکوٹ یعنی تصدیق اصول اسلام و تحقیق ملت قومیہ حضرت خیر الانام صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا ماہورا رسالہ الحق (سیالکوٹ)''۔ یہ رسالہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نور اللّٰہ مرقدہ نے محض للہ اور خالصتاً دفاع اسلام، تحقیق اسلام اور حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی اظہار شان کے لئے شروع کیا۔ اس کا پہلا شمارہ 1309ھ مطابق اکتوبر 1891ء کو شائع ہوا۔ اس ماہوار رسالہ کے ناشر و مہتمم منشی غلام قادر فصیح تھے اور آپ کے مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ سے شائع ہوا۔ پہلے شمارہ کے 30 صفحات ہیں۔

حضرت مولانا سیالکوٹی کے ''الحق سیالکوٹ'' کے پہلے چار شماروں میں الحق مباحثہ لدھیانہ شائع ہوا یہ وہ مباحثہ ہے جو جولائی 1891ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و محمد حسین صاحب بٹالوی کے مابین ہوا، جو کہ 124 صفحات پر مشتمل ہے اور یہ مباحثہ آپ نے اپنے رسالہ الحق سیالکوٹ میں ترتیب دیا۔ جو کہ روحانی خزائن جلد نمبر 4 میں شامل اشاعت ہے اور ''الحق مباحثہ لدھیانہ'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ (الحق سیالکوٹ مطبوعہ 1891ء والحق مباحثہ لدھیانہ از روحانی خزائن جلد چہارم)

2-الحق سیالکوٹ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نور اللّٰہ مرقدہ کے رسالہ الحق، نومبر و دسمبر 1891ء اور جنوری تا اپریل 1892ء کے شماروں میں الحق مباحثہ دہلی کا ذکر ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اور مولوی محمد بشیر بھوپالوی کے مابین حیات و وفات مسیح کے موضوع پر ہوا۔ یہ مباحثات تحریری تھے۔ یہ مباحثہ نوے سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اس طرح الحق سیالکوٹ مولفہ حضرت مولوی صاحب سیالکوٹی کے پانچ تا سات شمارہ جات میں الحق مباحثہ لدھیانہ و دہلی کی مکمل روئیداد اور تفاصیل آ گئی ہیں۔

الحق مباحثہ دہلی کتابی صورت میں جنوری 1905ء میں شائع ہوا۔ جو کہ موجودہ روحانی خزائن کی جلد چہارم میں شامل ہے۔ الحق سیالکوٹ شمارہ نمبر 8 تا 10 میں مولوی محمد بشیر بھوپالوی اور حضرت مولوی سیّد محمد احسن امروہیؓ کے مابین مراسلات شامل ہیں۔ جس کے چھیانوے صفحات ہیں۔ الحق جلد اول نمبر دس جو کہ روحانی خزائن جلد چہارم میں شامل ہے، کے آخری بیس صفحات روحانی خزائن کی جلد چہارم میں شامل نہیں ہیں۔ جو کہ مراسلت نمبر دو کے تحت ہے۔

3-القول الفصیح فی اثبات حقیقۃ مثیل المسیح

1890ء کے بعد احباب جماعت سیالکوٹ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی تصدیق وتائید نیز صداقت حضرت مسیح موعود و وفات مسیح کے موضوعات پر بعض کتب لکھیں۔ زیر نظر کتاب 1890ء کے عشرہ کی ہے یہ کتاب ازالہ اوہام، فتح اسلام اور توضیح مرام کی تائید وتصدیق نیز وفات مسیح اور حقیقت مثیل مسیح کے دعاوی کی تصدیق کے لئے لکھی گئی۔ حضرت مولانا صاحب نے اس کتاب میں گزشتہ مجددین کے کارناموں کی ہلکی سی جھلک پیش فرما کر سیدنا حضرت امام الزمان علیہ السلام کے بعض کارناموں کو بطور مثال پیش فرمایا ہے۔ نیز بعض گزشتہ مجددین کی پیشگوئیاں رقم فرمائی ہیں۔ یہ کتاب 1892ء میں باہتمام منشی غلام قادر صاحب فصیح مالک پنجاب پریس سیالکوٹ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں گزشتہ مجددین حضرت محی الدین ابن عربیؒ اور حضرت سید شاہ ولی اللہؒ کے بعض الہامات اور دعاوی بھی نقل کئے ہیں۔ جن سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے دعاوی کی تائید ہوتی ہے۔

4- لیکچر گناہ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نور اللہ مرقدہ کا یہ لیکچر پہلی بار پنجاب پریس سیالکوٹ سے منشی غلام قادر صاحب فصیح کے مطبع سے 91-1890ء کے سالوں میں شائع ہوا۔ اس کتاب کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''توضیح مرام'' جو پنجاب پریس سیالکوٹ سے 1890ء کو شائع ہوئی تھی، میں کیا گیا ہے۔ یہ لیکچر آپ نے 15/جون 1889ء کو بمقام سیالکوٹ ایک مجمع میں دیا تھا جو کہ تئیس صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی بار جب یہ لیکچر شائع ہوا تو اس وقت حضرت مولانا موصوف بورڈ سکول سیالکوٹ میں مدرس کے عہدہ پر فائز تھے۔ اس لیکچر کا تعارف منشی غلام قادر فصیح یوں کرواتے ہیں۔

> ''گناہ کی تعریف، اس کے مبداء پر بحث۔ اس کے نتائج وثمرات۔ گناہ کی فلاسفی اوراس کی نیچرل ہسٹری، کفارہ کی لطیف تردید مذاہب مختلفہ کا اضطراب، نجات کے بارہ میں اسلام کا آخر کار مطابق فطرت اور مستقیم راہ تیار کردینا، وجدانی اور مشاہداتی

دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ اپنے مطلب کا یہ دنیا میں پہلا رسالہ ہے اور بالکل نئی تحقیقات ہے۔''

اس لیکچر میں آپ نے مختلف مذاہب کے فلسفہ گناہ اور نجات پر بحث کی ہے نیز قرآن کریم کے فلسفہ نجات کا مسیحی فلسفہ نجات سے تقابلی جائزہ پیش کر کے نجات کے فلسفہ اسلام کی برتری ثابت کی ہے۔ یہ رسالہ دسمبر 1918ء میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے اپنے مطبع سے دوبارہ شائع کیا تھا۔ (توضیح مرام مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ 1891ء ص33 اندرون آخری ٹائیٹل، نیز لیکچر گناہ)

5- لیکچر موت

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ کا یہ لیکچر دراصل وجود باری تعالیٰ اور ہستی باری تعالیٰ کے دلائل پر مشتمل ہے۔

موت سے ذات باری تعالیٰ کے وجود کا ثبوت، موت کے بعد کے واقعات کا دلنشین حال، معاد کا نفس الامری بیان، نہایت دلکش اور عالی شان عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''توضیح مرام'' جو پنجاب پریس سیالکوٹ سے 1891ء کو شائع ہوئی تھی، میں کیا گیا ہے۔ یہ لیکچر بھی 1890ء کے عشرہ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔

(توضیح مرام مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ 1891ء ص33 اندرون آخری ٹائیٹل)

6- ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ کی ایک مختصر کتاب جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت دلائل عقلیہ ونقلیہ سے پیش کی گئی ہے۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت تمام انبیاء پر ثابت کی گئی ہے۔ نہایت لطیف کتاب ہے۔ 1891ء میں شائع ہوئی اس کتاب کے تعارف میں منشی غلام قادر صاحب فصیح رقمطراز ہیں:

''مولوی عبدالکریم صاحب مدرس فارسی، بورڈ سکول سیالکوٹ نے اس میں جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے پرزور عقلیہ ونقلیہ دلائل سے اکمل مکمل ہادی اور تمام دنیا سے اعلیٰ وافضل ثابت کیا ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی شخص اس کو پڑھ کر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل واکمل ہونے کا سچے دل سے اقرار نہ کرے۔‘‘

(توضیح مرام مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ 1891ء ص32 اندرون آخری ٹائیٹل)

7-التبلیغ کا فارسی ترجمہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء پہلی عربی تصنیف جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نور اللہ مرقدہ کی خواہش اور درخواست پر تصنیف فرمائی تھی۔اس کے فارسی ترجمہ کرنے کی سعادت حضرت مولانا موصوف کے حصہ میں آئی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جنوری 1892ء میں ایک خط حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلویؓ کو رقم فرمایا جس میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی اخویم میر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا ان شاء اللہ القدیر تمام مراتب دافع الوساوس کے حصہ دوئم میں بتفصیل آجائیں گے۔حصہ اول اب قریب الاختتام ہے صرف ایک خط چھپنا باقی ہے جو پیرزادوں اور سجادہ نشینوں کی طرف لکھا گیا ہے اور بلحاظ مشائخ عرب کے وہ عربی میں خط ہے اور فارسی میں مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے اسکا ترجمہ کیا ہے۔جو آپ نے اپنے عمل طریق کیلئے دریافت کیا ہے وہ یہی امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اتباع کی طرف رغبت کریں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اعمال پر نہایت درجہ اپنی محبت ظاہر فرمائی ہے وہ دو ہیں ایک نماز اور ایک جہاد۔
نماز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: قُرّۃُ عینی فی الصلوٰۃِ (یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) اور جہاد کی نسبت فرماتے ہیں:
’’میں آرزو رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔سو اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت میں رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلاءِ کلمۂ اسلام میں کوشش کریں مخالفوں کے الزامات کا جواب

دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلا دیں۔ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔

اور نماز اپنی اسی پہلی حالت پر ہی ہے چاہئے کہ نماز میں خدا تعالیٰ سے ہدایت چاہیں اور **اھدنا الصراط المستقیم** کا تکرار کریں خواہ گنجائش وقت کے ساتھ وہ تکرار سو مرتبہ تک پہنچ جائے۔ سجدہ میں اکثر یا حیی القیوم بتمام تر عجز کہا کریں مگر نماز کی قنوت میں عربی عبارت ضروری نہیں۔ قنوت ان دعاؤں کو کہتے ہیں جو مختلف وقتوں میں مختلف صورتوں میں پیش آتی ہیں سو بہتر ہے کہ ایسی دعائیں اپنی زبان میں کی جائیں۔ قرآن مجید اور ادعیہ ماثور اسی طرح پڑھنی چاہیں۔ جیسا کہ پڑھی جاتی ہیں۔ مگر جدید مشکلات کی قنوت اگر اپنی زبان میں پڑھیں تو بہتر ہے۔ تا اپنی مادری زبان نماز کی برکت سے بے نصیب نہ رہے۔ قنوت کی دعاؤں کا التزام حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے بعض پانچ وقت کے قائل ہیں اور بعض صبح سے مخصوص رکھتے ہیں اور بعض ہمیشہ کے لئے اور بعض کبھی کبھی ترک بھی کر دیتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ قنوت اور حاجاتِ جدیدہ کا وقت ناگہانی حوادث کا وقت ہوتا ہے۔ چونکہ مسلمانوں کے لئے یہ دن مصائب اور تنزل کے ہیں اس لئے کم سے کم صبح کی نماز میں قنوت ضروری ہے۔ قنوت کی بعض دعائیں ماثور بھی ہیں۔ مگر مشکلات کے وقت اپنی عبارتِ جدیدہ میں استعمال کرنی پڑیں گی۔ غرض نماز کو مغزدار بنانا چاہئے دعا اور تسبیح و تہلیل سے بھری ہوئی ہو اور دعا اور استغفار اور درود شریف کا التزام رکھنا چاہئے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سے نیک کاموں اور نیک ارادوں کی توفیق مانگنی چاہئے کہ بجز اسکی توفیق کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ یہ ہستی سخت ناپائیدار ہے اور بے بنیاد ہے غفلت اور غافلانہ آسائش کی جگہ نہیں۔ ہر یک سال اپنے اندر بڑے بڑے انقلاب پوشیدہ رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے عافیت مانگنی چاہئے اور ہراساں اور ترساں رہنا چاہئے کہ وہ ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے اور اگرچہ وہ گناہ گار ہی ہوں اور چالاکوں اور خود پسندوں اور ناز کرنیوالوں پر اسکا قہر نازل ہوتا ہے اگرچہ وہ کیسے ہی اپنے تئیں نیک سمجھتے ہوں۔''

والسلام خاکسار غلام احمد قادیانی 21 جنوری 1892ء''

8-ایام الصلح فارسی ترجمہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''ایام الصلح'' کی اشاعت 1898ء کو ہوئی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللّٰہ مرقدہ نے اس کا نہایت فصیح وبلیغ فارسی زبان میں ترجمہ کیا جو کہ اگست 1898ء کو کتابی شکل میں شائع ہوا۔اس ترجمہ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پسند فرمایا۔

پہلی بار یہ کتاب مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نور اللّٰہ مرقدہ کے زیر اہتمام اگست 1898ء میں شائع ہوئی۔اس کتاب کے ایک صد پینتالیس صفحات ہیں۔یہ ترجمہ 5/اگست 1898ء کو مکمل ہوا۔ (ایام الصلح فارسی ترجمہ مطبوعہ 1898ء)

9-حضرت مسیح موعودؑ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کیا اصلاح اور تجدید کی

اس لیکچر کا پورا نام ہے ''حضرت مسیح موعودؑ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ نے کیا اصلاح اور تجدید کی۔ایک لیکچر''۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کو تقریر وتحریر نیز خطاب وگفتگو پر کمال دسترس حاصل تھی۔آپ کے بعض لیکچرز اپنی مقبولیت وسحر انگیزی میں شہرۂ آفاق ہیں۔زیر نظر لیکچر آپ نے 1898ء میں ارشاد فرمایا جو کہ فروری 1899 میں کتابی شکل میں تیار ہو چکا تھا۔البتہ اس کی اشاعت جولائی 1900ء کو ہوئی جس کے ستّر صفحات ہیں اور اسے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی نے اپنے مطبع انوار احمدیہ قادیان سے شائع کیا تھا۔یہ لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نور اللّٰہ مرقدہ کی شہرۂ آفاق تصنیف لطیف ''سیرت حضرت مسیح موعودؑ'' کے ساتھ ہی پہلی بار شائع ہوا تھا۔تا حال اس کے بعد دوبارہ نہیں شائع ہو سکا۔اس کتاب کے بارہ میں اخبار الحکم نے لکھا ہے:

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا اسے پسند فرمانا

''حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوتی کے لیکچر (موسومہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا اصلاح اور تجدید کی) کو حضرت اقدس علیہ السلام نے پڑھا اور 26 فروری 1899ء کو مسجد مبارک میں احباب سے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ ہمارے سب دوست اسے ضرور پڑھیں اس لئے کہ اس میں بہت

سے نکات لطیفہ ہیں اور یہ نمونہ ہے ایک شخص کی قوت تقریر کا اور اسی منوال پر مخصوصاً ہماری جماعت کو مقرر بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔‘‘

(الحکم قادیان 30/ مارچ 1899ء ص 7)

اس لیکچر کے بارہ میں حضرت مولوی صاحب کا حسب ذیل اعلان شائع ہوا۔

’’میرا لیکچر جس کا عنوان ہے کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی نے کی اصلاح اور تجدید کی۔ پورے سو صفحوں پر بہت عمدہ خوشخط چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ میرے پاس دو سو کاپی کے قریب ہے جسے میں مفت تقسیم کروں گا۔ اگر کسی کو مطلوب ہو ایک آنہ کا ٹکٹ سیالکوٹ میرے نام ارسال کرے۔

المشتہر عبدالکریم از قادیاں‘‘

(الحکم قادیان 10/ مارچ 1899ء ص 6)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

’’حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام کی اصلاح و تجدید کرنا کوئی چھوٹا سا مضمون نہیں کہ سو یا دو سو صفحہ میں سما جائے۔ پھر ان سو صفحوں میں جو معمولی قلم سے لکھے گئے ہیں کس قدر حقائق کی توقع ہو سکتی ہے۔ اصل میں ارادہ مسلسل لیکچروں کا تھا اور یوں بتدریج بعض ضروری اور نازک پہلوؤں پر تجدید کے بحث کرتا، مگر مشیتِ ایزدی سے بات کسی دوسرے وقت پر جا پڑی۔ یہ بھی جتنا ہے خُدا کی قدرت کا ظہور اور ہمارے مسیح موعود علیہ السلام کی برکت اور دعا کا نتیجہ ہے۔ میرے اس وقت کے ناظرین احباب جانتے ہیں کہ میں سخت نزلہ میں مبتلا تھا، بخار پوری طاقت سے میرے اعضاء و مفاصل سے دست و گریبان ہو رہا تھا۔ سر صعود الخیرات کے مثل انگیٹھی کے تپ رہا تھا، بایں ہمہ پورے اڑھائی گھنٹے بولتا رہا اور یہ لیکچر کم و بیش اُسی ظرف زمان کا مظروف ہے۔ معمولاً اس لیکچر کے میدان تحریر میں ہمارے مشہور سباق مولوی محمد فیروز الدین صاحب فیروز ڈسکوی کا اشہب قلم اکیلا ہی جولاں دکھاتا رہا...... پھر میں تو اس کے بعد قادیان شریف چلا آیا۔ اس کی کتر بیونت، ترتیب، ترکیب باہتمام مولوی صاحب (محمد فیروز الدین صاحب فیروز ڈسکوی) ہی کے ذمہ پڑا۔ خُدا کا شکر ہے کہ مولوی صاحب حسبِ

وعدہ اس کی ترتیب وطبع سے عہدہ برآء ہوئے اور خوب ہوئے۔ مجھے اس (لیکچر) کی نسبت اتنا کہنا بڑی بڑی نظروں اور تقریضوں کے قائمقام معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسے پڑھا اور 26رفروری1899ء کومسجد مبارک (قادیان) میں احباب سے فرمایا کہ ہمارے سب دوست اسے ضرور پڑھیں اس لئے کہ اس میں بہت سے نکات لطیفہ ہیں......'' (دیباچہ کتاب ہذا)

مجدد وقت

''سُنّیوں کے نزدیک ہرایک صدی پر مجدد آنا مسلّم ہے۔شیعہ لوگ بھی امام کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ اب بھی نہایت ناعاقبت اندیشی اور غلط کاری سے امام غائب کے لئے چشم براہ اور منتظر ہیں......۔اصل بات یہ ہے کہ غیوبت امام کا مسئلہ راساً ہے درست مگراس کے سمجھنے میں غلطی کی گئی ہے۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ اہل سنّت میں یہ روایت ہے کہ مہدی کچھ عرصہ کے لئے شناخت نہ کیا جائے گا اوراس کی تفسیق وتکفیر ہوگی گویا وہ غائب ہوگا اورشیعوں میں لفظ غیوبت کا ہے۔مآل دونوں کا ایک واحد ہے۔سو بات اصل میں واقعی ہے اورآج نتیجہ میں بھی ایسا ہی ثابت ہوا ہے۔حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام عرصہ دراز تک بالکل محجوب اور غائب رہے اورتکفیر کے تاریک فتووں نے جہان کی نگاہوں سے آپ کو پوشیدہ رکھا۔مگراب وہ سیاہ بادل پھٹ رہاہے اور خدا کا بدرکامل آنکھوں کوسرور بخشنے کے لئے درخشاں ہوگیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاس (تذکرہ،بارچہارم،ص53)

یعنی وقت آگیا ہے کہ تیری اعانت کی جائے اورتو لوگوں میں شناخت کیا جائے ......حضرت مرزا صاحب نے اس وقت سے کوئی بیس برس پہلے جبکہ براہین احمدیہ کی پہلی جلد میں جلی قلم کا اشتہار نکالا، جواس کے شروع میں بڑے بڑے موٹے حروف میں لکھاہوا موجود ہےاور جس میں تمام مذاہب کےاسلام کےساتھ مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج کیا گیا ہےاس میں اوراس زمانہ کےقریب کے دیگراشتہارات میں بڑے زور

سے دعویٰ کیا ہے کہ مَیں اس صدی کے سر پر مجدد ہو کر آیا ہوں اور اسلام کا خوشنما چہرہ اور دلربا حسن دنیا کو دکھانے کے لئے مامور ہوا ہوں۔لیکن یہ جملہ کبھی اور کسی اشتہار میں ہرگز ہرگز نہ پاؤ گے، جہاں انہوں نے کہا ہو کہ مَیں کلام ربانی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے سوا کوئی نئی شریعت یا نیا دین یا حکم لانے کا دعویٰ کرتا ہوں''

(لیکچر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام...... نے کیا اصلاح اور تجدید کی،ص 73-75)

آفاقی اور انفسی دو کام

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جو تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے ہیں ان کا احاطہ کرنا یقیناً ایک مشکل امر ہے۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نوراللّٰہ مرقدہ آپ کے بعض تجدیدی کارناموں کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مرزا صاحب آئے اور انہوں نے عملی توحید قائم کرنے اور سچا اور زندہ ایمان اور تقویٰ اور طہارت کی جڑ مضبوط کرنے کے لئے اندرونی اور بیرونی یا یوں کہو کہ آفاقی اور انفسی دو کام کئے۔اندرونی کام یہ کیا کہ غیر قوموں کے حملوں اور اسلام پر ہزاروں قسم کے اعتراضات نے مسلمانوں کے دل میں بڑا تردد اور تذبذب اور اضطراب ڈال دیا تھا اور اُن کے زندہ ایمان میں بالکل ضعف آ گیا تھا اور ظاہر ہے کہ جب ایک مذہب پر سخت حملے کئے جائیں ،جس جس شخص کو ان کا جواب نہ سوجھے گا ضرور ہے کہ اس کی ایمانی قوت میں ضعف پیدا ہو اور جب متواتر اعتراضات کے جوابات نہ سوجھ سکیں ،اس کا لازمہ یہی ہوگا کہ یا تو مذہب سے یک لخت دست بردار ہو جائیں یا صرف برائے نام اُس مذہب میں داخل رہنا۔ایسی ضعف الایمانی کی حالت میں جب کہ اسلام پر پورا اعتقاد ہی نہیں۔ سچے تقویٰ اور طہارت کی کیا توقع ہوسکتی ہے۔غرضیکہ اسلام پر متواتر حملات کی وجہ سے اسلام اور اہل اسلام کے ایمان میں ضعف آنا ایک ضروری امر تھا سو آیا۔

...... پہلے وقتوں میں الزامی جواب بڑا کام دیتے تھے۔مگر حقیقی اور کارگر حربہ جو قرآن میں ہو کر ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہاتھ میں لیا ہے۔حضرت مجدد نے

تردید نصاریٰ کے لئے اصول بحث ایسے قائم کئے ہیں کہ قیامت تک اب ان کی تردید اس قوم سے نہ ہو سکے گی۔...... یہ دعویٰ اس قسم کا ہے کہ جب حضرت مجدد نے مباحثہ امرتسر میں آتھم کے مقابلہ میں اس اصل کو پیش کیا تو اس کی تردید ان سے ہرگز نہ ہو سکی نہ اس اصل کے مطابق وہ انجیل سے مسیح کی خدائی ثابت کر سکے۔صرف مہمل دعویٰ اور قیاسی حاشیہ بیان کرتے رہے جن کا ان کی اصل کتاب انجیل میں نام ونشان نہیں ملتا عقلمند اور علم کلام کے دقائق و معارف سے واقف اسی وقت سمجھ گئے کہ کہ مسیح موعود نے اپنا کام پورا کرلیا اور حق نے باطل کا سر کچل دیا اور **لیظھرہٗ علی الدین کلّہ** (الفتح:29) کا منشاء پورا ہو گیا۔'' (محولہ بالا ایضاً ص85-92)

وفات مسیح ناصریؑ

حضرت مولوی صاحب مزید تحریر کرتے ہیں:۔

''حضرت موعود علیہ السلام نے اس معاملہ میں 1890ء سے کارروائی شروع کی آپ نے اس خصوص میں وہ طریق اختیار کیا جو آج تک کسی کو نہیں سوجھا۔آپ نے معقول کو سمجھانے کے لئے مسیح کی وفات کو فلسفیانہ اسلوب اور ڈھنگ پر جدا بیان کیا اور تمام مسلمات والفاظ قرآنی کو بحال رکھ کر اور احادیث صحیحہ ثابتہ کو قائم رکھ کر منقولی طرز پر جدا ثابت کیا اور اس بارہ میں ایسی مبسوط بحثیں کی ہیں اور پے در پے اور متواتر تحریریں لکھی ہیں کہ اس وقت تک اشتہارات اور رسائل کی تعداد لاکھوں اوراق تک پہنچ چکی ہے چنانچہ کنواری لڑکیوں تک واقف ہوگئی ہیں کہ مسیح اسرائیلی نبی اور انبیاء کی طرح فوت ہو گیا ہے۔...... یہ ساری کارروائی کس نے کی اور یہ سب اصلاح کس کی ذات سے ہوئی صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی ذات والا صفات سے، جن کی فطرت میں جبلتاً اس ریفارمیشن کا مادہ خدا کی طرف سے ودیعت رکھا گیا تھا اور درحقیقت یہ کام بھی انہی کا ہے جو فطرتاً اس کام کے لئے بنائے جاتے ہیں۔''

(محولہ بالا ایضاً ص104-105)

خداتعالیٰ کی طرف سے مامور ہوکر اصلاح کا بیڑا اٹھانا

حضرت مولانا موصوف تحریر کرتے ہیں:۔

''حضرت مرزا صاحب نے اس مسئلہ (وفات مسیح) کے اثبات کے لئے وہ جوش حقانیت وہ فوق العادت استقلال دکھایا کہ جس کی نظیر کسی مجدد اور مصلح کی زندگی میں نہیں پائی جاتی۔آج تک فارسی عربی اردو زبان میں بہت سی کتابیں، رسالے اور اشتہارات اس مسئلہ کے متعلق شائع کئے۔کوئی اشتہار دیکھا نہیں جاتا جس میں توفی پر آپ نے بحث نہ کی ہو۔ مخالفین نے دھمکیاں دیں۔منصوبے باندھے،گورنمنٹ کو ابھارا،کفر کے فتوے لگائے مگر وہ مردمیدان ذرا نہیں تھکا۔ذرا نہیں دھیما ہوا اور مطلق نہیں ڈرا۔ بلکہ اگر 1890 میں ایک حصہ تقریر وتحریر میں زور تھا تو 1891ء میں اضعافاً مضاعفہ ہوا اور 1898ء میں لاکھ درجہ بڑھ گیا۔(اور اب 1900 میں تو آپ کے دعویٰ اور تحدّی کی کوئی حد و پایاں ہی نہیں۔یہ استقامت ایک ہی دلیل منجانب اللہ ہونے کی ہے۔منہ) پس یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اپنے طور پر کسی کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا اور بات ہے اور خداتعالیٰ کی طرف سے مامور ہوکر جدا بات ہے اور ماموریت من اللہ ہی دنیا کی ٹھیک ٹھیک اصلاح کرسکتی ہے۔نہ وہ اصلاح جس کی بناء جذبہ نفس یا ایک عادت ہو۔سو میں زور سے کہتا ہوں کہ عیسائیوں کا خدا مرگیا کسی کے زندہ کرنے سے زندہ نہیں ہوسکتا۔'' (محولہ بالا ایضاً ص109)

اس لیکچر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے انداز تحریر وتقریر کا رنگ بھی جھلکتا ہے اور یہ خصوصیت حضرت مولوی صاحب میں کمال درجہ کی تھی۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت مشاہدات فطرت، مشاہدات ذاتیہ اور کئی منطقی اور عقلی دلائل کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔گذشتہ مجددین امت کے بعض تجدیدی کارناموں کے ذکر کے ساتھ تقابلی جائزہ بھی موضوع کتاب ہے۔

تجدید دین حق کی روایت،ضرورت زمانہ،آپ کا دفاع، مذاہب عالم کونشان نمائی کی دعوت، غیرمعمولی پیشگوئیاں اور نشانات اور ان کا پورا ہونا، غیرت دین حق اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل نمونے،وفات مسیح، معاندین دین حق کا انجام، نیز بعض اور تجدیدی نشانات کو حضرت بانی

سلسلہ احمدیہ کی صداقت کے طور پر پیش کیا ہے۔اس کتاب کے آخر میں سر سید احمد خان صاحب کے خیالات بابت اسلام کا رد بھی فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی تحریریں مغربی فلسفہ سے متاثر ہو کر اسلام کی صحیح عکاسی نہیں کرتیں۔ حضرت مولوی صاحب نے بعض ذاتی کشوف وانکشافات بھی درج فرمائے ہیں۔احباب کو اس لیکچر کو ضرور پڑھنا چاہئے۔

10- محاسن قرآن کریم

حضرت مولوی صاحب نے یہ تقریر 1898ء میں کی جو بعد میں الحکم میں شائع ہوئی۔جس میں آپ نے سیدنا حضرت اقدس کے سیرت کے بعض پہلو بھی بیان فرمائے ہیں۔آپ تحریر فرماتے ہیں:

''......وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃٍ من مثلہٖ وادعوا شُھداء کم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین o فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین o (البقرۃ:25-26)

میرے دل میں بہت دفعہ خیال آیا کہ اگر اخلاقی تعلیم ہی قرآن شریف کا مقصود بالذات تھا اور بظاہر آسانی سے سمجھ میں بھی یہی آتا ہے کہ انسان کے لئے اخلاقی تعلیم ہی مفید ہے تو پھر قرآن کریم نے ایسی تحدیاں پیشگوئیوں کے رنگ میں کیوں کیں۔اس خیال نے (متعدد مرتبہ میرے دل میں پیدا ہوا) مجھے اس جسمانی گورنمنٹ کے نظام کی طرف متوجہ کیا کہ دیکھو اگر گورنمنٹ کے لئے اتنا ہی کافی ہو کہ وہ نئی نئی مشینیں اور کلیں ایجاد کرتی ہے اور عجیب عجیب قسم کے توپ وتفنگ اور سامان حرب بناتی ہے تو کیا یہ انتظام ملک کیلئے اس کا کلوں کا ایجاد کرنا اور مکینیکل پاور کا بہت وسیع ہونا اسکو دوسرے سیاست مدن کے اصولوں سے مستغنی کر دے گا اور باقاعدہ فوجوں اور پولیس کا رکھنا قلعوں کا بنانا ضروری نہ رہیگا؟ محض اس ایک خیال پر کہ وہ کلیں بنا کر اور اپنی دانشمندی کے کرشمے دکھا کر لوگوں کے دلوں کو مسحور اور مرغوب کر لیتی ہے۔میں کیا ہر ایک دانشمند آدمی ذرا سے فکر کے بعد کہدے گا کہ اگر اتنا ہی ہوتا تو پھر بہت سے آدمی ایجادات میں ترقی کر سکتے تھے اور امن عامہ میں خلل ڈال سکتے تھے۔اس خرابی کو دور کرنے کے لئے ہی تو باقاعدہ فوجوں اور متحد قلعوں کی ضرورت پڑی۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ

انسان کی فطرت چاہتی ہے کہ رعب، سطوت، جبروت اور جلال کے بغیر وہ عادتاً تعمیل نہیں کر سکتا۔

دیکھو اگر ایک اعلیٰ سے اعلیٰ نفیس کاغذ پر اپنے ایک دوست کو لکھوں تو اسکی تعمیل میں خواہ میرا اتحاد نہ اسکے دل خوش کن اور مؤثر الفاظ اور ظاہری صورت کیسی ہی کیوں نہ ہو وہ قصور اور تکاہل کو کام فرما سکتا ہے۔ لیکن وہ جیل خانوں کے چھپے ہوئے منحوس کاغذ یا وارنٹ جسکی بیہودہ اور بھدی تحریر اور خراب چھپائی اسکی طرف دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ اگر آجاتا ہے اور اسکو دیکھ کر تمام بدن میں رعشہ سا پڑ جاتا ہے اور جب تک اسکی تعمیل نہ کر لے بدن کے تمام اعضاء پر ایک زلزلہ سا پڑا رہتا اور سو کام چھوڑ کر بھی دل اسی تعمیل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ میرا رقعہ تو بلحاظ ظاہری مراتب کے اس سے بدرجہا بہتر اور قابل دید تھا۔ لیکن اسکی تعمیل میں وہ فوری جوش اور وہ دل کو کپکپا دینے والی حالت پیدا نہیں ہوتی۔ اس منحوس اور بیہودہ تحریر میں کیا بات ہے جو دلیل ہی کی طرف دل کو کھینچے لئے چلی جاتی ہے۔

اس کا جواب ہے وہی سطوت، رعب، جلال اور جبروت جس کو انسان فطرتاً تعمیل کے لئے چاہتا ہے۔ میرے رقعہ میں جبروت اور شوکت کے علاوہ وہ انتقامی مقدرت نہ تھی جو ایک سمن یا وارنٹ کی عدم تعمیل کی صورت میں نظر آتی ہے یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے کہ اس نے انسان کے اندر یہ اولیت رکھ دی ہے کہ وہ کام کے کرنے کی طرف زیادہ جوش سے متوجہ ہوتا ہے۔ جس کے نہ کرنے پر سزا کا اثر مرتب ہونے والا ہو اور جس کا اسے یقین واثق ہو۔ اسی طرح سے یہ اخلاقی تعلیم ہے جو انسانی ذہن تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی غیب الغیب ذات ہر ایک انسان سے براہِ راست کچھ نہیں کہہ سکتی اس لئے جو کچھ خدا تعالیٰ کا منشاء ہوتا ہے وہ ان فطرتوں کے موافق جن پر اسکا اظہار مقصود ہوتا ہے کلام الٰہی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جو ایسے سعید الفطرت انسانوں سے کیا جاتا ہے جو اس کلام کے متحمل ہونیکا مادہ اور استعداد رکھتے ہوں۔ اب چونکہ کلام الٰہی جیسا ابھی ذکر کیا براہِ راست ہر ایک انسان نے نہیں سنا ہوتا اس لئے اگر وہ ایسی ہی صاف صاف اور بغیر کسی قسم کی تحدی کے ہو تو عام انسان بھلا

اسے ماننے ہی کیوں لگے ۔ جو خدا کی ذات اور اس پاک وجود ہی کی بابت ہزارہا شکوک اور وساوس پیش کرتے ہیں ۔ اسکی مثال تو پھر وہی میرے رقعہ کی سی سمجھ لو خواہ وہ کیسے ہی خوشنما اور نفیس کاغذ پر کیوں نہ لکھا ہوا ہو۔ لیکن اس کی تعمیل ذرا مشکل ہی سے ہوگی ۔ پس بجز اس صورت کے کہ تحدی کے رنگ میں پیشگوئی کی جاوے اور اس کلام کے سننے والوں کو معلوم ہو جاوے کہ اسکا متکلّم صاحب جلال و جبروت ہے اور اس میں یہ مادہ بھی کہ اسکی تعمیل نہ ہونے پر وہ حسبِ دلخواہ انتظام لے سکتا ہے اور ہم اسکے مقابلہ سے بھی عاجز ہیں تو اسکی تعمیل کی طرف ممکن نہیں کہ توجہ نہ ہو۔

کلام الٰہی کی عظمت اور سطوت کی طرف جو لوگوں کی توجہ میں بہت کم پاتا ہوں ۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ اس پر غور نہیں کرتے اور تدبر کرنے کی عادت نہیں ڈالتے ورنہ ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں یہ سلسلہ اور سنت اختیار کی ہے کہ لوگوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ اس میں انتقام کی طاقت اور قوت ہے اور اس غرض سے کہ لوگ اسکی طرف رجوع کریں ایسے موقع پر مقابلہ کرنے والوں کے ذلیل اور خوار ہو کر نامراد ہو جانے کی پیشگوئیاں کی ہیں اور اپنے پر شوکت اور جلال اسماء ذوانتقام ، العزیز، الغالب، القہار وغیرہ استعمال کئے ہیں تا کہ انسان کے دل میں جو فطرتاً بارعب احکام کی تعمیل کرنی چاہتا ہے تعمیل اور فرمانبرداری کا مادہ پیدا ہو۔

دیکھو جیسا گورنمنٹ کو نظام عالم جسمانی کے لئے باوجود بیش قرار تحقیقاتوں اور جدید کلوں کے ایجاد واختراع کے پھر متحصن قلعوں اور قواعدوں میں باقاعدہ فوجوں اور پولیس کا انتظام کرتا ہوتا ہے اسی طور پر اللہ تعالیٰ نے روحانی نظام کا انتظام کرنا چاہا ہے اور یہ اس لئے تا انسان کو اسکے سمجھنے میں اشکال اور دقتیں پیدا نہ ہوں اور چونکہ مشہودی طور پر انتظام کے اصول اور سیاست مدن کے قاعدوں کو دیکھتا ہے اس لئے دوسری طرف روحانی عالم میں ایک صاحب بصیرت تو فی الفور سر تسلیم رکھدیتا ہے لیکن نادان احمق ان باتوں کا خیال تک بھی نہیں کرتا۔ جیسے بدمعاش اوراوباش لوگ باوجود آنکھوں سے دیکھنے کے سرکاری قوانین اور احکام کی پرواہ نہیں کرتے ۔ اس طرح پر نظام روحانی میں بھی شواہ پشت اور اندھے اور بہرے لوگ اسی طرح پر اکڑتے اور سر پھیرتے ہیں

اور آخر ایسے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں جسکے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔پس اس سے یہ نتیجہ نکالنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ چونکہ انسان کے لئے اخلاقی تعلیم تھی مقصود بالذات اور اسکی تعمیل بجز تحدیانہ پیشگوئیوں کے مشکل کیا محال تھی اس لئے اللّٰہ تعالیٰ نے وہی طریق اختیار کیا جس کا انسان عادی ہے۔

پس میں نے ایک عرصہ کے غور اور تدبر کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ بجز اسکے اخلاقی تعلیم یقیناً چل ہی نہیں سکتی اور اگر یہ طریق استعمال نہ کیا جاتا تو یقیناً سمجھو کہ فلاسفروں کی تیوریوں سے زیادہ رنگ اسے نہ آتا۔فلاسفروں کی کتابوں کو جنہوں نے پڑھا ہے جنہوں نے یونانیوں کے عجیب وغریب سلسلہ میں انکے فلاسفروں کے اقوال اور تعلیمیں پڑھی ہیں یا کسی اور قوم کے فلاسفروں ۔خشک حکیموں کے ملفوظات کو دیکھا سنا یا پڑھا ہے کیا کوئی قوم کوئی متنفس ان کی نسبت یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ اپنی صورت میں ایک مرتب اور منظّم نظام رکھتے ہیں؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی ایسا نہ ہوگا۔ جو اس قسم کا دعویٰ کرے ہاں ایک بھی نہ ہوگا۔

میں نے خوب غور کرکے دیکھا ہے اور خوب فکر کرکے گھنٹوں اور پہروں سوچ سوچ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عجیب عجیب باتیں کرنے والے اپنی طلاقت لسانی اور جادو بیانی سے ایک حالت طاری کرنے والے بہت ہوئے ہیں لیکن کیا کوئی پتہ دے سکتا ہے کہ ان کی باتوں کو کوئی وقعت حاصل ہوئی ہو اور وہ جڑ پکڑ کر راسخ ہوگئی ہوں؟ میں جانتا ہوں کوئی نہیں۔سوال ہوسکتا ہے کہ کیوں؟ وہ پاک تعلیموں کی مد میں داخل نہیں کی گئیں یا کم از کم نہیں ہوسکتیں؟ یا اس سے بھی کم اور ادنیٰ درجہ پر مؤثر نہیں ہوسکتیں؟ میں تو یہی کہوں گا اور نہ میرا کہنا یہ صرف سرسری اور معمولی طور پر ایک مونہہ کی بات ہے۔نہیں میں نے تجربہ کرلینے کے بعد ایک عرصہ تک سوچ سمجھ کر نتیجہ نکال کر یہ رائے قائم کی ہے اور جسکے صحیح ہونے کا مجھے خدا کے فضل سے ایسا ہی یقین ہوگیا ہے جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں کہ ان میں وہ اعجاز اور استغنا کی فوق الفوق قوت نہیں پائی جاتی۔ جو عمل کے لئے بلا انفکاک ساتھ ہونی چاہیئے۔ میں اپنی روح کا وجدان اور ذوق بیان کرتا ہوں کہ قرآن کریم کی عظمت اور قوت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اس نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیہ وسلم کے وجود باجود میں باوجود انسان کے ہمہ تن فروتنی اور بے کسی کے خدا تعالیٰ کی اس فوق الفوق ہونے اور شہادت کو دکھلا دیا ہے جس سے زیادہ متصور اور ممکن نہیں خیال ہوسکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہی منشاء تھا اور یہ بات اس امر کی مقتضی تھی تو براہ راست اپنی الوہیت کی ہر صفت کو ظاہر کر دیتا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ظاہر کیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف ایک عاجز انسان ایک فروتنی اور بے کسی کی مجسم تصویر اس پر اس سے وہ عجوبے اور اخلاقی نمونہ ظاہر ہوں اور کہ خدائی شان کا رنگ نظر آوے۔ بات یہ ہے کہ اسکی فروتنی اور تباہ ہونے والی حالت خواہ اس امر کی مقتضی پڑی ہوئی ہے کہ اسکو بچا لیا جاوے۔ دیکھو ایک طرف مخالفین ومشرکین مکہ کی سر توڑ کوششیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مجموعی طور پر ہورہی ہیں اور دوسری طرف وہی عاجز انسان اپنی کامیابی اور اپنے بچ جانیکی پیشگوئیاں کرتا رہے اور پھر ایسے وقت میں کہ جدھر نظر اٹھاتا ہے مخالف ہی مخالف نظر آتے ہیں۔مگر وہ کونسی چیز ہے جو اس کے ارادوں کو پست نہیں ہونے دیتی ؟ وہ کیا شئے ہے جو اسکو لوگوں کی مخالفانہ باتوں کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرنے دیتی ؟ وہ اسی فوق الفوق طاقت کا سہارا اور اطمینان ہے جو اسکو اپنے غیبی ہاتھ سے سمجھائے ہوئے ہے۔ اب ایسی حالت میں اور ایسی مخالف عظیم میں اسکا بچ نکلنا اور مخالفوں کا ذلیل اور تباہ ہونا یہی ایک الٰہی رنگ میں اخلاقی اعجاز ہے۔ میرے دل میں یہ بات ایک آہنی میخ کی طرح گڑ گئی ہے کہ اگر اقتداری پیشگوئیوں کا سلسلہ اور اقتداری خوارق بھی نہ ہوتے تو بھی اخلاقی خوارق کا سلسلہ اس قدر وسیع اور مؤثر ہے کہ وہ ایک مستعد طبیعت کے لئے بہت کچھ میرے اور اطمینان کا سامان مہیا کرسکتا ہے۔لیکن نادان منکر ان باتوں کو دیکھ کر بھی منکر کے منکر ہی رہتے ہیں۔

ممکن نہیں کہ دنیا کی کتابیں کسی صداقت سے خالی ہوں۔ان میں بھی صداقتیں ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے اخلاقی تعلیم کے سلسلہ کو ایسا مؤکد کیا ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسکی وجہ مجھے یہ بھی معلوم ہوئی ہے کہ چونکہ ابتدائے آفرینش سے لیکر ہمارے سیّد ومولا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر ایک قسم کی ضرورتیں پیدا ہوگئی تھیں اور درجہ کمال تک پہونچ گئی تھیں اس لئے آپؐ ہادی کامل ہوکر آئے اور جو صفات الٰہیہ مختلف اوقات میں مختلف نبیوں کے ذریعہ خاص طور پر ظاہر ہوئیں۔ وہ آپ میں یکجائی طور پر مجتمع ہوگئیں۔ یہ ہے راز ختم نبوت کا اور سیّدالرسل ہونے کا اور چونکہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہنے والا ہے اس لئے اسکی زندگی اور بقا کے لئے آنحضرت صلعم کے نمونے دنیا میں آتے رہیں گے۔ میں نے یہ بھی خیال کیا کہ قرآن کریم میں اخلاقی خوارق پر زیادہ زور کیوں دیا گیا اور اخلاقی تعلیم ہی کو موکد کرنے پر بہت لحاظ رکھا تو یہ بات میرے دل میں ڈالی گئی کہ حضور علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے وقت دنیا بھر کی اخلاقی حالت بگڑ رہی تھی اور مورلیٹی (Morality) اور سوسائٹی کے اصول زیر نظر نہ رہے تھے بلکہ مطلق نہ تھے۔ اس لئے اس سلسلہ پر زیادہ زور قرآن کریم میں دیا گیا۔ ایک اور لطیف بات بھی میری سمجھ میں آتی ہے کہ دنیا میں ہر ایک قسم کے کبیرہ اور صغیرہ گناہ بداخلاقی ہی کی نوع سے ہیں اور نفس گناہ بلا لحاظ صغیرہ کبیرہ کے خواہ ایک بداخلاقی ہے۔ پس گناہ کو زائل کرنے کے لئے خدا کا روپ دھار کر صلیب لینے کی ضرورت نہ تھی (تعالیٰ شانہٗ) گناہ کا علاج کسی بے گناہ کا خون نہ تھا اور نہیں ہوسکتا تھا۔ بلکہ ام الجرائم یعنی گناہ کی جڑھ کو کاٹنا تھا اور اسکی جگہ صلاحیت اور پاکیزگی کو پیدا کرنا تھا۔ پس وہ درجہ وہ طریق اگر دنیا میں کامل طور پر کسی کتاب نے سکھایا تو وہ قرآن ہے۔ وہ معلم جس نے گناہ کی فلاسفری دنیا پر ظاہر کی وہ عرب جیسی صحرانشین اقوام میں ایک امّی عربی تھا۔ فداہ ابی جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اخلاقی تعلیم اور اخلاقی خوارق ہی ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان مابہ الامتیاز ہیں میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بھی بڑے بڑے لیڈروں اور قومی ریفارمیشن کے مدعیوں نے اخلاقی تعلیم کی ضرورت محسوس کی ہے اور ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ کے آفیسر نے بھی اسی ضرورت کو محسوس کرکے اخلاقی تعلیم کی تحریک کی ہے اور پر زور الفاظ میں تسلیم کیا ہے کہ اخلاقی حالت بگڑ رہی ہے۔ موریلیٹی (Morality) اور اخلاقی تعلیم پر کتابیں لکھوائی جارہی ہیں بزرگوں کا لحاظ اٹھ گیا۔

سوسائٹی کے آداب فراموش ہو گئے۔ اب ضرورت پڑی ہے کہ اخلاقی تعلیم کا سلسلہ مرتب ہو کر جاری ہو۔ میں مانتا ہوں کہ ایسے سلسلہ جاری ہو سکتے ہیں اور کوئی روک ان کے اجراء میں نہیں ہو سکتی لیکن سوال یہ ہے کہ تعمیل کیونکر ہو؟ میں تو دیکھتا ہوں کہ اخلاقی تعلیم کا مدارس میں خاص لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ان کی درسی کتب میں اخلاق آموز مضامین درج ہیں لیکن تعمیل میں وہی تکاہل اور تساہل ہے جو پہلے سے ہو رہا ہے۔ مجھے تو وہی اپنے رقعہ کا مضمون یاد آتا ہے کہ جس چیز نے میرے دوست کو اسکی تعمیل میں تکاہل کا چٹان بنادیا۔ وہی تعمیل میں سستی کا موجب یہاں ہو رہا ہے۔ لیکن مایوس ہونے کی جگہ نہیں۔ گھبرانے کا مقام نہیں۔ ایک امام آیا آسمانی معلم اترا ہے جو اپنے نمونہ سے جو آج سے تیرہ سو برس پیشتر آنے والے انسان کامل علیہ السلام کا کامل نمونہ ہے اخلاق اور یقینی طاقت کو طاقت دینا چاہتا ہے۔

آپ کی غرض دنیا میں آنے سے کیا ہے

مجھے خوب یاد ہے اور میں نے اپنی نوٹ بک میں اس کو لکھ رکھا ہے کہ جالندھر کے مقام پر ایک شخص نے حضرت اقدس امام صادق حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں سوال کیا کہ آپ کی غرض دنیا میں آنے سے کیا ہے؟ مجھے خوب یاد ہے اور وہ سماں میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں صادق ہوں اس لئے مجھے اس کے نقل کرنے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا اس امام برحق نے جس لب ولہجہ میں اس سوال کا جواب دیا اس کا ذوق کچھ میری ہی روح احساس کر سکتی ہے (جس کو ایک ایک بات کی طرف اپنے مذاق کے موافق خیال رہتا ہے)۔ غرض آپ نے فرمایا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ لوگ قوت یقین میں ترقی کریں۔ جو لوگ سچائی کی روح اپنے اندر رکھتے ہیں اور جو روشنی اور راستی کے فرزند ہیں وہ اس جواب پر ذرا غور کریں خدا کے لئے سوچیں کہ یہ الفاظ کسی شخص کے منہ سے نکل سکتے ہیں کیا کسی عام عقل کے انسان کے خود تراشیدہ خیالات کا نتیجہ ہو سکتے ہیں۔ یا کسی آسمانی عقل اور آسمانی نور اپنے دماغ میں رکھنے والے معلم کے منہ سے نکلتے ہیں؟ ان سے سو سال پیشتر یہودیوں کی اصلاح کے لئے آنے والا ناصری معلم بھی یہی

کہتا ہے کہ ایمان کی قوت کو پیدا کرنے کے لئے آیا ہوں اور یہ اسی کے قدم پر آنے والا ابن مریم بھی اور اسی ضرورت کو اپنا مشن قرار دیتا ہے۔

ایمان دوقسم کا ہوتا ہے

سنو! سنو!! ابھی ایک اور بات بھی ہے جو میری نوٹ بک میں درج ہے اور وہ واقعہ بھی اسی جالندھر کا ہے ہماری جماعت کے ایک آدمی ہمارے بھائی منشی محمد اروڑا صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ایمان کتنی طرح کا ہوتا ہے۔ آپ نے جو جواب اسکا فرمایا بہت ہی لطیف اور سلیس ہے۔ کہا ایمان دوقسم کا ہوتا ہے موٹا اور باریک۔ موٹا ایمان تو یہی ہے کہ دین العجائز پر عمل کرے اور باریک ایمان یہ ہے کہ میرے پیچھے ہو لے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس فقرہ کو سنکر میری روح تڑپ اٹھی اور وجد کی سی حالت طاری ہوگئی۔ یہ فقرہ سنتے ہی معاً یسوع ناصری کے ملفوظات پر نظر پھرنے لگی۔ تو اسے بھی یہی کہتے پایا کہ اپنے صلیب اٹھا کر میرے پیچھے ہو لے۔

اللّٰہ اللّٰہ کس قدر تشابہ ہے۔ میرے پیچھے ہو لے یہی تو ایمانی طاقت نشو ونما ہے۔ الغرض اخلاقی طاقت کو بڑھانے اور اخلاقی تعلیم کی تعمیل کے لئے عادتاً اس بات کی ضرورت ہے کہ اسکی باتوں پر عمل کرنے کی کوشش ہو سکے یہی تو وجہ ہے کہ جھوٹے ریفارمروں اور مصنوعی لیڈروں کی باتیں اسی وقت تک اثر رکھتی ہیں جب تک کہ وہ سٹیج پر کھڑے ہوکر اپنی تقریروں سے لوگوں کو مسحور کرتے ہیں۔ اس نظام کو ہم انسان کی اپنی حالت میں دیکھتے ہیں کہ جب کوئی صفت انسانی جذبات اور حیوانی جوشوں کی حرکت میں آتی ہے تو معاً سائے کی طرح سے ایک تنبیہی تازیانہ اندر ہی سے ندامت کرتا ہے اسی طرح سے ہمہ اعتماد۔ ہمہ امیدوار شاید گستاخ کرنے والی امید کے ساتھ اگر رونگٹے کھڑے کرنے والا قول **ان عذابی هو العذاب الالیم** اگر ساتھ نہ ہوتا تو میں نہیں کہہ سکتا کوتاہ میں انسان کس اندھے کنوئیں میں جا گرتا۔ قدرت کا علی الانتقام ثابت کرنے کیلئے اور کیا ہو؟ کیا خدا کی آواز آوے یا سورج کی چمک کی طرح بلا واسطہ یہ کہا جاوے کہ یہ واقعہ یوں ہے۔ نہیں تقاضائے قدرت یوں نہیں پھر وہ کس رنگ میں

دکھائی دیتے ہے وہ رنگ ان پیشگوئیوں ہی کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عجز وانکسار

دیکھو! ہمارے سیّد ومقتدا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عجز وانکسار کا جامہ پہن کر مکہ میں کھڑے ہوئے اس سے بڑھ کر عجز کی تصویر ممکن نہیں کھچ سکے۔ اگر کسی قسم کا سامان حضور کو میسر تھا تو کوئی بتائے والدین کا سایہ سر پر نہیں۔ کوئی رفیق اور دوست نہیں۔ سارا عرب ان کی مخالفت پر تلا ہوا ہے اور یہ مرد خدا ایک وتنہا ان ہمہ تن شرارت اور شرک مجسم باشندوں کو ایک خدا کی طرف بلاتا اور اپنی رسالت کی دعوت کرتا ہے۔ مخالفت بھی کوئی معمولی مخالفت نہیں بلکہ مذہبی رنگ کی مخالفت اور پھر مذہبی اختلاف بھی کوئی رسمی اختلاف نہیں ایسا اختلاف کہ اس سے بڑھ کر اختلاف بھی ممکن نہیں۔ الغرض وہ عجز کی تصویر ناتوانی اور بیکسی کی تصویر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے **رحمۃ للعالمین** ہو کر آئی ہے جو ایک عرب نہیں ربع مسکون کے لئے مبعوث ہوا ہے۔ اس بیحد مخالفت کے اثنا میں پکار کر کہتا ہے **سیھزم الجمع ویولون الدبر** ۔اے میرے نہیں بلکہ حق کے دشمنو! سن رکھو!!! کہ عنقریب وقت آتا ہے کہ ساری جماعتیں نابود اور پراگندہ ہوجائیں گی۔ اللہ اللہ کس قدر استقلال اور استقامت ان الفاظ میں موجود ہے۔

ایک احمق اس بیکسی کی حالت میں ان باتوں کو سنکر نہیں رہ سکتا ہے اور تمسخر میں اڑا سکتا ہے۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکی غیرت اپنے بندوں ہاں اپنے بندوں یعنی عباد الرحمٰن کے لئے کیونکر جوش مارتی ہے اور کس طرح پر حق کے مخالفوں کو زور آور حملوں کے ساتھ اپنی چمکار دکھاتی ہے۔

غرض اُس ناتوانی اور بیکسی کے عالم میں وہ ہادی کاملؐ ان کو پکار کر کہتا ہے کہ عنقریب جماعتوں کے پراگندہ اور نیست ونابود ہونیکا وقت آتا ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ اور ترتیب بھی کیا جامع ہے دیکھو یہاں **الجمع** کا لفظ فرمایا۔ ساری جماعتیں۔ ہوسکتا تھا کہ **الشعراء، الفقراء، البطال، القتامون، السفاک**۔ اس موقع پر استعمال کر لیتے۔ مگر کیوں کوئی ایسا لفظ استعمال کیا جاتا جو کسی خاص گروہ کو مخصص کر دیتا۔ یہ تو

اس صورت میں ہوسکتا کہ اس رسول کو اپنی طاقت پر بھروسا ہوتا مگر یہاں تو وہ بات ہی نہیں اپنی ذات میں تو وہ بات ہی نہیں اپنی ذات میں تو وہ کچھ بھی نہیں ایک عاجز وبیکس انسان اسکی نظر تو آسمان کی وحی پر ہے اور خدا تعالیٰ کی فوق الفوق قدرتوں کے نظارے اسکی سامنے مجسم ہو ہو کر پھر رہے ہیں۔اگر وہ رسول اپنے خیال اور اپنے دلی جذبہ سے رسالت جیسا عظیم الشان دعوی کر بیٹھتا اور قطع نظر اس بات کے کہ جھوٹے مدعی رسالت خود بخود ہی ضائع ہوجاتے ہیں تو ایسا ممکن تھا کہ اپنی قوت اور آئندہ کے آثار اور قرائن کو دیکھ کر کہہ دیتا کہ جب قوت حاصل ہوجائیگی تو ہلاک کر دیگا اور بازی لیجا کر اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرا لے گا۔مثلاً قصاید کی مشق شروع کر دی اور ادب میں مہارت پیدا کر کے دس بیس دن یا دو چار سال بعد فصیحوں کو کہہ دیا کہ تم میرا مقابلہ فصاحت میں نہ کرسکو گے۔اس طرح دوسرے فنوں میں مہارت پیدا کر لینے کے بعد اس فن کے مدعیوں کو چیلنج کر دیا کہ تم میرا مقابلہ ن سکو گے اگر طاقت ہے تو آکرو۔ایسا گمان ہوسکتا ہے اور یہ باتیں ممکنات سے نہیں۔لیکن بتلاؤ تو سہی ایک انسان محدود القویٰ ایک احساس کے ساتھ ہاں ایک اطلاق کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ **سیھزم الجمع**۔تمام جماعتیں خواہ کسی رنگ میں ہوں عنقریب نابود ہوجائیں گی اور شکست پاجائیں گی عیسائی اپنے علموں اور رہبانیت کو لیکر دعا کی قبولیت کو لیکر آجائیں۔وہ میرے مقابلے میں فائز المرام نہ (ہو) سکیں گے اور پھر دیکھو کتنا عظیم الشان دعویٰ ہے ایک آدمی کسی خاص متنفس کو نہیں کہا کل جماعتیں۔ہر ایک جماعت میں جس قدر شریک ہیں وہ سب کے سب لیکن میرے مقابلہ میں نامراد ہو کر رہ جائیں گے۔فصیح اپنی فصاحت اور لسانی طلاقت کے حربہ میں مقابلہ (پر) آئیں وہ میرے مقابلہ میں گنگے ہوجائیں گے۔کوئی میرے مقابلہ میں آکے شکست کھا جائے گا۔ ایک دہریہ اورمیٹیریلسٹ (Materialist) کیلئے جو انسانی قویٰ کے حدود کو جانتا ہے اور ٹنسل نکالنے کیلئے سامان اور کدال ہی ایک ذریعہ سمجھتا ہے۔اس آواز میں اگر وہ سوچے ایک زبردست ہستی کی صدر سنائی دے سکتی ہے۔اس ظاہری حالت میں کہتا ہے کہ کوئی ساز وسامان نہیں۔**فکیدونی جمیعاً** (ہود:56)۔جس قدر طاقتیں تم میرے مقابلہ کے لئے رکھتے

ہو سب خرچ کرلو اور پھر دیکھو کہ تم کو کہاں تک کامیابی ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں تو پھکڑ بھی لکھی نہیں چلتی۔ یہاں عرب الوبا کو ذرا ذرا سی بات پر پکڑ بیٹھے اور قبائل تک کی صفائی کر دینے کو طیار رہونے چاہتے، چیلنج کیا جاتا ہے اور پھر چیلنج بھی یہ کہہ کر ثــــم لا تنظرون (ہود:56) پھر تم پر حرام ہے۔ یہ تمہاری غیرت اور حمیت پر ایک ذاغ اور دھبہ ہے اگر مجھے مہلت دو۔ ایک عاجز اور بیکس انسان کوئی سامان نہیں رکھتا ایک چیونٹی کو بھی ملنے کا مصالحہ پاس نہیں۔ لیکن ایک بڑے وثوق اور بہادری سعود کے ساتھ پورے اطمینان اور اعتماد سے ایک شریر کو چھیڑتا ہے اور مقابلہ کے لئے اکساتا ہے اور تحدی کے طور پر کہتا ہے۔ فکیدونی جمیعاً۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک گھڑی کا پتہ دیتا ہوں جو آنے والی ہے مبارکبادی اور خوشی کی گھڑی نہیں بلکہ تلخ کلامی اور مصیبت کی ساعت جبکہ سب حیران ہوں گے۔ یہ مصیبتیں اور تلخ کامیاں کہاں سے ٹوٹ پڑیں اور انکا تو ظاہر نام ونشان تک نہ تھا۔ پھر وہ مصائب اور وہ ناکامیوں کا حربہ اگر پانچ چھ ماہ بعد ان پر آ پڑتا تو کسی شیر دانی اور سازش کا خیال ہوسکتا تھا۔ دراز سلسلہ مصائب کا چلتا ہے اور چند غلاموں کا نیست ونابود ہونا بھی ساتھ ہے ایسے ہزارہا فتن کے بعد ایسا ہی ظہور میں آیا جیسا کہ منشاء تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کہا تھا سیھزم الجمع وہ کوئی فتنہ پرداز منصوبے باز سازشی انسان نہ تھا بلکہ ایک مقدس اور آسمانی معلم تھا۔ لاریب وہ اللّٰہ کا رسول اور اسکا مرد تھا۔ جس نے اس قدر دعویٰ اور پورے اعتماد سے کہا سیھزم الجمع۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی قادر اور برتر ہستی اور زبردست ہاتھ تھا اور ہے جسکے سہارے سے وہ بولتا ہے۔ اس زمانہ میں بھی ایک ایسی ہی آواز سنائی دی اور بڑے شدومد سے لیکن مجھے ان نادانوں پر سخت افسوس آتا ہے جو جانتے ہیں۔ یہی الفاظ بولنے ولا ایک صادق امین علیــــہ التحیۃ والتسلیم زمانے کو دکھا چکا ہے کہ یہ لفظ کسی معمولی انسان کی طاقت سے ظاہر نہیں اور انہیں ایک ہیبت اور جلال کے آثار نظر آتے ہیں۔ مگر اس وقت جب ایک صادق بولتا ہے تو اسکو اسی نظر سے نہیں دیکھتے؟ افسوس ہے ان پر جو اس نامبارک ساعت کا انتظار کرنا چاہتے ہیں اور مبارک ہیں وہ لوگ جو اٰمنا و صدقنا کہہ کر فاکتبنا مع الشاھدین کہتے ہوئے وجد کر اٹھتے ہیں۔ ایک شخص نے اپنے زعم میں خیال کرکے کہ عقل کے مدارج پر پہنچ گیا ہے اور

بڑے بڑے حقائق عالیہ بیان کرتا ہے اور درحقیقت بعض لوگوں میں یہ دھوکا سرایت کر گیا ہے کہ وہ بڑا عالی خیال ہے۔تین سال پیشتر ایک شخص نے جس کو' چودھویں صدی'' میں خوش وقت پڑھا ہوگا خط لکھا کہ امام الوقت کا اقتدا کیا جاوے۔اس نے کہا اس زمانہ میں معقولی تحریر کرنا سیّد احمد خاں پر ختم ہوا اور تقوٰی،ورع ،سید احمد (بریلوی) پر تمام ہو گیا اب ہمارے لئے کسی دوسرے امام کی تقلید ضروری نہیں اور خدا تعالیٰ کی وحی کی بابت یہ ہے کہ وہ دل سے پھوٹتی ہے اور دل پر پڑتی ہے۔(اس مضمون کی دوسری قسط دستیاب نہیں ہوسکی۔سر سید احمد خان صاحب بالقابہ کا ذکر کتاب کے ابتدائی حصہ میں گزر چکا ہے۔مرتب)

(الحکم قادیان 29 نومبر 1898ء ص 2-6)

11- سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی یہ شاہکار کتاب ہے نیز حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی سیرت پر سب سے لطیف ، پر معارف اور ابتدائی کتاب ہے۔ یہ کتاب حضرت مولوی صاحب کی چٹھیوں کی صورت میں اشاعت سے قبل الحکم قادیان کے 1899 اور 1900 کے شماروں میں شائع ہوئی۔ جسے بعد میں آپ نے نظر ثانی کر کے شائع کروایا۔

آج سے ایک سو آٹھ سال قبل جنوری 1900ء میں آپ نے یہ کتاب رقم فرمائی اور پہلی بار جولائی 1900ء میں سات صد کی تعداد میں مطبع انوار احمدیہ سے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ نے شائع کی۔ اس کتاب مستطاب کے ساٹھ صفحات ہیں اور آج تک اس کے متعدد Impressions شائع ہو چکے ہیں۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی سیرت پر بعد میں جو بیسیوں کتب ومضامین لکھے گئے ہیں ان کا بنیادی اور اہم ماخذ یہ تصنیف لطیف بھی ہے۔حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں:

''سیرت مسیح موعود'' پر لکھنا اور چند صفحوں پر قناعت کرنا لاریب تعجب انگیز بات ہے۔ اس نام کو سن کر بالبداہت ایک شخص کے خیال میں آئے گا کہ ایک کبیر اور ضخیم کتاب ہوگی۔مگر اصل بات یہ ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے یا کہا ہے اس سے دوستوں کے لئے ایک راہ تیار کی ہے۔'' (دیباچہ کتاب ھذا)

پھر تحریر کرتے ہیں:

''میں نے محض اللہ تعالیٰ کے لئے اس کتاب میں اپنے پرانے تجربات اور مشاہدے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک سیرت کے متعلق قلم بند کئے ہیں ۔ واقعات کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔'' (الحکم قادیان 16رستمبر 1900ء ص4)

''اس رسالہ کی تالیف سے میری اصلی غرض جو میرے ذرہ ذرہ وجود میں خمیر کی گئی ہے یہ ہے کہ میں دکھادوں کہ وہ شخص کیسا ہونا چاہئے جس کے ہاتھ میں ہم ایمان جیسی گرامی قدر امانت سپرد کریں ۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھ کر اور اسے مبنی قرار دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت لکھی ہے اور درحقیقت خدا کے فضل سے کامیابی کے ساتھ ثابت کردیا ہے کہ اس زمانہ میں امام حق اور ہادی اور مہدی ہمارے آقا و محبوب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔'' (دیباچہ صفحہ 2)

اس کتاب کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی صاحب مرحوم اکابر صحابہ میں سے تھے اور حضرت مولوی صاحب یعنی خلیفہ اول کے بعد جماعت میں انہی کا مرتبہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ تصنیف نہایت مختصر ہے لیکن چونکہ مولوی صاحب مرحوم کی طبیعت نہائیت ذکی اور نکتہ سنج واقع ہوئی تھی۔ اس لئے بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اچھے اچھے استدلال کئے ہیں۔ عموماً خانگی اخلاق پر روشنی ڈالی ہے اور ہر بات کی بنا اپنے ذاتی مشاہدہ پر رکھی ہے اور چونکہ مولوی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود کے مکان کے ایک حصہ میں ہی رہتے تھے۔ اس لئے ان کو حضرت صاحب کے اخلاق و عادات کے مطالعہ کا بہت اچھا موقعہ میسر تھا۔ اس پر خدا نے تقریر و تحریر کی طاقت بھی خاص عطا کی تھی ۔ یہ رسالہ نہائیت دلچسپ اور قابل دید ہے ۔ روایات چونکہ سب حضرت مولوی صاحب کی ذاتی ہیں اس لئے شک و شبہ کی گنجائش سے بالا ہیں ۔ ہاں مولوی صاحب کے قلم زور نے ان کو بعض الفاظ کی پابندی سے آزاد کردیا ہے۔ یعنی معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کہیں مفہوم لے کر واقعات کو اپنے طرز میں بیان کردیا ہے...... ۔ یہ رسالہ سوانح کے حصہ سے بالکل خالی ہے۔ یعنی سیرت و خلق ذاتی پر روشنی ڈالنے کے لئے صرف جُستہ جُستہ واقعات لئے ہیں مگر ہر لفظ عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول، روایت نمبر 177)

12- ضمیمہ واقعات صحیحہ

آپ کا یہ کتابچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور پیر مہر علی صاحب گولڑوی کے مابین تفسیر نویسی کے حوالے سے جو حالات و واقعات رونما ہوئے ان کا مرقع ہے نیز پیر گولڑوی صاحب نے جن طریقوں سے راہ فرار اختیار کر کے سستی شہرت حاصل کرنے کی کوشش کی اس بارہ میں اس کتابچہ میں مضامین شامل کیے گئے ہیں۔

یہ ضمیمہ پہلی مرتبہ انوار احمدیہ پریس قادیان سے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اہتمام سے اکتوبر 1900ء میں شائع ہوا جس کے چوبیس صفحات ہیں۔19 راکتوبر کے اخبار عام میں ایک امرتسری مولوی نے 16 ستمبر کی چٹھی جو الحکم میں شائع ہوئی تھی جس میں گولڑوی صاحب کی حقیقت آشکار کی گئی تھی اس پر کچھ اعتراضات کئے۔ان کے جواب حضرت مولوی صاحب نے اس میں دیئے۔آپ نے عربی دانی نیز تفسیر نویسی کی بابت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا۔ نیز نص صریح سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ ضمیمہ پہلی بار حضرت مفتی محمد صادق صاحب نوراللّٰہ مرقدہ کی کتاب ’’واقعات صحیحہ ‘‘کے ساتھ شائع ہوا۔

13-اعجاز المسیح اور حضرت مسیح موعودؑ اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی

حضرت مولانا موصوف کا یہ کتابچہ پہلی مرتبہ مئی 1901ء میں تین سو پچاس کی تعداد میں ضیاء الاسلام پریس قادیان کی طرف سے شائع ہوا جس کے کل چھتیس صفحات تھے۔ یہ کتابچہ بھی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی کتاب ’’واقعات صحیحہ‘‘ کے ساتھ شائع ہوا۔ پیر مہر علیصاحب کے ساتھ تفسیر کیلئے ستّر دن کی معیاد مقرر تھی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بیس ایام میں تفسیر مکمل کر لی۔ 23 فروری 1900ء کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تفسیر لطیف موسومہ ’’اعجاز المسیح ‘‘ ڈاک کے ذریعہ مختلف مقامات کی طرف روانہ کر دی گئی۔ حضورؑ کو اس سلسلہ میں الہام ہوا:

’’دشمنوں کی فتح ہوگی خدا کی فتح بعد میں آوے گی‘‘

چنانچہ پیر مہر علی صاحب اور ان کے مریدوں نے فرار اختیار کیا اور ظاہری فتح کی خوشیاں

منائیں تاہم تفسیر نویسی سے عاجز آ گئے اور یوں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی سورہ فاتحہ کی تفسیر ''اعجاز المسیح'' دائمی طور پر حضرت اقدس علیہ السلام کی فتح پر مہر ثبت کر گئی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو اس سلسلہ میں جو الہامات ہوئے ان میں یہ الہامات بھی شامل ہیں:

''منعهٗ مانعٌ من السماءِ'' ''ایک عزت کا خطاب''

(تذکرہ, بار چہارم 2004 ص 283,323)

تفسیر نویسی کے دوران حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ پر غیر معمولی بیماریوں کے حملے ہوئے اور فرمایا کہ

''دوران تفسیر کئی مرتبہ یوں لگا جیسے جان ابھی نکل جائے گی مگر اس قادر نے اپنا کام کر کے دکھانا تھا۔''

اس کے علاوہ حضرت مولانا موصوف نے اس کتاب میں حضرت اقدس علیہ السلام کے عربی دانی کے لحاظ سے کمالات و کرامات، آپ کی صداقت کے طور پر پیش فرمائے ہیں نیز معاندین احمدیت کا جو انجام ہوا، (جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی جعفر زٹلی، امرتسری، منشی الٰہی بخش وغیرہ) کو بھی آپ کی صداقت کے گواہ کے طور پر پیش کیا ہے۔

14- خطبات کریمیہ ملفوظات کریم حصہ اول

یہ کتاب حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نور اللہ مرقدہ کے بارہ خطبات پر مشتمل ہے۔ یہ مجموعہ خطباتِ کریمیہ پہلی بار جنوری 1905ء میں حضرت مولانا موصوف کی زندگی میں شائع ہوا۔ ان خطبات کے ناشر، طابع اور مرتب حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی نور اللہ مرقدہ تھے اور یہ خطبات انوار احمدیہ پریس قادیان سے شائع ہوئے جن کے کل ستر صفحات ہیں۔ یہ وہ خطبات ہیں جو قبل ازیں اخبار الحکم قادیان میں 1898ء سے 1904ء کے دوران شائع ہو چکے تھے۔ حضرت مولانا موصوف کے خطبات جمعہ کا موضوع زیادہ تر صداقت حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ وفات مسیح، دین حق کے اخلاق و آداب اور ان کی ترویج، اصلاح احباب جماعت احمدیہ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز اسوۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و سوانح ہوتا۔ آپ کے نکات اور معارف کی عجیب شان ہوتی تھی۔ (خطبات از الحکم قادیان 1898ء تا 1905ء)

15-دعوۃ الندوۃ۔ندوہ العلماء کی طرف ایک خط

ندوۃ العلماء الہند کے اجلاس منعقدہ 1902ء کے لئے یہ ضروری اہم ،اور اصلاح توجہ کے لئے خط حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ نے لکھا۔یہ خط ضیاء الاسلام پریس قادیان سے حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نور اللہ مرقدہ نے شائع کیا۔ جو کہ 28 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ خط نومبر 1902ء میں تحریر کیا گیا۔ندوۃ العلماء کے ناظم جناب منشی غلام حسین عارف کی طرف سے ایک اعلان جاری ہوا کہ دسمبر 1902 کو کلکتہ میں اجلاس ہورہا ہے اوراس اعلان میں اس خواہش کا اظہار کیا۔حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اس میں شرکت فرماویں۔ تاہم اس اجلاس کے لئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ نے ایک خط لکھا جس میں قوم کی توجہ حضرت امام الزمان علیہ السلام کے دعویٰ کی طرف مبذول کروائی گئی اور نیز بتلایا گیا کہ امام الزمان کی شناخت کرکے مسلمانوں کو اور ملک کے شیرازہ کو بچایا جاسکتا ہے۔اس خط میں آپ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت کی بعض علامات بھی بیان کیں۔علاوہ ازیں اہلِ ندوہ اورعلی گڑھ کے اختلافات ختم کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

16۔خلافت راشدہ حصہ اول

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ اپنی تصنیف ’’خلافت راشدہ حصہ اول‘‘میں تحریر کرتے ہیں:

’’جنوری 1896 میں بعض تحریکوں سے میں نے سیالکوٹ میں ایک لیکچر دیا جو 8/اپریل 1896ء میں ’’اثباتِ خلافتِ شیخین کے نام سے شائع ہوا۔اشاعت کے چند ہی مہینوں کے بعد اس لیکچر کے مفید اور مؤثر ہونے کی نسبت کئی خطوط میرے نام آئے۔ بہت سے بزرگ شیعوں کے پاس میں نے اور میرے دوستوں نے اسے بھیج کر ان سے چاہا کہ وہ حق جوئی اور انصاف پسندی سے اس کی تائید یا تردید کریں مگر کسی کو توفیق نہ ملی کہ کوئی ایک امر بھی اس کے ہاتھ سے صادر ہوتا۔لاہور کے بڑے مجتہد مولوی اور ان کے بیٹے علی حائری اپنی راہ ورسم کی تائید واشاعت میں خاص جوش اور سرگرمی

دکھاتے ہیں اورنو جوان حائری آئے دن کوئی نہ کوئی رسالہ شائع بھی کرتے ہیں، مگراس کے مقابل میں قلم اٹھانے سے وہ بھی اپنے دوسرے ہم جنسوں کی طرح پیچھے ہٹتے رہے۔ یہ رسالہ (لیکچر) تشیع پرخوفناک کاری حربہ کی شکل میں نمودار ہوا تھا، اس لئے کہ عام اورمتبزل طریق کے خلاف یہ مرد میدان قرآنِ کریم کے میگزین سے ہتھیار لے کراور دل ہلا دینے والی تیاری اور اقدام سے نکلا تھا۔ غیرت وحمیت کا تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ شیعہ اعراض کرکے خاموشی کے تاریک گوشہ میں بیٹھے رہتے۔''

(خلافت راشدہ حصہ اول، باردوم۔قادیان: مطبع ضیاءالاسلام، 1904ء۔ص 1-2)

سبب تالیف دوم

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ تحریر کرتے ہیں:

''بٹالہ کے ایک مولوی زین العابدین نے بھی اس درازعرصہ میں کئی دفعہ دھمکی دی کہ وہ اس (کتاب خلافت راشدہ) کا جواب لکھیں گے اورکبھی یہ اظہار کیا کہ وہ لکھ بھی چکے ہیں چھپنا باقی ہے مگر اب تک چھپا نہیں۔ یہ بٹالوی صاحب کبھی راولپنڈی کے علاقہ میں، کبھی شاہ پور کے ضلع میں اورکبھی پٹیالہ کی ریاست میں اور دیگر مقامات میں اکثر دورہ کرنے اورسادہ دل مسلمانوں کوراہ حق سے دور پھینکنے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔ ان کی اس کارروائی نے چارۂ کار کے لئے بہت سے خطوط اطراف سے میرے پاس بھجوائے اور مجھے اس لیکچر کو دوبارہ لکھنے اوراس پراضافہ کرنے کی تحریک کی۔اس نئی صورت یا تالیف ثانی کوبھی اس مقام تک پہنچا کر دوسال سے میں نے چھوڑ رکھا تھااور اس اثناء میں مختلف امراض کے حملوں اوربعض دیگروجوہ کے سبب سے میں اپنے مقصود کے موافق اسےاس حد تک پوری کرنے پر قادر نہ ہوسکا۔ مجھے ازبس ضروری معلوم ہوتا تھااوراس وقت تک بھی دل میں بڑا جوش تھا کہ استخلاف پرایک مبسوط اور مستقل مضمون رکھ کراس کے ساتھ پیوند کروں جس کے بغیر یہ رسالہ اس دوسری ترقی یافتہ صورت میں بھی ناقص ہے۔

......اب میں اس لیکچر کو کتاب کہتا اور اس کا کتاب کا نام خلافت راشدہ تجویز کرتا

ہوں…… میں اس کتاب کے لکھنے میں پہلے بھی اور اب بھی صدق دل سے راستی کی حمایت مدنظر رکھتا ہوں۔ میں نے کئی سالوں سے دن اور رات کی مختلف گھڑیوں میں خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہونے کے ہول و ہراس کو نصب عین رکھ کر اس مضمون میں غور و فکر کی ہے۔ دلگداز خشوع و خضوع کے ساتھ قدوس خدا سے دُعائیں مانگی ہیں کہ وہ اس راہ میں مجھے ناجائز جذبات اور بیجا طرف داری کا مغلوب ہو جانے سے محفوظ رکھے۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مضمون دل میں گزرا اور سمجھ میں آیا کہ باطل کے ابطال کے لئے یہ تیز حربہ ہے۔ مگر دقائق تقویٰ کی رعایت جو **لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ** (بنی اسرائیل:37) کی نہی سے ایک مومن کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔…… مگر میں اس جوش کو دیکھ کر جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے دل میں پچیس سال سے ڈالا گیا تھا اس یقین سے سرشار تھا کہ حکمت اور قدرت کی یہ تحریک یوں ہی فوری ابال نہیں۔ بلکہ مقدر معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے کوئی بڑا بھاری کام لے۔ میں اتھک اصرار اور الحاح سے اس اپنے محسن و مخدوم مولوی نور الدین صاحب سے درخواست کرتا۔ تا کہ مجھے ایسا سامان اور مواد بہم پہنچا دیں جو مجھے اس راہ میں بصیرت کے ساتھ قدم مارنے کا فخر بخشے اور میں خدا اور خلق کے نزدیک اس بات کے کہنے کے قابل ہو جاؤں کہ میں نے خوب دیکھ کر اس کی تائید کی ہے۔ خداوند کریم مولوی صاحب کی جزا ہو کہ ان کی تلاش اور کوشش سے مجھے بڑے نامی گرامی شیعہ **حِلّی** کی **الفین** اور **کافی کلینی** اور **انارۃ البصائر** اور دیگر کتب کے پڑھنے کا موقع ملا۔ ان کے پڑھنے سے مجھے پہلی تحقیقات اور عقائد اور ایمان میں بڑی قوت اور تائید ملی اور اب سے میں راستی کی حمایت میں پورے سکون اور قرار اور وثوق اور حمیت اور طمانینت اور بصیرت کے ساتھ کھڑا ہوا ہوں۔'' (خلافت راشدہ ص2-4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اظہار خوشنودی

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ اس کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

''اس لیکچر کی نسبت بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس میں شیعوں کے اشتہار کے مندرجہ

حوالہ جات پر بھی کلام ہوگا جنہیں وہ علمائے اہل سنّت سے منسوب کرتے ہیں۔ بعض جو بہت غور کرنے کے معتاد نہ تھے۔ اپنے مظنون کے خلاف دیکھ کر کسی قدر شکستہ دل ہوئے۔ میں اگر چہ اس رائے پر بڑا ہی مستقیم القلب تھا کہ تمام ظلمتوں سے نور کی طرف لے جانے والا اور حکم عدل صرف قرآن کریم ہی ہے اور میں اس ایثار کی مدلل وجوہ بھی اس لیکچر میں بیان کر چکا تھا، لیکن عوام کے قلوب کی تسلیت کے لئے اس طرف مائل ہو گیا کہ تھوڑی سی دجل کی پردہ دری بھی کروں۔ مگر پھر تردّد پیدا ہوا کہ اس سے سچے اور قطعی فیصلہ کی راہ اسی عام پامال سڑک سے ملتبس ہو جائے گی جس پر قدم مارنے سے آج تک کوئی منزل مقصود تک نہیں پہنچا۔ اسی تردّد میں مَیں نے اپنے مخدوم مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں لکھا کہ اس بارہ میں حضرت مرشد برحق امام صادق مرزا غلام احمد (اللہ تعالیٰ کی برکات، نصرت اور سلام ان کے شامل حال ہو) سے استشارۃ فرما کر مجھے اطلاع بخشیں۔ اس کے جواب امام المسلمین (علیہ السلام) نے براہِ راست مجھے خط لکھا:

مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی اخویم مولوی عبدالکریم صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

اخویم حکیم مولوی نورالدین صاحب نے آپ کا کارڈ مجھ کو دکھایا۔ بہت سوچنے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کی اس زمانہ کے اندرونی اور بیرونی اختلافوں کے دور کرنے کے لئے قرآن شریف جیسا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ روایات اور دیگر کتابوں کی بنا پر بحث کرنے سے نزاع لمبی اور غیر منفصل ہو جاتی ہے۔ سو اس طولانی سلسلہ میں پڑ کر فتح نمایاں کے ساتھ انجام ہونا روئیداد موجودہ نظام کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آج تک تنازعات ختم ہونے نہیں آتے اگر اہلِ سنّت کی طرف سے بیس جزو کتاب نکلی تو مخالفوں کے طرف سے اسّی جزو کی نکلی جس سے ناظرین کو معتد بہ فائدہ نہ ہوا۔

میرے نزدیک بہتر ہے کہ طریق بحث کو بدل دیا جائے۔یعنی ہر ایک بات کے لئے قرآن کریم کو حَکَمْ ٹھہرایا جاوے یقیناً قرآن کریم ہر مقام میں مدد دے گا۔

والسلام۔

خاکسار غلام احمد

11/مارچ1896ءازقادیان''

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی یہ خط درج کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

''اس مبارک خط نے جسے میری کارروائی اور تجویز سے پورا توارد واقع ہوا تھا۔ مجھے بہت مسرّت بخشی اور آئندہ کے لئے مجھے ایک فضول اور متبذّل کام سے باز رکھا۔فجزاہ اللّٰہ عنی خیرا الجزاء . میں نے اپنے دعویٰ کے موافق ساری باتوں کا فیصلہ قرآن کریم سے کیا ہے۔ جو دعویٰ کیا ہے قرآن سے کیا ہے اور جو دلائل اور بیّنات اُس دعویٰ کی تائید میں پیش کئے ہیں قرآن سے کئے ہیں۔...... مجھے واثق امید ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اسے نافع اور مقبول بنائے گا. فَعَلَی اللّٰہِ تَوَکُّلِی وَبِہٖ ثِقَتِیْ ھُوَوَلِیِّ فِیْ الدُّنْیَا وَالاٰ خِرَۃِ......آمین۔

عبدالکریم

سیالکوٹ۔8/اپریل1896ء۔چہارشنبہ''

(خلافت راشدہ حصہ اول، باردوم۔قادیان: مطبع ضیاءالاسلام، 1904ء، صفحہ 54-55)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللّٰہ مرقدہ نے یہ کتاب 30/ستمبر 1890ء کوتالیف فرمائی۔جوپہلی بار سیالکوٹ سے 14/جون 1900ء میں شائع ہوئی اس کتاب میں چار لیکچرز ہیں۔جن میں خلافت راشدہ کی صداقت ثابت کی گئی ہے نیز اثبات خلافت کے دلائل سے ردشیعیت کیا گیا ہے۔ ہر چہار لیکچرز کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

1۔ پہلا لیکچر ''خلافت راشدہ'' کے موضوع پر جوکہ 30 ستمبر 1890ء کی تالیف ہے۔

2۔ ''لیکچر اثبات خلافت شیخین''۔ یہ لیکچر آپ نے جنوری 1896ء کو دیا جو کہ 18/اپریل 1896ء کوشائع ہوا۔

3۔ شیعہ دوست مولوی غلام مرتضیٰ خاں کھیوڑہ کے ''خطوط کے جوابات'' نیز بعض دوسرے دوستوں کے خلافت کی بابت اعتراضات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ لیکچر فروری 1900ء کوشائع ہوا۔

4۔ ''خلافت راشدہ کی علامات اوراوصاف'' یہ لیکچر بھی فروری 1900ءکوشائع ہوا۔ جس کے کل 105 صفحات ہیں۔جس میں خلافت راشدہ کی حقیقت، نیز اثبات خلافت راشدہ من جانب اللّٰہ ہونے کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔اہل تشیع کی راہنمائی اورخلافت راشدہ کی حقیقت جاننے کے لئے نہایت اہم کتاب ہے۔

17-خلافت راشدہ حصہ دوم۔المعروف فرقان

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی یہ آخری تصنیف ہے جوکہ آپ کے وصال کے دو ماہ بعد حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نوراللّٰہ مرقدہ نے مرتب کر کے شائع کی۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نوراللّٰہ مرقدہ اس کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''میں نہایت سوگوار دل کے ساتھ اپنے محسن ومخدوم اور واجب الاحترام بھائی اور نہایت وفادار دوست حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللّٰہ عنہ کی کتاب الفرقان کا دیباچہ لکھنے کی خدمت بجالارہاہوں۔حضرت ممدوح نے جب کتاب مذکورکو شروع کیا تھا کس کو یہ خیال اور وہم ہوسکتا تھا کہ یہ کتاب ابھی پوری نہیں ہوگی اور آں مخدوم کی رحلت کا زمانہ قریب آجائے گااوراس کتاب کوناتمام شائع کرنا پڑے گا۔ مگراللّٰہ تعالےٰ کی مرضی یونہی تھی کہ اس کتاب کے اجراء ہی میں مرحوم کوموت آجائے اوراس طرح پران کا یہ فعل (جو اعلےٰ درجہ کا قلمی جہادتھا) ہمیشہ کے لئے جاری سمجھا جاوے،ٹھیک اسی طرح پر جیسے ایک شہید کے افعال برابر جاری رہتے ہیں۔اس لئے میں اس کتاب کا ناتمام رہنے پرنہایت محزون ہوں۔مگر یہ امراس غم اورحزن کو بھلادیتا ہے کہ حضرت مخدوم کے اعمال صالحہ کے جاری رہنے کا موجب ہوٗاہے۔اللّٰہ تعالیٰ ان کے اس عمل کوقبول کرے اوراس کو بہتوں کی خیروبرکت کا موجب بناوے،آمین۔''

(الفرقان،خلافت راشدہ حصہ دوم ،باردوم۔قادیان:مطبع ضیاءالاسلام،1904ء۔دیباچہ)

اس کتاب کے ابتدائی 72 صفحات حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ مرتب کر چکے تھے کہ اس دوران آپ کا وصال ہو گیا۔ جبکہ آخری دو صفحات آپ کے وصال کے بعد حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نوراللہ مرقدہ نے بعد میں شامل اشاعت کئے۔ اس کتاب کا پیش لفظ حضرت عرفانی الکبیرؓ نے 26 نومبر 1905ء کو رقم فرمایا اور کتاب کی اشاعت دسمبر 1905ء میں عمل میں آئی۔

اس کتاب میں بھی خلافت راشدہ کا اثبات پیش کیا گیا ہے اور اہل تشیع کے خلافت راشدہ پر کئے جانے والے بعض اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ سورہ انفال کی پیشگوئیوں میں سے آٹھ پیشگوئیوں پر بحث کی گئی ہے جو مؤمنین کے بارہ میں تھیں۔ اسلام میں اختلافات کے آغاز کی تاریخ اور خلافت راشدہ پر مطاعن کرنے والے واقعات کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔ صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، نیز یہ کہ اسلام کی فتوحات خلافت راشدہ میں مقدر تھیں اور خلافت راشدہ میں ہی اسلام کئی ممالک میں پھیل گیا، ایسے دلائل اثبات خلافت بھی اس کتاب میں دیئے گئے ہیں

حضرت مولوی نذر علی صاحب پشاوری رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شیعہ مناظر کے اعتراضات پر مشتمل ایک خط حضرت حکیم مولانا نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول نوراللہ مرقدہ) کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ آپ نے اس خط کے جواب کے لئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ کو ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اس خط میں قرآن کریم سے شیعہ عقائد کا رد فرمایا ہے نیز خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ہونے والے مطاعن کے جوابات دیئے ہیں اور آداب وفضائل خلفائے راشدین نیز شان خلفائے راشدین بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفائے راشدین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ محبت واطاعت اور عشق کے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ آپ کی یہ آخری تصنیف ہے۔

آپ کے وصال کے بعد (اخبار الحکم اور البدر 1905ء نومبر دسمبر وجنوری تا دسمبر 1906) میں آپ کے بعض مضامین، مقالات، خطبات اور مکتوبات شائع ہوتے رہے۔ جن کا کسی اور موقع پر ذکر کیا جائے گا۔ اس عاجز نے اس حصہ میں آپ کی دستیاب کتب کا اجمالی تعارف پیش کر دیا ہے۔ تاہم کوئی بات بھی حرف آخر نہیں ہوتی۔ ممکن آپ کی مزید کتب بھی مل جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

2۔مضامین ومقالات

حضرت مولوی صاحب کے خدمات سلسلہ عالیہ ایک بہت بڑا حصہ ان خطبات، خطبات، تقاریر اور مضامین و مقالات پر مشتمل ہے جن کا ایک حصہ اس زمانے میں جماعتی اخبارات و رپورٹس میں شائع ہوا۔بطور نمونہ بعض خزائن و معارف کی فہرست بین السطور کی جارہی ہے۔

فہرست : خطبات، مضامین، مکتوبات

خطبہ جمعہ	الحکم 6/مارچ 1898ء
خطبہ جمعہ 5/مارچ 1898ء	الحکم 13/مارچ 1898ء
خطبہ جمعہ 5/مارچ 1898ء	الحکم 20/مارچ 1898ء
خطبہ جمعہ 8/اپریل 1898ء	الحکم 6/مئی 1898ء
خطبہ جمعہ 13/مئی 1898ء	الحکم 20/جون 1898ء
خطبہ جمعہ جون 1898ء	الحکم 13/جولائی 1898ء
خطبہ جمعہ جون 1898ء	الحکم 20/جولائی 1898ء
خطبہ جمعہ 30/ستمبر 1898ء	الحکم 8/اکتوبر 1898ء
خطبہ جمعہ 7/اکتوبر 1898ء	الحکم 15/اکتوبر 1898ء
خطبہ جمعہ 14/اکتوبر 1898ء	الحکم 22/اکتوبر 1898ء

خطبہ جمعہ 9/دسمبر 1898ء	الحکم 15/دسمبر 1898ء
فرمودات کریمیہ	ایضا 10/جولائی
خطبہ جمعہ	16/جولائی 1900ء
خطبہ جمعہ	10/جنوری 1901ء
خطبہ جمعہ	17/جنوری 1901ء
خطبہ جمعہ	31/جنوری 1901ء
خطبہ جمعہ	10/فروری 1901ء
خطبہ جمعہ	24/اپریل 1901ء
خطبہ جمعہ	9/اگست 1900ء
خطبہ جمعہ	24/اگست 1900ء
خطبہ جمعہ (خلاصہ)	17/جولائی 1900
خطبہ جمعہ ایضاً	24/جولائی 1900
خطبہ جمعہ 30/ستمبر 1898ء	الحکم 10/جنوری 1899ء
خطبہ جمعہ 3/فروری 1899ء	الحکم 17/فروری 1899ء
خطبہ جمعہ 10/مارچ 1899ء	الحکم 17/مارچ 1899ء
خطبہ جمعہ	الحکم 26/اپریل 1899ء
خطبہ جمعہ	الحکم 16/جون 1899ء
مضمون دعوت	الحکم یکم اکتوبر 1899ء
خطبہ جمعہ	الحکم 10/جنوری 1900ء
خطبہ جمعہ	الحکم 17/مارچ 1900ء
خطبہ جمعہ	الحکم 24/مارچ 1900ء
خطبہ جمعہ	الحکم 10/اپریل 1900ء
خطبہ جمعہ	الحکم 10/دسمبر 1899ء
خطبہ جمعہ	الحکم 17/مئی 1900ء

خطبہ جمعہ (چودہویں صدی کا حاشر)	24رمئی 1901ء
خطبہ جمعہ 17 اگست 1900ء	الحکم 24رمئی 1900ء
خطبہ جمعہ 2 جون 1905ء	بدر قادیان 8رجون 1905ء
خطبہ جمعہ	24راپریل 1904ء
خطبہ جمعہ 20رفروری 1905ء	بدر قادیان 8رجون 1905
خطبہ جمعہ 12رمارچ 1905ء	بدر قادیان 18رمئی 1905ء
خطبہ جمعہ اپریل 1905	بدر 13 اپریل 1905
خطبہ جمعہ 20رفروری 1905ء	بدر قادیان یکم جون 1905ء
خطبہ جمعہ مئی 1905ء (ذکر حبیب	بدر قادیان 11رمئی 1905ء
مکتوب	الحکم 6رمارچ 1898ء
مکتوب بنام ایک شیعہ دوست	الحکم 6رمئی 1898ء
مکتوب	الحکم 20رجولائی 1898ء
مکتوب	الحکم 6راگست 1898ء
مکتوب	الحکم 22راکتوبر 1898ء
مکتوب	ایضا 30رجون
مکتوب	ایضاً 10رجولائی
مکتوب پیر مہر علی کے جواب میں	16رستمبر 1899ء
مکتوب	الحکم 23رجون 1899ء
مکتوب بنام میر حامد شاہ صاحب	24رستمبر 1899ء
مکتوب	10رفروری 1904ء
مکتوب بنام مرتضیٰ خان صاحب	الحکم 17رجون 1900ء
مکتوب	الحکم 10رجون 1900ء
مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام مولوی صاحب	الحکم 31رمارچ 1905ء
عیدالاضحیٰ اور خطبہ الہامیہ	الحکم 17راپریل 1900

تقریر	الحکم 15 ردسمبر 1898ء
ایام الصلح فارسی کا تعارف	الحکم 6 راگست 1898ء
تقریر اول	الحکم 29 رنومبر 1898ء
دینیات کی شاخ	الحکم 17 رمارچ 1900ء

حضرت مہدی موعود کی نسبت حضرت میاں کوٹھے والی کی گواہی۔ الحکم 17 راکتوبر 1899ء

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی بہتری کی بہت مفید تجویز	الحکم 24 نومبر 1900ء

پیر مہر علی شاہ کا ایک راز اور اس کا افشاء (پیر مہر علی شاہ کی پیشگوئی)۔ الحکم 24 رمئی 1901ء

پیر مہر علی شاہ کی بابت پیشگوئی کا پورا ہونا	الحکم 24 راکتوبر 1899ء
اعجاز المسیح اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی	الحکم 3 رمارچ 1901ء
روئیداد جلسۂ دعا	الحکم یکم مئی 1900ء
سیرت مسیح موعودؑ کی بابت تجویز	17 رمئی 1901ء
پیشگوئی کا فلسفہ	24 مئی 1903
پیسہ اخبار اور لاہور اور مسیح موعودؑ اور قادیان دارالامان	الحکم 10 راپریل 1902ء
جنت الفردوس (خطبہ)	الحکم 10 راپریل 1902ء
پیشگوئیوں کی حقیقت	31 رمئی 1901ء
تقریر جلسہ سالانہ 1899ء	31 رمئی 1901ء
قسط دوم	10 رجون 1901ء
قسط سوم	17 رجون 1901ء
قسط چہارم	24 رجون 1901ء
قسط پنجم	30 رجون 1901ء
ہستی باری تعالیٰ	17 رجولائی 1901ء
شحنۂ حق کا ایڈیٹر اور اس کے اعوان	17 جنوری 1902ء
شحنۂ ہند سے سچا فیصلہ	14 رفروری 1902ء
حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت ایک سائل کو جواب	14 رفروری 1902ء

تقویٰ اور سیرت النبی ﷺ خطبہ جمعہ 8/جنوری 1904ء۔10/جنوری 1904ء

طاعون سے کون سی قوم فائدہ اٹھا رہی ہے	الحکم 17 مئی 1903
طاعون سے کون سی قوم فائدہ اٹھا رہی ہے	الحکم 24/مارچ 1904ء
سیرت النبی ﷺ ثبوت نبوت وجدانی طریق سے	10/اپریل 1904ء
فضلِ الٰہی کی راہ اور اس کی نشانی	10/اپریل 1904ء
آنحضرت ﷺ کی زندگی کے دو عظیم الشان پہلو	30/اپریل 1904ء
مدرسہ تعلیم الاسلام (اعلان)	24/مئی 1904ء
ایضًا	31/مئی 1904ء
محمد افضل مرحوم ایڈیٹر بدر	البدر 6 اپریل 1905
جہاد کی فلاسفی	الحکم 13/جنوری 1903
مدرسہ تعلیم الاسلام کو کالج بنایا جائے	الحکم 6 فروری 1903)
مدرسہ تعلیم الاسلام اور ہماری احمدی قوم۔	الحکم قادیان 28 فروری 1903

کفر بالرسول ایک عبرت انگیز سزا (محمد حسین بٹالوی کا انجام)۔ بدر قادیان 20/جولائی 1905ء

شہادۃ قرآنی قرآنی علیٰ کذب قادیانی'' کا جواب (صداقت مسیح موعودؑ پر اعتراضات کے جوابات)

	بدر قادیان 27/جولائی 1905ء
حضرت خلیفۃ اللّٰہ کی پُر درد بات (صداقت مسیح موعودؑ)۔	بدر قادیان 27/جولائی 1905ء
قسط دوم	بدر قادیان 3/اگست 1905ء
الحق (سیرت النبی ﷺ)	(الحکم 14 مارچ 1911)

3 مکتوباتِ صافی

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی سنتالیس سالہ زندگی کا زیادہ تر عرصہ وطن مالوف سیالکوٹ میں گزرا۔ 1893ء میں آپ ہجرت کر کے آقا کی بستی میں آ کر آباد ہو گئے اس لحاظ سے آپ نے قریباً 32 سال کا عرصہ سیالکوٹ گزارا اور زندگی کے آخری (پندرہ سال) ماہ وسال قادیان دارالامان میں بسر کئے۔ قادیان ہجرت کے بعد وطن میں آپ اپنے دوست احباب اور عزیز واقارب کو خطوط بھی رقم فرماتے رہے۔ بلکہ بعض دوستوں کو کہتے کہ ہفتہ میں چار مرتبہ کم از کم مجھے خط لکھیں تاکہ حالات عزیزان سے واقفیت حاصل ہو۔ آپ کے مکتوبات میں احوال وتعارف کے بعد احباب کو نصائح نیز حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی حیات وسیرت کی بابت اور آپ پر ایمان لانے کی دعوت کی تلقین ہوا کرتی اور اپنے دوست احباب کیا احمدی اور اور کیا غیر از جماعت سب سے اظہار ہمدردی وشفقت ہوتی۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں سینکڑوں دوست احباب اور عزیزوں کو ذاتی، علمی، دینی اور تربیتی نوعیت کے خطوط رقم فرمائے۔ بعد از ہجرت آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق سینکڑوں مکاتیب لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان خطوط کا ایک اپنا رنگ ہوتا، نرالی زبان ہوتی اور نرالہ انداز ہوتا۔ ان خطوط میں سے معدودے چند بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان مکاتیب کے بارہ میں حضرت شیخ عرفانی الکبیر صاحب نوراللہ مرقدہ کی رائے سے قارئین کوروشناس کروانا مناسب ہوگا:

''مخدوم الملۃ کے بہت سے خطوط الحکم میں ان کی زندگی میں چھپے اور شائع ہوئے اور ابھی بہت سے ہیں جوکہیں طبع نہیں ہوئے۔ یہ ذخیرہ بہت محنت اور سعی سے میں نے جمع کیا ہے اور جوان کی لائف کا ایک حصہ ہے۔ان خطوط کا طرزتحریر اور مضمون صاف بتا تا ہے کہ وہ معمولی خط ہیں جو اپنے احباب کو لکھا کرتے تھے۔اس لئے ان میں ہرقسم کی باتیں ہیں۔لیکن یہ امران کو پڑھ کر کھل جاویگا کہ ان خطوط کا لکھنے والا کس قسم کا ایمان اور دل رکھتا ہے۔اسکی زندگی کی غرض وغایت کیا ہے؟ پرائیویٹ خطوط سے کسی شخص کی اصل سیرت اور لائف کا پتہ خوب ملا کرتا ہے ......مکاتیب پڑھ کراس بات کا بخوبی اندازہ ہوگا کہ آپ کس قدر شفیق علی خلق اللہ تھے۔''

(الحکم قادیان 10 اکتوبر 1906ء)

سرسید احمد خان کے جنازہ کے متعلق ایک خط بنام معظم محمد خان صاحب

سرسید احمد خان بالقابہ کے وصال پر بعض احباب کی رائے تھی کہ ان کی غائبانہ نماز جنازہ قادیان میں پڑھائی جائے۔ یہ بات ہر احمدی پر عیاں ہے کہ جس نے امام مہدیؑ کی بیعت نہیں کی۔اس کا جنازہ نہ پڑھنے کا حکم ہے۔ذیل کے مکتوب سے اس امر پر خوب روشنی پڑتی ہے کہ کیوں نہ جنازہ پڑھا گیا۔ مدیر الفضل قادیان تحریر کرتے ہیں:

ذیل میں ہم ایک خط شائع کرتے ہیں تاہمارے احباب کو معلوم ہو کہ اپنوں سے برسر پرخاش ہوکر صلح کل کہلانے کا شائق فریق 1898ء میں بھی موجود تھا اوراس کا مرکز لاہور تھا۔ یہ شرگروہ ہر ایسا موقعہ (جس میں غیر احمدیوں سے ملنے اورمل کرانہیں جذب ہوجانے کی ذرا بھی گنجایش دیکھتا) ہاتھ سے نہ جانے دیتا اوراپنے دلی خیالات کو ظاہر کر کے اپنی پردہ دری اپنے ہاتھوں سے کرتا مگر ناکام رہنا خدا کے ماموروم رسل نے انہیں ہمیشہ ایسے خیالات پر ڈانٹا۔ چنانچہ عمر کے آخری ایام میں جب

آپ لاہور تھے تب بھی ایسی ہی کوشش ہوئی اور اسی بناء پر حضور نے پیغام صلح لکھا اور مجھے وہ منظر خوب یاد ہے۔ جب حضرت اقدس علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے کچھ فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ بار بار مشورہ دیتے ہیں کہ ان سے مل کر کام کرنا چاہیئے۔ سو جن شرائط سے ان کے ساتھ میل ہوسکتا ہے ہم نے اس رسالہ میں لکھا دی ہیں (یا لکھنے کا ارادہ کیا ہے وہ شرائط سنائیں اور فرمایا ہم نے تو انہیں دعوت الی الاسلام کی ہے) مگر افسوس کہ یہ لوگ اس نصیحت کہ وصیت پر عمل پیرا نہ ہوئے اور آخر اسی خطرناک راہ پر گامزن ہوئے۔ جو کعبہ کو نہیں بلکہ ترکستان کو جاتی ہے اور جو سراسر عبدالحکیم خان کی پیروی میں اسلام کی حدود سے باہر نکال کر تیر نامرادی میں جاڈالتی ہے۔

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسیّد جو مدعیان اسلام میں ایک ممتاز پایہ رکھتے تھے اور مسلمانوں میں فرقہ بندی کے خیال کو سم قاتل اور مسئلہ تکفیر کو اسلام کے تنزل کے اہم اسباب میں سے سمجھتے تھے۔ فوت ہوگئے تو ان صلح کل افراد نے...... یہ تجویز کی کہ سرسید کا جنازہ غائب قادیان میں پڑھا جائے اور پھر تمام امصار کے احمدی اس کی تقلید کریں اور اس پر حضرت اقدسؑ کا چہرہ سرخ ہوگیا کیوں؟ اس لئے کہ یہ خدا کے حکم کے صریح خلاف تھا اور اسے منافقانہ کارروائی قرار دیا اور موجب نزول غضب الٰہی فرمایا۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جسے برا نہیں کہا گیا اور جس کے بارے میں سکوت فرمایا چہ جائیکہ کوئی مکفر یا مکذب ہو یا خدا کے کھلے کھلے نشانات پر ایمان نہ لانے والا یا مامور کی دعوت سے بے پرواہ۔ پس میرے دوستو! میرے بھائیو! تم وہ کام نہ کرو جو باعثِ سخط الٰہی ہو نہ کسی غیر احمدی کا جنازہ پڑھو نہ انہیں رشتہ ناطہ دو، نہ ان کے پیچھے نماز پڑھو۔ **وفقنا اللّٰہ وایاکم** ۔ ہاں عام ہمدردی بنی نوع انسان اور امن وآشتی کے تمام مراتب خوش دلی سے ادا کرو کہ سب ایک ملک میں رہنے والے ہیں اور مسلمان دوسری قوموں سے تمہیں زیادہ قریب ہیں اور اقرب الیٰ الاسلام ہیں۔ ان کی مدارات ضروری۔ یہ خط مکرم معظم محمد خان صاحب کے نام کپورتھلہ بھیجا گیا اور سیّد عزیز الرحمٰن بریلوی کی عنایت سے ہمیں ملا ہے۔

''برادرم! مکرم وعلیکم السلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ ۔

متوفی (سرسید احمد خان کی) خبر وفات سنکر خاموش رہے۔ ہماری لاہور جماعت نے متفقاً زور شور سے عرضداشت بھیجی کہ وہاں جنازہ پڑھا جائے اور پھر نوٹس دیا جائے کہ سب لوگ کے ہر شہر میں انہی تقلید پر جنازہ پڑھا جائے اور اس سے نوجوانوں کو یقین

ہوگا کہ ہمارا فرقہ صلح کل فرقہ ہے اور اس پر حضرت صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا فرمایا اور لوگ نفاق سے کوئی کارروائی کریں تو بچ بھی جائیں مگر ہم پر تو ضرور غضب الٰہی نازل ہو اور فرمایا (ہم) تو ایک محرک کے تحت میں ہیں۔ اس کی تحریک کے کچھ کر نہیں سکتے۔ نہ ہم کوئی کلمۂ بد اُس کے حق میں کہتے ہیں اور نہ کچھ اور کرتے ہیں۔ تفویض الی اللّٰہ ہیں۔ فرمایا جس تبدیلی کے ہم منتظر بیٹھے ہیں۔ اگر ساری دنیا خوش ہو جائے اور ایک خدا خوش نہ ہو تو کبھی مقصود حاصل نہیں کر سکتے۔ رسالہ دعا بیس صفحے تک پہنچ گیا۔ میں اس کا ترجمہ فارسی میں کر رہا ہوں۔ آپ کے سوالات مولوی (حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیروی) صاحب کو دیئے گئے اور کوئی نئی بات نہیں۔''

عبدالکریم۔ 13/اپریل (1898)

(الفضل قادیان 28 مارچ 1915ء ص8)

بنام حضرت سیّد میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی

''جناب میر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

''خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری جماعت کا جوش دین کے ماتحت ہے۔ اس سے زیادہ میرے لئے کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ میں ان میں ایمان کا وہ نشان دیکھتا ہوں جسکے لئے خدا کے بندے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور بمشکل ہاتھ آتا ہے۔ وہ کیا ہے۔ حدود اللّٰہ کے پاس ٹھہر جانا۔ برادر عزیز ماسٹر غلام محمدؐ کا خط بڑا ہی لذیذ خط تھا۔ ان کے خط نے بہت سی نیک امیدوں کے لئے میرا دل خالی کر دیا ہے میں امید کرتا ہوں کہ یہ شاخ اگر مبارک تنا سے پیوستہ رہی (خدا تعالیٰ امتحان سے صراصر سے محفوظ رکھے) تو ایک عرصہ کے بعد جو حقیقی پختگی کا موسم ہوتا ہے۔ خوشا برگ و بار لائے گی۔ اگر میں اپنا دل کھول کر بتا سکتا تو اس سے بہتر یقین دلا سکتا جتنا مجرد تحریر دلا سکتی ہے کہ میں سوائے تاسف کے کسی بھائی پر ناراض نہیں ہوا۔ مجھے غم اور غصہ اس بات کا تھا کہ کوئی عنداللّٰہ گنہگار نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ میں اپنی صفائی کی نسبت علی وجہ البصیرۃ اعتقاد رکھتا ہوں۔ میں محض تشکراً کہتا ہوں کہ میرا سینہ ہم وطن بھائیوں کی محبت سے لبالب ہے۔ اس لئے اضطراراً ہر ایک

ایسی بات سے جو میری زعم میں ان کے حق میں مضر ہو مجھے غم لاحق ہوتا ہے۔ قصہ کوتاہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ فوری حرارت ٹھنڈی ہوگئی اور مطلع گرد وغبار سے صاف ہوگیا۔ چاہئے کہ بھائیوں کا ہرایک کام اور بات رفق اور نرمی سے پیدا ہو خلوت میں جلوت میں کسی بھائی سے زجر اور درشتی کا برتاؤ نہ ہو۔ کوئی محسوس نہ کرے کہ وہ شخص اپنے تئیں بڑا بنا تا اور سمجھتا ہے۔

حضرت حجۃ اللہ مرسل یزدانی کو دیکھو وہ باوجود اس بلند پائیگی کے خاکساری کی بہت نیچی سطح پر خدام سے برابر بیٹھتے ہیں اور اپنی تقریر وتحریر میں خلوۃ وجلوۃ میں کس ادب سے اپنے خدام کو یاد فرماتے ہیں۔ کاش اس خلق سے ہمیں کافی حصہ ملے تو ہم پھر زمین کی سطح پر فرشتے بسنے والے ہیں۔ مگر میں مایوس نہیں ہوا۔ سونگھ رہا ہوں کہ وہ وقت قریب ہے دور نہیں کہ خدا تعالیٰ کے ایام بہتوں کو اپنی رونق کے لئے منتخب کرلیں گے۔ خدا کرے کہ اس قرعہ میں ہم سب کا نام سب سے اول نکلے۔ گولڑوی کے متعلق فریب اور تزویر نے عجب گل کھلایا ہے۔ آج لاہور میں اس سے زیادہ شور ہے جو بطلان کی تصویر آتھم کی اس تاریخ پر برپا ہوا تھا۔ جمعہ کے دن سٹیشن پر سب مختلف المشارب لوگ جو ہمارے بغض میں ایک گھاٹ سے پانی پینے لگ گئے ہیں، یوں جمع ہوگئے اور گاڑیوں کے وہ پرے باندھے جیسے واسرائے کے استقبال کو کھڑے ہوئے ہیں۔ پھر اسے سوار کرا کر شہر کے اندر سے اس طرح پر تبرّا کرتے گزرے جیسے روافض سینہ پیٹتے اور قدوسیوں کو کوستے جاتے ہیں۔ غرض بطلان نے چند روز کے لئے اسی طرح رونق پیدا کرلی ہے جیسے اس دن جبکہ دو جہان کا سردار مکہ سے نکالا گیا تھا اور کفار قریب نے چند روز کے لئے چراغاں کرکے جھوٹی خوشی منائی تھی۔ آج حق کو جھوٹا کہا جارہا ہے اور راستی پاؤں تلے کچلی جارہی ہے اور بہت سے شقی چاروں طرف سے اٹھے ہیں کہ ناقۃ اللہ کے کونچیں کاٹ ڈالوں۔ آج وہ الہام پورا ہوا جو کچھ مدت ہوئی شائع کیا تھا کہ ''وہ بیت الصدق کو بیت التزویر بنانا چاہتے ہیں''۔

رات حضرت مرسل اللہ علیہ السلام اس امر پر دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ فرمایا ان شوروں سے ہم پر کیا رعب پڑ سکتا ہے۔ ہمیں تو یہ سارے شور ایک تمہید معلوم ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی اس نصرت کی آمد کے لئے جو دیر سے معرض التوا میں ہے۔ عادت اللہ

ہمیشہ یوں ہی ہے کہ جب تکذیب شدت سے ہوتی ہے تو غیرت الٰہی بھی اسی قدر نصرت کے لئے جوش مارتی ہے۔آتھم کے شور پر جو ہماری تکذیب اور اہانت ہوئی خدا تعالیٰ کی غیرت نے بہت جلد لیکھرام کا نشان ظاہر کیا۔اسی طرح ہم قوی امید رکھتے ہیں یہ شور تکذیب پیش خیمہ ہے کسی زبردست نشان کا۔ممکن ہے کہ کوئی بدقسمت اس شور کے رعب میں آکر کٹ جائے اسکا علاج ہم کیا کر سکتے ہیں۔اس لئے کہ سنت اللہ یہی ہے۔اللہ اللہ کس قدر نشان اور یگانہ نشان حضرت اقدس علیہ السلام کے من جانب اللہ ہونے کا ہے کہ یہ سب خبیث آندھیاں اس جبل اللہ کو ذرا بھی جنبش نہیں دے سکتیں۔ہم ذرا سی مخالف ہوا کے جھونکے سے ایک تنکے کی طرح ادھرادھر اڑنے لگ جاتے ہیں۔اگر خدائے قادر کے قہار وعدوں نے اسکی پیٹھ پر ہاتھ نہیں دھرا ہوا ہے تو یہ استقامت کہاں سے پیدا ہوگئی۔ **اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد۔**

تحفۂ گولڑویہ میں بڑے بڑے عجیب مضامین لکھے گئے ہیں حضرت اقدسؑ کو خود ناز ہے کہ اس میں غیر مسبوق نکتے تحریر ہوئے ہیں اور حقیقت میں ایسا ہی ہے۔قرآن کے نصوص صریحہ سے روز روشن کی طرح دکھادیا ہے کہ مسیح موعود ضرور ہے کہ اسی امت سے ہو۔یہ تحفہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتہ تک قابل اشاعت ہوجائے گا۔ہمارے لاہوری بھائیوں نے اپنی استطاعت کے موافق باطل کا مقابلہ خوب کیا اور دھڑلے کے اشتہار پے در پے نکالے ہیں. **شکر اللہ سعیھم**۔بدقسمت شہر میں جن کی چھتوں کے نیچے امام وقت کو وہ گالیاں دی جاتی ہیں۔جو ایک چوڑھے چمار کے منہ سے بھی قابل شرم ہوتی ہیں۔ وزیرآباد بھی اس بدقسمتی میں بہت بڑا حصہ دار ہے۔مگر امرتسر کے بعد لاہور نے بہت برا نمونہ دکھایا۔آتھم کے وقت ایک آنکھ قوم کی دکھنے آئی تھی۔اب لاہور میں دوسری آنکھ میں ٹیس پیدا ہوگئی۔**فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔محمد یار پکھّی کا ماتم اور ضعیف خدا بخش اس کے باپ کا پیچھے رہ جانا بڑی حسرت کا ماتم ہے۔خصوصاً دنیادار لوگوں کیلئے جنکی آنکھوں کے آگے دوسرے جہان کا مطلع صاف نہیں اور فانی منظر سے سخت پیچیدگی پیدا کر رکھی ہے۔نبی بخش درزی کی بھتیجی چراغ بی بی کی تصویر میری آنکھوں میں پھر رہی ہے۔کیا ہی چلبلی خوشنما کشادہ دل لڑکی تھی۔خدا تعالیٰ اسکے متعلقوں کو صبر دے۔اگر یہ لوگ دنیادار

نہ ہوتے تو میں اس لڑکی کے ماتم پر چند خاص باتیں انہیں ایسی سناتا اور ایسی تسلی دیتا کہ ان کا غم معاً خوشی سے بدل جاتا۔ غفر اللّٰہ لھم ۔ایسے دنوں میں میرا دل چاہتا ہے کہ آپ ہفتہ میں کم سے کم چار کارڈ ضرور لکھیں۔ میرا درد دل آگے سے بھی بڑھ گیا ہے۔ میری ساری نماز انہی دعاؤں سے اب لبریز ہوتی ہے۔ اگرچہ اپنی زندگی سب سے زیادہ ناقابل اعتبار ہے مگر دل اس دکھ کو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی عزیز اور دوسرے آنکھوں کے سامنے ہم سے رخصت ہو جائے۔ میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ آپ ازراہِ کرم ہفتہ میں چار دفعہ ضرور خط لکھا کریں۔ سب دوستوں اور متعلقوں کو یہ خط سنادیں۔ میرے والد صاحب کو بھی ضرور سنادیں۔ برادر عزیز غلام محمد کے خط سے معلوم ہوا کہ ماموں صاحب کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی ہے۔ بواپسی ان سے پوچھکر ان کا حال تحریر کریں۔ ماسٹر صاحب سے ضرور کہہ دیں کہ یہ ایام یہاں رہنے کے ہیں موت کا بازار گرم ہے۔ اگر یہ رخصتیں ختم ہو گئیں تو پھر ایسا موقعہ بہت دور جا پڑے گا اور زندگی کا اعتبار نہیں۔ جس طرح ممکن ہو کم سے کم پندرہ روز یہاں ضرور قیام کریں۔ مکان بہت اچھا ہے۔

ایک خط ارسال کرتا ہوں۔ مولوی فیروز دین ڈسکوی اور میاں کریم بخش مالک مطبع (بانی رسالہ انوارالاسلام از سیالکوٹ، مرتب) کو بلوا کر ان کے روبرو پڑھیں اور ان کو سمجھائیں کہ موت کو یاد کریں کیوں اس بدعملی پر کمر باندھی ہے۔ اس سے پہلے بھی میرے پاس اس قسم کی شکایتیں آئی ہیں۔ مولوی صاحب بھی تو بطور مبائع کے ہیں اور کریم بخش نے تو صاف بیعت کی ہوئی ہے۔ کیسی شرم آتی ہے اس خط کے پڑھنے سے۔ **اتقوا اللّٰہ ثم اتقوا اللّٰہ** ۔سب دوستوں کو سلام۔ بزرگوں کو سلام۔ شیخ مولا بخش صاحب کو بعد سلام کے کہیں کہ برادر عزیز مولوی محمد علی صاحب کی گرگابی کی کیا قیمت ہے۔

والسلام

عبدالکریم 26/اگست 1900ء، قریب مغرب آفتاب

(الحکم قایان 10 اکتوبر 1906ء)

بنام حضرت سیّد حامد شاہ صاحب سیالکوٹی نوراللّٰہ مرقدہ

''میر صاحب ۔السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

بشپ کی چٹھی کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام نے پختہ ارادہ رسالہ لکھنے کا کیا ہے پھر کیا ضرور ہے کہ اسکی نقل ہو اور درحقیقت دقت بھی ہے۔

سوسو والے آدمیوں کی فہرست میں نام ہے۔ ماسٹر غلام محمد صاحب کا۔منشی اللّٰہ دتا صاحب کا۔ شیخ مولا بخش صاحب کا۔ شیخ غلام حید صاحب ڈپٹی انسپکٹر کا۔اشتہار ان لوگوں کے نام بڑا مؤثر اور زبردست نکلا ہے۔ درحقیقت ان لوگوں کو خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے کاموں کی نصرت کے لئے انتخاب کیا۔میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی آجکل یہاں ہو تو تحریکات کو دیکھ کر سارا گھر کا گھر دیدینے پر راضی ہوجائے۔ دو ہی سبب ہیں جن سے سردمہری اور شحّ پیدا ہوتی ہے۔صفاتِ الٰہی یعنی امور اخرویہ پر کمزوریاں اور عدم صحبت صادقاں۔ایک بڑا نقص جو ہمارے بہت سے دوستوں کی سیرت میں ہے۔ یہ ہے کہ وہ حضرت غیرۃ اللّٰہ اور نور حق (حضرت مسیح موعودؑ) کی ملاقات بہت کم کرتے ہیں اور اپنی تراشی ہوئی تاویلوں پر تقلیل ارسال خطوط کے بارہ میں قناعت کر بیٹھتے ہیں۔ بہت سے ذی وسعت بھی ہیں اور اپنی اندرونی زینت میں اور گھر کے تعلقات کے اجبار کے وقت بڑے فراخ دل سے کام لیتے ہیں۔مگر ناسمجھی سے اس طرف آنے کو ضروری نہیں سمجھتے۔خدا تعالیٰ ان پر رحم کرے کہ وقت کے رخ کو سمجھیں اور دین کو دنیا پر مقدم کریں۔میرے دل میں سخت تڑپ اور رنج ہے میں ہر دم سوچتا ہوں کہ کیا کروں کونسا پیرایہ اختیار کروں کہ ان غافلوں کو یقین دلاسکوں کہ یہاں مدتوں بیٹھنا ازبس ضروری ہے اور وہ جو نوکر ہیں ایسا التزام کرلیں کہ زمانہ کے ہاتھ سے فرصتیں چھین چھین کر مجنوں وار اس طرف دوڑے آئیں۔ میرے دوستو۔ بڑی دولت جسے حاصل کرنے کو ہم اس عالم میں بھیجے گئے ہیں علوم صحیحہ اور عقائد صحیحہ ہیں۔میں اس لذت کو محسوس کرتا ہوں اور خداوند علیم جانتا ہے کہ بسا اوقات تنہائی کی گھڑیوں میں فخر کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس پاک نعمت سے بہرہ

مند فرمایا۔ میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ بہت تھوڑے اور بہت ہی تھوڑے ہیں جنہیں اس سماوی مائدہ سے کچھ بخشا گیا ہے۔ اس لئے کہ تھوڑے ہیں جو یہاں التزاماً بیٹھے ہیں اور قلیل ہیں جن کے پاؤں اس راہ میں اکثر گرد آلود ہوتے ہیں اور یہ قطعی بات ہے کہ بجز حضرت اقدسؑ کی صحبت کے یہ دولت مل نہیں سکتی۔

جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ زمانہ لامحالہ گزر ہی جائیگا اور میں معاً پوچھتا ہوں کہ صحابہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کیا صدمہ پڑا اور ایک نے چلا کر کہا اب افسوس تو اس بات کا ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور آسمان کا تعلق زمین سے مسدود ہوگیا۔ غرض جب میں ان امور پر غور کرتا ہوں تو مجھے سخت رنج آتا ہے کہ کیوں ہمارے دوست ان ایام کو غنیمت اور خدا کا فضل نہیں سمجھتے۔ میرے دوستو کفران دو قسم پر ہے۔ کفران جلی اور کفران خفی۔ پہلی شق صاف ہے جو بدقسمت جہری منکروں کے حصہ میں آئی ہے۔ کفران خفی یہ ہے کہ اس نعمت کا اعتراف کر کے اس پر اسکے اعتراف کے لوازم اور توابع کا عملاً اظہار نہ کیا جائے۔ میں آہ مار کر کہتا ہوں بہت ہیں جو اس بلا میں گرفتار ہیں پر وہ سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی اصل غرض اس سلسلۂ عالیہ کی اقامت سے یہ ہے کہ اس پر منعم علیھم کا سا ایمان دلوں میں پیدا ہوجائے اور یہ بات کیونکر حاصل ہوسکے۔ جب تک مہاجرین اولین کا رنگ روپ اختیار نہ کیا جائے ان میں سے کس نے کبھی عذر کیا کہ اس کے پاس خرچ نہیں یا اسکی آمد قلیل ہے محبت اور عشق کی لغت میں یہ پست الفاظ واقع ہی نہیں ہوئے۔ یہ ان لوگوں کے عرفی اصطلاحیں ہیں جنہوں نے اپنے بہت سے عذرات کے ساتھ **ان بیوتنا لعورۃ** بھی کہا۔ مسیح موعود آ جائے۔ وہی مسیح موعود جسکا انتظار تھا۔ اللہ اللہ مسیح موعود آ جائے اور منتظر عشاق صبر سے اپنے بال بچوں اور زمینوں میں بیٹھے رہیں۔ ایک ذلیل عورت کا عاشق ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کبھی صبر کر کے بیٹھا ہو اور کسی روک نے اسکے آگے کبھی ہاتھ کیا ہو کہ اب وقت نہیں تو اس کوچہ میں مت جا۔ تو مسیح موعود اور صدیوں کے منتظر کے مہدی مسعود کا عاشق کیونکر صبر سے بیٹھ سکتا ہے۔ اے میرے عزیز بھائیو خدا کے لئے تفکر کرو اور تلافی مافات کرو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ غلطی میں مبتلا ہو سخت خطا کرتے ہو۔ میں کب تک آپ کو یہ یاد دلاتا

رہوں گا اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ ایک میں ہی ہوں جو اسطرح ملامت کر کے بعضوں سے سخت ملامت بلکہ دشنام بھی سن لیتا ہوں۔ یا محبت اور نصح دم لینے نہیں دیتی۔ میری چٹھی جو اس الحکم میں چھپی ہے وہ خدا کے فضل سے لکھی گئی ہے۔ مگر ہے بڑے غور کی قابل اسے مجمع میں ضرور سناؤ شاید کسی کو لطف آجائے اور میرے حق میں دعا کرے۔ میں بعضے ابتلاؤں میں مبتلاء ہوں اور کوئی ذریعہ شفاعت الی اللّٰہ کا نہیں دیکھتا بجز صادقین کی طرف سے ذب ودفاع کرنے کے۔ میں اعتقاد کرتا ہوں کہ اس چھٹی میں الباطل (رافضیت) پر گردن زن حربہ چلایا گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ کسرِ صلیب کے ساتھ کسرِ رفض بھی ہوجائے۔ اسکی وہ شدت ہے کہ الاماں۔ کئی دفعہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ اب دل کی حرکت بند ہوجائے گی۔ موت کے قریب پہنچ پہنچ جاتا ہوں۔ دعا کا محتاج ہوں۔ برادران و بزرگان را سلام برسانند۔

عاجز عبدالکریم از قادیان یوم جمعہ 29/جون 1900ء

(منشی تاج الدین صاحب پڑھ کر میر حامد شاہ صاحب کو خط ارسال کردیں۔)

(الحکم قادیان 10/اکتوبر 1906ء))

بنام حضرت سیّد میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

برادر شیخ مولا بخش کے فرزند اور بیوی کی عافیت سے کس قدر خوشی ہوئی کہ بار بار رکوع سجود اور قیام میں باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے ہماری اضطرار کی دعاؤں کو سن کر مجیب المضطر ہونے کا ثبوت دیا۔ آج رات میں بے خوابی کے سبب سے بہت بیتاب رہا۔ صبح اٹھا تو اندر اندر سرور اور ایک کیفیت محسوس کرتا تھا۔ آخر کرید نے سے معلوم ہوا کہ اس خوشخبری کی خوشی ہے جو اندر سرایت کر گئی ہے اور بے اختیار دل کو مسرور کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمارے عزیز بھائی کو ابتلاء سے بچا لیا۔ میر صاحب ابتلاء ایک میدان ہے مرد آزما۔ بڑے بڑے میدان کاری جو آسائش کے وقت دعووں میں گردن کی پُھلاتے ہیں اس میں پاؤں رکھتے ہی پھسل جاتے ہیں۔ آہ...... حقیقت

میں اپنی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ابتلاؤں کے آئینہ میں مونہہ دیکھنے کے سوا اور کوئی راہ نہیں۔

اسلام کی اصل غایت یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سے سلم کی جاوے۔ الوہیت کا جوڑ عبودیت سے کبھی ہوسکتا ہی نہیں جب تک یہ آشتی درمیان نہ ہو۔ اس صلح کا پورا نمونہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے اپنی مکّی اور مدنی زندگی دونو میں یکساں الحمدللہ کہہ کر کھلا کھلا ثبوت دیا ہے کہ آپ کو اپنے ربّ کریم کی قضا و قدر سے کس قدر صلح ہے۔ دنیا کی کسی کتاب میں ایسی صلح کی مثال نہیں ملے گی جو کتاب اللہ ہیں الحمد للہ کے توسط سے ہی ظاہر کی گئی تھی۔ چھ بلکہ سات نمازوں میں ہر رکعت کا افتتاح الحمد للہ سے کرنا بتاتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے حوادث اور نوازل کو ہر چہ از دوست میرسد نیکوست کے رنگ پر دیکھا ہے۔

مکّی زندگی جو تلخ ترین مصائب سے لبریز ہے اور پھر مدنی زندگی جو فوق العادت کامیابیوں اور نصرتوں کا عجائب خانہ ہے۔ دونو زندگیاں اسی ایک جام سے سرشار ہو کر صاف دکھاتی ہیں کہ نہ مصیبتوں نے آپ کے دل پر کوئی برا اثر ڈالا اور نہ کامیابی اور فتح کی شادمانی نے آپ کو از خود رفتہ کیا۔ ہر حال میں ایک ہی آواز الحمد للہ ہے جو آپ کے اندر سے نکلتی ہے۔ اللہ اللہ کس قدر معرفت رب جلیل کی اور اس کی صفات کی آپ کو ہے جو اس عالم میں اپنا کام کر رہی ہیں۔ اس قدر مسالمت اور مصالحت خدا میں بالکل ہو جانے کے سوا ممکن ہی نہیں۔

رات دن میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ایک نماز آجاتی ہے۔ ان وقتوں میں ممکن ہے کہ نمازی کسی حادثہ کا آماجگاہ بنا ہو۔ ممکن ہے اس کا اکلوتا بیٹا مر گیا ہو جس کے آئندہ کی نشو و نما پر اس کی جاں پرور امیدیں منحصر نہیں۔ ممکن ہے اس کے سارے اندوختہ کو چور لے گئے ہوں۔ غرض سخت حادثہ واقع ہو جو جہاں کو اس کی آنکھوں میں تیرہ تار کر دے۔ مگر نماز معاً نماز میں کھڑے ہوتے ہی پہلا کلمہ جو اس کے مونہہ سے نکلے گا الحمد للہ ہوگا۔ یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ حمد کا حقدار ہے اس لئے کہ وہ ربّ العالمین الرحمٰن الرحیم اور مالک یوم الدین ہے۔ یہ تعلیم جو اسلام کی ابتدائی تعلیم ہے اور جو در حقیقت کل

سا کنان راہ حق کی آخری اور انتہائی معراج ہے۔یہ تعلیم تمام اخلاق فاضلہ کی جامع ہے۔اسی مقام پر پہنچ کر انسان انبیاء کا نمونہ اور اوتار بنتا ہے......۔افسوس ان پر جو نماز کی عادت نہیں رکھتے جس میں ایسی دعا کی روزانہ مشق ہے جو اس جہان میں سچی خوشی حاصل کرنے کا یگانہ وسیلہ ہے اور پھر افسوس ان پر جو رسمی نمازوں میں برسوں سے مصروف ہیں۔مگر ہنوز اس نماز کی حقیقت تک نہیں پہنچے کہ وہ ہر روز باری تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہو کر مونہہ سے کیا کہہ رہے ہیں جس سے ان کے دلوں کو ذرا بھی اتفاق نہیں وہ کبھی پرواہ نہیں کرتے کہ نفاق کا رنگ ان کے دل کی ساری سطح پر محیط ہو گیا ہے اور قریب ہے کہ مسلول کے شش کی طرح دل ایک ہی دفعہ گل سڑ کا فنا ہو جاوے۔اس دعا کے وسیلہ مسلمان زمین پر اسی طرح بسر کرتے ہیں جس طرح فرشتے آسمان پر۔یہی دعا ہے جس سے زمین پر صلح کاری اور طہارت اور سچی راستبازی پھیل سکتی ہے۔یہی دعا ہے جس کی پاک تاثیر سے شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پانی پی سکتے ہیں اور بالآخر یہی دعا ہے جو خدا تعالیٰ کے دربار میں شرفیاب ہونے کے قابل بنا سکتی ہے۔مبارک ان مصلّیوں کو جنہوں نے اس دعا کے گُر کو سمجھا۔میری طرف سے آپ شیخ صاحب کو مبارکباد دیں اور تاکید کریں کہ بہت سا وقت استغفار اور لاحول پڑھنے میں بسر کریں۔لاحول تسلیم،توکل اور رضا بقضا کے اظہار اور حصول کا کامل نسخہ اور ذریعہ ہے۔ہمارے سردار عمر فاروق صلوات اللّٰہ علیہ جہاں اپنے فوجی افسروں اور احکام اور فرامین بھیجا کرتے ساتھ ہی یہ بھی لکھا کرتے تھے:

”اکثروا من قول لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم“

طبری کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کارزار کے مختلف اور خطرناک موقعوں میں افواج اسلامی نے اس نسخہ کو بہت مفید پایا۔......خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو دعا مانگنے کی اٹکل سکھا دے اور اس کی لذت سے ان کے دلوں میں وہ خوف وخشیت ہو کہ آسمان گواہی دے اٹھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام زمین کے فرشتے اور نور ہیں۔“ (الحکم قادیان 24 ستمبر 1900ء ص 1-3)

بنام حضرت سیّد میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی

’’قادیان 3 ستمبر

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

خدا تعالیٰ کے فضل سے گذشتہ مہینہ آرام اور عافیت سے گزرا۔ یہاں رات کو سردی خاصی ہوتی ہے۔ بادل اکثر گھرے رہتے ہیں۔آس پاس ہیضہ کی بہت شکایت ہے۔ یہاں مرسل اللّٰہ کے وجود پاک کی برکت سے عافیت ہے۔ پرسوں جناب مسیح علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے غنائی ذاتی پر بہت موثر اور ڈر دلانے والی تقریر فرمائی۔فرمایا گرچہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنَّـهٗ اٰوَى الْـقَرْيَة .مگر خدا تعالیٰ کسی کا محکوم رہنا نہیں چاہتا۔اسکی صفت غنا ہر دم تقاضا کرتی ہے کہ انسان کبھی ایمن اور مطمئن ہو کر نہ بیٹھ رہے۔اسکا منشاء ہے کہ انسان خوف وہراس میں اوقات بسر کرے تو کہ ذلّ عبودیت قائم رہے۔فرمایا ہیضہ خدا تعالیٰ کی تلوار ہے بہت بہت دعائیں مانگو کہ اللّٰہ تعالیٰ اس سے اس گاؤں کو محفوظ رکھے۔اس لئے کہ مخالفوں کے نزدیک اور جگہوں کے لوگ تو شہید ہوتے ہیں مگر خدا نہ کرے جو یہاں پڑے تو یہی کہیں گے کہ ان پر غضب الٰہی پڑا۔تحفہ گولڑویہ (تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام) میں بڑے بڑے دقائق معارف بیان فرمائے ہیں۔آج فرماتے تھے۔خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک الہام ہوا ہے۔جسکے یہ معنے ہیں کہ یہ رسالہ بڑا با برکت ہوگا۔اسے پورا کرو اور پھر الہام ہوا: **قل رب زدنی علماً** (تذکرہ، بار چہارم، 2004ص309)

کل بڑا دلچسپ مضمون لکھا ہے۔یوشع بن نون علیہ السلام سے جناب ابوبکر صدیق رضی اللّٰہ عنہ کی پوری مشابہت بیان کر کے شیعوں پر یہی ایسی حجت قائم کی ہے کہ اس باطل کے تار و پود ادھیڑ ڈالے ہیں۔غرض اپنی ضرورت اور ثبوت کو اب قرآن ہی سے ثابت کرنے کی طرف بہت توجہ مبذول فرمائی ہے اور **کما استخلف الذین من قبلهم** (النور:56) سے روز روشن کی طرح دکھا دیا ہے کہ مسیح موعود ضروری تھا کہ غیر قریش سے ہوتا اور وہ میں ہی ہوں۔ قرآن کریم سے نیچریوں اور دیگران منکران حدیث کے جو حدیث کی بنا پر اس سلسلہ کو ترکیب یافتہ اور اس لئے بے وقعت سمجھتے تھے خوب ہی تسلی کی ہے۔فرماتے تھے چونکہ مضامین کی آمد

بہت ہے اور وہ چاہتی ہے کہ درمیانی سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے اس لئے کہ ٹوٹنے میں بسا اوقات پیش آمد مضمون فوت ہو جاتا ہے۔ مناسب ہے کہ جمعرات تک پھر نمازیں ظہر اور عصر کی جمع کر کے پڑھی جائیں۔ چنانچہ آج ایسا ہی ہوا۔ پچھلے ہفتہ میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ یوں ثابت اور صحیح ہوگئی وہ پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ **تجمع له الصلوٰة**۔

ثم السلام علیکم و علی من لدیکم. من الاخوان و الخلان۔

عاجز عبدالکریم

(برادر منشی تاج الدین صاحب یہ خط پڑھ کر اور ممکن ہو تو کسی کو سنا دیں۔ برادر منشی محمد شادی خاں صاحب چوب فروش۔ متصل ٹبہ سادھواں۔ سیالکوٹ روانہ کر دیں۔)

میں کچھ علیل ہو گیا تھا خط ڈاک میں ڈال نہ سکا۔ آج آپ کا خط۔ مہر شاہ بے مہر کی انکاری رجسٹریاں اور تین ناپاک اشتہار نکلے۔ حضرت اقدس علیہ السلام آج ظہر و عصر میں بوجہ درد سر تشریف نہیں لائے۔ چونکہ تحریک بہت ہے یہ درد سر بتاتا ہے کہ خدا کا کلام آج نازل ہوگا۔ ان اشتہاروں خصوصاً زٹلی کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی غیرت کا جوش بہت دور نہیں۔ میری بہت سعادت ہے کہ میں بھی اب ان لوگوں کی تحریروں میں برائی کے ساتھ تحریر ہوتا ہوں۔ **و ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء**۔ حضرت نے ایک دن فرمایا اب تو آپ بھی ہمارے ساتھ گالیوں میں شامل ہو گئے۔ بڑا ثواب ہے آج مفتی صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ شہر لاہور میں پھر ہیضہ شدت سے شروع ہو گیا ہے اللّٰہ تعالیٰ ہماری جماعت پر فضل کرے۔ بھائیوں کو تاکید کر دیں کہ وقتوں کو ضائع نہ کریں استغفار بہت پڑیں۔ واللّٰہ معکم۔ عاجز عبدالکریم

بعد نماز عصر 4 تاریخ ستمبر 1903"

(الحکم 10 اکتوبر 1906ء ص 10)

بنام منشی تاج الدین صاحب

منشی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے کل (14/اکتوبر 1900ء مرتب) سے ہمارے حضرت

پوری صحت سے ہیں۔ پرسوں عصر کے وقت آئے۔فرمایا صحت بہت علیل ہے دعا کرنی چاہئے۔ مجھے اس لفظ سے رقّت ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ وہ ہیں جس کی نسبت خدا تعالیٰ کہہ چکا ہے۔انت الشیخ المسیح الذی لا یُضاعُ وقتہٗ۔میں امید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو آپ کے درجات کی ترقی بہت منظور ہے کہ ایک طرف تو آپ کے سپرد اس کثرت سے کام کر دئے ہیں کہ ان کے تصور سے قوی سے قوی زہرہ آدمی کی پیٹھ ٹوٹ جاتی ہے اور اس پر اس قدر بیماریوں کا ہجوم۔مسکرا کر فرمایا ہاں یہ تو ہمیں یقین ہے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کے بہت مصالح ملحوظ ہیں۔رات اُس مضمون کا تذکرہ ہؤا۔جو کسی امام دین لاہوری نے اخبار عام میں ابھی شائع کیا ہے کہ اس نے احمد بیگ والی پیشگوئی پر اعتراض کیا ہے۔فرمایا اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے خوف سے غور کرے کہ چار شخصوں کی موت کی نسبت ہماری پیشگوئی تھی جن میں تین ہلاک ہو چکے اور ایک (داماد) باقی ہے۔تو اس کی روح کانپ جائے گی کہ کس دلیری سے اور کیوں وہ اعتراض کرسکتا ہے۔اُسے سمجھ لینا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے مصالح اس میں ہیں۔پھر فرمایا خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ راستبازوں کے مخالفوں کی عمریں بھی ان کے کارخانہ کی رونق کے لئے لمبی کر دیتا ہے۔خدا تعالیٰ قادر تھا کہ ابوجہل اور اس کے امثال پر مکّہ معظّمہ میں یکجا اور ناگہاں بجلی پڑ جاتی اور بہت بڑی ایذا پہنچانے سے قبل ان کا استیصال ہو جاتا۔مگر ان کا تار و پود درہم برہم نہ ہؤا۔جب تک بدر کا یوم نہ آیا۔اگر ایسی ایسی کارروائیاں جلد جلد پوری ہو جائیں تو نبی بہت جلد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور وہ گرمئی ہنگامہ کیونکر رنگ آرائے چہرۂ ہستی ہو۔جن کے قیام کے بغیر طرح طرح کے علوم و حکمتیں بروئے کار نہیں آسکتیں۔فرمایا خدا تعالیٰ صادق کو نہیں اٹھاتا جب تک اس کا صادق ہونا آشکار نہ کر دے اور ان الزاموں سے اس کی تطہیر نہ کر دے جو ناعاقبت اندیش اس پر لگاتے ہیں۔اس پر پھر آپ نے کل کی اپنی رؤیا سنائی۔فرمایا کیا دیکھتا ہوں کہ محمود کی والدہ آئی ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک جوتی ہے اور مجھ سے کہتی ہیں یہ نئی جوتی آپ پہن لیں اور پھر میرے ہاتھ میں دیکر کہا یہ جوتی آپ کے لئے ہے۔پہن لیجئے دشمن زیر ہے۔

مفتی صاحب (حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق بھیرویؓ۔مرتب) کی معرفت کوئی خط آپ کو پہنچا اس میں کئی چیزیں مطلوب نہیں۔کیتھلی کی نسبت کیا تجویز ہوئی۔میاں چراغ دین صاحب کل ظہر کے وقت یہاں سے سخت بیقرار ہو کر چل دیئے کہ میں حضرت جی کے بغیر یہاں ٹھہر نہیں سکتا۔ میں نے بڑی منّت اور دلائل سے انکو سمجھایا کہ یہاں ٹھہرنا آپ کا آپ کیلئے بہت مبارک ہے۔اگرچہ حضرت تشریف نہیں لائے۔ میں نے اپنے تجربے بتائے کہ کس طرح ان مکانوں میں خدا کی برکت برستی ہے اور اندر ہی اندر پاکیزگی کی طرف بڑھنے اور معاصی سے بچنے کی توفیق ملتی ہے۔جس طرح حرامکاری کے مکانوں میں بود باش کرنے سے دلوں میں خود بخود ایک قساوۃ اور تاریکی پیدا ہو جاتی ہے اور صفائی باطن منکدر ہو جاتی ہے اور پاک توفیق چھن جاتی ہے۔اسی طریق پر ان مکانوں میں جہاں مہبط انوار الٰہی اور مورد نزول ملائکہ ہوتا ہے سکونت اختیار کرنے سے دل قدرتی کشش سے نوارنی ہوتے اور تقویٰ طہارت کی زینتوں سے آراستہ ہوتے رہتے ہیں۔ (الحکم قادیان 17/ اکتوبر 1900 ص 1-6)

مکتوب بنام حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب

''قادیان 9 ستمبر 3 بجے بعد ظہر برادرم مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط پڑھ کر حضرت اقدس علیہ السلام نے قبل از نماز ظہر بڑی لطیف تقریر کی اور مجھے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ارادۂ الٰہی کے موافق ہو رہا ہے۔ضروری تھا کہ یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے ان آثار کی صداقت پر مہر لگا دیتے جن میں لکھا ہے کہ مہدی موعود کے وقت بڑا شور برپا ہوگا اور اسکو سلف وخلف کے عقائد کے خلاف باتیں بنانے والا کہہ کر کافر ٹھہرایا جائے گا۔اس وقت ہمارے احباب کو ایسا ہی صبر کرنا چاہئے جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے مکہ معظّمہ میں کیا۔کوئی حرکت ان سے ایسی سرزد نہ ہوئی جو انہیں حکام تک پہنچاتی۔اس وقت کسی پر بھروسہ نہ کریں کہ فلاں شخص ہماری مدد کریگا۔یاد رکھیں اس وقت خداوند جل و علا کے سوا

کوئی ولی ونصیر نہیں۔

بڑا لمبا چوڑا اشتہار کسی شیخ عبدالرحمٰن کشمیری بازار لاہور کا شائع کیا ہوا بھی ملا۔ حضرت اقدس نے اس پر فرمایا اب ہماری باتیں ان لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتیں اور درحقیقت جب تک آسمان سے نور نازل ہوکر قلوب کو بافہم نہ بنائے کوئی نہ سمجھا سکتا ہے اور نہ کوئی سمجھ ہی سکتا ہے۔ یہ ایام ابتلا کے ایام ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہی سچ ہے کہ خدا تعالیٰ کے اولیاء سے جنگ کرنے کے سبب سے نہ صرف ایمان ہی سلب ہو جاتا ہے بلکہ عقلیں بھی سلب ہو جاتی ہیں۔ اسوقت جو بولتا ہے یہی بولتا ہے اور بیسیوں خط اطراف سے اس مضمون کے آئے ہیں کہ مہر شاہ نے مرزا صاحب کی ساری شرطیں منظور کرلیں پھر وہ مقابلہ کے لئے کیوں نہ آئے۔ اللّٰہ اللّٰہ ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ کوئی غور کرتا ہی نہیں کہ اصل بات کیا ہے۔ الحاصل خلاصہ اور اہم اور لب لباب امر ساری تقریر کا یہ ہے کہ صبر کرو اور زبان اور ہاتھ سے صدق اور صبر کے خلاف کوئی بات اور حرکت ظاہر نہ کرو۔ برادر مفتی صاحب یہ خط پڑھ کر اور سنا کر ازراہِ کرم میر حامد شاہ صاحب کے نام سیالکوٹ روانہ فرمادیں اور میرے مکتوب الیہ میرے سارے احباب کی خدمت میں میرا سلام عرض کردیں اور میرے لئے مخصوصاً خلوص قلب سے دعا کریں کہ مجھے اعلائے کلمۃ اللّٰہ کی توفیق پیش از پیش عطا ہو۔

عاجز عبدالکریم''

(الحکم قادیان 10/اکتوبر 1906ص 10)

مکتوب بنام حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب

''قادیان 8 ستمبر 1900ء بارہ بجے دن کے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے خط کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''میں اس ابتلا میں ان کے لئے بہت دعا کرتا ہوں۔ اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ درحقیقت ابتلا بڑی رحمت کا موجب ہوتے ہیں کہ ایک طرف عبودیت مضطر ہوکر اور چاروں طرف سے کٹ اسی اکیلے سبب ساز کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور ادھر سے الوہیت اپنے فضلوں کے لشکر لے کر اس کی تسلی کیلئے قدم بڑھاتی ہے۔ میں ہمیشہ یہ سنت انبیاء علیہم السلام اور سنت اللہ میں دیکھتا ہوں کہ جس قدر اس گرامی جماعت کی رافت ورحمت ابتلا کے وقت اپنے خدام کی نسبت جوش مارتی ہے آرام وعافیت کے وقت وہ حالت نہیں ہوتی۔''

حضرت کو کل دردسر کے وقت بار بار یہ الہام ہوا۔ **انی مع الامراء اٰتیک بغتۃً**

(تذکرہ، بار چہارم، ص310)

یعنی میں امیروں کے ساتھ تیری طرف اچانک آؤں گا۔ اس الہام سے بشارت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اب امیروں کو اس آسمانی سلسلہ کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہے۔ تحفۂ گولڑویہ میں بہت سے اچھوتے اسرار لکھے ہیں امید ہے کہ بہت سے سعید اس سے مستفید ہونگے۔ رات مولوی نورالدین صاحب نے اس آیت کے معنے پوچھے **وما کان لبشرٍ ان یُکلّمہُ اللّٰہُ الا وحیاً او مِن وراء حجاب او یُرسل رسولاً**۔ (الشوریٰ:52)۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اس پر بہت سا جھگڑا ہوا۔ حضرت نے فرمایا قبل اس کے کہ اس آیت کے حل کی طرف ہم متوجہ ہوں۔ ہم عملاً دیکھتے ہیں کہ تین ہی طریقے ہیں خدا تعالیٰ کے کلام کرنے کے چوتھا کوئی نہیں۔ 1۔ رؤیا۔ 2۔ مکاشفہ۔ 3۔ وحی۔

پھر بہت غور کے بعد ہاں نماز عشا سے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا مولوی صاحب! اس

آیت کے معنے خوب کھل گئے ہیں۔ **من وراء حجاب** سے مراد رؤیا کا ذریعہ ہے۔ من وراء حجاب کے معنے یہ ہیں کہ اس پر استعارے غالب رہتے ہیں۔ جو حجاب کا رنگ رکھتے ہیں اور یہی رؤیا کی ہیئت ہے۔ **یرسل رسولاً** سے مراد مکاشفہ ہے۔ رسول کا تمثل بھی مکاشفہ میں ہی ہوتا ہے اور مکاشفہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ تمثلات ہی کا سلسلہ ہوتا ہے۔ اسکے بعد بڑے جوش اور خوشی سے فرمایا کہ قرآن کریم کیسے کیسے حقیقی اور عظیم علوم بیان فرماتا ہے۔ اس آیت کے ہمرنگ انجیل وتوریت میں تو ڈھونڈ کر بتاؤ۔ مولوی صاحب نے پوچھا تھا۔ اس تفسیر سے پہلے کہ **من وراء حجاب** سے یہ مطلب ہو کہ خدا تعالیٰ کا نظر آنا کوئی ضروری نہیں۔ فرمایا یہ مطلب ہی نہیں۔ یہ معنی ہی رؤیا کے ہیں اور لفظ **من وراء حجاب** نے تو حقیقت رؤیا کے فلسفہ کی بیان کی ہے۔
غرض جس بات نے ہمیں لطف دیا اور ہمارا سینہ اس صدق کے خیال سے بھر گیا کہ لاریب یہ انسان من جانب اللّٰہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے اپنا ذاتی تجربہ بتایا اور پھر آخر کار کتاب اللّٰہ سے بھی اسی کی صداقت ثابت ہوئی اور ثابت ہوا کہ ہم لوگوں کے علم خواہ ہم میں بڑے بڑے ہی ہوں حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں۔
اس وقت ابر محیط ہے۔ ہوا جاڑے کی طرح خنک چل رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ قادیان میں اگست کے گندے مہینہ کا کوئی رنگ اللّٰہ تعالیٰ نے ہمیں نہیں دکھایا۔ اپریل کی طرح گزر رہا ہے خفیف سا ترشح بھی صبح ہوا۔ یہ خط آپ منشی تاج الدین صاحب کو ارسال کر دیں اور وہ پڑھ کر جلدی میر حامد شاہ صاحب کو ارسال کر دیں اور میر حامد شاہ صاحب ازراہِ کرم میرا پہلا خط منشی محمد شادی خاں سے لیکر جو ابھی منشی تاج الدین صاحب کے توسط سے سیالکوٹ پہنچا ہے۔ مع اس خط کے برادر خلیفہ نورالدین صاحب (یکے از احباب 313) کو جموں ارسال فرما دیں۔ سب بھائیوں کو سلام۔

عاجز
عبدالکریم''

(الحکم قادیان 10 اکتوبر 1906ء ص 19)

مکتوب بنام ایک شیعہ دوست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

''جناب سید صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا خط مجھے ملا۔افسوس میں نے عبث آپ کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ مجھے جناب علی رضی اللہ عنہ سے ویسی ہی محبت ہے کہ جیسی ایک راست باز متقی کو اس امام متقین سے ہونی چاہیئے۔ میں نے اپنے نص صریح کے اظہار سے اپنا عقیدہ لکھا اور اس رسالہ میں بھی بقدر ضرورت کے لکھا اور یہ عقلاً وشرعاً ایک نیک گمان شخص کے لئے کافی تھا۔مگر میں افسوس سے دیکھتا ہوں کہ آپ بڑی کوشش اس میں مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ میں ملزم قرار پاؤں۔انسان اپنے منطوق کلام سے قابل اخذ وملام ہوتا ہے نہ مفہوم واستنباط کلام سے۔ میں نے منطوقاً ونصاً تو اپنے صادق مافی الضمیر کا اظہار کر دیا اور آپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اتنا لکھنے پر بھی مجھے **ابتغاء اللہ** اور آپ کے اس اعتراف نے مائل کیا کہ آپ کو اس سلسلۂ عالیہ سے انتساب ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ خوب جانتا اور اس کا قانون فعلی یعنی مخلوق کی قبولیت گواہ ہے کہ میں اس رسالہ کی تحریر سے اپنا مخلصانہ مدعا باکمال وجوہ پورا کر چکا اور صحیح معنوں میں کامیاب ہو چکا ہوں اور دوسری زبردست تالیف کے فکر میں ہوں۔ جسے **بحول اللہ و قوۃ** جلد شائع کرونگا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی قوت دلائل پہلے رسالہ سے کہیں بڑھکر ہوگی اور آپ کا دھمکی دینا کہ اکثر لوگ مجھ سے بیزار ہو گئے ہیں۔میری روح میں ادنیٰ جنبش واضطراب پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر مجھے یہ سنایا جاتا کہ میری کوشش کو متحداً جمہور الناس نے قبول کرلیا ہے تو مجھے اندیشہ ہوتا کہ میں مداہن ،منافق اور عند اللہ مردود مخذول ہوں۔ سنۃ اللہ استمراراً یوں ہی چلی آتی ہے کہ صادقوں کا ساتھ تھوڑے ہی دیتے اور قلیل ہیں جو ان کے مساعی جمیلہ کا شکر کرنے اور تہ دل سے داد دیتے ہیں۔

سیّد صاحب آپ فرماتے ہیں کہ اس پہلے خط کو شائع کر دیا جائیگا۔ میرے پیارے سیّد اور سادے بزرگ آپ کو یا تو خود مغالطہ لگا ہے کہ آپ نے کچھ مابہ الاعتناء امر اس میں لکھا ہے یا آپ کے سادہ نیک نہاد اصحاب نے آپ کو مغالطہ دیا ہے کہ آپ کی تحریر میں کچھ بات بھی ہے۔ آپ میرے اس خط کے بعد دوسروں سے اس میں غور کریں کہ آپ نے لکھا ہے ہی کیا ہے۔

اس سارے خط میں جواب تک میرے پاس محفوظ ہے آپ نے دو ہی باتیں کی ہیں۔ اول مجھے دشمنِ جناب علی رضی اللہ عنہ ثابت کرنے کے ناکامیاب کوشش فرمائی ہے۔ دوم بنی عباس کی خوشامدیوں کی جھوٹی تاریخوں کی لغو روایات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے اسلام کو غیر ملکوں میں پھیلانے والے اور پھر آخر دم تک کلمہ طیبہ پر قائم رہنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معائب شماری کی ہے اور خوب ہی جتے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے غور نہیں فرمائی کہ میں علی کا دشمن کیا خارجی ہوں اباضیہ فرقہ کا ممبر ہوں۔ یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ وہ خبیث قوم تو حضرت علی اور حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنھم اجمعین سے یکساں بیزار ہیں۔

ابھی مسقط کے ایک عالم کی کتاب جو بڑا مستند خارجی عالم تھا، ہمارے ایک دوست نے ارسال کی ہے۔ اس میں ان کی عقائد ان ائمہ دین کی نسبت پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رافضی شیعہ تو آپ کی نزدیک بھی مسلم ہے کہ میں نہیں ہوں۔ رافضی تو میری خوش قسمتی سے اصحاب ثلاثہ کے ساتھ میرے نام بھی ضرور تبرّا کرتا ہوگا۔ تو پھر خدا کے لئے آپ ہی فکر کریں کہ میں کیا ہوں۔ بس یہی کہ میں بفضل اللہ پکا محمدی سنی ہوں اور محمدی سنی صد ہزار لعنت بھیجتا ہے ابوبکرؓ کے دشمن پر عثمانؓ کے دشمن پر علیؓ کے دشمن پر حسنؓ کے حسینؓ کے دشمن پر معاویہؓ کے دشمن پر۔ غرض کل صحابہؓ کے دشمن پر۔ اب بتایئے کیونکر کسی کو حق پہنچتا ہے کہ میری کوئی ایسی تحریر ثابت کرنے کی سعی کریں جس سے میں دشمن علیؓ ٹھہر جاؤں۔ ہاں اصل بات دور نکل گئی۔ آپ نے حضرت علیؓ پر اپنی تحریر میں کیا احسان کیا آپ نے جو ستم ڈھانا چاہا مجھے ہی غلطی سے نشانہ بنایا۔ بجا ہے اس کے

کہ آپ وہ خط جو مجھے لکھا ہے اور جس میں حقیقتاً بجز جوش اور ابال کے کام کی کوئی بات ہی نہیں شائع کریں اور جس کا فی الواقع مجھے بموئے خیال و ہراس نہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ شیعوں کے موہوم تصور کردہ علی کے سر پر سے ان الزامات کو اٹھانے کی کوشش کریں جو شیعوں کی تصویر پر لامحالہ وارد ہوتے ہیں اور ایک راستی کا حامی اور دیرینہ ظلم سے انتقام لینے والا حق رکھتا اور موقع بھی تھا کہ وہ تصویر دنیا کے سامنے ہو۔ سادہ نیک نہاد اصحاب نے آپ کو مغالطہ دیا ہے کہ آپ کی تحریر میں کچھ بات ہے۔ آپ میرے اس خط کے بعد سرد دل سے اس پر غور کریں کہ آپ نے لکھا ہی کیا ہے۔

اُس سارے خط میں جواب تک میرے پاس محفوظ ہیں ......۔

تعجب کی بات ہے کہ میں جو لکھنے والا اور بولنے والا ہوں علی وجہ البصیرۃ گواہی دیتا ہوں کہ میرا مدعا جناب علی رضی اللہ عنہ کی اہانت نہیں۔ **ولعنة اللّٰه والملائكة واجمعين على من يعادى علياً اويسبّهٗ او يهينهٗ......**

مجھے یقین ہے آپ نے حضرت امام زمان حضرت موعود مہدی مسعود کا تازہ رسالہ **حجة اللّٰه** شیعوں کے خلاف نہیں دیکھا۔ حضرت امام زمان نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عظیم الشان پیرو اور براہین ہیں۔ انکے عجیب شان کے معترف ہے۔ میرے لیکچر کے اس حصے کو جس پر آپ غلط فہمی سے ناراض ہوئے میں نے اپنے رسالہ بزبان عربی میں ترجمہ کر دیا بلکہ کچھ اور سخت الفاظ بھی ایزاد کئے ہیں۔ آپ از راہِ کرم ضرور اس رسالہ کو پڑھیں۔ یہ لیکچر حضرت اقدس نے اتنا پسند فرمایا کہ چار مرتبہ یہ پیاپے سنا اور اپنی طرف سے مختلف مقامات میں بھیجا۔ گویا یہ حضرت ہی کی تصنیف ہے۔ یہ بڑھا ہی زبردست حربہ اور محکم اصول ہے جو قیامت تک سر اٹھانے نہیں دیتا کہ ان کے مسلمات وعقائد کی بنائی ہوئی تصویر کی تقبیح و تشنیع کی جائے اور مجھے بحمدللہ یہ بڑا بھاری فخر حاصل ہے کہ اب تک اعدائے حق سے کوئی شخص قرآن کریم کے اصول مدنظر رکھ کر میرا جواب دے نہیں سکا۔ حالانکہ بڑے بڑے غیرت مند مجتہدوں کو لاہور، لکھنؤ، سیالکوٹ اور دیگر مقامات میں بھیجا گیا۔

1۔ جب ہم بصدق دل مانتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ سے اول المبائعین حضرت علیؓ ہیں۔

(اور خدا کے فضل سے کافی سامان ان باتوں کے ثبوت کے لئے موجود ہیں) اور پھر مدۃ العمر سچے اخلاص سے آپ نے اصحاب ثلاثہ کے ساتھ بسر کی اور محض ناپاک گندی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جناب زہرا رضی اللہ عنہا کے پیٹ پر لات ماری۔تو آزراہِ کرم فرمائی ہمارے مقتدا ہمارے محبوب پر کیا کوئی الزام وارد ہوسکتا ہے۔بس تو کیا صحیح نہیں کہ شیعوں کے عقائد کے موافق شیعوں کے علی پر وہ سب الزام وارد ہوتے ہیں۔ جو اس نفاق باشیخین کی بنا پر رسالہ میں لکھے گئے اور ہمارے نزدیک کوئی علی حقیقی موجود بوجود خارجی کوئی ایسا نہیں ہوا جو ان الزامات کا مستحق ہو جو لیکچر میں وارد کئے گئے۔تو پس فرضی علی ہوا یا اور کچھ۔

2۔قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور وہ صادق عادل گواہ بس ہے **ونزعنا ما فی صدورھم من غل** . (اعراف:44) میں حیران ہوں کہ یہ ایمان لذیذ اور محبوب اور مقبول ہے کہ تسلیم کیا جائے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ایسے غل وغش اور حقد وعناد سے پاک تھے جو نجس اور دنی دنیا داروں میں ہوتا ہے اور جس کے ثبوت کے ٹھیکہ دار رافضی قوم ہے۔ یا یہہ ایمان سکینت بخش اور عند اللہ مقبول اور اسلام اور رسول اسلام کی عزت وتبلیغ کو بڑھانے والا ہے کہ مانا جائے کہ وہ دل میں کچھ رکھتے اور زبان سے کچھ نکالتے ہیں۔رات دن ایک دوسرے کی تاک گھات میں رلگے رتے ہیں اور جب موقع پاتے فریب سے لوگوں کو اکسا کر بہلا کر اپنی کمینی نفسانی غرضیں پوری کرتے ہیں اور گدیوں اور جائیدادوں کے پیچھے اسی طرح رات دن کُڑھتے کباب ہوتے رہتے ہیں۔جیسے ہمارے ہاں کے بدعتی گدیوں کے وراثتیوں کے مقدمات کے پیچھے حکام انگریز کی کچہریوں اور عام میں تھکا فضیحتی کراتے پھرتے ہیں۔**ای الفریقین احق بالامن۔**

۳۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت نے مسلمانوں کی بآرام قسمت کا ورق الٹ دیا اور فتن ومصائب کے بڑے بھاری بند کو توڑ دیا جو حقیقتاً حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ناقابل انسداد رخنہ حاصل کر چکا تھا۔ناممکن ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت پر احباب کو ناقابل اندمال زخم دل میں نہ لگا ہو۔مگر قوم اور رشتہ

داروں اورنہایت ہی قریبیوں کی نسبت کون الفاظ لاسکتا ہے کہ ان کی زار حالت کو بیان کرسکے اور پھر قوم بھی بنو امیہ، جری، ہوشیار، غیور اور زمانہ میں ہر قسم کی دلیرانہ کارروائی کرسکنے والے۔ طبعاً ایک دانا خیال کرسکتا ہے کہ ان کے طبائع میں کیسا زلزلہ پڑا ہوگا۔ جناب معاویہ خلافت اولیٰ اور حقہ خلافت سے مستقل اور مکرّم گورنر اور بلفظ دیگر بڑی بھاری سلطنت شام کے بادشاہ چلے آتے تھے۔ امیر المومنین عثمان اور مظلوم عثمان اور قریبی رشتہ دار عثمان اور ہم قوم عثمان کے قتل سے کوئی رائے لگا سکتا ہے کہ کیسا ہوش ربا صدمہ انہیں پہنچا ہوگا۔

اسی وقت سے وہ قاتلان عثمان سے انتقال لینے کا ارادہ دل میں ٹھان کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی حیص وبیص میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوگئی اور باایں ہمہ سہ لوگ جن پر ظن تھا کہ وہ مرحوم خلیفہ کے قاتل ہیں اور خلیفہ زندہ کے دربار میں موجود ہیں اور کسی قسم کی سزا انہیں نہیں ملی بلکہ برخلاف امید وہ مقرب ومکرم بنائے گئے۔ ان حالات سے ایک پولیٹیکل معاملات کو سمجھ سکنے والا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ایک رشتہ دار اور حاکم کس قدر غلط فہمی پر مجبور اور معذور ہوسکتا ہے اور ادھر ہمارے اعتقاد میں (برخلاف اعتقاد خوارج۔ ایسے مقام میں ذرے ان کے خیالات پڑھو تو تمہاری خوب تسلی ہو اور ہمارا شکر کرو۔) حضرت علیؓ جیسا راستباز صادق، بے لوث، بے غرض انسان کبھی محل شبہ ہو نہیں سکتا کہ ان کے نزدیک قاتل واقعی قاتل ثابت ہونے اور پھر حضرت عثمانؓ کے تو آپ ان سے یوں درگزر فرماتے۔ غرض اس وقت کے خوفناک رستخیز نے نہ تو حضرت علیؓ نہ کو کچھ پتہ لگنے دیا اور نہ جب معاویہ ہی حقیقت کا سراغ لگا سکے اور ادھر ادھر کے غیر ملکوں کے ہزاروں دراندازا اپنے اغراض کی بناء پر نہ چاہتے تھے کہ اصلیت منکشف ہوجائے۔ آخر آپس میں لڑائی ہوگئی۔ تھوڑی سی مدت کے بعد جیسا کہ نتیجہ سے عیاں ہے اس اصلی فطرت اور سچی محبت اور باطنی پاکیزگی نے غلط فہمیوں کو دور کردیا اور معاملہ صاف اور انجام بہ صلح ہوگیا۔ ورنہ شیر خدا **الغالب علی کل غالب** کبھی ممکن تھا کہ درگزر کرتے جب تک ان ناپاک مدعیوں کی وجود سے ارض مقدسہ کو مقدس نہ کرلیتے۔

یہ محض غلط ہے کہ آپس میں ایک دوسرے پر سبّ ولعن کرتے تھے۔ اب فرمایئے ہمارے اصول پر حضرت علیؓ کیسے مقدس اور بے آرزو، بے لوث ٹھہرتے ہیں اور عراق کے حاکم ہو کر تو حضرت علیؓ بھی ارض جنت کے وارث ہو ہی چکے تھے۔ اب بتایئے وہ حملہ شیعوں کے علی اور فرضی علی پر تھا یا اور کچھ!۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی بدگمانی نہ کریں گے اور ایک بھائی کا خط آرام سے پڑھیں اور احباب کو سنائیں گے۔ ایک عرض یہ ہے کہ آپ یہاں تشریف لائیں حضرت اقدسؑ مرزا صاحب بھی یاد فرماتے ہیں۔ اگر آپ حکم کریں تو فوراً کرایہ ارسال خدمت ہوگا۔ ہاں ایک کام کی بات رہ گئی تھی۔ وہ یہ ہے کہ پہلی لوگوں میں بھی عادت تھی کہ اسی طرح دشمن کے ایذا سے انتقال لینے کے لئے دشمن کے مقتدا کے ان عقاید کے موافق تصویر کھینچ کر پھر اس پر جرح کرتے تھے۔ چنانچہ **سلسلة الذهب** میں جامی علیہ الرحمۃ روافض کے ظلم عظیم پر حربہ چلانے کے لئے ان کے علی کی نسبت فرماتے ہیں اور حقیقت میں ایک دنیا دار پست فطرت کی نسبت اس سے زیادہ سچا اور واقعی بیان ہو نہیں سکتا۔ جو ایک شعر میں ادا کیا گیا ہے۔ شعر یہ ہے۔

بر خلافت دلش بسے مائل

لیک بوبکرؓ درمیاں حائل

آپ فرمایئے آپ کا کانشنس یا ایمان روا رکھتا ہے کہ کوئی ایسا علی موجود تھا جس کے روح میں یہ تڑپ تھی یا بقول فارسیوں کے

کیک در شلوار بود

کہ آہ کسی طرح وہ تر لقمۂ خلافت اسے نصیب ہو اور ہر وقت رال منہ سے ٹپکتی رہتی تھی کہ کاش اس مائدہ کے کنارے پر ہی صف فعال میں بیٹھنا اسے میسر ہو اور پھر اسی ہوس اور ارمان میں تین خلافتیں گزر گئیں اور اس اثناء میں نہ تو کم بخت جاں گزار طمع اور حسرت اس کے دل سے نکل سکی اور نہ بدبختی نے کسی درجہ پر فائز ہوئے کا شرف حاصل کرنے دیا۔ ایک دانا دنیا دار اسکی کیفیتوں کو سمجھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص کے رات دن کی اوقات کیسے بسر ہوتے ہونگے جیسے شیعوں کے نزدیک ان کا مقتدا علی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بھی بہت دنوں سے حقیقت میں پے لے جا چکے ہیں کہ

شیعوں کا سا اعتقاد جناب علی کرم اللّٰہ وجہ کی نسبت رکھنا ان کی پاک ذات کو ہر قسم کے ناپاک اعتراضات کا ہدف بناتا ہے تو اب آپ ہی انصاف سے فرمایئے اور آپ ہی اکیلے منصف ٹھہرے کہ جب ہمارے نزدیک ہمارا مقتدا علی داماد رسول زوج بتول محبّ و متبع خلفائے ثلاثہ ان تمام عیوب سے مبرا تھا اور حقیقت میں کوئی ایسا علی موجود بوجود خارجی نہ تھا جو ان خوفناک الزامات کا نشانہ بن سکے۔ تو ہمارے نزدیک وہ فرضی علی ہوا یا کچھ اور میں سمجھتا ہوں کہ اب قرآن کے پیروں کے لئے وقت پر کہ مذاہب باطلہ اور عقاید مزخرفہ کے اوپر سے طمع اتار کر ان کا اصلی عیار دنیا کو اور خود ان ہی کو دکھایا جائے۔ اس لئے کہ بہتیرے ایسے سادہ دل ہیں جو الف و عادت کے ممارست کے سبب سے اپنے عقاید مسلمہ کی قباحت اور شناعت کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔

خدا تعالیٰ کے ہزاروں برکات صلوات ہوں اس زمانہ کے مجدد، مسیح موعود مہدی مسعود پر جس نے اس اصل محکم کو جو قرآن کے بعد مر چکی تھی اس زمانہ میں اپنے مسیحی نفس سے زندہ کیا اور اس سے اہل حق کے غیظ قلوب کو دور کیا اور ان کے صدور کو شفا بخشی۔ دشمنوں میں اور ہم بھی چونکہ بلحاظ اسماء کے مقتدا یکساں مسلم تھے اس لئے سادہ دل اہل حق اپنے مسلم مقتدا کی نسبت جان خراش سبّ و شتم سنکر پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہتے اور دشمنوں کا مونہہ تاکنے لگ جاتے کہ اب وہ انہیں کیا کہیں اس لئے کہ وہ غلطی سے گمان کرتے تھے کہ دشمن کا مقتدا ان کا بھی ویسا ہی مقتدا ہے۔ مگر ہمارے مجدد سلمہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس غلطی کو کھول دیا اور ثابت کر دکھایا کہ بجز اسماء کے شراکت کے حقائق کچھ نہیں ہیں۔ **ان ھی الا اسماءٌ سمّیتموھا انتم و آباؤکم** (النجم:24)۔ نصاریٰ کا یسوع اور ہے اور ہمارا حضرت عیسیٰ ابن مریم رسول اللّٰہ اور ہے روافض کا علی کوئی اور ہے جو حرص آواز کا ایک پتلا تھا اور ہمارا علی زکی النفس مطہر القلب کوئی اور ہے۔ ان دونوں کے درمیان بجز اسماء کے اور کوئی شراکت نہیں۔ یہ حربہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا کارگر ثابت ہوا ہے کہ دشمن کا ایک ہی وار میں کام تھام کر دیتا ہے۔ میں اگر چاہتا تو کثرت اشتغال سے وقت کو زبردستی چھین کر آپ کے پہلے خط پر یہ چند سطور عرض کر دیتا۔ مگر قطع نظر عدیم الفرصتی کے میرے دل میں گزرا کہ شاید آپ دوبارہ غور

کر کے اپنے ناتمام اعتراض سے آپ ہی متنبہ ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ لیکچر خود ہر ایک ممکن اور محتمل اعتراض کو رد کرنے کا متکفل ہے۔ لیکن آپ کے دوسرے بااصرار اور وعید آمیز خط نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا۔ پھر اس میں تاخیر کی وجہ یہ ہوگئی کہ نقل کرنے والا کوئی نہ ملا اور بے نقل کئے بھیجنا مناسب تھا۔ اب اگر آپ اس خط کو شائع کریں تو جوانمردی کا مقتضا یہی ہے کہ اس معروضہ کو بھی ساتھ ہی منسلک فرماویں۔ کوئی تو ہوگا جو ہمارے درد سے ہمدردی کرے گا۔ بہرحال میں پھر ایک دفعہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں تشریف لانے کا ارادہ ظاہر کریں تو ہم یہاں سے کرایہ خدمت میں ارسال کریں گے۔

آپ کا زیر عتاب دوست۔ عبدالکریم از قادیان۔

14/اپریل 1898ء''

(الحکم قادیان 6/13 مئی 1898ء)

ایک شیعہ دوست مکرم غلام مرتضٰی خان کے نام خط

جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے لکھا:

''وعلیکم السلام

میں ناراض اور غصہ کیوں ہونے لگا۔ کبھی سنا ہے کہ بامراد اور کامیاب بھی ناروا غضب و تاسف کی لپٹ محسوس کیا کرتے ہیں۔ ہم تو وہ جماعت ہیں جن کیلئے **رضی اللّٰہ عنھم ورَضُوا عَنہ ُ** (التوبۃ:101) کا پروانہ اترا۔ پھر ہم ناراض کیسے ہوں۔ ہم ابوبکریؓ گروہ جو خدا کے کلام کے وعدہ اور خدا کے فعل کے موافق صحیح معنوں میں مظفر و منصور ہوئے اور ہمارے اعداء نامرادی اور ناکامی کی جانگداز بھٹی میں صدیوں سے جلتے چلے آتے ہیں۔ ہم بفضل خدا دو بہشتیں اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور حقیقۃً **لا خوفٌ علیھم و لا ھُمْ یَحْزَنُون** (البقرۃ:63) کے مصداق ہم ہیں۔

میرے دوست دنیا میں دو ہی بڑی خوشیاں ہیں اور خدا تعالیٰ کے لاتبدیل کلام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ خدا کی طرف سے کامیابی اور نصرت عطا ہو اور دوست

شاد کام اور خوشحال ہوں۔ دوسرے یہ کہ دشمن آنکھوں کے سامنے مخذول اور پامال ہوں۔سو خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ برکتِ صدّیقی جماعت کے حصے میں ہی آئی ہے۔ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جن معنوں میں منصور و کامیاب ہوئے اسی طرح اور ان معنوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ بلافصل کامیاب ہوئے اور اب بھی ہم مسیح موعود علیہ السلام میں ہو کر ان ہی معنوں میں پورے کامیاب ہیں۔کوئی ہماری خوشی کا اندازہ کرسکتا ہے جبکہ ایسی لازوال اور متواتر خوشیاں ہمارے حصے میں آئیں۔ سو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ناراضی کے داغ سے صاف بری ہوں اور میں آپ کو حلفاً یقین دلاتا ہوں کہ میں ہزل سے نہیں بلکہ جدّ اور صدق سے کہتا ہوں کہ ہم دنیا میں اپنے صدق اور خورمی کے مرئی اور مشہود نشان رکھتے ہیں۔آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ جس قوم پر خدا تعالیٰ کے اس قدر احسان ہوں اور جو قوم رضوان اللہ کی سندیافتہ ہو اسے کیا پڑی ہے یا وہ کیوں اس قدر تنزل گوارا کرنے لگے کہ مخلوق پر اور پھر ناکام نامراد اور اپنے بخت سیاہ پر ہر وقت مرثیہ پڑھنے والے اور ہر سال ماتم کی سیاہ چادر اوڑھنے والے ناتوانوں پر ناراض ہوں۔میرے دوست مجھے شیعوں سے ہمدردی ہے اور میرے نزدیک بڑا سخت سنگدل ہے جسے اس قوم سے ہمدردی نہ ہو۔نسلاً بعد نسلٍ نامراد و ناکام قوم جن پر نہ کبھی آسمان کے دروازے کھلے کہ نصرت کے ملائکہ ان کیلئے نازل ہوتے اور نہ زمین نے کبھی ان کا ناگوار بوجھ برداشت کیا اور کبھی بھی بھوکے گھڑیال کی طرح خوش نہ ہوئی جب تک ان ناشادوں حرمان نصیبوں کو اپنے پیٹ میں نہ لے لیا۔آہ ایک نگون طالع سیاہ گلیم قوم جن کے حصے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھتے ہی رونا اور دانت پیسنا آیا اور ہر سال سر پر خاک مذلت ڈالتے اور گلی کوچوں میں شیون برپا کرتے ہیں۔کیا آپ مان سکتے ہیں کہ ہمیں ان بداختروں کے حال پُر ملال پر افسوس نہیں آتا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ میں ایک خاص آدمی ہوں جس کے دل میں اس غلط کار فریب خوردہ قوم کی نسبت درد ڈالا گیا ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ دھوکے کی موٹی دیوار جو انکی آنکھوں کے آگے کھینچی گئی ہے ڈھ جائے اور نامرادوں کا دامن چھوڑ کر سچے کامیابوں

کا دامن پکڑیں اوراس طرح خدا کی کلام کی ہستی ان کی سمجھ میں آ جائے۔قرآن ایک پُرشوکت اور پُرجلال کتاب ہے۔ وہ پُر جبروت وحی ہے جوایک فاتح اورآزاداورمظفر ومنصور انسان صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اتری۔ اس ذیشان وحی کے منجانب اللہ ہونے کا بڑا بھاری نشان ہی یہ قرار دیا گیا کہ وہ اپنے سارے دعووں تبشیر وانذار میں حرفاً حرفاً کامیاب ہوئے۔سواس وحی میں وہی لوگ مذکور ہو سکتے ہیں اوران ہی لوگوں پراس کی آیات منطبق ہوسکتی ہیں جن کی سیرت نے کامیابی اورنصرت کے نشان جہاں میں جہاں کودکھائے ہوں۔جنہوں نے خدا کی طرح خدا میں ہوکراورمنصور نبی کریمؐ کی طرح آپ کے رنگ میں رنگین ہوکر اپنی قہاریت اور ہمہ قدرتی اور فاتحیت کا لوہا دشمنان اسلام کومنوادیا ہو۔

میں نے اپنی کتاب ''خلافت راشدہ'' میں دکھایا ہے کہ خدا کی کلام کے نزدیک خدا کے فعل کے رو سے زمانہ کی عادل صادق شہادت کے موافق سچے کامیاب اور منصور صدیق وفاروق ہیں (**صلوات اللّٰہ علیھما وعلی اَتْبَاعِھُما**) خدا کی مظفراور منصورکتاب میں جوعلیم خدا کی طرف سے ہے۔ان ہی فاتحوں اورمنصوروں کا ذکر ہے اورنصرت کے وعدوں کی ساری آیتیں اورعلامات المؤمنین کی ساری آیتیں اورانبیاء ورسل کی صدق کی علامات کی ساری آیتیں ان ہی پر منطبق ہوتی ہیں اور بلا تکلف منصوصی طور پر یہ قدوس خدا کے کلام میں مذکور ہیں۔ جیسے کہ ان کے سوانح اور پاک زندگیاں آب زر سے زمانہ کے صفحوں پر مسطور ہیں۔ان کے سوا جس قوم نے کسی کو قرآن کی آیت یا آیات کا مصداق ٹھہرایا ہے اس سے زیادہ قرآن کا ادب اور وزن نہیں کیا کہ مظفرومنصورکتاب مجید کونا کاموں اورحرمان نصیبوں اورمفلوکوں کا بھاٹ بنایا ہے۔**وحاشا جناب الکتاب الکریم عن ذالک۔**

میرے دوست میں درد دل سے اس مجاہدہ میں لگا ہوں کہ وہی حق ظاہر ہو جو خدا کے کلام اورکام کے رو سے حق ہے۔ میری روح میں قرآن کی خدمت اورعزت کا جوش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی سچی وقعت دنیا میں ظاہر ہواور میں خدا کے کام اورکلام کے مطالعہ اورتدبر سے اس صاف اور واضح نتیجہ پر پہنچ گیا ہوں کہ قرآن کی سچی عزت

اور وقعت کبھی ظاہر ہوسکتی ہی نہیں جب تک اسے مبارک کتاب تسلیم نہ کیا جائے اور یہ زندہ اور مبارک کتاب مانی جاسکتی ہی نہیں جب تک اس کی قہاری پیشگوئیوں کو جو دشمنوں کے اموال واملاک ونفوس پر قبضہ پاجانے کے متعلق تھیں جو پکار پکار کر کہتی تھیں کہ فرعون کی سرزمین مصر او قیصر وکسریٰ کے خزائن اور شام کی جنتیں اور ہند وسندھ اسلام کے دست تصرف میں ضرور آجائیں گے۔ ان پیشگوئیوں کو واقع شدہ اور حرفاً پوری ہوچکی ہوئی نہ مانیں (اور وہ درحقیقت پوری ہوچکی ہیں) اور یہ سلسلہ کبھی درے رہ سکتا ہی نہیں جب تک پہلے ہی ہاتھ میں ایمان واسلام کا ہاتھ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ہاتھ میں نہ دے دے۔ حاصل یہ کہ خدا کی عزت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، قرآن کریم کی عزت، مکہ معظّمہ کی عزت، مدینہ طیبہ کی عزت اور زبان عربی کی عزت چلا چلا کر کہتی ہے کہ وہ سب ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی کوششوں کے شکر گزار اور مرہون منت ہیں۔ ان کے وجود میں خدا تعالیٰ کی کتاب کے سب وعدے اور ان ہی کے توسط سے سب وعید اولیاء اور اعداء کے بارے میں پورے ہوئے۔

خدا تعالیٰ نے ازل میں انہیں فاتح اور دین کے مددگار اور رسول منصور کے انصار چن لیا۔ وہ بنی امیہ اور بنی عباس جنہوں نے شیعہ کے بنائے ہوئے ائمہ اور اوصیاء کا تختہ نرد الٹا دیا اور جن کے قادرانہ ہاتھوں کی دستبرد سے بچنے کیلئے آخری ناکام شخص غار میں پناہ گزیں ہوگیا اور ان کی سطوت نے کبھی ان بزرگوں کو تقیہ کی سیاہ چادر سے مونہہ باہر نکالنے ہی نہ دیا۔ یہ بنی امیہ اور بنی عباس ابوبکرؓ وعمرؓ کے کفش بردار۔ زلہ ربا اور نمک خوار تھے۔ انہیں خدا کے قدوسوں اور فاتح رسول کے منصور جانشینوں کے حضور میں کبھی لب کھولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کے مامور اور موعود خلیفے تھے اور زندہ اسلام کی زندگی کے دائمی ثبوت کے لئے خدا تعالیٰ کی جناب سے مقرر ہوچکے تھے۔

سنۃ اللہ میں اس امر کا نشان نہیں ملتا کہ ایک مامور اور موعود ایک کام کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اور ناکامی اور نامرادی کا سیاہ ٹاٹ اوڑھ کر دنیا سے اٹھ گیا اور حق کے دشمنوں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اگر ایسا ہوتا تو سلسلہ نبوت درہم برہم

ہوجاتا اور حق و باطل مشتبہ ہوجاتے۔ شیعہ، ائمہ اور اوصیاء کو انبیاء کی طرح بلکہ انبیاء سے بڑھ کر مامور اور موعود مانتے ہیں مگر معاً بلا فصل ناکام حرمان نصیب اور کچھ بھی نہ کرسکنے والے اور بصد حسرت دنیا سے اٹھ جانے والے تسلیم کرتے ہیں اور انکی ناکامیابیوں اور ناشادکامیوں کو ان کے دل محسوس کرتے ہیں اس لئے تو اعتقاد بنا رکھا ہے کہ بارھواں امام جو غار میں مخفی ہوگیا ہے شریعت کے سب کام پورے کرے گا اور دین کی شوکت دکھائیگا اور جو کام اس کے جدامجد **اسد اللہ الغالب** کو بھی ایک لحظہ کیلئے نصیب نہ ہوا وہ وہ آ کر پورا کرے گا۔ وہ اہل بیت کے اعداء سے انتقام لے گا اور ناکام اور نامراد شیعہ جو آئے دن سوگ اور شیون میں گرفتار رہتے ہیں اس کے وقت میں خرم وشاداں ہوں گے۔ میں یہ باتیں بیداد اور افتراء سے نہیں کہتا۔ **ولعنۃ اللّٰہِ علی الظالمین المفترین**۔ شیعوں کے بڑے محقق جنہوں نے اوصیاء وائمہ کے حق میں حق دوستی ادا کردیا ہے یہ باتیں صاف صاف لکھتے ہیں۔

چنانچہ حال میں میرے عزیز ومحترم دوست خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین احمد اسسٹنٹ سرجن حسین آباد لکھنو نے میرے پاس ایک کتاب ارسال کی ہے جس کا نام **انصافیہ** ہے اور 1317ھ میں مطبع دبدبۂ حیدری لکھنو میں طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب کی نسبت بڑے فخر سے دعویٰ کیا گیا ہے کہ ایک بڑے فلسفی مزاج اور شیعہ نے تالیف کی ہے اور شیعہ مذہب کی حقیقت کو عجیب طور سے مبرہن کیا ہے اور فخر کیا گیا ہے کہ سر راجہ میر حسن خاں صاحب بہادر بالقابہ والی ریاست محمود آباد کی فرمائش سے شائع ہوئی ہے۔ اس حکیمانہ کتاب کا تھوڑا سا نمونہ عرض کرتا ہوں امید ہے کہ اس زمانہ کی دانشمند اسلام کے خیر خواہ بڑی غور سے پڑھیں گے اور خوش ہونگے کہ ایسے موید اسلام کے پیدا ہوگئے ہیں:

شیعیان گویند کہ پیغمر تمام احکام رابعموم مردم تبلیغ نہ کرد بحدیکہ تمام فہم احکام الٰہی را کردہ باشند۔ بلکہ بوصی خودش وبقیہ اوصیائے خود گفتہ کہ آنہا بخلق برسانند وبعد ازاں کہ اوصیائے پیغمبر را از عمل بوصایت منع کردند ...... (انصافیہ:37)

یہ ہے سچا نچوڑ شیعہ مذہب کا اور لب لباب اس پاک طریقہ کا۔ اس فلسفی طبع اور تاریخ

دان مومن نے صاف صاف پردہ کھول کر بتادیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا کے بعد ائمہ اور اوصیاء کو کیا کیا نامرادیاں اور ناکامیاں پیش آئیں۔اس نے ہمارے یقین کے آگے صاف سڑک اس بات کا پتا لگانے کیلئے تیار کردی ہے کہ کبھی کوئی وقت ان حضرات اوصیاء وائمہ کو خدا کے واقعی احکام کی تبلیغ کا نہیں ملا اور کبھی ایک لحظہ بھی فراغ خاطر کا ایسا انہوں نے نہیں پایا کہ اس بار امانت سے سبکدوش ہوئے ہوں۔

اس مومن شیعۂ پاک نے ہمارے دل میں میخ فولاد کی طرح یہ عقیدہ راسخ کردا ہے کہ حضرات ائمہ اور اوصیائے رسول یکے بعد دیگرے سارے کے سارے دورنگیوں میں عمریں بسر کرکے بادحسرت اس دنیا سے اٹھ گئے۔خدا کی کوئی بات،پیغمبر صاحب کی وصایت کا کوئی امر کما ہوحقہ کبھی بھی ادا نہ کرسکے۔اس لئے کہ اگر سچ بولتے اور خدا تعالیٰ کے فرض اور پیغمبر صاحب کی وصایت سے عہدہ برآ ہوتے تو قتل کئے جاتے ناچار کبھی ذومعنی اور محتمل بات کہتے او کبھی مہمل ہی کہہ دیتے اور کبھی اہل سنت کے مذاق اور عقیدہ کے موافق بیان کردیتے۔

یہ ہے تصویر واقعی شیعہ مذہب کی۔ان میں کوئی رشید ہے جو اس طریقہ کی قباحت میں غور کرے اور تھوڑی سی بھی فکر کرے کہ کس قدر ہتک خدا کی،کس قدر بے عزتی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کس قدر اہانت اسلام کی اس مذہب کی سچائی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے۔قرآن کریم احکام واقعی بیان نہیں کرسکا۔حضرت پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے واقعی احکام پہنچا نہیں سکے۔اس لئے آپ کو ضرورت پڑی کہ اپنے بعد حضرات اوصیاء اور ائمہ کرام کو وہ امانت تفویض کریں۔حضرات اوصیاء اور ائمہ خوف جان اور اندیشہ حفظ نفس کے سبب سے لگاتار کسی زمانہ میں بھی اس نازک امانت کے ادا کرنے پر قادر نہ ہوئے اور جو کچھ کبھی فرمایا اس میں دورنگی کا احتمال رہا اور منافقوں نے ہزارہا روایتیں اپنی طرف سے بنا کر ان کی طرف منسوب کردیں۔تیرہ سو برس میں کبھی خوش نما زمانہ نصرت الٰہی کا دور انہیں ملا ہی نہیں ہے۔وہ سب مامور تھے وہ سب موعود یعنی خدا کی مخلوق کو خدا کے ضروری احکام پہنچانے کیلئے ازلی حکیم قادر خدا کی طرف سے ازلاً مقرر کئے ہوئے تھے اور خلقت کو انکے وجود کی اور ان کی تبلیغ کی ضرورت بھی شدید

تھی۔مگر یہ کبھی نہ ہوا کہ نصرت اور تائید الٰہی ان کے شامل حال ہوئی ہو۔ ہر رنگ میں خذلان ان کے اردگرد رہا اور ہر پہلو میں حرمان اور نامرادی ان کے محیط رہی اور پھر یہ ذلت کا دور ہنوز ختم ہونے میں نہیں آتا اور ساری موہوم امیدوں کا مرجع ایک اور ناکام قوی دل بہادر مانا گیا ہے جو غار میں چھپا بیٹھا اور کسی گھات میں لگ رہا ہے۔

اے آدم کے بیٹو! آنکھ کان دل رکھنے والو! زمانہ کے نشیب وفراز اور عالم کے سرد وگرم سے گہری واقفیت کے دم مارنے والو! اٹھو اور اس نازک فرض کے پہلوؤں میں بھی غور کرو جو مذہب کے نام سے تم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔کیا یہ وہ طریقہ ہے جو آئندہ کو کامیاب کریگا اور اس راہ پر چلنے سے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی سند مل سکتی ہے۔اس کی ناکامی اسپر چلنے والوں کی دائمی نامرادی خدا کی نصرت کا اس کے ساتھ کبھی بھی شامل نہ ہونا۔ ہر زمانہ میں اس کے حامیوں مبلغوں ماموروں اور وصیوں کا مطرود ومخذول ہونا تمہیں اب بھی یقین نہیں دلاتا کہ اس میں راز کیا ہے اور آسمان اور زمین کیا صاف صاف گواہی دیتے ہیں۔کیا اب بات کھل نہیں گئی کہ ایک ہی عظیم الشان ثبوت خدا تعالیٰ کی نصرت وتائید کا جو زندہ مذہب اور زندہ رسول اور زندہ امام کا نشان ہے اس سے شیعہ مذہب بکلی محروم ہے۔کیا تمہارے بزرگ گواہی نہیں دے گئے اور اب بھی جو ان کے اخلاف ہیں پکار پکار کر نہیں کہتے کہ شیعہ مذہب مردہ مذہب ہے اور اس کے حامیوں اور معاونوں کی قسمت میں تیرہ سو برس سے علی الاتصال ناکامی اور نامرادی چلی آتی ہے اور یہ مجموعہ افسانوں اور داستانوں اور ناولوں کا جسے اماموں کی روایتیں اور حدیثیں اور تفسیریں کہا جاتا ہے۔ یہ مجتہدوں کے ظن اور احتمال اور یا صاف صاف یوں کہو اور یہی حق ہے اور مجتہدوں کے اپنے جذبات اور اغراض اور مقاصد کے سرجوش ہیں۔ائمہ اور اوصیاء کو کبھی نصیب ہی نہیں ہوا کہ حق بات کو پھاڑ پھاڑ کر کہتے اور خودغرض بے ایمانوں نے ہزاروں جھوٹی باتیں انکی طرف دنیا میں منسوب کر کے شائع کر دی ہیں۔

غرض ابتک تو جو کچھ ان تیرہ سو برس میں شیعوں کے مذہب کا مایہ ناز ہے وہ تو یہی ہے نہ قرآن محفوظ۔نہ رسول محفوظ نہ پیغمبر صاحب کی حدیثیں محفوظ۔نہ اماموں اور وصیوں کی

روایتیں اور وصایتیں محفوظ۔ نہ مجتہدوں کے ہاتھ میں کوئی یقینی اور قطعی سند موجود جو ان کے استدلال اور استخراج کی مایہ ہو۔ آجاکے ساری باتوں کا مدار ایک ہی شخص رہا۔ وہ کسی لامعلوم غار میں چھپا بیٹھا ہے۔ خلقت تباہ ہو رہی ہے پر اس کی نیند ہنوز کھلنے میں نہیں آتی غرض میں اس اعتقاد کی شناعتیں کہاتنک بیان کروں تم ہی خود سوچو اور خدا کیلئے سوچو اور موت کو نصب العین رکھ کر سوچو کہ کیا نقل اور عقل اور فطرت ان باتوں کی تائید کر سکتی ہیں۔ کیا اس اسلام کو ہم آج اس قلمی زمانہ میں غیر مذاہب کے روبرو پیش کر سکتے ہیں۔

غور کرو بڑا بھاری داغ عیسویت کے ماتھے پر یہ ہے کہ اس میں زندہ برکت کا کوئی نشان نہیں۔ اس کی تعلیم کا کوئی عملی نمونہ موجود نہیں اور اس تعلیم کا لانے والا نصرانی تصویر نمائی کی بنا پر محض ناکام اور نامراد مرا۔ یہود بھی اس الزام کے نیچے ہیں کہ صدیوں سے ذلت اور مسکنت کی مار انہیں پڑ رہی ہے اور خذلان اور حرمان پنجے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ رہے ہیں اور نصرت اور تائید الٰہی کا کوئی نشان ان کے ہاتھ میں نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیونکر ایسے مذہب کے ہاتھ اپنے ایمان جیسی گرامی چیز کی امانت سپرد کر دی جائے جو اس عالم میں اپنی سچائی کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکا کیونکر مال اور جان ایسے مردوں کے اشارے پر فدا کر دیئے جائے جو یہاں پیروں کے نیچے کچلے گئے اور کبھی آسمانی زندگی اور آسمانی خدا کی نصرت کا کوئی نشان دکھا نہ سکے۔ کیا ہم ایسے لوگوں کو شفیع اور خدا کے دائیں بیٹھنے والے اور مقرب اور سید عالم مان سکتے ہیں جن کے ہاتھ یہاں قطعاً شل اور مفلوج رہے۔ قدرت سطوت اور قہاریت اور نصرت اور تقرب الٰہی اور الٰہی طاقتوں کا کوئی نشان اس جہان میں ان کے ہاتھ سے ظاہر نہ ہوا۔ تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس دوسرے جہان میں ان کی مذرۃ اور شوکت اور صولت ظاہر ہوگی۔ جو یہاں اپنے تئیں بچا نہیں سکے اور باوجود مامور وموعود ہونے کے سخت ذلیل اور ناکام ہو کر مرے کونسی دلیل ہمارے ماتھے میں اس پر ہے کہ وہ حقیقۃً صادق اور مقرب اللہ اور مامور اور وصی تھے۔ گورنمنٹ کی طرف سے ایک ادنیٰ چپڑاسی اور مذکوری مامور ہو کر آوے تو ناکام نہیں پھرتا اور فرض منصبی کو ادا کر کے ہی جاتا ہے اور مرسل الیہم کو ثبوت

بین دے جاتا ہے کہ وہ مقتدر گورنمنٹ کا بھیجا ہوا پیادہ تھا اگرچہ بظاہر حقیر تھا۔ یہ کیا غضب آ گیا کہ خدا کے منصور پیغمبر کے اوصیاء اور آئمہ خدا کے ضروری پیغاموں کے پہنچانے والے اور ایک عظیم الشان امانت کے ادا کرنیوالے نہ ایک نہ دو نہ تین نہ چار نہ پانچ گیارہ تک ناکام، نامراد، مخذول اور محروم مر گئے اور بارہویں کی نسبت کہا جا سکتا ہے۔

قیاس کن نہ گلستان من بہار مرا

میرے دوست اور دوستو۔ اس نامرادی کی سنت کا بھی خدا تعالیٰ کے سنن سابقہ میں کوئی نشان ہے۔ مامور وموعود ومرسل ہو۔ بقول شیعوں کے وصی اور امام میں کل انبیاء کی ساری طاقتیں مرکوز ہوں۔ علم بنا کان اور بما یکون اسے ہو۔ جن وانس پر اسے تسلط ہو اور ناکام ہو کر اس جہان سے اٹھے۔ شیعوں نے بڑی کوشش کی ہے کہ موسوی رنگ میں خلفاء کے وعدے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے تھے وہ آئمہ اور اوصیاء کے وجود میں پورے ہوئے۔ اس کے معنی صاف صاف یہ ہوئے کہ جیسے عظیم الشان نصرت موسوی خلفاء یوشع اور داود اور سلیمان کو خدا کی طرف سے ہوئی ویسی ہی ان کے مقابل نامرادی اور مخذولی بنی آخرالزمان علیہ السلام کے اوصیاء اور وارثوں کے حصہ میں آئی۔ مشابہت تو بہت خوب ہوئی۔

ایک شیعہ مجھے لکھتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مشابہت کیلئے ضروری ہے کہ حضرت موسیٰ کی طرح بارہ نقیب آپ کی امت میں بھی ہوں اور وہ بارہ امام ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مذہب اثناء عشریہ حق پر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم خود اپنے گواہ آپ ٹھہر گئے۔ تم نے صاف اقرار کرلیا ہے کہ:

نتو السنتذ تبلیغ احکام چنانچه باید وشاید بدون شك و شبه بر خلق ابلاغ دارند واحکام خدائیکما هو حقه بجمیع خلق نرسیده که محل شبه از برائے انتها دیگر باقی نه ماند۔

یہ لوگ خلافت موعودہ کے وارث ہو سکتے ہیں جن کے مبارک اندام سے نامرادی کا چولہ کبھی اترا ہی نہیں۔ ایک کو ناکامی پیش آئے دو کو ناکامیابی ہو تو ایک نامراد کی بھی

پردہ پوشی ہوسکتی ہے یہاں سرے سے نامرادی جو پلے پڑی تو آخر تک ساتھ نہ چھوڑا اور آئندہ بھی لچھن ایسے ہی نظر آتے ہیں کہ قیامت تک ساتھ نہ چھوڑے۔ میں بڑی منت سے لکھنو کے شیعوں لاہور کے نواب شیعوں اور خصوصاً راجہ سرامیر حسن خاں بالقابہٖ سے عرض کرتا ہوں اور اس خدا کا واسطہ انہیں دیتا ہوں جس کی جبروت کے آگے ملائکۃ السموات بھی کانپتے ہیں کہ میرے معروضہ کو بغور سنیں اور جواب باصواب سے مجھے شرف اندوز فرمائیں کہ کیا کبھی آپ نے اس میں غور بھی فرمائی کہ یہ راز کیا ہے کہ آئمہ اور اوصیا یکے بعد دیگرے علی الاتصال ناکام اور نامراد رہے اور مخذولان الٰہی کے پورے نشان ہمیشہ ان کے ساتھ جمع رہے۔ کیا یہ سنت اللہ ہے کہ اس کے ماموراور موعود اور مرسل ایسی ذلتوں اور نکبتوں اور نامرادیوں کے ہدف بنا کریں۔ کیا نظام حق اس طرح چل سکتا ہے اور کوئی مذہب حق یوں اپنی حقیت کے ثبوت دے سکتا ہے۔

کیا آپ لوگ شرح صدر سے اس پر راضی ہیں کہ ایسے لوگوں کو تمام انبیا سے بڑھ کر یا اقلاً برطریق تادب تمام انبیاء کے کمالات کے جامع تسلیم کریں۔ جو کسی زمانہ میں سچی بات ہیں کر سکے۔ حق پہنچا نہیں سکے۔ بلکہ بسا اوقات اہل سنت کے اصول کے موافق باتیں کرتے یعنی کفر اور فسق کے کلمات منہ پر لاتے تھے اور ان کی اس دورنگی اور ضعف دل اور خفا کے پردوں میں مخفی رہنے سے لوگوں کو سوفتہ مل گیا کہ ان کے نام سے ہزاروں دجل اور فریب اور جھوٹی کہانیاں شائع کردیں جو آج شیعہ مذہب کے عقائد ورسوم اور عادات میں نمایاں ہیں۔ پھر میں عرض کرتا ہوں اور نہایت ادب سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ایسی گورنمنٹ کے سطوت اور جلال کا اعتراف کر سکتے ہیں جن کا لشکر جب کبھی کسی طرف کو جائے وہاں سے نامراد ہوکر واپس آئے اور اس کے پیادے اور اہل کار جس پیغام کو لے کر جائیں وہاں ہلاک کئے جائیں۔ میں پوچھتا ہوں کیا ایسی گورنمنٹ زندہ گورنمنٹ اور مقتدر گورنمنٹ ہوسکتی ہے پھر آپ کیونکر تجویز کرتے ہیں اور کس دل اور ایمان سے روادار رکھتے ہیں کہ مذہب اسلام کی گورنمنٹ کے لشکر اور پیادے جو ائمہ اور اوصیاء کے رنگ اور وجود میں دنیا میں آئے۔ سدا ناکام اور نامراد رہے۔ مگر چونکہ شیعہ مذہب کی بنا پر وہ ناکام رہے لہذا آپ کیونکر اعتراف کر سکتے اور

اسپر ایمان لا سکتے ہیں کہ ایسی ضعیف گورنمنٹ خدا تعالیٰ کی گورنمنٹ ہوسکتی ہے اور ایسا ضعیف اور مخذول مذہب خدائے قادر کا مذہب ہوسکتا ہے......۔

میرا یہ اصول نہیں کہ میں کسی خاص فریق کی رعایت کروں ۔ میں ان اصطلاحوں (سنّی و شیعہ) کی پرپشہ بھی پرواہ نہیں کرتا ۔اس لئے کہ کتاب اللہ میں ان کا نام ونشان نہیں پاتا ۔ میں کتاب اللہ کو مدنظر رکھ کر کتاب اللہ سے دکھانا چاہتا ہوں کہ اس نے کون سی راہ اختیار کی ہے اور وہ منعم علیہ کون ہیں جن کی راہ پر چلنے کی ہمیں کتاب اللہ تاکید کرتی ہے اور اس کے آثار وبرکات ہیں کیا جن کے حاصل کرنے کی ہمیں بایں شدمد تاکید کی جاتی ہے ۔ میرے دل میں خدا نے جوش ڈالا ہے اور اللہ تعالیٰ میری صالح نیّت پر مطلع ہے کہ میں شیعوں کو قرآن کی بتائی ہوئی راہ سے آگاہ کروں اور دکھادوں کہ کہ قرآن کریم کی رو سے وہی راہ حق ہے جس پر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما نے قدم مارا ہے ۔جن کی رِیس کرنے کی قرآن کریم میں ہمیں ہدایت ہوئی ہے ۔اس لئے کہ ان پر وہ سب انعام ہوئے جو خدا تعالیٰ کے کامل نبیوں پر ہوئے ۔ وہ حیات دنیا میں منصور ومظفر ہوئے ۔ان کے وقتوں میں اسلام کی قوت وشوکت ہوئی ۔ان کے عہد میں خوف امن سے بدل گیا ان کی کوششوں سے اسلام ہزار ہا دیار میں پھیلا ۔ لاکھوں بت خانے اللہ کی مسجد میں بدلے گئے ۔انہوں نے قرآن کو اقصائے عالم میں پہنچایا ۔اسلام کے اعداء نے ان کے آگے گردنیں خم کیں ......۔ بالآخر میں اپنے شیعہ دوست غلام مرتضٰی خاں کو کہتا ہوں وہ بے شک اپنے طور پر میری خط وکتابت کو شائع کردیں ۔شاید ان کے ذریعے سے میرے درددل کی یہ باتیں کسی رشید تک پہنچ جائیں ......۔

عبدالکریم قادیان

14 جون 1900ء ۔

(الحکم قادیان 17 جون 1900ء)

تعزیتی خط بنام مکرم خواجہ کمال الدین صاحب

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آج آپ کے کارڈ سے آپ کے عزیز بچہ نصیر احمد کا فوت ہو جانا یا زندہ ہونا معلوم ہوا۔ میں زندہ ہونا مانتا ہوں۔ اس لئے کہ صادق رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شیر خوار بچوں کو والدین کے لئے فرط یعنی جنت کی راہ صاف کرنے والے فرماتے ہیں۔

برادرم! اعمال کی صورتیں ہیں۔ اگر اخلاص درمیان ہو اگر احتساب ہو۔ یعنی خدا کی رضا اور قدر سے پوری موافقت ہو تو کس قدر غنیمت ہاتھ آئی۔ ایک دنیا دار کو جسے اس مکدر زندگی سے سکون اور طمانیت حاصل ہے اور آخرت پر پیٹھ دے کر بیٹھ رہا ہے۔ یہ باتیں تلخ معلوم ہوں گی۔ مگر وہ فوت شدہ چیز کے واپس لانے کا کوئی چارہ تو بتائے یا لاکر دکھائے۔

مومن کس قدر نفع میں ہے کہ ولادت وفوت دونوں صبر وشکر کے وسیلہ سے اس کی ترقی درجات کا موجب ہیں۔ خود ہی دے اور خود ہی لے جاوے اور لے جانا اس کا لاتبدیل قانون قدرت ہے۔ جسے عقلاء کی عقلیں اور حکماء کی حکمتیں تحویل نہیں کرسکتیں۔ پھر ہمارا شکر کرے اور اجر جزیل کا وعدہ دے یہ فضل عظیم نہیں تو کیا ہے؟

قربان جایئے اس حامد محمد احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جس نے علم اور عمل دونوں سے دنیا کو رضا بقضا کا درس دیا۔ مکی زندگی میں بھی الحمد للہ آپ کی زبان پر جاری رہا۔ جبکہ مصائب کے پہاڑ آپ کے سر پر ٹوٹ رہے تھے اور چاروں طرف سے درندے آپ پر مسلط تھے اور پھر مدنی کامیاب زندگی میں بھی وہی پاک کلمہ جس سے خدا تعالیٰ کے مقادیر کے ساتھ پوری صلح اور سلم کی عجیب خوشبو آتی ہے۔ گیارہ بچے بھی آپؐ کے فوت ہوئے۔ تو کہ آپ ہر رنج میں صبر کا کامل نمونہ ٹھہریں۔ بچوں کی وفات پر آپ کا یہ فرمانا **لِلّٰہِ مااخذ ولہٗ ما اعطیٰ وکُلَّ شیٍٔ عندہٗ باجلٍ مسمی ً** کس قدر صبر مسالمت بالقدر کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

ہمارے ہمسایہ میں آج سے دو مہینے کے قریب ہوئے ایک ہندو مر گیا ہے۔ ان کے ہاں

ہر روز سیاپا ہوتا ہے۔ چونکہ میرا مکان بسبب بلندی کے ان ساری حرکات کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔ میں ان کے شیون اور نوحہ سے اپنے محبوب ومولیٰ سرور عالم وعالمیاں علیہ صلوات الرحمٰن پر درود ارسال کرنے میں عجیب لذت محسوس کرتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ موت اور زندی کی مسٹری (Mystry) جس کی گرہ کھولنے میں عقلائے دہر کے ناخن بالکل گھس گئے ہیں اور ہنوز وہ گرہ ویسے ہی زندہ ہے۔ کیسی صفائی سے اس مظہر اسرار غیب پر کھلی۔ اولاد کا مرنا نقد نقد خسارہ ہے۔ عرف عالم میں اور ظاہر بین نگاہ میں ہے بھی اسی طرح۔ کدورتوں اور مصیبتوں اور دکھوں کا آنا ابنائے دنیا کو کسقدر ناگوار ہے مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر قوت خدا کی قدرت سے موافقت کرنے کی کس راہ سے ملی؟ اگر کوئی شخص آپ کی زندگی کے اوراوراق کے مطالعہ سے بے خبر اور اس کی نظیر کے واقعات سے ناواقف ہے تو کافی ہے اس کے لئے اسی سورۃ فاتحہ کے آغاز میں غور کرے یعنی الحمد للہ رب العلمین۔ ہمیں اس پُر پیچ اور پُر انقلاب زندگی میں قدم قدم پر کیسے ناگفتنی واقعات پیش آئے اور اس اثناء میں نماز کا وقت بھی آ گیا۔ اگر آپ کی روح پرفتوح کو اللہ تعالیٰ سے پوری صلح نہ تھی تو کیوں کر آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکلتا الحمد للہ رب العالمین۔

رات دن میں حوادث بھی پڑتے ہی رہے اور ان سب وقفوں کی چھ نمازوں (بشمول تہجد) کے افتتاحی کلمات ہمیشہ گواہی دیتے رہے کہ خدا تعالیٰ کے قاہر ارادوں اور حکیمانہ تقدیروں سے طوع دل سے صلح کرنے والا ایک ہی انسان دنیا میں پیدا ہوا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بہشتی لوگ بہشت میں جائینگے اور اسے پورا دار السرور پائیں گے۔ تب جوش سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ربِّ العٰلمین کہیں گے۔ اُس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت اور پرسرور قلب کا اندازہ کیجئے۔ جو شروع ہی میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ربِّ العٰلمین بولا اور اس عالم کے گرم وسرد میں ہمیشہ بھی اس کی زبان پر جاری رہا۔ غرض ان بدنصیب ہندوؤں کے سیاپے سے بڑی عبرت حاصل ہوتی ہے اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس شقی قوم پر خدا تعالیٰ کے صفات کا راز نہیں کھلا اور بید بے ثمر نے تناسخ کے اصول کی تعلیم سے انہیں سخت گھٹا

دیا۔ جب صورت حال یہ ہوتو میں آپ کو مبارک باد دوں کہ آپ کی طرف سے ان دشوار گزار گھاٹیوں کے صاف کرنے کو سیپر مائیز زپلٹن کا ایک قوی فرد آگے گیا اور براہِ راست خدا کے ہاں پہنچ کر آپ کے لئے دست شفاعت اور زبان ضراعت وا کرے گا۔ یا ابنائے جنس کی پیروی کر کے آپ کی تعزیت کروں یا ایک بد بخت سر قدر اور صلح بالقدر سے جاہل رافضی کی طرح آپ کو رونے اور رلانے کی ترغیب دوں۔ خدا تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ اس انعام کو آپ ضائع نہ کریں جو اس عجیب تقریب پر آپ کو ملنے والا ہے۔

(عاجز عبدالکریم)

5 جون 1900ء بعد نماز ظہر

(الحکم قادیان 10 جون 1900ء)

بنام محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ

محترم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کے بھائی حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کا عین جوانی کے عالم میں انتقال ہو گیا۔ان کی وفات 28/اپریل 1900 کو ہوئی۔ یہ نوجوان رفیق حضرت اقدسؑ اور احباب کرام کو نہایت عزیز اور بہت پیارا تھا۔آپ کی تعزیت کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور کئی دیگر احباب کرام نے ان کے خاندان کے نام تعزیتی مکتوبات تحریر فرمائے۔اس سلسلہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کا تعزیت نامہ پیش ہے۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ یکے از صحابہ تین صد تیرہ کے سوانح کیلئے ''اصحاب احمد جلد اول''اور''سیرت ایوب''میں پیش کئے گئے ہیں۔

''قادیان 30/اپریل [1900]

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ۔

ایوب بیگ رحمہ اللّٰہ رحمۃً واسعۃً واَدْخِلْہُ فی بحبوۃِ الجنان کی وفات کا صدمہ ایسا خفیف نہیں کہ اس کے بعد کوئی اس مرحوم کے وارثوں کو صبر کی ہدایت کرنے کی جرأت کر سکے۔اگرچہ یہ بات مرحوم کے متعلقین اور احباب کو پوری تسلی دیتی ہے

اور معاً خوش کر دیتی ہے کہ وہ سیدھا بہشت میں چلا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کی نسبت چالیس مسلمان گواہی دیں کہ وہ بہشتی ہے اس کے لئے بہشت واجب ہو جاتی ہے۔ ایوب بیگ کے لئے ہمارا سارا سلسلہ مسیح موعود علیہ السلام گواہی دیتا ہے کہ بہشت میں داخل ہو گیا۔ چھ ماہ سے قبل جو خواب حضرت مسیح علیہ السلام نے دیکھا تھا کہ ایک سڑک ہے، جس ہر چاند کا ٹکڑوں کا فرش ہے اور ایک بڑا ہی جمیل و وجیہ، رحیم، کریم شخص ایوب بیگ کا ہاتھ پکڑے اس سڑک پر سے آگے کو جا رہا ہے۔ اس خواب سے سب کے سب یقیناً سمجھ گئے تھے کہ ایوب بیگ جنتی ہے اور وہ سڑک جنت کو جاتی ہے اور حضرت نے اسی روز فرمایا تھا کہ جو کچھ مقدر ہو، مگر اس میں شک نہیں کہ ایوب بیگ کا خاتمہ بہت اچھا ہے۔

میں اس وقت حلفاً کہتا ہوں کہ ایوب بیگ کے متعلقوں میں کوئی ایسا متنفس نہیں جس کی زندگی کی کسی شان کی نسبت مجھے غبطہ اور رشک ہو مگر ایک ایوب بیگ مرحوم ہے۔ جس کے حسنِ خاتم نے مجھے بہت بڑا رشک دلایا ہے۔ وہ اس پاک ایمان پر مرا۔ اس نے زمانہ میں امام زمان کو شناخت کیا اور اخیر دم تک اس ایمان پر ثابت قدم رہا اور آخری گھڑی تک خدا تعالیٰ کے مسیح کو یاد کرتا رہا اور ہم ہیں کہ ابھی ہمارے اعمال جاری ہیں اور ہماری حالت امید و بیم میں معلق ہے اور سخت اضطراب میں ہیں کہ خاتمہ کیسا ہو۔ ہر مومن کو جو اندیشہ لگ رہا ہے وہ سوء خاتمت کا اندیشہ ہے۔ مگر ایوب بیگ یقینًا نیک نمونہ کے خاتمہ کے ساتھ اس جہان سے اٹھا۔

پس کس قدر مبارکی اور فخر اس کے اہل کو ہے جن میں ایک فرد ایسا گذرا ہے کہ اہل اللہ اور راستباز اس کی موت پر رشک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں بڑا ہی نا اہل ہوں گا اگر میں مکرم مرزا نیاز بیگ (والد متوفی) کو دردمندی سے بھرا ہوا اور رُلا دینے والا خط لکھوں۔ حق یہ ہے کہ میں ان کو تہ دل سے مبارکباد دوں کہ انہوں نے اپنی پیٹھ سے ایک نمونہ ہم لوگوں کو دیا۔ جس کی زندگی اور موت دونوں حالتیں برگزیدہ سلسلہ کے خدام کے لئے نمونہ تھیں۔ مرزا نیاز بیگ صاحب کی طرف سے اس پاک جہان میں ایک نیک فرد چلا گیا ہے جو ان کیلئے راہ صاف کرے گا۔ یہ جہان تو لابدّ گزاشتنی

ہے۔مگر کیا ہی مبارک وہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں گذرے۔

اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس وقت تک رہ رہ کر دل بھر بھر آتا ہے اور وہ سعادت اور فرخی کی مُورت آنکھوں کے سامنے پھر پھر جاتی ہے۔وہ حیا سے آنکھیں نیچی کر لینا، اور ہر امر کے آگے پورے انقیاد سے سر رکھ دینا اور ہمہ محبت چہرہ بار بار یاد آتا ہے اور یہ ساری باتیں ان میں سے ایک ہی نا مندمل زخم کرنے کے لئے کافی ہوتیں۔مگر ایک ہی اور صرف ایک ہی یقین تسلی دیتا اور تلافی کر دیتا ہے کہ جانا تو ضرور جانا ہے۔مگر جانے والا گیا خوب ہے۔حضرت رحیم کریم علیہ السلام کو بھی بڑا صدمہ پہنچا اور فرمایا ہمارا ایک بیٹا مرگیا ہے۔مگر یہی ایمان اور یقین آپ کی تسلی کا موجب بھی ہے کہ مرحوم کا انجام خوب ہؤا۔**غفر اللّٰہ لہٗ**۔

میرا یہ نیاز نامہ اپنے والد صاحب اور اپنی والدہ مسکینہ کو سنائیں۔شاید خدا تعالیٰ اس سے ان کے زخمی دل کو کوئی فائدہ پہنچائے۔اگر مجھے ان کی معرفت کی نسبت یہ یقین ہوتا کہ وہ میری باتوں سے راحت پائیں گے۔تو میں ان باتوں کو بہت طول دیتا اور درحقیقت اپنی ارادت ہی بیان کرتا۔مگر میں جانتا ہوں کہ ایک دنیادار کے حق میں ایک ناقابل برداشت صدمہ ہے۔خدا تعالیٰ مرزا نیاز بیگ اور والدہ ضعیفہ بھائیوں کو صبر اور اجر بخشے۔میں چاہتا ہوں کہ برادر یعقوب مفصل خط لکھیں کہ مرحوم نے آخری وقت کیا گفتگو کی۔والسلام۔

عاجز عبدالکریم۔طلوع آفتاب کے وقت۔

(الحکم قادیان 24 فروری 1904ء)

مکتوب بنام حضرت مختار احمد صاحب شاہجہان پوری

سنن ونوافل کی غایت

"سنن ونوافل دراصل متممات ہیں۔یعنی فرائض میں تغافل وکسل اور دیگر بشری ضعفوں کے باعث جو نقص اور کمی رہ جاتی ہے۔اللّٰہ تعالیٰ کریم وعلیم نے تلافی وحسد ضلل کے لئے انہیں بذریعہ سنت رسول مقبول صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقرر فرمایا ہے۔چنانچہ

لغۃً نفل کے معنے اس پر دال ہیں۔ جمعہ کے لئے فی الحقیقت دو ہی رکعت ہیں۔ چونکہ یہ بڑا ہی عظیم الشان فریضہ ہے اس لئے اسکے متمم اجر کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور چار منصم کر دیں فافہم وتدبر۔ اشتہار تازہ ارسال خدمت ہے میں یہاں (قادیان) بشرط زندگی بہت عرصہ تک رہوں گا۔

26 نومبر 1897ء

حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ میرا عمل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ ثابتہ پر ہے۔ حضرت نے رمضان اور غیر رمضان میں نماز تہجد میں کوئی فرق نہیں کیا۔ ہمارا ابھی عمل یہی ہے کہ آخری حصہ رات میں گیارہ رکعت پڑھتے ہیں۔

والسلام

کتاب البریہ بالکل ختم ہوگئی۔ ایک ہفتہ تک اشاعت کے قابل ہوگی۔

29 جنوری 1900ء

اپنے ایک عزیز حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی کے نام

خدا کے فضل سے ہم بقدر آرام سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ ہمارے احباب اور متعلقین اب تک عافیت سے ہیں۔ مگر سب کو بار بار کہو کہ خدا کا مسیح بار بار اپنی جماعت کو کہتا ہے کہ وقت ہے کہ سچی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلو اور ڈر جاؤ کہ اس (طاعون) کے دورے بار بار ہوتے ہیں اور سالوں تک ہوتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہمارے سب بھائی اور متعلقین نئی پیدائش حاصل کریں۔

(7 مارچ 1902ء)

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے ظلّ عاطفت میں وقت اچھا گزر رہا ہے۔ ہر نماز میں بتوفیقہ دعا کرتا ہوں کہ اس رجز (طاعون) سے اللہ تعالیٰ ہمارے تمام متعلقوں کو محفوظ رکھے۔ برادرم جہاں جہاں ممکن ہوتا کید کرو کہ سچی توبہ گناہوں سے کریں اور نمازوں کو سنوار کر پڑھیں۔ افسوس اب تک غفلت اور ہنسی کا وہی زور ہے۔

(2 جنوری 1902ء)

الحکم کے پڑھنے کی تاکیداوراس کے برکات

حضرت اقدس علیہ السلام قبول فرماتے ہیں بیعت آپ کی والدہ کی اور بیوی بچوں کی۔ مبارک ہو۔خداتعالیٰ ان سب کوراستی تقویٰ پر قائم رکھے اور نار سے بچائے۔
اللّٰہ تعالیٰ میری قوم پر میرے متعلقین اوراحباب پر خاص فضل کرے۔ دنیا میں ہم کو راستبازوں کی جماعت میں داخل کرے۔ برادرم! بڑے خوفناک دن ہیں اور خدا معلوم آئندہ کیا ہونے والا ہے۔قرآن کریم پڑھتے رہو اور دعا اوراستغفار میں مشغول رہو۔الحکم کو بہت پڑھا کرو اس میں بہت برکات ہوتے ہیں۔اللّٰہ دتا کو پھر تبلیغ کرو اور جس طرح ممکن ہو اس سے ملو۔والسلام۔

عبدالکریم 5اپریل 1904ء

بنام مولوی عبدالرحمٰن لکھوکے والے

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نوراللّٰہ مرقدہ تحریر کرتے ہیں:
ذیل میں ایک نہایت اہم اور تاریخی مکتوب درج کیا جاتا ہے۔ جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نوراللّٰہ مرقدہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب عرف محی الدین لکھوو الے کو لکھا تھا۔ یہ مکتوب 14راگست 1894ء کو لکھا تھا۔ گو اس پر قریباً چالیس سال گزرتے ہیں۔اس مکتوب کا کوئی جواب محی الدین صاحب نے نہیں دیا تھا۔اس لحاظ سے کہ یہ مکتوب حضرت اقدس ہی کے ارشاد سے اور من وجہ حضرت ہی کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ حضرت کے مکتوبات کے ذیل میں بھی آ سکتا ہے۔لیکن حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللّٰہ عنہ نے اس مکتوب کو ایسے رنگ میں لکھا کہ یہ ان کی ہی طرف سے اتمام حجت ہے۔ میں نے اس کو مکتوبات صافی کے ذیل میں دے دیا ہے۔احباب غور سے پڑھیں۔انہیں معلوم ہوگا کہ سابقون الاولون کی یہ جماعت حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی پر کیسا غیر متزلزل ایمان رکھتی تھی اور کس قوت کے ساتھ غیرت دلانے والا الفاظ میں مخالفین کو عبرت دیتے تھے۔(عرفانی)

''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد سلام علی من اتبع الھدی۔

آپ کا کارڈ موصول ہوا۔ سرّ الخلافہ کے مقابلہ کی میعاد کی نسبت حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آپ جس قدر چاہیں اس کی توسیع ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ان کو کامل وثوق ہے اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے وہ مکرر الہام پاچکے ہیں کہ کوئی ان کا مخالف اس کے مثل لانے سے عہدہ برآنہ ہوسکے گا۔ کاش اس وقت جو ایک عالم میں نزاع عظیم اور تشاجر عمیم واقع ہورہا ہے۔ آپ جو بڑے ملہم اور مستجاب الدعوات کرکے مشہور ہیں۔ نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ تمام دنیا پر برا بھاری احسان کریں کہ سرالخلافہ کا مقابلہ کرکے حضرت مرزا صاحب کے اس الہام کو ہی جھوٹا ثابت کریں۔ صرف اسی کی تکذیب پر جو آپ کے نزدیک کوئی معتبر امر نہیں۔ جناب مرزا صاحب اپنے باقی تمام بڑے اور عظیم دعاوی اور بین دلائل اور مبین ثبوت چھوڑ دینے پر طوعاً راضی ہیں۔ سو اگر آپ دینی پر طوعاً راضی ہیں۔ سو اگر آپ دینی غیرت اور صوفیانہ حمیت کو کام میں لاکر اس مقابلہ اور مقادمہ کے متکفل ہوجائیں اور کافۂ اہل اسلام کو عموماً اور مولویوں، صوفیوں اور ملہموں کو خصوصاً اس داغ رسوائی اور فصیحت وتشویر سے مخلصی دلائیں۔ تو آپکا یہ کارنامہ صفحات دہر پر ہمیشہ کے لئے یادگار رہ جائیگا اس لئے کہ حضرت مرزا صاحب نے سخت سے سخت غیرت دلانے والے الفاظ اور خطرناک تحدی آمیز دعووں سے آپ کے نظر علماء وفقراء پر پردہ درجحت ثابت کی ہے۔ وہ کسی صورت اور کسی رنگ میں فصاحت وبلاغت کا باب ہو یا تحریر دقائق وحقائق تفاسیر قرآن شریف کا یا استجابت دعوات کا ہر باب میں اللّٰہ تعالیٰ حضرت مرزا صاحب کا ناصر ومولیٰ ہے اور دوسرے تمام صوفی درویش، محدث، فقیہ، مقلد، غیر مقلد ومطرود ہیں اور کوئی ان کا مولا نہیں۔ چنانچہ اس غرض سے فیصلہ آسمانی اور دیگر متعدد کتابیں عربی زبان میں لکھیں اور ہر پہلو سے اپنے منکروں کو ملزم اور ساکت کیا۔ اس وقت کیا آپ پر یہ واجب الاداد ین نہیں ہے کہ آپ اپنے دعویٰ ملہمیت کی قوت واستظہار سے اپنے تئیں تمام ہندیوں، پنجابیوں اور غزنویوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے والا ثابت کریں۔ مولوی صاحب قسم بخدا

لایزال آپ کے علماء اور آپ کے ملہمین مخذول ومہجور ٹھیر گئے ہیں اور اس وقت سب آپ کے منہ کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ آپ کب اس خوفناک دھبے کو دھونے کے لئے مردمیدان بن کر نکلتے ہیں۔

(۲) آپ لکھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی نسبت آپ کو الہام ہوا ان فرعون وہامان اوراسی رنگ کے بعض الہامات ابتدائی وقتوں میں بھی آپنے بعض لوگوں کو لکھے ہیں۔ افسوس اگر آپ تقویٰ وطہارت کو مدنظر رکھ کر غور کریں۔ آپ پر کھل جائے۔ یہ سب الہامات ابتلا کے رنگ میں خود آپ اور آپ کے مسئلوں پر الٹ کر پڑے ہیں۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب اوران کا قلیل گروہ تو اس وقت مستقی کی ایک جماعت ہے۔ جو ہر طرح کے استہزا ولعن وطعن اور تکفیر وتحقیر کا نشانہ بن رہے ہیں اور فرعون وہامان ان کے مخالفین ہیں جو رعونت نخوت اور تکبر سے انہیں فرعونی تعلیٰ اور استقبال کا کوئی دقیقہ تو اٹھا نہیں رکھا۔ چنانچہ ان سب کے استاد نے اس مصری متکبر کا وہ فقرہ جو اس نے تھوڑا عرصہ ہوا اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھا تھا۔ اس کے قدیمی مصری بزرگ کو بھی پیچھے ڈالتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم ہی نے اس کو (مرزا صاحب کو) اونچا کیا تھا اور ہم ہی اس کو نیچے گرائیں گے۔

اور درحقیقت جو لوگ مبعوث و مامور ہو کر دنیا میں آتے ہیں۔ وہ تو ہمیشہ حسب عادۃ اللّٰہ جناب موسیٰ وہارون علیہ السلام کی طرح ضعیفوں اور متر کوں کے رنگ میں آتے ہیں۔ فرعون وہامان کا لقب ہمیشہ سے ان کے مخالفوں کو ملتا رہا ہے۔ افسوس آپنے کبھی اس امر میں غور نہ کی کہ جس قدر الہامات آپ کو اس بارہ میں ہو چکے ہیں سب محتمل المعانی ہیں۔ شاید وہ آپ کیلئے باریک ابتلاء وامتحان کے رنگ میں ہوں کیونکہ کبھی آپ کے الہام رساں نے حضرت مرزا صاحب کا نام لے کر تو آپ کو الہام نہیں کیا اور جیسا کہ اب تک آپ کی تحریر شدہ الہاموں سے ظاہر ہے۔ مرزا صاحب کے نام کو فقرہ الہام میں داخل کر کے تو آپ کو الہام نہیں دیا گیا اور میں اس وقت یہ بڑی بھاری اطلاع اسکو دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب بڑے زور سے دعویٰ کر کے کہتے ہیں کہ ان کا نام لے کر یا ان کے نام کی طرف اشارہ کر کے ہرگز ہرگز آپ کو الہام نہ بخشا جائیگا

اوراگرآپ ایسے کریں گےتو آپ مفتری اور مقتول ٹھہریں گےاور بہت جلدآپ کا وہ تدارک ہوگا جو کاذبوں اور مفتریوں کا ہوا کرتا ہے۔ لیجئے ایک اور فیصلہ کی راہ نکل آئی اورآسانی سے قضیہ پاک ہوگیا۔اب آپ کوقسم ہے اللہ جل شانہ کی جوآپ اس طرف توجہ نہ کریں۔اگرآپ صادق ملہم ہیں تو دنیائے اسلام کواپنی صداقت دکھلائیں اورایک عالم کوفتن محیط سے نجات دلائیں۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آج سے تیرہ برس پہلے براہین احمدیہ میں حضرت مرزا صاحب نے کئی ایک ایسے الہامات مشتہر کئے جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا موسیٰ اوران کے مخالفین کا نام فرعون وہامان رکھا چنانچہ لکھا ہے:

انت منی بمنزلة موسیٰ .ونُرِیَ فرعون و هامان و جنودهما ما کانوا یحذرون .

پھرآئینہ کمالات اسلام...... ہے۔**ذرونی اقتل موسیٰ** ۔پھرتحفۂ بغدادصفحہ 21 میں آپ کا یہ الہام درج ہے **اَنتَ فیهم بمنزلةِ موسیٰ فَاصْبِر علٰی جور الجائرین .**

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد5 ص217۔تذکرہ بار چہارم ص،623,603,550)

اب آپ خدا کے لئے غور کریں کہ یہ سب الہامات آپ کے الہامات سے بہت پہلے مشتہر ہوچکے ہیں۔اس سے کس کا موسیٰ اورکس کا فرعون ہونا ثابت ہوتا ہے۔کیا اللہ تعالیٰ کے الہامات اورکلام میں تضاداور تناقض جائز ہےاورکیا وہ اپنی مرضی سے چاہتا ہے کہ حق وباطل کوملتبس اور مختلط کردے کہ ایک طرف تو برسوں پہلے حضرت مرزا صاحب کو جناب موسیٰ کے نام اور ان کے لوازمات سے موسوم وموصوف کرے اور دوسری طرف آپ کوانگیخت کرے کہ تم انہیں فرعون وہامان کا خطاب دو۔درحقیقت موسیٰ وہی ہے جسے برسوں ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خلعت اصطفاء سے مشرف فرمایا۔اب ایسا ہرگزنہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عطا کردہ عہدہ سے پشیمان ہوکراور اس سے اسے معزول کرکے پھرایک ناعاقبت اندیش جلد باز کی طرح اسی کوفرعون وہامان کہنے لگ جائے اوراس میں ذرابھی شک نہیں کہ فرعون وہامان اس موسیٰ کے اعدا

منکر ہیں۔ جو اس وقت تمام فرعونی جیل اور مکائد، جنود مجندہ کی امداد سے اس ضعیف وقلیل جماعت کے نیست و نابود کرنے کے در پے ہو رہے ہیں اور زور زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ بہت جلد ان ضعفا کو معدوم کر دیں گے۔ افسوس براہین احمدیہ کے تمام مختلف الہامات کو مجموعی نظر سے مطالعہ کرتے تو یقیناً آپ پر واضح ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب اور تمام اوصاف ومحامد کے پورے مستحق اور مستوجب ہیں جن کا اب انہوں نے نہ مجدداً بلکہ برنگ دیگر دعویٰ کیا ہے اور آپ کانپ اٹھتے اور آپ کا دل دہل جاتا۔ ایسے ناسزا افسانے کے لگانے سے جو آپ ان کی نسبت لگا رہے ہیں اور ایسے ناپاک ناموں کو ان کی صرف منسوب کرنے سے جو بری جسارت سے آپ ان پر اطلاق کر رہے ہیں۔ مگر رونا تو اسی بات کا ہے کہ ہاتھ تو آپ ایسے خطرناک اور زہر گداز کام میں ڈال دیں اور بڑی جرأت سے اسے ڈال دیں۔ مگر ایک متقی عفت شعار کی طرح یہ نہ سوچیں کہ حضرت مرزا صاحب کی تصانیف جدیدہ وقدیمہ کو بھی ایک دفعہ بنظر غور دیکھ لیں۔

مولوی صاحب! صوفی، صاحب، ملہم صاحب معاملہ دین وایمان کا ہے۔ بازیچہ طفلاں نہیں ہے۔ جو کچھ منہ میں آئے بے ساختہ منہ سے کہہ دیا جائے۔ ہر ایک شخص اپنی منہ کی باتوں سے پکڑا جائے گا۔ مسلمانوں کا کثیر گروہ اس طرف بھی روز بروز متوجہ ہو رہا ہے۔ بنگال، مدراس بمبئی، برہما، منی پور اور رنگون اور بنگلور اور پنجاب، مصر، مدینہ منورہ، مکہ معظّمہ، طائف، طرابلس الشام سے صدہا...... مسلمان بے تابانہ شوق سے اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہو رہے ہیں اور جو جس کی نصرت ووسعت اختیار میں ہے۔ مال سے، جان سے، قلم سے اس کارخانہ کی تقویت وتائید میں خرچ کر رہا ہے۔

ہزاروں روپیوں کا ماہانہ وسالانہ خرچ ان ہی جاں نثار اور عشاق کی امداد کی بنا پر چل رہا ہے اور دوسری طرف ایک گروہ جس کی چشم بدور آپ قابل فخر یہ ہیں۔ جو اس تمام گروہ پر خلوفی النار کا فتویٰ لگاتا ہے اور خود حضرت مرزا صاحب بھی کتاب تبلیغ میں فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے سامنے دو چیزیں پیش کرتا ہوں ایک لعنت اور دوسری برکت۔ لعنت ان لوگوں کے لئے جو سوء ظن اور عجلت کی راہ سے میرا انکار کریں اور تکفیر وتذلیل کا قصہ کریں اور

برکت ان کے لئے جو میری پیروی کریں۔ان حیرت انگیز امور کو دیکھ کر اور ان کو سن کر ایک خدا ترس طالب حق کا فرض ہے کہ ان معاملات میں بڑے ٹھنڈے دل سے غور کرے۔نہ یہ کہ جلد بازی اور بے التفاتی سے بالکل ٹال ہی دے۔ یا اناپ شناپ جو کچھ منہ میں آئے کہدے۔آپ کا فرض ہے اور قسم ہے آپ کو اللّٰہ تعالیٰ کی جو آپ اس فرض کو ادا نہ کریں کہ آپ خلقت کو اگر یہ لعنت ہے تو اس سے بچانے کی کوشش نہ کریں اور اگر یہ برکت ہے تو خود بھی اس سے برکتیں ڈھونڈیں اور دوسروں کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ مند کرنے کی کوشش کریں۔اخیر میں میں چاہتا ہوں کہ کچھ الہامات حضرت مرزا صاحبؑ کو کرنے سے اس کا کیا مطلب ہے۔ یا اوّلاً یہ کہ آیا اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں یا نہیں۔......اس قسم کے سینکڑوں الہامات ہیں۔ جو اس امام زمان کی جلالت شان اور قبولیت عظمیٰ پر حضرت باری عزّ اسمہٗ کی جناب میں دلالت کرتے ہیں۔میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان پر غور کرینگے اور ایک فیصلہ کرنے والی کارروائی کرنے پر صدق دل سے آمادہ ہوں گے۔میں ہوں آپ کے جواب کا منتظر۔

عاجز عبدالکریم

ازقادیان 14 اگست 1894ء

(الحکم قادیان 28؍اپریل 1936ء،ص 8-10)

مکتوب شناختِ امام

مؤسس الحکم حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ تحریر کرتے ہیں:

''کسی راستباز اور مامور من اللّٰہ کی پوری اور سچی کامیابی کا معیار وہ فتح ہے جو اس کو ان دلوں پر حاصل ہوتی ہے۔جن تک وہ اپنا نہیں۔اس خدائے لایزال کا پیام پہونچاتا ہے۔جس نے اس کو مامور کر کے اصلاح دنیا کے لئے بھیجا ہے اور پھر ان مفتوح اور مسخر قلوب میں سے۔ان دلوں کو اپنے سلاسل اطاعت میں اسیر کر لینا اس کی فتح کی شان کو اور بھی بڑھا دیتا ہے۔ جو اپنی نوعیت اور حیثیت میں بہت سے پہلوؤں میں اس کی ہم شکل ہوں۔انسان کی فطرت میں ایک یہ قوت بھی ودیعت رکھی گئی ہے کہ وہ اپنے ہم

شکل و ہم جنس کی اطاعت پر خوش نہیں ہوتا اور پھر اپنے ہم ملک اور ہم قوم کی اطاعت پر اور ابھی سستی سے قدم اٹھاتا ہے اور اس سے بھی زیادہ اگر وہ مطاع اس کا ہی ہم شہر یا ہم محلّہ اور اس کی ہی برادری سے ہو۔ تو اور بھی کم رجوع کرتا ہے۔ یہی وہ راز یا سرّ ہے جو مامور من اللّٰہ کی اطاعت اختیار کرنے میں اکثر لوگوں کے لئے سدِّ راہ ہوجاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسی غیرت وحمیت کے ہوتے ہوئے اگر انسان پھر مامور من اللّٰہ کی شناخت کر کے اس کے پیچھے ہولے۔ تو لاریب وہ مدارج علیا کا حق دار ہوجاتا ہے۔ ہمارے خیال میں بھی وہ رات راز ہے۔ جو مامور من اللّٰہ کے ساتھ ہونے والوں کو فوز عظیم کے وعدے دیئے گئے ہیں اور یہ بات ہے بھی سچ۔ کیونکہ زیادہ قابل عزت ووقعت وہی انسان سمجھا جاوے گا۔ جو قوائے شہوانی اور جذبات نفسانی رکھتا ہوا بھی اور حسین وجمیلہ لڑکیوں کے گروہ میں رہ کر بھی ایک باز اور عفت مآب ثابت ہو۔ وہ مخنث فطرت جس کو ایسے قویٰ سے بہرہ ہی نہ ملا، اپنی کیا خوبی اور عظمت بتلاسکتا ہے۔ پس انسان میں فطرتاً ایسے خواص کا ہونا کہ وہ اپنے ہم جنس انسان کی اطاعت کو اپنی غیرت وحمیت کے خلاف دیکھے اور پھر کرے۔ اس کی ترقی مدارج کا موجب ہے اور یہی وہ راز ہے جو نادان ظاہر پرست اور کوتاہ اندیش لوگوں نے نہ سمجھ کر خلق شیطان پر اعتراض کیا ہے۔ شیطان دراصل انسانی مدارج کی ترقی کا ایک ذریعہ ہے مگر بد باطن اور کمزور طبیعت کے لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ ایک سچی فلسفی ہے۔ زہریلی اشیاء مثل سم الفار وغیرہ دنیا میں موجود ہیں۔ کیا خدا نے ان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ نادان انسان کھا کھا کر ہلاک ہوں؟ یا ایک دوسرے کی ہلاکت کا موجب ہوں؟ نہیں ہرگز نہیں وہ تو انسان کی زندگی کی ایک اور معاون چیز ہے اور ان ہزار ہا زہروں کی تریاق ہے۔ جو انسان کی اپنی غلط کاریوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اصل یہی ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مضر نہیں ہے۔ مگر انسان کا استعمال اسے مضر بنالیتا ہے۔ ہم ایک اور بات بھی بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ جہاں ان اشیاء میں ایسے خواص اور قلوب انسانی میں ایسے مادے بغرض اصلاح انسان رکھے گئے ہیں۔ جو بظاہر اس کی اصلاح کے دشمن اور جان کے لینے والے قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ وہاں ان پر غلبہ پانے اور اقتدار حاصل

کرنے کے قویٰ اس سے زیادہ قوی موجود ہیں۔لیکن چونکہ اول الذکر دلچسپ اور خوش نما نظر آتے ہیں۔ نادان اور مخفی انسان ان کا استعمال اور دوسروں کا عدم استعمال شروع کر دیتا ہے۔ پھر حسب قانون مستمرہ قدرت اول الذکر اپنی زہر پیدا کرتے ہیں اور آخر الذکر کا تریاق کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ زہر غالب آجاتی اور تریاق کو بھی زہر کر لیتی ہے۔انسان کی Intellectual Powers (قویٰ ذہنی) کے فلسفہ پر غور کرنے سے ان باتوں کی تفتیش اور تحقیق میں ایک خاص لذت ملتی ہے۔ بہر حال انسان میں ایسے قوی فطرتاً موجود ہیں۔ جو اس کو اپنے ہم جنس کی اطاعت کی اجازت دینا نہیں چاہتے۔ ورنہ کیا بھید تھا؟ جو ہر ایک آنے والے رسول کو کہا گیا۔ **ما نرٰک الا بشراً مثلنا** (ہود:28) میں یہی تو وہ سرّ تھا اور پھر اس میں کیا مصلحت ایزدی ہے کہ رسول اسی ملک کا باشندہ اور اسی قوم کا ایک فرد آتا ہے جس ملک اور قوم کی طرف وہ مامور ہوتا ہے۔ اسی لئے کہ اس کی اطاعت کی طرف وہ اور ابھی کم جھکنے کا اظہار کریں گے۔ ورنہ ہوسکتا تھا کہ کسی دوسرے ملک اور قوم میں سے آجاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اعلیٰ مدارج کیونکر ملتے۔غرض ہم نے مختصراً اس راز کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسی قوم اور ملک میں یا یوں کہو کہ رسول منھم کیوں آتا ہے؟

اس بیان سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ باوجود ایسی رکاوٹوں کے جو طبعًا انسان کے لئے ایک صداقت کے قبول کرنے کے راہ میں ہوتی ہیں۔ پھر اگر ایک دل بھی پوری محبت ہاں ایسی محبت کے ساتھ جو اس کو اپنی جان اپنے عزیز و اقارب یہاں تک کہ اپنے مربی و محسن والدین کو بھی اس ایک انسان کی محبت پر قربان کر دینے کو آمادہ کر دے اس کے ساتھ ہولے تو یقیناً سمجھو۔اس آنیوالے نے ایک قابل ناز فتح حاصل کی اور اگر وہ ایسے بہت سے دلوں کو تسخیر کر لے اور اپنا گرویدہ بنالے۔ تو پھر اس کے عظیم الشان مظفر و منصور ہونے میں کیا شبہ رہا۔ یہ مضمون ایسا لذیذ ہے کہ جی چاہتا ہے کہ لکھتے جائیں مگر طوالت کا خیال مانع ہے۔اس لئے اب مختصر کرتے ہیں۔اس اصول کے بعد ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھی ایک مدعی مامور من اللہ ہونے کا دعوی دار ہے اور وہ کسی دور دراز ملک اور دیش سے نہیں آیا۔ نہ ایسا ہے کہ ہم اس کی زبان سے اور وہ

ہماری بولی سے آشنا ہی نہیں۔ وہ ہم میں سے ہی ایک ہے۔ اسی پنجاب کا رہنے والا ہے۔ اس لئے ہم میں ہی پرورش پائی اور بڑھا۔ اب اس کے دعویٰ کی صداقت کے لئے ہم اتنا ہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا اس نے ایسے دلوں پر فتح پائی ہے۔ یا نہیں؟ ہم ان تمام خوارق اور معارف اور اعجازی امور کو جو اس کے ہاتھ سے سرزد ہوئے چھوڑتے ہیں۔ صرف یہی ایک بات دیکھتے ہیں کہ وہ تسخیر قلوب میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے۔ ہاں! بے شک اس نے ایسے دل حاصل کئے ہیں اور ان روحوں پر اپنا سکہ جمایا ہے جن پر فتح پانا انسانی کام نہ تھا اور پھر ایسی فتح کہ جان، مال، عزت، آبرو، سب کچھ انہوں نے اس کے ہاتھ میں دے دی۔ بے شک یہ ہے فتح مندی یہ ہے وہ کامیابی جسے کامیابی کہنا چاہئے اور پھر ایک نہیں دو نہیں، دس نہیں، ہزاروں دل ایسے اپنی سلک اطاعت میں منسلک کئے کہ ایک دوسرے سے زیادہ ارادت اور عقیدت رکھتا ہے۔

وہ مدعی کون ہے؟ عالی جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ایدہ اللّٰہ الودود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس کامیابی کے اظہار کے لئے اگر ہم دفتروں کے دفتر لکھیں تو ختم نہ ہوں۔ ہم صرف ذیل میں ان تسخیر شدہ دلوں میں سے ایک دل کا ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی اپنے الفاظ میں نہیں۔ بلکہ خود اس کے اپنے ہی الفاظ میں جو روح اور راستی کے ساتھ ایک عظیم الشان طاقت وقوت کی بنا پر جو اس کی روح کو حاصل ہوئی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے اپنے ایک خط کے ذریعہ ظاہر کئے ہیں۔ اس مسخر دل سے ہمارے مخدوم ومحسن جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مراد ہیں اور یہ خط انہوں نے اپنے ایک قدیم دوست چودھری نصراللّٰہ خاں صاحب پلیڈر سیالکوٹ کے نام بطور تبلیغ لکھا ہے۔ خط پر ہم کیا ریمارک کریں اسے صرف ناظرین ہی کی غور وفکر کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ دیکھیں گے کہ کس سچے جوش اور ارادت سے تبلیغ کی گئی ہے اس سے یہ امر بھی ثابت ہوگا کہ مولوی صاحب کو چوہدری صاحب ممدوح سے کس قدر محبت ہے۔ کیونکہ انسان جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے اپنے احباب کے لئے بھی اسے عزیز رکھتا ہے۔ ہم کو اس امر کے اظہار کی کچھ ضرورت نہیں کہ ان کو امام الوقت کے ساتھ کہاں تک ارادت ہے کہ ماں باپ عزیز واقارب کی محبتوں تک کو وہ اس کی محبت میں

سرد کئے بیٹھے ہیں۔ ناظرین پڑھیں اور غور کریں کہ ایسے اشخاص کا حضرت اقدسؑ کے پیچھے ہو لینا۔ کیا کم کامیابی ہے؟

جناب مخدومنا مولانا مولوی نورالدین صاحب

سوچو! اور پھر سوچو! جناب مخدومنا مولانا مولوی نورالدین صاحب کے حالات سے جو واقف ہیں۔ ان کو اور بھی غور کرنے کے لئے ایک وسیع میدان ملے گا کہ کیونکر ایک شخص کی اطاعت کے لئے جو درحقیقت اللہ اور رسول کی اطاعت ہے، وطن چھوڑا، مال و دولت چھوڑی، اعزاز چھوڑا اور سب کچھ چھوڑا۔ الغرض ایسے ہزارہا لوگ ملیں گے۔ جنہوں نے اس امام کو پہنچانا اور اس کے پیچھے ہو لئے ہیں اور الحمدللہ ہم بھی علی الاعلان اظہار کرتے ہیں کہ خدا نے ہم کو بھی توفیق دی کہ اس امام کو پہچانیں اور اس کے پیچھے ہو لیں۔ خدا تعالیٰ ہم کو اور ان تمام احباب کو جو اس نعمت کو پا چکے ہیں۔ استقامت نصیب کرے اور اس غرض کو سمجھا دے۔ جس کے لئے وہ امام ہو کر آیا ہے۔ آمین۔

بالآخر ہم پھر ایک بار کہنا چاہتے ہیں کہ اس خط کو ہمارے مخالف خصوصاً غور سے پڑھیں۔ کیونکہ اس میں ان کے لئے نور ہے اور اس میں ایک راست باز کی شناخت کی راہ نظر آتی ہے۔ ہمارے دوست اس خط کو ایک دوسری نظر سے پڑھیں اور وہ اپنے اندر ٹٹول کر دیکھیں یہ کہ جب تک انسان امام کے ساتھ تعلق پیدا کر کے دنیا اور اہل دنیا کی محبتوں کو اس کی محبت پر قربان نہ کر دے۔ وہ سچا متبع نہیں ہو سکتا۔ اس گرامی قدر خط کے سچی ارادت اور حقیقی عقیدت سے لکھے جانے کا ہمارے پاس یہ قوی اور زبردست ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کو قبولیت کا درجہ دیا۔ یعنی حضرت اقدس امام الزمان سلمہ اللہ الرحمٰن نے اتفاقاً اسے پڑھا اور اپنے جدید اور ضروری رسالہ ضرورۃ الامام کا ایک جزو قرار دیا۔ آخر میں دعا ہے کہ جس نیّت اور غرض کے لئے یہ خط لکھا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے پورا کرے۔ اب ہم وہ اصل خط درج کرتے ہیں۔

مکتوب بنام حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ

امابعد من عبدالکریم الیٰ اخی وحبی نصر اللہ خاں!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج میرے دل میں پھر تحریک ہوئی ہے کہ کچھ درد دل کی کہانی آپ کو سناؤں ممکن ہے کہ آپ بھی میرے ہمدرد بن جائیں۔ اتنی مدت کے بعد یہ تحریک خالی از مصالح نہ ہوگی۔ محرک قلوب اپنے بندوں کو عبث کام کی ترغیب نہیں دیا کرتا۔ چوہدری صاحب! میں بھی ابن آدمؑ ہوں، ضعیف عورت کے پیٹ سے نکلا ہوں۔ ضرور ہے انسانی کمزوری، تعلقات کی کششیں اور رقت مجھ میں بھی ہو۔ بطن عورت سے نکلا ہوا اگر اور عوارض اسے چمٹ نہ جائیں تو دل نہیں ہوسکتا۔ میری ماں بڑی رقیق قلب والی بڑھیا دائم المریض موجود ہے۔ میرا باپ بھی ہے۔ میرے عزیز اور نہایت ہی عزیز بھائی بھی ہیں اور تعلقات بھی ہیں۔ تو پھر کیا میں پتھر کا کلیجہ رکھتا ہوں جو مہینوں گزر گئے یہاں دھونی رمائے بیٹھا ہوں یا کیا میں سودائی ہوں اور میرے حواس میں خلل ہے۔ یا کیا میں مقلد کور باطن اور علوم حقہ سے نابلد محض ہوں یا کیا میں فاسقانہ زندگی بسر کرنے میں اپنے کنبہ اپنے محلّہ اور اپنے شہر میں مشہور ہوں۔ یا کیا میں مفلس نادار پیٹ کی غرض سے نت نئے بہروپ بدلنے والا قلاش ہوں۔ **یعلم اللّٰہُ والملائکۃُ یشھدون** کہ میں بحمدللہ ان سب معائب سے بری ہوں۔ **ولا ازکی ولٰکن اللّٰہَ یُزکی من یشاءُ**۔ تو پھر کس بات میں مجھ ایسی استقامت پیدا کر رکھی ہے، جو ان سب تعلقات پر غالب آگئی ہے۔ بہت صاف بات اور ایک ہی لفظ میں ختم ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے امام زمان کی شناخت۔ اللہ اللہ یہ کیا بات ہے جس میں ایسی زبردست قدرت ہے جو سارے ہی ایسے سلسلوں کو توڑ دیتی ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں۔ میں بقدر استطاعت کے کتاب اللہ کے معارف واسرار سے بہرہ مند ہوں اور اپنے گھر میں کتاب اللہ کے

پڑھنے اور پڑھانے کے سوا مجھے اور کوئی شغل نہیں ہوتا۔ پھر میں یہاں کیا سیکھتا ہوں کہ وہ گھر میں پڑھنا اور ایک معتد بہ جماعت میں مشارالیہ اور مطمح انظار بننا میری روح یا میرے نفس کے بہلانے کو کافی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ **واللّٰہ ثم تاللّٰہ** ہرگز نہیں۔ میں قرآن کریم پڑھتا، لوگوں کو سناتا، جمعہ میں ممبر پر کھڑا ہو کر بڑے پُراثر اخلاق وعظیں کرتا اور لوگوں کو عذاب الٰہی ڈراتا اور نواہی سے بچنے کی تاکید کرتا۔ نفس ہمیشہ مجھے اندر اندر ملامتیں کرتا۔ **لما تقولون مالا تفعلون** (الصّف:2)

میں دوسروں کو رلاتا رہا پر خود نہ روتا اوروں کو ناکردنی اور ناگفتنی امور سے ہٹاتا پر خود نہ ہٹتا۔ چونکہ (خود) ریاکار اور خودغرض مکار نہ تھا اور حقیقتاً حصول جاہ و دنیا میرا قبلہ ہمت نہ تھا۔ میرے دل میں جب ذرا تنہا ہوتا تو ہجوم کر کے یہ خیالات آتے۔ مگر چونکہ اپنی اصلاح کے لئے کوئی راہ (مجھے) نظر نہ آتا اور ایمان ایسے خشک عملوں پر قانع ہونی کی اجازت بھی نہ دیتا۔ آخر ان کشاکشوں سے ضعف دل کے سخت مرض میں گرفتار ہو گیا۔ بارہا مصمم ارادہ کیا کہ پڑھنا پڑھانا اور وعظ کرنا قطعاً چھوڑ دوں، پھر پھر لپک کر اخلاق کی کتابوں، تصوف کی کتابوں اور تفاسیر کی کتابوں کو پڑھتا۔ احیاء العلوم، عوارف المعارف اور فتوحات مکیہ ہر چہار جلد اور کثیر کتابیں اس غرض سے پڑھیں اور بہ توجہ پڑھیں اور قرآن کریم تو میری روح کی غذا تھی اور بحمد للہ ہے۔ بچپن سے اور بالکل بے شعوری کے سنہ سے اس پاک بزرگ کی کتاب سے مجھے اس قدر انس ہے کہ میں اس کا کم و کیف بیان نہیں کر سکتا۔ غرض علم تو بڑھ گیا اور مجلس کو خوش کرنے اور وعظ کو سجانے کے لئے لطائف وظرائف بھی بہت حاصل ہو گئے اور میں نے دیکھا کہ بہت سے بیمار میرے ہاتھ سے چنگے بھی ہو گئے۔ مگر مجھ میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوتی تھی۔ آخر حیص بیص کے بعد مجھ پر کھولا گیا کہ زندہ نمونہ یا اس زندگی کے چشمہ پر پہنچنے کے سوا جو اندورنی الائشوں کو دھو سکتا ہو یہ میل اترنے والی نہیں۔ ہادی کامل خاتم الانبیاء **صلوات اللّٰہ علیہ وسلامہٗ** نے کس طرح صحابہ کو منازل سلوک تئیس برس میں طے کرائیں۔ قرآن علم تھا اور آپ اس کا سچا عملی نمونہ تھے۔ قرآن کے احکام کی عظمت اور جبروت کو مجرد الفاظ اور علمی رنگ نے فوق العادت رنگ میں قلوب پر نہیں بٹھایا۔ بلکہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عملی نمونوں اور بے نظیر اخلاق اور دیگر تائیدات سماویہ کی رفاقت

اور پیاپے ظہور نے ایسا لازوال سکہ آپ کے خدام کے دلوں پر جمایا۔خدا تعالیٰ کو چونکہ اسلام بہت پیارا ہے اوراس کا ابدالدھر تک قائم رکھنا منظور ہے اس لئے اس نے پسند نہیں کیا کہ یہ مذہب بھی دیگر مذاہب عالم کی طرح قصوں اور فسانوں کے رنگ میں ہوکر تقویم پارینہ ہو جائے۔اس پاک مذہب میں ہرزمانہ میں زندہ نمونے موجود رہے ہیں۔جنہوں نے علمی اور عملی طور پر حامل قرآن علیہ الصلوات الرحمٰن کا زمانہ لوگوں کو یاد دلایا۔اسی سنت کے موافق ہمارے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود ایدہ اللّٰہ الودود کو ہم میں کھڑا کیا کہ زمانہ پر وہ ایک گواہ ہو جائے۔میں نے جو کچھ اس خط میں لکھنا چاہا تھا کہ حضرت اقدس امام صادق علیہ السلام کے وجود پاک کی ضرورت پر چند وجدانی دلائل تھے۔

اس اثنا میں بعض تحریکات کی وجہ سے خود حضرت اقدسؑ نے ''ضرورت امام'' پر پرسوں (ستمبر 1898ء) ایک رسالہ لکھ ڈالا ہے۔جو عنقریب شائع ہوگا۔ناچار میں نے اس ارادے کو چھوڑ دیا۔بالآخر میں اپنی نیک صحبتوں کو آپ کے باقاعدہ حسن ارادت کے ساتھ درس کتاب اللّٰہ میں حاضر ہونے آپ کے اپنی نسبت کمال حسن ظنّ کو اوران سب پر آپ کی نیک دل اور پاک تیاری کو آپ کو یاد دلاتا اور آپ کے ضمیر روشن اور فطرت مستقیمہ کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ آپ سوچیں وقت بہت نازک ہے۔جس زندہ ایمان کو قرآن چاہتا ہے اور جیسی گناہ سوز آگ قرآن سینوں میں پیدا کرنی چاہتا ہے وہ کہاں ہے۔میں خدائے رب عرش عظیم کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں۔وہی ایمان حضرت نائب الرسول مسیح موعود کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اوراس کی پاک صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے۔اب اس کارخیر میں توقف کرنے سے مجھے خوف ہے کہ دل میں کوئی خوفناک تبدیلی پیدا نہ ہو جائے۔دنیا کا خوف چھوڑ دو اور خدا کیلئے سب کچھ کھودو کہ یقیناً سب کچھ مل جائے گا۔

والسلام عاجز عبدالکریم از قادیان یکم اکتوبر 1898ء

(الحکم قادیان 22/اکتوبر 1898ء)

4۔منظومات صافی

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللہ مرقدہ کبھی کبھی شاعری بھی کرتے رہے اور صافیؔ کا تخلص استعمال فرماتے۔آپ نے اردو، پنجابی، عربی اور فارسی میں شاعری کی گوکم کی۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ نے آپ کی بعض منظومات شائع بھی کیں۔ذیل میں نمونۃً آپ کا منظوم کلام پیش کیا جارہا ہے۔

قصیدہ درنعت سرور کائنات سید موجودات احمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہٖ وسلم

عندلیب نو گرفتارم نواہا میزنم
بے گل روئے کسے یا ہو و یاہا میزنم

کس مپرسم ناتواں افتادہ در کنج خمول
بر فراق دوستاں بانگِ دریغا میزنم

بعد زیں خواہم زنم چاکِ گریبانِ قیود
سر دہم زیں جاؤ پے در کوہ دورہا میزنم

از سرِ رد و قبول اہل عالم بگزرم
حرف سرّی بادلِ دیوانہ آسا میزنم

من نمیدارم دماغ صحبتِ ایں سگدلاں
گوشہا کر شد سرودِ راز تنہا میزنم

پیش ہر دوں ہمتے کہ سرفرو دآرم کہ من
نف بملک و دولتِ کاؤس و کسریٰ میزنم

آن جہاں افروز نورے کزجلال ذاتِ او
داغ ظلمت ذرہ بر خورشید رخشا میزنم

خاتم الانبیاء رسولے کز کمال شرع او
خط نسخ بر سرِ جملہ صحفہا میزنم
خاطرے دارم تولّا زادۂ اصحاب او
بر سر اعدائے شان سنگ تبرا میزنم
گوشۂ چشمی زتو ساقی
مدتے شد حلقہ باب معلیٰ میزنم

(15 ستمبر 1883 تحریر شد،ازالحکم قادیان 10 /اکتوبر 1906ء)

شانِ احمدی

لامع ہوا مہر درخشاں احمدی
ملتی ہے مفت نعمت الوان احمدی
ہندوستان کا بخت سیاہ کیوں نہو سفید
ساطع ہوا ہے مہر درخشاں احمدی
ہاں قوت روح و قلب کی ہو جس کو آرزو
اک دم ہو میہمان سر خوانِ احمدی
اے دوستو بہت ہوا باطیل سن چکے
میری سنو کہ پڑھتا ہوں قرآنِ احمدی
تثلیث کیا ہے مکڑی کی جالی سے سُست تر
توحید مستقیم ہے ایمانِ احمدی
اے خارزارہ دہر کی پژمردہ خاطرو
دوڑو کہ واہے باب گلستانِ احمدی
اے جاہلانِ معرفت علم حق ادھر
آؤ کہ اب کھلا ہے دبستانِ احمدی
ابلاغِ حکمِ خالق و مالک کے واسطے

آیا ہے کمترینِ غلامانِ احمدی
منشورِ لطفِ حضرتِ رحمان ہاتھ میں
پھرتے ہیں سب جہاں میں رسولانِ احمدی
موسیٰ مسیح یسعیا حجی اور یرمیا
سارے نبی ہیں مژدہ رسانانِ احمدی
مدت ہوئی ہے سوئے ہوئے تم کو اب سنو
شیریں اذانِ مرغِ سحر خوانِ احمدی
پورا ہوا کلام یسعیا کا دیکھ لو
ٹیولوں پہ ہے خروش بلالان احمد
روح کا لباس بیش بہا ہر قماش کا
بکتا ہے آؤ سچی ہے دکانِ احمدی
پاسنگ مگر اس میں نہیں دیکھو غور سے
کیا مستقیم و عدل ہے میزانِ احمدی
خواہش ہے ان کی جوتیاں سیدھی کریں امیر
کیا ہی بڑی ہے شانِ فقیرانِ احمدی
مردودِ سب جہاں ہیں ذلیلانِ مصطفیٰ
مقبول ہیں جہان میں عزیزانِ احمدی
اے خادمانِ مشن مبارک ہو بس تمہیں
یہ روپیہ کہ ہم ہیں گدایان احمدی
کیا پوچھتے ہو میرے حسب کو نسب کو تم
صافیؔ ہوں اور ہوں میں نثار خوانِ احمدی

(بدر قادیان 8 دسمبر 1905ء)

خطاب بہ نصاریٰ

(1883)

اے عزیزو ذرا انصاف کی آنکھیں کھولو
کب تلک آنکھوں پہ چاندی کا غشاوہ ہوگا
کیوں ہو تم شیفتہ اس ابیض نورانی کے
ثمرہ اس کی محبت کا فتــــــــکــــــوئ ہوگا
کام لو چشم بصیرت سے تامل تو کرو
اعمیٰ اس جا جو رہا واں بھی وہ اعمیٰ ہوگا

روزمحشر

جبکہ ہنگامہ بپا ارض و سما کا ہوگا
ناگہاں شور عجب خلق میں برپا ہوگا
شدّتِ حرقتِ خورشید یہاں تک ہوگی
مثل دریا کے وہاں بہتا پسینہ ہوگا
فرط دہشت سے پھریں مثلِ سکاریٰ مردم
لرزہ انداموں پہ اک قہر و بلا کا ہوگا
مرضعہ بھولے گی واں طفل رضیع کے اپنی
باپ بیٹے سے وہاں کرتا کنارہ ہوگا
ایسے میدانِ جگر تاب میں بتلائے کوئی
کس کا دہشت سے کلیجہ نہ دھڑکتا ہوگا
نفسی نفسی سبھی بولیں گے نبی و مرسل
کون اُس وقت واں امتی کہتا ہوگا
صاحبِ درجۂ مقبول و مقام محمود
وعدہ اَنْ یَبْــــــــــــعَثَکَ رَبُّکَ پورا ہوگا
پکڑو جلدی سے بس اس پاک نبی کا دامن
عاصیو سر پہ تمہارے یہی سایہ ہوگا

شدّت عطش سے ہو جب کہ زباں کانٹے سی
حوضِ کوثر پہ لئے کاسہ دھاقا ہوگا
خوش ہو اے امّتِ احمد تمہیں ڈر کیسا ہے
حضرت احمد مرسل سا شفیعا ہوگا
صافی جب جان لوں گا انجام میرا خوب ہوا
مرتے دم منہ سے اگر کلمہ نکلتا ہوگا

(الحکم قادیان 10راکتوبر 1906ء)

باب نہم

سیرت المہدیؑ

ذکر حبیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سیرت سیدنا حضرت مسیح موعودؑ پر سب سے اول کتاب لکھنے کی سعادت حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نوراللّٰہ مرقدہ کے حصہ میں آئی۔اس کتاب کے علاوہ آپ نے اپنی کتب،تحریرات، تقاریر و خطبات،مضامین و مقالات اور مکتوبات میں کئی مواقع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و سوانح اور اخلاقِ فاضلہ کے بارہ میں اپنے تاثرات،مشاہدات اور قلبی کیفیات بیان فرمائی ہیں۔ آپ کو 1890ء سے لیکر اکتوبر 1905ء تک پیارے حبیب کی مجلس میں ابتداء توقفاً بعد توقفٍ اور بعدازاں مسلسل کئی سال اپنی حیات طیبہ کے سنہری ایام گزارنے کا موقعہ ملا اور نہایت قریب سے حضرت امام مہدی آخرالزمان علیہ السلام کی لائف کا مشاہدہ کیا۔اس دوران آپ نے اپنی وجدانی کیفیات،احساسات اور جذبات تقریری،تحریری،اور زبانی کئی مواقع پر بیان فرمائے۔کبھی مضامین میں لکھ کر اخبار الحکم و بدر کی نظر کئے۔کبھی خطبات جمعہ و عیدین کے مواقع پر بیان کئے اور کبھی اپنے تبلیغی خطوط میں اظہار فرمایا، اور بسا اوقات اپنی تصانیف میں بھی بیان کئے۔آپ کے بیان کردہ بعض مشاہدات ہدیہ قارئین کئے جارہے ہیں۔یاد رہے ان رشحات قلم میں آپ کی تصنیف ''سیرت حضرت مسیح موعودؑ'' کی روایات شامل نہیں ہیں۔

قادیان میں جو دولت ملتی ہے وہ دنیا کے کسی مقام پر آج دستیاب نہیں

آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیضان صحبت جو سب سے لازوال دولت حاصل کی وہ بادشاہوں کے دربار میں بھی نہیں ملتی تھی۔اسی وجہ سے آپ نے بادشاہوں کی پُرکشش پیشکشوں کو بھی ٹھکرا دیا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہنے کا کس قدر عشق و ذوق تھا۔ذیل کے واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے

''امیر حبیب اللّٰہ خان والئی افغانستان نے کابل میں ایک دارالترجمہ قائم کیا۔اس

میں ہندوستان کے چیدہ چیدہ علماء، ماہرین فن اور قابل لوگوں کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مخدوم الملت چونکہ عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں کے ماہر تھے اس لئے بادشاہ نے آپ کو کابل آنے کی دعوت دی اور بیش قرار معاوضہ بطور تنخواہ پیش کیا۔ حضرت مولوی صاحب نے جواب دیا۔ قادیان میں جو دولت ملتی ہے وہ دنیا کے کسی مقام پر آج دستیاب نہیں۔ تیرہ سو برس کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے مامور کو ہم میں بھیجا ہے۔ اس کی پاک صحبت کو چھوڑ کر سونے چاندی کے سکوں کے لئے جانا مردار دنیا پر مونہہ مارنا ہے اور اعلیٰ سے ادنیٰ تبادلہ ہے۔ خدا کی قسم اگر دنیا کی ساری دولت میرے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دی جائے اور اس کے بدلہ میں قادیان سے مجھے الگ ہونے کی خواہش کی جائے تو میں سونے چاندی کے اس ڈھیر پیشاب بھی نہ کروں'' (اخبار الحکم قادیان 14 / اگست 1922

اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

''میاں محمود والا واقعہ (جو کہ سیرت مسیح موعود کے صفحہ نمبر بیس پر درج ہے) سن کر میرے دل میں آپ کے منجانب اللہ ہونے کی نسبت اور بھی زیادہ مضبوط ایمان پیدا ہو گیا۔ اس لئے کہ جیسا میں ہر موقعہ پر دیکھتا ہوں اس موقعہ پر بھی وہی تجربہ مسیحا ثابت ہوا کہ حضرت اقدس کے پیش نظر دین اور اعلاء دین ہی سے محض دنیا کی طرف نہ کبھی توجہ ہوتی اور نہ متوجہ ہونا پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن فرمایا کہ:

''جب کوئی شخص محض دنیا کے لئے درخواست کرتا ہے طبیعت میں بہت کراہت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جب کسی کی درخواست خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے یا کوئی شخص کسی ابتلاء میں محض دین کی خاطر مبتلا ہوتا ہے اور ستایا جاتا ہے۔ اس وقت دعا کیلئے بے اختیار تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔''

(الحکم قادیان 30 اپریل 1905ء ص 8)

مشاہداتِ ذاتیہ

1905ء میں ایک شیعہ ذاکر ارشاد علی صاحب نے بعنوان ''شہادۃ قرآنی علٰی کذب کرشن قادیانی'' ایک کتابچہ لکھا جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی تھی۔ اس مؤلف نے اس نام نہاد رسالہ کو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ اور حضرت حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے نام بھی قادیان میں روانہ کردیا۔ حضرت مولوی صاحب نے اس کا جواب رقم فرمایا۔ عموماً اس دور میں قادیان میں جو مخالفانہ خطوط و کتب آتیں ان میں گالیاں تو یقیناً ہوتی تھیں اور بعض خطوط میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی گالیوں میں شامل کرلیا جاتا تھا۔ اس بات کا اظہار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے۔ جس کا ذکر اس کتاب میں شامل ہے۔ مذکورہ بالا کتابچہ میں حضرت مولوی صاحب کو بھی گالیاں دی گئیں۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں:

> ''یہ رسالہ میرے اور مولوی (حضرت حکیم نورالدین بھیرویؓ) صاحب کے نام آیا ہے اور بھیجنے والے نے اپنے قلم سے اس پر میرا نام لکھا ہے۔ میں عادتاً اس کو بھی ردّی میں پھینک دیتا اور ان گالیوں اور یاوہ گوئیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتا جو اس میں حضرت حجۃ اللّٰہ خلیفۃ اللّٰہ المہدی اور میری نسبت کی گئی ہیں۔ ایک قادر جج کو ایک ذلیل جھوٹے مستغیث کے خلاف فیصلہ دے کر کیوں اشتعال آنا چاہئے۔ جبکہ مایوس نامراد عدالت کے کمرہ سے کچھ مونہہ بُڑ بُڑاتا یا کچھ بکتا ہوا نکلتا ہے۔ ذلیل ذلیل ہے۔ جج جج ہے۔ اس کی یاد رہوا یاوہ گوئی کوئی آندھی نہیں جس سے اس کی مضبوط اور مستقیم کرسی ہل جائے۔ مگر اس رسالہ کے نام نے تحریک کی اس پر کچھ لکھنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس کا نام دھوکہ دینے کے لئے ''شہادۃ قرآنی'' رکھا گیا ہے۔
>
> اللّٰہ تعالیٰ دانا و بینا گواہ ہے کہ مجھے قرآن کریم سے کس قدر محبت ہے اور میرے دل میں اس زندہ کتاب کا کس قدر اکرام اور تعظیم ہے...... غرض میں نے اس نام کی خاطر اس رسالہ کو پڑھا اور اس نام کی خاطر اس کے جواب یا کشف حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ میرا ذکر کرنا اس دیرینہ کینہ کی وجہ

سے جو ان حائریوں حیروں اور ظلمت کے فرزندوں کو مجھ سے میری کتاب ''خلافت راشدہ'' کے سبب سے ہے۔ میں کس طرح کسی کو یقین دلاؤں اور اپنا سینہ دکھادوں کہ میرا مذہب کیا ہے۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ میرے حال اور قال کو دیکھ یا سُن کر میرا کوئی نام تجویز ہو۔ میرا مذہب جس پر میں علیٰ وجہ البصیرۃ قائم ہوں یہ ہے کہ خدا کا کلام اور خدا کا کام جس امر یا جس شخص کی تائید کریں، میں اس کی تائید کرتا ہوں اور جس کی یہ دو گواہ تردید کردیں میں بھی اس کا مخالف ہوں۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور ان کے اتباع کو اور پھر حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود کو ان دو عادل گواہوں کی گواہی اور تائید میں مانا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام نے مومنوں کی جو علامتیں بیان فرمائی ہیں اور خدا تعالیٰ کے کام نے جن لوگوں کے وجود میں فعلاً اور عملاً ان کا ثبوت دیا ہے وہ علامتیں کامل طور پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں اور آخری زمانے میں ہمارے آقا و ولی نعمت حضرت خلیفۃ اللّٰہ میں پائی جاتی ہیں......۔

''میں تیس برس سے اس راہ میں سفر کر رہا ہوں۔ معرفت الٰہی کی سچی پیاس نے مجھے آب زلال کی تلاش سے کبھی ملول ہونے نہیں دیا۔ اوّل اوّل جب میں نے اس راہ میں قدم رکھا۔ میں قطعاً نہیں جانتا تھا کہ مجھے کس مشرب سے پانی پلایا جائے گا۔ حق کی صحیح تلاش اور قلب سلیم کی پاک آرزو نے خدا سے توفیق پا کر قرآن کو معیار قرار دیا اور انتھک جستجو میں استقامت اختیار کی۔ اس کا نتیجہ وہ تحقیق اور حق وصدق ہے جس پر میں بحمد اللّٰہ بصیرت اور شرح صدر سے قائم ہوں۔ اس لمبے عرصہ میں میں نے عیسائیوں کی رد اسلام کی کتابوں اور ان کی الٰہیات اور تواریخ کلیسیا کو پڑھا اور خوب پڑھا۔ شیعوں کی معتبر اور مبسوط کتابوں کو پڑھا اور غور سے پڑھا۔ افسوس میں نہیں کر سکا کہ حضرت یسوعؑ کی الوہیت اور کفارہ کے دلائل میں جو عیسائی فخر اور ناز سے پیش کرتے ہیں اور حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے استحقاق خلافت یا خلیفہ بلافصل ہونے اور جامع کمالات انبیاء ہونے کے دلائل میں قوت اور ضعف کے لحاظ سے کیا فرق ہے۔'' (الحکم قادیان 17 جولائی 1905ء ص 2)

پاک تبدیلی پیدا کرنے والا خدانما وجود

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

''پس جس چیز نے میرے ایمان میں ایک حلاوت پیدا کی اور جس نے میرے غم و ہم کی گھڑیوں کو مسرت اور انبساط کے دراز اور غیر فانی دنوں میں بدل دیا ہے وہ یہی حقیقت ہے جو خدا تعالیٰ کی متمیّز گورنمنٹ کو حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود سے دیکھ لیا۔ ہاں آنکھوں سے دیکھ لیا ہے والحمدللہ علیٰ ذالک۔ میرے دوستو یقیناً یاد رکھو کہ خدا ہے اور اس کے سوا نہ زمین پر نہ آسمان پر کوئی اور مدبر بالارادہ ہستی ہے جو اولیاء اور اعداء، مطیع اور عاصی میں فرق کر کے قانون ممیّز بنا دے۔ میں ایک بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ حقیقت میں یہ ایک بڑی لذیذ راہ ہے جو سیرت الانبیاء کے پڑھنے سے معلوم ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ ہم نے سیرت الانبیاء کے پڑھنے سے اس راہ کا نشان پایا اور خدا کے موعود مسیح کے وجود سے اس کے آثار اور وجود کو دیکھا اور پھر اس کے طفیل سے اپنی ذات میں اس کے ثمرات کا مزہ چکھا۔ **اللھم صلّ علیٰ محمدٍ و علیٰ آل محمدٍ و بارِکْ و سلّم۔**

الغرض اس مقام پر غور کرو اور سوچو کہ وہ کیا بات تھی کہ اُسی ایک طوفان سے کئی کروڑ انسان ہلاک ہوتے ہیں اور چند مخلص جان نثار راستباز کا ساتھ دینے والوں کا گروہ بچ جاتا ہے۔ اسی سے خدا کی ممیّز حکومت کا پتہ لگتا ہے۔ (الحکم قادیان 30 نومبر 1899ء ص4)

خدا سے صُلح کر لو ہم سے خود ہی صُلح ہو جائے گی

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ تحریر کرتے ہیں:

''میں نے خوب سوچا اور عرصہ دراز کے تجربہ کے بعد میں یہ کہنے پر آمادہ ہوا ہوں۔ ہمارا امام ہمام علیہ السلام جو صدق اور راستی کے مستحکم چٹان پر آ کر کھڑا ہوا ہے اور جس نے خدا تعالیٰ سے امام وقت ہونے کا تمغہ لیا ہے اس کو بھی یہی قربانیاں کرنی پڑی ہیں۔ برادری کی محبتیں رشتہ داروں اور عورتوں کے تعلقات کو محض اس ایک بنا پر کہ خدا اور اس کے برگزیدہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو غرض اور واسطہ نہیں ہے قطع تعلق کرلیا۔ایک دنیا دار اور حریص انسان اولاد پر پھر نرینہ اولاد پر اور اس پر جوان برسرروزگار اولاد کی کس قدر خواہش اور آرزو رکھتا ہے اور اس کی محبت میں از خود رفتہ ہوجاتا ہے۔میں نے ایک اسّی برس کا انسان چلاّ تا ہوا دیکھا ہے۔چار ہزار روپیہ کی ماہوار آمدنی تھی مگر یہ خواہش اور آرزو اس کو کھائے جارہی تھی کہ اولاد ہو۔مگر اس امامؑ کو دیکھو کہ کس طرح پر فرزندوں کی قربانی کرکے دکھلا دی۔سلام، کلام،قطعاً چھوڑ دیا اور پوری علیحدگی اختیار کرلی کیوں؟ صرف اس لئے کہ اگر تم خدا سے صلح نہیں رکھ سکتے تو میں تم کو چھوڑتا ہوں۔انہوں نے صلح کے پیغام دیئے تو کیا جواب دیا۔یہی کہ خدا سے صلح کرلو۔ہم سے خود ہی صلح ہوجائے گی۔

(الحکم قادیان 26 اپریل 1899ء ص4)

وسعت حوصلہ اور توکّل علی اللہ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اپنی چھٹی چٹھی میں بیان کرتے ہیں:

''ایسا ہی ایک دفعہ اتفاق ہوا جن دنوں میں حضرت ''تبلیغ'' (رسالہ التبلیغ مراد ہے جو آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوا۔مؤلف) لکھا کرتے تھے،مولوی نورالدین صاحب تشریف لائے۔حضرت نے ایک بڑا بھاری دو ورقہ مضمون لکھا اور اس کی فصاحت و بلاغت خدا داد پر حضرت کو ناز تھا اور وہ فارسی ترجمہ کے لئے مجھے دینا تھا۔مگر یاد نہ رہا اور جیب میں رکھ لیا اور باہر سیر کو چل دیئے۔مولوی صاحب اور جماعت بھی ساتھ تھی۔واپسی پر کہ ہنوز راستہ میں ہی تھے،مولوی صاحب کے ہاتھ میں کاغذ دیدیا کہ وہ پڑھ کر عاجز راقم کو دیدیں۔مولوی صاحب کے ہاتھ سے وہ مضمون گر گیا۔واپس ڈیرہ میں آئے اور بیٹھ گئے۔حضرت معمولاً اندر چلے گئے۔میں نے کسی سے کہا آج حضرت نے مضمون نہیں بھجوایا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور ابھی مجھے ترجمہ بھی کرنا ہے۔مولوی صاحب کو دیکھتا ہوں کہ آپ کا رنگ فق ہو رہا ہے۔آپ نے نہایت بیتابی سے لوگوں کو دوڑایا کہ لیــــــجیــــــو، پکڑیو،لیکیو کاغذ راہ میں گر گیا ہے۔مولوی صاحب اپنی جگہ میں بڑے خجل اور حیران تھے کہ بڑی خفت کی بات ہے۔حضرت

صاحب کیا کہیں گے۔ عجیب ہوشیار آدمی ہے ایک کاغذ اور ایسا ضروری کاغذ بھی سنبھال نہیں سکا۔ حضرت کو خبر ہوئی۔ معمولی ہشاش بشاش چہرہ تبسم زیرلب، تشریف لائے اور بڑا عذر کیا کہ مولوی صاحب کو کاغذ کے گم ہونے سے بڑی تشویش ہوئی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کی جستجو میں اس قدر دوا دو اور تگ و پو کیوں کیا گیا۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر ہمیں عطا فرمائے گا۔

برادران! ان سب باتوں کی جڑ خدائے زندہ اور قادر کی ہستی پر ایمان ہے۔ یہ ایمان ہر وقت قویٰ کو زندہ اور تازہ رکھتا اور ہر قسم کی پژمردگی اور افسردگی سے بچاتا رہتا ہے۔ جو دنیا داروں کو بسا اوقات بڑی شرمناک حرکات پر مجبور کرتی ہے۔

بیماری کی حالت میں صبر و برداشت کا حوصلہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کو سخت دردسر ہو رہا تھا۔ میں بھی اندر آپ کے پاس بیٹھا تھا اور پاس حد سے زیادہ شور وغل برپا تھا۔ میں نے عرض کیا جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی۔ فرمایا ہاں اگر چپ ہو جائیں تو آرام ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا تو جناب کیوں حکم نہیں کرتے۔ فرمایا آپ ان کو نرمی سے کہہ دیں میں تو کہہ نہیں سکتا۔ بڑی بڑی سخت بیماریوں میں الگ ایک کوٹھری میں پڑے ہیں اور ایسے خاموش پڑے ہیں کہ گویا مزے میں سو رہے ہیں۔ کسی کا گلہ نہیں کہ تو نہیں پوچھا اور تو نے ہمیں پانی نہیں دیا اور تو نے ہماری خدمت نہیں کی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیمار ہوتا ہے اور تمام تیماردار اس کی بدمزاجی اور چڑ چڑا پن سے اور بات بات پر بگڑ جانے سے پناہ مانگتے ہیں۔ اسے گالی دیتا ہے اسے گھورتا ہے اور بیوی کی تو شامت آجاتی ہے۔ بیچاری کو نہ دن کو آرام نہ رات کو چین۔ کہیں تکان کی وجہ سے ذری اونگھ آ گئی ہے بس پھر کیا خدا کی پناہ آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔ وہ بیچاری حیران ہے کہ ایک خود چُور چُور ہو رہی ہے اور ادھر یہ فکر لگ گئی ہے کہیں مارے غضب وغیظ کے اس بیمار کا کلیجہ پھٹ نہ جائے۔ غرض جو کچھ بیمار اور بیماری کی حالت ہوتی خدا کی پناہ کون اس سے بے خبر ہے۔ برخلاف اس کے سالہا سال سے دیکھا اور سنا ہے کہ جو طمانینت اور جمعیت اور کسی کو بھی آزار نہ دینا حضرت کے مزاج مبارک کو صحت میں حاصل ہے۔ وہی سکون حالت بیماری

میں بھی حالت ہے اور جب بیماری سے افاقہ ہؤا معاً خندہ روئی اور کشادہ پیشانی اور پیار کی باتیں۔ میں بسا اوقات عین اس وقت پہونچا ہوں جب کہ ابھی ابھی سر درد کے لمبے اور سخت دورہ سے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا ہے اور فرمایا ہے اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہؤا کہ گویا آپ کسی بڑے عظیم الشان دل کشا نزہت افزا باغ کی سیر سے واپس آئے ہیں۔ جو یہ چہرہ کی رنگت اور چمک دمک اور آواز میں خوشی اور لذت ہے۔ میں ابتدائے حال میں ان نظاروں کو دیکھ کر بڑا حیران ہوتا تھا اس لئے کہ میں اکثر بزرگوں اور حوصلہ اور مردانگی کے مدعیوں کو دیکھ چکا تھا کہ بیماری میں کیا چولہ بدل لیتے اور بیماری کے بعد کتنی کتنی مدت تک سڑیل ہوتے ہیں کہ الامان۔ (الحکم قادیان 17 جنوری 1900ء ص 5-6)

موت کا وعظ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں:

''اللہ جلّ شانہ کی تمام کتابوں میں اور کل نبیوں اور راستبازوں کی زبانوں پر مسیح موعود کے زمانہ کا یہ نشان رکھا گیا تھا کہ جب دنیا اس سے اعراض کر جاوے گی اور فسق و فجور اور محرمات کی طرف دنیا میلان کر جاوے گی۔ اس آخری زمانہ میں جو مسیح موعود کا زمانہ ہوگا مری یا طاعون پھیلے گی۔ خدا تعالیٰ کی کتاب مجید میں بھی ایسا ہی پایا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ملفوظات میں بھی ایسا ہی ہے اور تمام نبی تورات میں یہ پیشگوئی کرتے چلے آئے ہیں کہ آخری زمانہ میں طاعون سے موت پھیلے گی۔

اب دیکھو کہ یہ پیشگوئی کیسے پوری ہوئی ہے۔ سینکڑوں گاؤں اس سے ہلاک ہو چکے ہیں اور ابھی تک کسی مادی آدمی اور ڈاکٹر کو اس کے علاج میں کامیابی نہیں ہوئی اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کا دور کب ختم ہوگا۔ تمام ڈاکٹروں نے اپنے اپنے ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ گورنمنٹ نے لاکھوں روپیہ خرچ کیا مگر آخر الگ ہونا پڑا۔ کئی لاکھ روپے کے خرچ سے ٹیکے کے لئے ڈاکٹر بلائے۔ آخر علاج کرنا پڑا کہ کوئی علاج نہیں ہے۔ بیشک اس کا علاج کیسے ہو جبکہ یہ **رجز من السماء** ہے۔ سماوی چیز کا جو قہر الٰہی کی صورت میں آئی ہو زمینی علاجوں سے کیا علاج ہو سکتا ہے۔ اس وقت بڑا ہی سنگدل اور شقی ہے وہ شخص اس نذیر سے

فائدہ نہیں اٹھاتا۔ یہ بالکل سچ ہے جس کے لئے موت کے ہادی اور وعظ نہیں ہے اور کوئی چیز اس کے ٹالنے والی نہیں ہوسکتی۔ بار دیگر پھر وہاں اس کا حملہ وہاں ہوا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کا حملہ کب تک رہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی وحی میں صاف لکھا ہے:

ان اللّٰہ لا یغیر مابقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم (تذکرہ بارچہارم ص260)

یعنی اللہ تعالیٰ اس طاعون کو نہیں اٹھائے گا جب تک کہ دنیا اپنی حالت کی اصلاح کرے گی۔ بہت سے سنگدل اور ملکوں میں اس نظارہ کو دیکھتے ہیں کہ دنیا ہلاک ہو رہی ہے مگر وہ اس نظارہ سے کوئی عبرت نہیں لیتے اور نہیں ڈرتے کہ یہ ان کے لئے نذیر ہے۔ شاید وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ خود ہی اس کا لقمہ بن جاویں۔ مگر یاد رکھو جو شخص خدا تعالیٰ کی اس بولنے والی کتاب سے عبرت نہیں پکڑتا اور سبق نہیں لیتا وہ خود دوسروں کے واسطے نمونہ کیا ہوگا۔ پس تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی صفات کا حیا کرو۔

(الحکم قادیان 10 جنوری 1904ء ص14)

میرے دوستوں کی عمر لمبی ہوں

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نور اللہ مرقدہ بیان کرتے ہیں:

''رات کو امراض وبائیہ کا تذکرہ ہوا فرمایا یہ ایام برسات کے معمولاً خطرناک ہوا کرتے ہیں۔ طبیب کہتے ہیں ان تین مہینوں (جون، جولائی، اگست) میں جو بچ رہے وہ گویا نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا یہ جاڑا ابھی خوفناک نظر آتا ہے۔

فرمایا میں تو بڑی آرزو رکھتا ہوں اور دعائیں کرتا ہوں کہ میرے دوستوں کی عمریں لمبی ہوں تا کہ اس حدیث کی خبر پوری ہو جائیں جس میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چالیس برس تک موت دنیا سے اٹھ جائے گی۔'' (الحکم قادیان 30 جون 1899ء ص5)

صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کا عقیقہ اور تصرف الٰہی

مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ روایت بیان فرماتے ہیں :

''مقدر تھا کہ اتوار کے دن پچیس جون 1899ء کو حضرت مبارک احمد صاحب کا عقیقہ ہو۔اس کے لئے حضرت کی طرف سے بڑی تاکید تھی۔اس کام کے مہتمم ہمارے عزیز ومعزز دوست منشی نبی بخش صاحب تھے۔سب نے بڑی جوش ونشاء سے تسلیم کیا اور عرض کیا کہ اتوار کے دن یقیناً سب سامان ہوجائے گا۔اللّٰہ تعالیٰ کا تصرف اور اس کی حکمت وقدرت دیکھوا توار کو صبح صادق سے پہلے بارش شروع ہوگئی۔صبح کی نماز بھی ہم نے معمول سے سویرے پڑھی۔چونکہ بارش تھی اور ہوا خوب سرد چل رہی تھی اور بارش کی وجہ سے تاریکی بھی تھی۔یہ سب سامان ہم لوگوں کے لئے افسانۂ خواب ہوگیا۔حضرت بھی سوگئے اور مہتمم صاحب بھی اپنے بسیرے میں جالیٹے۔ دن خوب چڑھ گیا۔حضرت اٹھے اور دریافت کیا کہ عقیقہ کا کوئی سامان نظر نہیں آتا۔گاؤں کے لوگوں کی دعوت کی گئی تھی اور باہر سے بھی کچھ احباب تشریف لائے تھے۔حضرت کو فکر ہوئی کہ مہمانوں کو ناحق تکلیف ہوئی۔ادھر ہمارے دوست نبی بخش صاحب بڑے مضطرب اور نادم تھے کہ حضور پاکؑ میں کیا عذر کروں۔منشی صاحب حاضر ہوئے اور معذرت کا دامن پھیلایا۔خیر کریم انسان اور رحیم ہادی۔اس کی ذات میں درشتی اور نکتہ چینی تو ہے ہی نہیں۔اچھا۔**فعل ما قدر**۔مگر ہمارے زکی الحواس دوست منشی صاحب کو صبر کہاں یہ دل ہی دل میں کڑھیں اور پشیمان ہوں اور پھر دوڑے جائیں حضرت کی خدمت میں معذرت کیلئے۔ان کے اس حال کو دیکھ کر حضرت اقدسؑ کو یاد آ گئی اپنی ایک رؤیا جو چودہ سال ہوئے دیکھی تھی۔جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک چوتھا بیٹا ہوگا اور اس کا عقیقہ سوموار کو ہوگا۔خدا تعالیٰ کی بات کو پورا ہونے اور اللّٰہ تعالیٰ کے اس عجیب تصرف سے حضرت اقدس کو جو خوشی ہوئی اس نے ساری ملامت اور عدم سامان کی کوفت کو دور کردیا اور دوسرے دن سوموار کو جب ہم سب خدام صحن اندرون خانہ میں بیٹھے تھے۔حضرت مبارک احمد صاحب کا سر مونڈا جارہا تھا۔حضرت اقدسؑ نے کس جوش سے یہ رؤیا سنائی کہ اس خوشی اور پاک خوشی کا اندازہ کچھ دیکھنے والے ہی کرسکتے ہیں۔''

(الحکم قادیان 30 جون 1899ء ص 6-7)

جنہیں میں نے اپنے والدین سے بھی زیادہ کریم پایا

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ تحریر کرتے ہیں:

''مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے بصیرۃ کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں حق بیان کر رہا ہوں۔ میری روح امام کے علوم کے مئے سے سرشار ہوکر یہ پاک ندیاں بہا رہی ہے اور مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ میں اس وقت خود حضرت امام علیہ السلام کی زبان ہوں اور آخر میں مَیں حضرت امام (الزمان علیہ السلام) سے، جسے مَیں نے اپنے والدین سے بھی زیادہ رحیم کریم پایا ہے، بمنّت عرض کرتا ہوں کہ وہ نماز میں اور رکوع وسجود کے اندر میرے لئے اور میرے مخلص احباب کیلئے خصوصًا اور ہماری جماعت کیلئے دعا کریں۔''

(الحکم قادیان 24/اگست 1900ء ص 12)

مبارک ہے وہ خدا جس نے ہمارے لئے ایسا انسان بھیجا

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ بیان فرماتے ہیں:۔

''مَیں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے بڑی غور سے ہمیشہ دیکھا ہے۔ مجھے اس زمانہ میں یہ ایک ہی شخص مستقیم ترازو اور پورے پیمانے سے تولنے والا نظر آتا ہے۔ میں اپنے امام کو ایسا رحیم، کریم، حلیم، عفودوست پاتا ہوں کہ اس کی نظیر نہیں پاتا۔ مَیں اکثر اپنے دل کو ملامت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس فکر میں مَیں گداز ہوجاتا ہوں کہ جس قدر عزّت اور تکریم ہماری، ہمارا امام کرتا ہے اور جس رافت اور رحمت اور محبت سے یہ ہم سے سلوک کرتا ہے، اس کے مقابلہ میں سراسر شرمندہ ہیں۔ ہر بات میں اسی کا ہاتھ اپنے اوپر پاتا ہوں۔ دل میں بڑی تڑپ لگی رہتی ہے کہ اس کی محبت اور قدر پیدا ہوجائے۔ مجھ پر تو اُس کے خاص فضل اور احسان ہیں۔ مَیں سخت کمزور ناقص اور جلد ابتلاء میں پڑ جانے والا اور نادان تھا۔ بارہ برس (1888ء) سے اس کا تعلق نبھنا، اس پاک انسان کے حلم وکرم سے ہوا ورنہ اپنی خو اور طبیعت کے لحاظ سے ایک لحظہ بھی کہیں بیٹھنے کے قابل نہ تھا۔ کردار میں، گفتار میں اور مختلف معاملات میں بڑی بڑی غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اگر میرا امام پردہ

پوش، نرم خو نہ ہوتا تو میں کب سے ہلاک ہو چکا ہوتا۔ اس کی اغماض و حلم نے ہمارے دلوں کو مسخر کر لیا۔ مبارک ہے وہ خدا جس نے ہمارے لئے ایسا انسان بھیجا''

(الحکم قادیان 10 ؍جون 1900ء ص4)

ظہور انبیاء کا مسئلہ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

''مجھے خوب یاد ہے تین سال سے زیادہ عرصہ ہوا (97-1896ء) حضرت اقدسؑ نے فرمایا تھا آج میری پشت میں چوتھے لڑکے کی روح حرکت میں آئی اور اپنے بھائیوں کو آواز دی کہ مجھے میں اور تم میں ایک دن کا فاصلہ ہے (انجام آتھم ص 182,183)......اس سے کسی قدر صاف حل ہو جاتا ہے وہ مسئلہ آدم کی پیٹھ میں روحوں کے کلام کرنے کا اگرچہ اس کے اور معارف بھی ہیں اور وہ یہ ہے **واذاخذ ربک من بنی ادم**......(الاعراف:173)'' (الحکم قادیان 30 جون 1899ء ص7)

پاک تبدیلی

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

''آج صبح (جولائی 1899ء) ہی میں عزیز برادر مفتی صادق سے کہہ رہا تھا کہ منجملہ ان بیشمار سبقوں کے جو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی پاک زندگی سے سیکھتے ہیں۔ ایک بڑا بھاری سبق جس کی ہمیں انسان اور تمدنی انسان بننے کے لئے اس عالم میں سخت ضرورت ہے۔ وہ کیا ہے؟ استقامت اور ہر قسم کے زلزلہ ڈالنے والی اور ہمت کی کمر کو ڈھیلا کر دینے والی اور جی کو ہرا کر بٹھا دینے والی شدتوں اور فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابل فوق العادۃ صبر۔ اخلاق پر لکھنے والوں نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے اور اس قوت کے زندہ رکھنے اور نشوونما دینے کے لئے بہت سی تدابیر لکھی ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ زندہ نمونہ اور انسان کامل کی عملی زندگی سے بہتر کوئی نمونہ نہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ کس قدر خوفناک ابتلا اور فتنے ہمارے پیارے مسیح کے سامنے آتے

ہیں۔بعض اوقات کسی سمت سے بظاہر چھکے چھڑا دینے والی خبر کان میں پڑتی ہے اور کبھی ایک معمولی انسان کو قطعاً مایوسی کر دینے والی بات واقع ہو جاتی ہے۔مگر یہ کیسا قلب ہے کہ اسے جنبش تک نہیں ہوتی۔پیش نظر کتاب کی تصنیف میں۔پیش دست شغل کے سرانجام میں کوئی روک اور کوئی تر دد رونما نہیں ہوتا۔پانچ وقت مسجد میں آنے میں کوئی خلل اضطراب واقع ہو جائے۔خدام سے حسبِ معمول خندہ پیشانی سے پیش آنے اور لطف وکرم اور بسط وبے تکلفی سے باتیں کرنے میں کوئی فرق پڑ جائے اور گھر میں بچوں کے معمولاً سوال پر سوال کرنے دق کرنے اور ستانے سے کوئی چڑ چڑا پن کا نشان دکھائے۔اپنی محترمہ رفیقہ سے کس وقت ایسی آواز ہی سے بول اٹھے جس سے درشتی اور کرختی کی بوآئے۔ان باتوں میں سے کبھی بھی کوئی آشکار نہیں ہوئی۔''

(الحکم قادیان 10 جولائی 1899ء ص1)

اللہ کی راہ میں لوہے کے کنگن

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:۔

''مجھے خوب یاد ہے کہ جس روز ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب قادیان میں حضرت کے مکان کی تلاش کے لئے آئے تھے اور قبل از وقت اس کا کوئی پتا اور خبر نہ تھی اور نہ ہوسکتی تھی۔ اس کی صبح کو کہیں سے ہمارے میر صاحب (حضرت میر ناصر نواب صاحب) نے سن لیا کہ آج وارنٹ ہتھکڑی سمیت آوے گا۔میر صاحب حواس باختہ سراز پانشاختہ حضرت کو اس کی خبر کرنے اندر دوڑے گئے اور غلبۂ وقت کی وجہ سے بصد مشکل اس ناگوار خبر کے منہ سے برقع اتارا۔حضرت اس وقت ''نور القرآن'' لکھ رہے تھے اور بڑا ہی لطیف اور نازک مضمون در پیش تھا۔سر اٹھا کر اور مسکرا کر فرمایا کہ میر صاحب لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں۔ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا مگر ایسا نہ ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں وہ اپنے خلفائے مامور میں کسی کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا۔''

(الحکم قادیان 10 جولائی 1899ء ص1-2)

اعلائے کلمہ اسلام کی خاطر

مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللّٰہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:۔

''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور یادرکھو میں پورے شعور اور خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر قسم کھاتا ہوں۔ بیوقوفوں اور سفلوں کی طرح نہیں کہ میں جو اس پاک انسان کے پاس بیٹھا ہوں۔ وہ ایک چیز ہے جس نے میری روح کو ذوق اور لذت سے معمور کردیا وہ بات یہی ہے کہ اس پاک وجود میں خدا تعالیٰ کے پاک دین اس کی سچی اور مہیمن کتاب اس کے کامل اور خاتم النبیین رسولؐ کیلئے ایک بے نظیر غیرت پاتا ہوں ہاں یہی عشق اور محبت کی چنگاری ہے جس نے میرے سینہ کو منور کردیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اس دنیا میں اس نے کہاں تک ترقی پائی ہے......۔

مگر میں نے خوب اندازہ کر کے دیکھ لیا ہے اور اب میں پوری بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ایک بھی دل نہیں جو ایسا سوز اور عشق رکھتا ہوں جو میرے آقا میرے ہادی و پیشوا حضرت مرزا غلام احمد کے دل کو ہے دین کی نصرت اعلاء کلمہ اسلام کیلئے وہ کیا کیا بے آرامیاں اور دکھ اٹھاتا ہے میں بیان نہیں کرسکتا۔''

(الحکم قادیان 17 جولائی 1899ء ص 4-5)

دعائیہ خطوط

''بہت سے خطوط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کے لئے آتے ہیں اور جواب میں لکھا جاتا ہے کہ دعا کی گئی اور یہ واقعی امر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کی ہر درخواست پر توجہ کرتے ہیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد بعض لکھتے ہیں کہ'' کچھ فائدہ نہیں ہوا اور دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ نے دعا نہیں کی یا اگر کی ہے تو توجہ سے نہیں کی''۔ ایک ایسی خطرناک ٹھوکر ہے کہ اس کا نتیجہ آخر کار مُونہہ کے بل گرانا ہوتا ہے۔ میں نے ایک دن اس بارہ میں عرض کیا۔ فرمایا سخت ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ دعا کے مضمون پر پھر قلم اٹھایا جائے اور پہلے مضمون کافی ثابت نہیں ہوئے۔ فرمایا دعا

نہایت نازک امر ہے۔ اس کے لئے شرط ہے کہ مستدعی اور داعی میں ایسا رابطہ مستحکم ہو جائے کہ اس کا درد اس کا درد ہو جائے اور اس کی خوشی اس کی خوشی ہو جائے جس طرح شیر خوار بچہ کا رونا ماں کو بہت بے اختیار کر دیتا ہے اور اس کی چھاتیوں میں دودھ اُتر آتا ہے ویسے ہی مستدعی کی حالت زار اور استغاثہ پر داعی سراسر رقت اور عقد ہمت بن جائے۔'' (الحکم قادیان 17 اگست 1899ء ص 1)

دعا کے معاملات

پھر بیان کرتے ہیں:

''دعا کے معاملہ میں میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے حضرت امام صادق کی عادت ہے کہ اگر کوئی دینی مصیبت میں گرفتار ہو تو آواز کان میں پڑتے ہی بے اختیار ہو جاتے اور پوری رقت اور عقد ہمت اپنے اندر پاتے ہیں۔ اس کو یوں سمجھو کہ اس انسان کامل کو دین سے ایسا ہی پیار ہے کہ ہمہ تن دین ہی دین ہے۔ یا یوں اسے تعبیر کرو کہ خدا تعالیٰ کی توجہ محض دین ہی کے امور کی طرف اور اس کا محبوب دین ہی ہے کہ وہ دین کیلئے دعا کو فوراً سنتا ہے۔ غرض حضرت اقدس کی توجہ اشرف دینی امور کی طرف ایسی متوجہ پاتا ہوں کہ دنیا اور اس کے امور ان کی پاک اور بلند نگاہ میں رستے کے تنکے سے زیادہ خسیس ہیں۔

میرے سامنے کی بات ہے ایک نوجوان نے آپ کے حضور میں دنیا کے مصائب کی کہانی شروع کی اور طرح طرح کے ہم و غم بیان کئے۔ آپ نے بہت سمجھایا کہ ہمہ تن ان امور میں کھویا جانا خسارت آخرت کے موجب ہوتا ہے۔ اس قدر جزع فزع مرد کو نہیں چاہئے۔ آخر وہ زور زور سے رونے لگا۔ حضرت اقدسؑ باوجود جبلی رحم و کرم اور نہایت ہی رقیق طبیعت ہونے کے ایسے خفا ہوئے کہ میں حیران ہو گیا۔ اسے کہا کہ بس کرو میں ایسے رونے کو جہنم کا موجب جانتا ہوں۔ میرے نزدیک جو آنسو دنیا کے ہم و غم میں گرائے جاتے ہیں۔ وہ آگ ہیں جو بہانے والے کو ہی جلا دیتے ہیں۔ میرا دل سخت ہو جاتا ہے ایسے شخص کے حال کو دیکھ کر جو ایسی جیفہ کی تڑپ میں کُڑھتا ہے۔''

(الحکم قادیان 17/اگست 1899ء ص 3-4)

جب اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں

''ایک روز میں حضور اقدسؑ کی خدمت میں اندر بیٹھا تھا۔ خدا تعالیٰ پر توکل کی بات چل پڑی۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتا ہوں جیسے سخت حبس ہوتا اور گرمی کمال شدت کو پہنچ جاتی ہے۔ لوگ وثوق سے امید کرتے ہیں کہ اب بارش ہوگی۔ ایسا ہی جب اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں۔ تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا کہ جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے جو ذوق سرور خدا تعالیٰ پر توکل کا اس وقت مجھے حاصل ہوتا ہے۔ میں اس کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا اور وہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو اور فرمایا ان دنوں میں جب کہ دنیوی مقدمات کی وجہ سے والد صاحب اور بھائی صاحب طرح طرح کے ہموم وغموم میں مبتلا رہتے تھے وہ بسا اوقات میری حالت دیکھ کر رشک کھاتے اور فرماتے تھے کہ یہ بڑا ہی خوش نصیب ہے آدمی ہے اس کے نزدیک غم نہیں آتا۔'' (الحکم قادیان 17؍اگست 1899ء ص4)

ساری خوشیاں دینِ اسلام کی خاطر

''میں خدا تعالیٰ کو گواہ رکھ کر اس وقت مسجد میں اور پھر محراب میں کھڑا ہو کر خدا کے پاک کلام کو ہاتھ میں لئے ہوئے ایک قوت اور بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرا ایک سلسلہ ہے جو ہادی کامل صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہے۔ پس میرے دوستو! جو دور ہو یا نزدیک ہوسن لو کہ کس قدر فخر کی بات ہے کہ ہمارا ایمان نت نئی شادابی حاصل کرتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ اس روز جب لغمان (افغانستان کا ایک صوبہ) کی خبر آئی تھی کہ وہاں حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کے نشانات کا ایک پتہ ملتا ہے تو ہمارے سیّد و مولیٰ امام کو کس قدر خوشی ہوئی تھی۔ میں نے اس خوشی کو محفوظ رکھا ہے۔ یہ خوشی صرف دین کی کامیابی کی راہ نکلنے کی وجہ سے تھی۔ اس خوشی کا باعث صرف یہ تھا کہ اسلام کی زندگی! ہادی انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی!!'' (الحکم 24 اگست 1899ء ص8-7)

واقعات نے بتلا دیا ہے کہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے اور اس کا بانی خدا ہے

مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ روایت بیان فرماتے ہیں:

حضرت اقدس جناب مسیح موعود کے متعلق اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ (اس کی صداقت کا) کیا ثبوت ہے۔ میں کہتا ہوں انا لننصر رسلنا (سورۃ مومن:52) کا فرمودہ ہے۔ اگر اس کی تائید اور نصرت ایسی نہج اور طریق سے ہوتی ہے جس طرح پر مامور من اللہ نصرت پاتے ہیں تو پھر ماننے میں کیا عذر ہے۔ میں تو دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں اور نری لاف وگزاف کے طور پر نہیں۔ ایک لمبے تجربہ کے بعد سالہا سال اس کے پاس بیٹھ کر اور دیکھ کر بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ خدا کی پاک روح کی باتیں اس کے منہ سے نکلتی ہیں۔ وقت سے پہلے ہر ایک قسم کا عجز اسے گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ ناتوان کمزور اور بیمار ہستی جو دنیا میں کوئی جتھا اور برادری نہیں رکھتی کوئی طاقت نہیں رکھتی اور قوت اسے حاصل نہیں۔ پھر وہ کس زور اور جرأت سے کہتا ہے۔

انا الفتاح افتح لک (تذکرہ بار چہارم ص156) یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلتے ہیں۔ میں نے یہ الفاظ لاہور کے عظیم الشان مجمع میں جو بابو میراں بخش کی کوٹھی پر ہوا تھا۔ اس وقت سنے تھے جبکہ مولوی محمد حسین پاس کی ایک مسجد کی شکستہ اور منہدم دیوار پر چلا چلا کر کہتا تھا کہ یہ جھوٹا ہے...... وقت تکفیر کا زور تھا۔ کوئی جماعت ساتھ نہ تھی۔ کسی قسم کی نصرت کا نشان نہ تھا ایک پودا تھا جس کا ڈھنٹل تک بھی نہ نکلا تھا۔ اس وقت یہ عجز و بیکسی کی تصویر پکار پکار کر کئی ہزار آدمی کے مجمع میں کہہ رہی تھی کہ میں جیت جاؤں گا تم گواہ رہو اور مجھے اس نے کہا کہ تیرے دشمن تھوڑیوں کے بل گریں گے اور کہیں گے کہ اے خدا کے مسیح! ہمارے لئے خدا سے استغفار کر ہم نے نہیں پہچانا۔ سات برس پیچھے نکل جاؤ (92-1891ء) اور اب دیکھو کہ خدا کی کیسی نصرتیں شامل حال ہوتی ہیں۔ اب وہی پودا ایک بڑ کا درخت ہے اور اس کو کوئی ہلا نہیں سکتا اور ابداً ابداً نہیں ہلا سکتا۔ واقعات نے بتلا دیا ہے کہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے اور اس کا بانی خدا ہے۔ کس طرح پر خدا نے دکھایا کہ کہ وہ اپنے مامورین کی کیسی نصرتیں کرتا ہے۔ نادان مخالفوں نے کیا کیا منصوبے کئے۔ قتل کی دھمکیاں دیں۔ اقدام قتل کے مقدمہ

میں پھنسانا چاہا۔سرکاری دربار میں چغلیاں کھائیں۔مگر خدا نے نصرت کی وھو خیر الناصرین۔میرے دوستو! اب کیا چاہتے ہو خدا کی نصرتوں کا وقت ہے۔امام کے ساتھ ہو لو۔اس کی اتباع میں وہ لذت پاؤ جو دائمی ہے۔اپنے آپ کو اس قابل بنالو کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ناصر ہو۔'' (الحکم قادیان 31 اگست 1899ء ص4)

فیضان روحانی علوم حقہ

''میرا خیال ہے کہ ایک شخص کی نسبت باوجود تسلیم کرنے اسکی بہت سی خوبیوں کے اس کی ذرا سی کمزوری کا دھیان دل میں رکھو یا اپنے دل کو اسی سے کسی ایک بات میں اختلاف کرنے کی حیثیت دو تو وہ خفیف سا نقطہ پھیلتے پھیلتے آخر سارے دل پر برص کے مرض کی طرح محیط ہو جائے گا۔نعوذ باللہ منھا میں ان امور میں خود صاحب تجربہ ہوں۔میں 1893ء تک بہت سے امور میں حضرت امام زمان سے اختلاف کرتا رہا اور اکثر جھگڑ بیٹھتا تھا اور اسے طبیعت کی آزادی اور دلیری اور قوت تحقیق پر محمول کرتا تھا اور حقیقت میں وجہ یہ تھی کہ اس سے قبل مجھے حضرت کی خدمت میں اکثر دوستوں کی طرح بہت کم بیٹھنا ملتا تھا اور نہ مجھے ان علوم حقہ پر اطلاع تھی۔جو خدا نے اپنے برگزیدہ کو عطا فرمائے تھے۔مگر اس کے بعد جو توفیق الٰہی نے مجھے مہینوں اور سالوں حضور اقدسؑ کے آستانہ کی ملازمت کا شرف بخشا اور میرا سینہ ان انوار وعلوم حقہ سے بھرا جو صرف آسمان ہی سے اترتے۔'' (الحکم قادیان 9 ستمبر 1899ء ص4)

یقین کامل کا پہاڑ

فرمایا:

''ایک اور عجیب بات بھائیوں کو سناتا ہوں...... چند روز ہوئے بریلی سے ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں لکھا کہ آپ وہی مسیح موعود ہیں جس کی نسبت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے احادیث میں خبر دی ہے۔خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر آپ اس کا جواب لکھیں۔میں نے معمولاً رسالہ تریاق القلوب سے دو ایک ایسے فقرے جو اس کا کافی جواب ہو سکتے تھے لکھ دیئے۔وہ شخص اس پر قانع نہ ہوا اور پھر مجھے مخاطب کر کے

لکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب خود اپنے قلم سے قسمیہ لکھیں کہ آیا وہ وہی مسیح موعود ہیں جس کا ذکر احادیث اور قرآن شریف میں ہے۔ میں نے شام کی نماز کے بعد دوات قلم اور کاغذ حضرت کے آگے رکھ دیا اور عرض کیا کہ ایک شخص ایسا لکھتا ہے۔ حضرت نے فوراً کاغذ ہاتھ میں لیا اور یہ چند سطریں لکھ دیں ...... کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی خبر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان احادیث صحیحہ میں دی ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں درج ہیں۔''

(الحکم قادیان 9 ستمبر 1899ء ص 5-4)

غزنوی جرگہ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

''آج تیسرے روز (ستمبر 1899ء) کی بات ہے مولوی عبدالواحد غزنوی جو غزنی میں نیک بخت اور ذہین مانے جاتے ہیں۔ مولوی نورالدین صاحب کے تعلق کی وجہ سے قادیان میں آئے اور حضرت اقدسؑ (علیہ السلام) سے بھی ملے۔ حضرت اقدس (علیہ السلام) کے اقتداء پر کہ ملاقات خدا کیلئے ہو جائے اور انفاس ضائع نہ ہوں، بڑی دل سوزی اور ہمدردی سے جو اس پاک رحیم جماعت کا خاصہ ہے مولوی عبدالواحد کو تبلیغ شروع کی۔ مولوی صاحب چپکے سنا کئے۔ مگر جب حضرت اقدسؑ نصرت و تائید الٰہی کے بیان پر پہنچے تو جھنجھلا کر بول اٹھے کہ تائید و نصرت الٰہی کوئی معیار نہیں اور مفتری کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ کب اس کے افتراء پر خدا کی گرفت پڑے اور آپ لوگ یہی دعویٰ کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی معیار نہیں اور معاً یہ بھی کہا کہ میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا اور نہ زیادہ سننا چاہتا ہوں۔''

(الحکم قادیان 30 ستمبر 1899ء ص 6-5)

شناخت امام

''مارچ 1889ء کا ذکر ہے کہ حضرت امام نے بیعت کا اشتہار شائع کیا اور مولوی (نورالدین) صاحب لدھیانہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ میں

صاف کہوں گا کہ میں اپنی خوشی سے نہیں گیا بلکہ زور سے ساتھ لے گئے۔ ان دنوں میں بیعت کرنے کا اول فخر مولوی صاحب کو ہوا مگر میں اس وقت بھی اڑ گیا اور روح میں کشائش اور سینہ میں انشراح نہ دیکھ کر رکا مولوی صاحب کے اصرار اور الحاح سے بیعت کر لی۔ یہ سچا اظہار ہے شاید کسی کو فائدہ پہنچے۔ اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری دل وروح میں ایک تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ میں نے اس دوا کو جس کا میں ایک عرصہ دراز سے جویان تھا قریب یقین کیا۔ میرے دل میں ایک سکینت اترتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور میرے دل میں ایک طاقت اور لذت آتی معلوم ہونے لگی۔ یہاں تک کہ 1890ء میں مسیح موعود کے دعویٰ کا اعلان ہوا اور اس سال کے آخر میں حضور نے مجھے خط لکھا کہ میں ازالہ اوہام تصنیف کر رہا ہوں اور بیمار ہوں کا پیاں پڑھنے پروف دیکھنے خطوط لکھنے کی تکلیف کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ جس طرح بن پڑے آجائیں۔ ادھر سے مولوی نورالدین صاحب کا خط آیا کہ حضرت (علیہ السلام) کو تکلیف بہت ہے۔ لدھیانہ جلدی جاؤ۔ اس وقت میں مدرسہ میں مدرس تھا۔ وہاں سے رخصت لیکر لدھیانہ پہنچا۔ اور میں اقرار کرتا ہوں کہ ہنوز دنیا اور ہوائے دنیا سے میرا دل سیر اور نوکری سے قطعاً بیزار نہ ہوا تھا اور جو دس پندرہ روپے ملتے تھے انہیں غنیمت سمجھتا تھا اور عزم تھا کہ اختتام پر پھر اس سلسلہ کو اختیار کروں گا۔

مگر جب تین ماہ تک حضرت اقدس کی صحبت میں رہا اور یہ پہلا موقع اتنی دراز صحبت کا ملا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ خیال اور وہ آرزو کدھر گئی۔ اس قسم کے خیالات سے میری روح کو صاف کر دیا گیا اور میرا سینہ دھو دیا گیا اور اندر سے آواز آئی کہ تو دنیا کے کام کا نہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ تین ماہ کی رخصت پورے ہوتے ہوتے یہ سب خیالات جاتے رہے اور پھر نہ واپس نہ استعفاء خدا تعالیٰ نے دنیا کی دلدل سے مجھے بالکل نکال دیا۔ اس وقت سے لیکر 1893ء تک مجھ کو چھ چھ مہینے اور برس تک بھی حضرت اقدسؑ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اب تو ایک سیکنڈ اور طرفۃ العین کے لئے بھی میری روح جدائی گوارا نہیں کرتی۔''

(الحکم قادیان 31/اکتوبر 1899ء ص 2-3)

وَسِّع مَکَانَک کا نشان

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

’’پس خوب یادرکھو کوئی دعا قبولیت کا نشان اپنے اندر نہیں رکھ سکتی جب تک کہ خدا کے جلال کے اظہار کے لئے نہ ہو۔ بیس بائیس (1880-1879ء) پیچھے چلو اور دیکھ خدا کے ایک راستباز بندہ کو جو اس بستی کا نور اور ہادی ہے یہ الہام ہوا تھا۔ **وسع مکانک یاتون من کل فج عمیق**۔ اپنا مکان وسیع کر خدا کے مہمان دور دراز ملکوں سے آتے ہیں۔ اس وقت یہ مسکین گمنام کوٹھڑیوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ برما، مدراس، غزنی اور کشمیر اور دور دراز **قطعات الارض** سے مہمان آئیں گے۔ مگر تم آج (1899ء) دیکھ سکتے ہو کہ وہ جو کچھ براہین احمدیہ میں لکھا گیا تھا کیسا سچ ثابت ہوا۔‘‘ (الحکم قادیان 24 دسمبر 1899ء ص 4)

خدا کے عزت وجلال کے تڑپ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

’’میں روح اور راستی سے شہادت دیتا ہوں اور جس کی فطرت سلیم اور نیک ہے وہ اس کو بدگمانی سے نہ دیکھے گا۔ میں محض اللہ کیلئے گواہی دیتا ہوں جس کا پاک کلام میرے ہاتھ میں ہے اور جس کے حضور مرکر کھڑا ہونا ہے میں جو 1890ء سے یہاں رہتا ہوں خلوت میں جلوت میں ہر حال میں آدھی آدھی رات تک اپنے امام کی گفتگو سنی ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ میری روح نے دھوکا نہیں کھایا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ امام کی روح میں خدا کی نصرتیں اس کے ساتھ ہیں۔ خدا کی عزت وجلال کے لئے اسی طرح جوش اور غیرت ہے جس طرح سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی روح میں تڑپ تھی۔ میں خدائے ذوالجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پاک ہادیانِ عالم کے جوش اور اس کے جوش میں میں نے کوئی فرق نہیں دیکھا تو ممکن ہے کہ خدا ایسے شخص کو ضائع کرے۔

میں جب اول اول یہاں آیا اس متعفن جوہڑ کے ایک بعید کنارے پر ایک جھنڈا گڑا دیکھا۔ میں چونکہ نو وارد تھا اس لئے مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ نشان کیسا ہے۔ مگر بغیر کسی زیادہ سوچ کے زحمت اٹھانے کے ظاہری نظارہ نے بھی سمجھایا کہ لات منات یا سومنات کا موجود ہونا ضرور ہے اور عادتاً یہ معمولی بدعت اور شرارت اور جنت کا نشان ہوگا۔ جیسی اس کی برادری کے بُت گاؤں میں دیکھے جاتے ہیں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس گاڑنے والے نے (مرزا امام الدین) بڑے وثوق سے اسے گاڑا ہے اور چونکہ وہ خدائے غیب الغیب کی قاہرانہ قدرتوں اور اس کی معجزانہ باتوں پر ایمان نہیں رکھتا وہ سمجھتا ہے کہ اس کی شرارت کا منصوبہ چل جائے گا اور آب وگل کے ہاتھ کی بنائی ہوئی بودی عمارت پائداری پکڑ جائے گی اور وہ خدا کے قدوسیوں اور مقبولوں کی طرح ایک نشان ہوجائے گا اور معاً خدا کے برگزیدہ کی کارروائی کو اپنے مکار وغدار نفس کے حوصلہ سے ملیامیٹ کردے گا۔ مگر اس نشان کو غیرت الٰہی نے اوندھا کردیا اور اس مقام پر گاؤں کے ہندو اور چوڑے مُوت اور پاخانہ کرتے ہیں۔...... یہ سرسری باتیں نہیں یہ خدا کی باتیں اور عبرت کی باتیں ہیں۔''

(الحکم قادیان 24 دسمبر 1899ء ص4)

قبولیت دعا کا نشان مجھے دیا گیا ہے

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللّٰہ مرقدہ بیان فرماتے ہیں

'' قبولیت دعا ایک کبھی بھی خطا نہ کرنے والا معیار ہے۔ آج بھی اس پیمانہ پر راست باز مومن باللّٰہ مامور من اللّٰہ اور ایک مفتری، کافر بے ایمان کو آزماؤ۔ اگر کسی کے پاس منطقی ثبوت اس غرض کے لئے نہ ہوں تو کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ انبیا ورسل اور تمام راستبازوں کا تصدیق کردہ اور مہر لگا ہوا ثبوت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ آج زمین کے اوپر آسمان کے پیچھے سب سے اول کوئی ایسا شخص پیش کرو جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ خدا میری دعاؤں کو سنتا ہے؟ بجز حضرت مسیح موعود کے کوئی دوسرا شخص تمہیں نظر نہ آئیگا جس نے ہزاروں اشتہاروں رسالوں اور کتابوں میں یہ دعا کیا ہو کہ قبولیت دعا کا مجھے نشان دیا گیا ہے۔ دعویٰ کا دعویٰ سے مقابلہ کرو اور پھر روشن دلائل کا روشن دلائل سے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی

سچائی پراس آیت کے ذریعے مہر کردی ہے:**مَا دُعَاءُ الکافرین الا فی ضلالٍ** (الرعد:15)اس خدا کے راستباز اور برگزیدہ نے اپنی دعاؤں کی قبولیت سے اور مخالفوں کو مقابل پر بلاکر اوران کی جرأت نہ ہونے نے صاف ثابت کردیا ہے کہ یہ خدا شناس خدا پرست اور بالآخر خدانما ہے۔ (الحکم قادیان 24 جنوری 1902ء ص 9)

نورالدینؓ کی صدیقیت

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللّٰہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانہ میں جب خلیفۃ اللّٰہ فی الارض بولا تو بہت مَلک صفت صدیقی مشرب انسان بول اٹھے کہ یہ آسان دعویٰ ہے اس سے بھی بڑا دعویٰ تو ہمیں ماننے میں کوئی عذر نہیں۔میرے مکرم مخدوم مولوی نورالدین صاحب سے شروع دعویٰ میں ایک شخص نے کہا کہ مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔آپ نے فوراً شدت سے کہا میں تو اس سے بڑا دعویٰ بھی کرے تو ماننے کو طیار ہوں۔آج ابر بھاری کی طرح متکاثر دلائل ہو گئے ہیں مگر واللّٰہ اس وقت جب نورالدین نے مانا تو دعویٰ ہی دعویٰ تھا دلائل بالکل مخفی تھے۔مگر مجھے عجیب ذوق کرتا ہے کہ ایک طرف یہ صدیقی مشرب انسان یوں تسلیم کرتا ہے۔دوسری طرف ایک دوسرا شخص جو کہتا ہے کہ اردو نویس منشی ہے۔ہم نے اس کو اونچا کیا اور ہم گرائیں گے اس انا کے مترادف ہم نے اس کو **اسفل السافلین** میں گرادیا (محمد حسین بٹالوی) اور یہ خلیفۃ اللّٰہ ملائکہ کا مسجود رہا۔''

(الحکم قادیان 10 جنوری 1903ء ص 14)

حضورؑ کے مقدمات کی حقیقت

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

''یہودی سیرت یہودی مشن اس خلیفۃ اللّٰہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں مقدمے کرتا ہے؟ مگر ان کو معلوم نہیں کہ جیسے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے کبھی دین کی اشاعت پر پیش دستی نہیں کی اس طرح پر خدا کے مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی دیوانی اور فوجداری عدالت

میں مسیح موعود کے منوانے کے لئے کوئی نالش نہیں کی۔ بلکہ خود مخالفوں نے ایذا رسانی کے لئے اس کو عدالت میں پہونچایا۔ کیا کلارک (مارٹن) کے مقدمہ میں یہ خود گیا؟ کبھی نہیں بلکہ جب اس کو موقع دیا گیا اور قانوناً عرفاً شرعاً حق تھا کہ ان سے مواخذہ کرتا اور عدالت نے بھی پوچھا کہ کیا آپ کلارک پر مقدمہ کرنا چاہتے ہیں تو اس نے صاف الفاظ میں کہا نہیں! پھر محمد حسین کے مقدمہ میں کیا یہ خود گیا اور ٹیکس کے مقدمہ میں آپ پہونچا؟ اسی طرح جس قدر واقعات پیش آئے ہیں خود اسکو عدالت میں پہنچایا گیا ہے۔ یہ کبھی اس نیّت سے کہ کسی کو سزا ہو عدالت میں نہیں پہنچا۔ ہزاروں تحریریں گندی اور دل آزار گالیوں کی موجود ہیں۔ جن پر اسے قانوناً حق ہے کہ چارہ جوئی کرے مگر اس نے ہمیشہ عفو سے کام لیا ہے۔''

(الحکم قادیان 31 جنوری 1903ء ص 8)

سنت انبیاء پر گامزن وجود

مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

''میں نے بارہا دعویٰ کے ساتھ اس امر کو پیش کیا ہے کہ مسیح موعود پر کوئی ایسا اعتراض کر کے دکھاؤ جو کسی نبی پر نہ ہوسکتا ہو اور میں ہمیشہ اس قسم کے اعتراض سننے کا خواہشمند رہا۔ مگر کبھی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ مسیح موعودؑ پر اعتراض کرنے سے پہلے معترض کسی نہ کسی نبی پر اعتراض کر لے گا۔'' (الحکم قادیان 31/جنوری 1903ء ص 9)

برکات وفیضان درود شریف

''ایک بار میں نے خود حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ درود شریف کے طفیل اور کثرت سے یہ درجے خدا نے مجھے عطا کئے ہیں اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لاانتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں

تک پہنچ ہی نہیں سکتا اور فرمایا درود شریف کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت ہو۔ (الحکم قادیان 28 فروری 1903 ص 7)

خدا نما وجود

فرماتے ہیں:

''اس وقت مذاہب کا دنگل ہے۔ بجز اسلام آپ کسی مذہب کے ماننے والی کی طرف سے یہ آواز نہیں سنیں گے کہ وہ اپنی برکات، ثمرات اور تاثیرات کا زندہ نمونہ رکھتے ہیں اور یہی اس کی حقانیت اور صداقت کا زندہ ثبوت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مہدی و مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکار کر کہا کہ:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دین دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

غرض مذہب کی شناخت کا یہ معیار صحیح ہے اور اس پر آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نور اللہ تعالیٰ نے عطا کیا یعنی قرآن شریف وہ ایک عرفانی نور ہے جس کی برکات اور تاثیرات کا زندہ نمونہ اس وقت بھی موجود ہے جس پر چل کر اس نے کہا

آں خدائے کہ از و خلق و جہاں بیخبر اند
برمن آن جلوہ نمود است اہلی بہ پذیر

پس اس خدا نما وجود کی صحبت میں رہ کر دیکھو کہ وہ خدا دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر کی توفیق دے۔......'' (الحکم قادیان 17 مارچ 1903ء ص 8)

ضرورت امام

یاایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة (البقرة:209) بتاتی ہے کہ اسلام پر ایک ایسی حالت آنے والی ہے جب کہ ان کو اس کی ضرورت پیش آئے گی۔ میرا دل بولتا ہے کہ وہ وقت آ گیا ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت باہم سن کی تکفیر بازی، سب وشتم اور نفاق وشقاق نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے کہ کوئی ایسا شخص آوے جوان تمام نزاعوں کو دور کر کے سچا فیصلہ کرے۔ اس وقت مقلد غیر مقلد، رافضی، سنی کے جھگڑوں کو پھر درویشوں اور فقیروں، صوفیوں اور سجادہ نشینوں کے حالات مشاہدہ کرو۔ اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ کس قدر ضروت ہے کسی صلح کروانے والے کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبا شدہ قوم عرب کے پراگندہ شیرازہ کو درست کیا اس وقت بھی ایسی حالت تھی لیکن جب وہ داخل اسلام ہوئے تو پھر ان میں مختلف راہیں اور مختلف مشرب و مذہب نہ رہے تھے۔ بلکہ سب کے سب ایک امام و پیشوا کے متبع تھے لیکن اس وقت ہزاروں ہزار خانزادہ اور مشرب نکلے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایک کرنے کے لئے امام کی ضرورت ہے۔ جو اسی روح اور قوت کے ساتھ آئے جس طرح پر عربوں کی حالت کے لئے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے اور خدا کا شکر ہے کہ اسی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام غلام احمد قادیانی کہلا کر آیا اور اُس نے پھر ایک ہی قوم اور ایک ہی گڈریا بنانا چاہا ہے۔

اسلام کا خاصہ ہے کہ وہ سب کو صلح کے جھنڈے کے نیچے لایا ہے۔ اس وقت باہم نزاعیں ہیں جھگڑے ہیں اور اس امام کا نام اسی لئے حکم عدل رکھا گیا ہے۔ اب اس پیشوا کی اطاعت کئے بغیر ممکن نہیں کہ یہ نفاق دور رہے۔ سچا مسلمان ہونے کے لئے ایک ہی راہ ہے کہ اس سلسلہ میں داخل ہو جاؤ۔ تا کہ تمہاری قوم زندہ قوم ہو۔‘‘

(الحکم قادیان 31 مارچ 1903ء ص 12)

کھلے طور پر اسلام کو غالب کر کے دکھا دیا

''ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کھلے طور پر اسلام کو غالب کر کے دکھا دیا ہے اور اس کے دلائل اور براہین ہمارے پاس ہیں۔ پس جب یہ بات ثابت ہو جاوے تو پھر مسیح موعود کے دعویٰ کے لئے کسی اور ثبوت کی ضرورت اور حاجت نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ یہ مسلم امر ہے کہ وہ اظہار جو اس آیت (**ھو الذی ارسل رسولہٗ ......لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ**) میں بیان کیا گیا ہے مسیح موعود کے ساتھ ہی مختص اور مسلم ہے۔ (الحکم قادیان 10؍اپریل 1903ء ص9)

ہستی باری تعالیٰ کا زندہ ثبوت!

مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نور اللّٰہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

''میں بصیرت اور کامل شعور کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج زندہ خدا کا ثبوت صرف حضرت مسیح موعودؑ نے دیا ہے اور کوئی متنفس خواہ وہ کسی مذہب وملت کا ہو اس قابل ہے ہی نہیں کہ خدا کو ثابت کر سکے۔ مبارکی اور صلوٰۃ مسیح موعود کو کہ اس نے اس مسئلہ میں جان ڈال دی اور سچ تو یہ ہے کہ خدا کو زندہ خدا کی صورت میں دکھا دیا۔''

(الحکم قادیان 10؍اپریل 1903ء ص10)

معیارِ صداقت

''اس ہمارے زمانہ میں پچیس برس پہلے (1880ء) ایک شخص اٹھا اور اس گمنام گاؤں سے جس کا کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ آس پاس والے بھی اسے حقیر جانتے تھے اس نے دعویٰ کیا کہ خدا کا کلام مجھ پر اترتا ہے غیب کی خبریں مجھے دی جاتی ہیں اس طرز پر یہ دعویٰ اس نے کئے۔ براہینِ احمدیہ کی تیسری اور چوتھی جلد کو پڑھ کر دیکھ لیا جاوے...... نبی اللّٰہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس دلیل پر میں نے بہت غور کیا ہے اور ایک لذت کے ساتھ میں نے دیکھا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔'' (الحکم قادیان 10 مئی 1903ء ص11)

ماموُرمن اللّٰہ

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللّٰہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

’’وہ قوت بیان اور شوکت کلام جو اس کے دعویٰ میں ہے وہ کسی مفتری کے الفاظ میں نہیں ہوسکتی حضرت مسیح موعود کا خلوت میں جلوت میں تقریر میں تحریر میں بار بار کہنا کہ میں اللّٰہ کی طرف سے ہوں مفتری نہیں ہوں۔ میرے نزدیک لاانتہا معجزات اور خوارق اس کے اسی ایک جملے کے اندر موجود ہیں۔ اپنی صداقت اور ماموریت پر کیسا یقین اور بصیرت ہے کہ مخالفوں کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتا کسی تکلیف اور مصیبت سے نہیں ڈرتا اور پکار کر کہتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔‘‘

(الحکم قادیان 1903ء10/مئی ص 11)

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال

مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نوراللّٰہ مرقدہ روایت بیان فرماتے ہیں:

’’سب سے اول براہین کے وقت جن لوگوں نے مخالفت شروع کی لودہانہ کے چند مولوی عبدالعزیز وغیرہ تھے اور ایک قصوری مولوی غلام دستگیر نے سخت مخالفت کی اور کفر کے فتوے دیئے۔ مگر آج زمین کی سطح پر تلاش کرو وہ کہاں ہیں؟ ان کی خاک بھی نہ ملے گی مگر یہ ان کا تکذیب کیا ہوا کس برکت اور شان کے ساتھ برومند ہورہا ہے۔ مسیح موعود (علیہ السلام) کے دعویٰ کے خلاف بٹالہ سے مولوی محمد حسین شیر کی طرح گرجتا اور غراتا ہوا اٹھا۔ اس نے اپنی جگہ دعویٰ کیا کہ میں اس کو گراؤں گا۔ سارے ہندوستان میں اس نے شور مچایا کہ اے مسلمانوں خبردار ہوجاؤ ایک دجال اور مفتری آیا ہے اور اے گورنمنٹ تو بھی ڈر جا۔ غرض جہاں تک اس سے ممکن ہوا اس نے کیا۔ آتشبازی کے چکر کی طرح وہ پھرا اور غرض اس کی یہی تھی کہ وہ اس درخت کو جو ابھی نکلا تھا، جڑ سے اکھاڑ پھینکے مگر جو انجام ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ یہہ خدا تعالیٰ کا معظم ومکرم دن بدن قبولیت پاتا گیا اور خلقت کا رجوع اسی کی طرف بڑھتا گیا اور وہ گر گیا (محمد حسین

بٹالوی)۔اس وقت اس برگزیدہ کے ایک بھی نہ تھا مگر آج لاکھوں لاکھ ہیں۔ یہ نشان ہیں ان کی قدر کرو۔واویلا اس قوم پر جس نے ان کی قدر نہیں کی۔اللّٰہ تعالیٰ ہماری قوم کو اس کی توفیق دے اور وہ اس کی قدر کرنے والے ٹھہریں اور جب کہ اس کشتی پر بٹھایا ہے تو وہ اپنے فضل سے بیڑا پار کردے۔ایسا نہ ہو کہ منجدھار میں کان پکڑ کر سمندر میں غرق کردیا جائے۔ (الحکم قادیان 10 مئی 1903ء ص 11)

معارف قرآن

''میرے دوستو اگر تم چاہتے ہو کہ قرآن کریم سے تم کو مناسبت اور آسمان سے تعلق ہو اور وہ حقائق اور اسرار تم پر کھلیں تو کلام الٰہی کو لذت کے ساتھ پڑھو اور اس راہ کو اختیار کرو جو احمد قادیانی نے (خدا کی صلوٰۃ اس پر ہوں) پیش کی ہے اور جو کوئی نئی اور جدید راہ نہیں بلکہ وہی ہے جو تیرہ سو سال پہلے احمد مکّی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے پیش کی تھی اور جو کامیابی کی حقیقی اور اصلی راہ ہے کہ تم کو صحابہ سے ملاوے۔مبارک وہ جو اس جماعت میں داخل ہوتے ہیں اور اپنے طرز عمل کو اس کے عمل کے مطابق اس کی ہدایت کے موافق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔اس نے آکر بتادیا کہ قرآن کریم کے حقائق صرف ان پر کھلتے ہیں جو اپنی پاکیزگی اور تصفیہ قلب کرتے ہیں۔ بدوں اس کے خدا تعالیٰ کے کلام کے ساتھ کوئی مناسبت اور ذوق پیدا نہیں ہوسکتا۔پس تمہیں چاہئے کہ تمہارے دل میں یہ تڑپ پیدا ہو کہ قرآن آجاوے اور اس کا گُر یہی ہے کہ **لا یمسہ الا المطھرون** میں داخل ہوجاؤ اور پھر سعی اور مجاہدہ کرو اور یہ عزم کرلو کہ قرآن کی عزت اور عظمت کے اظہار کے لئے ہی کوشش کروگے۔یہی نقطہ ہے جس سے حضرت مسیح موعود کو عزت دی ہے۔اُس نے اپنی عزت قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی عزت کے اظہار کے لئے کھودی۔اس کی پرواہ نہیں کی مگر عزیز اور حکیم خدا نے اسے معزز بنایا۔جو سچی عزت چاہتا ہے وہ کتاب عزیز کی عزت دنیا میں قائم کرے اور یہ تڑپ پیدا نہیں ہوسکتی جب تک مسیح موعود کے دامن سے وابستہ نہ ہو۔

کشتیٔ بیعت

''خوب یاد رکھو کہ شہودی اور معمولی ثبوت دو اور دو چار کی طرح ثبوت چاہنے والے ساحل نجات پر نہیں پہنچ سکتے۔ وہ ضرور ضرور ہلاک ہونگے۔ سنو! میں اب کہتا ہوں کہ ٹھیک ایسی ہی ایک آواز ہاں بالکل انہیں الفاظ میں ذراسی تبدیلی کے بھی بغیر 1888ء میں ہندوستان کے ہر چہار کونوں میں گونجی۔ اس آواز نے انہی الفاظ میں کہا کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ تو ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔ براہین احمدیہ میں بھی یہی صدا درج ہے اور اسی کشتی بنانے والے کا نام خدا نے ہاں خود خدا نے نوحؑ رکھا ہے۔ ضلالت اور بے دینی کے ہلاک کردینے والے طوفان میں رستگاری اور نجات کا ذریعہ وہی ہے۔ وہ کون؟ وہ امام اس زمانہ کا مجدد اور مہدی ہے۔'' (الحکم قادیان 4 مارچ 1898ء ص 8)

اعلاءِ کلمۃ اللہ کا جوش

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بیان فرماتے ہیں:

''ان کیفیات کو جو ہم خدا کے مسیح کی حالت میں دیکھتے ہیں کسی طرح کس کو دکھا سکیں۔ مجھے کہتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ ہم نے ڈر کر مکان چھوڑ دیا ہے اور طاعون کے خوف سے بھاگے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے عذاب اور غضب کے سامنے دلیری سے کھڑا ہونا اور اس کا مقابلہ کرنا یہ تو بے باک دہریہ کا کام ہے۔ خدا کے قہر کا مقابلہ کرنا یہ بہادری نہیں مومن ایسی بہادری پر لعنت بھیجتا ہے۔ مومن کا دل تو چڑیا کی طرح ہونا چاہئے۔ جو ہر وقت دھڑکتا اور خوف کھاتا ہے۔ ہاں یہ بالکل غلط ہے کہ ہم طاعون کی وجہ سے نکلے ہیں۔ طاعون تو اگر اس شدت سے بھی پھیل جاتی کہ ہمارے اردگرد کیڑوں کی طرح لوگ مرنے لگتے تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ الدار سے نکلنا معصیت سمجھتا تھا۔ الدار کی حفاظت کا وعدہ طاعون کے ساتھ ہے۔ ہم اس کی غناء ذاتی سے ڈرتے ہیں اور مومن کو ڈرنا چاہئے۔ اب ہم کو خدا تعالیٰ نے خود نکالا ہے۔ معلوم نہیں اس میں کیا سر ہے...... کس قدر جوش اعلاء کلمۃ اللہ کے اس پاک وجود (مسیح موعودؑ) کو دیا گیا ہے۔ یہی اس کی سچائی کی دلیل ہے۔ مخلوق پر

اتمام حجت کرنے کو ہر وقت آمادہ رہتا ہے اور شفقت اس قدر ہے کہ اپنی جان پر تکلیفیں برداشت کرتا ہے۔ مگر دوسرے کے آرام اور بھلائی کو پسند کرتا ہے۔''

(الحکم قادیان 17 اپریل 1905ء)

حضورؑ کی اپیل منظور ہونے ہونے اظہار تشکر

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی اپنی آپ بیتی بیان فرماتے ہیں:

''آج روئے زمین پر وہ کون سی قوم ہے جس کے دست وزبان سے قرآن کریم کے ان دعووں کا ثبوت ظاہر ہو رہا ہے اور اس یگانہ فخر میں کوئی دوسری قوم ان کے شریک نہیں۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں اپنی تازہ آپ بیتی سناتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے دل و دماغ سے مناسبت رکھنے والے بہت سے لوگ اس سے مستفید اور مسرور ہوں گے۔

6 تاریخ (غالباً 6 جنوری 1905ء کا ذکر ہو رہا ہے، مرتب) کو امرتسر میں ڈویژنل جج کورٹ میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کا اپیل منظور ہوا۔ اس سے سب لوگ واقف ہیں۔ دن دس بجے کے قریب جب کہ میں بیت الفضل میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے یہ خبر ملی۔ سنتے ہی میں بے اختیار سجدہ میں گرا اور بے انتہاء خشوع وخضوع اور لذّت سے مولیٰ کریم کی تسبیح وتحمید کرتا رہا اور سجدہ سے فارغ ہوا تو گھر کی ایک لڑکی کی زبان سے جو قرآن پڑھ رہی تھی۔ یہ آیت کان میں پڑی **اِن الذین اوتوا العلم من قبله اذا یتلیٰ علیهم یخرّون للاذقان سجّداً. و یقولون سبحان ربّنا ان کان وعد ربّنا لمفعولاً** (بنی اسرائیل:107-108)

یعنی جن لوگوں کو واقعات کے وقوع سے قبل ان پیشگوئیوں کا علم دیا گیا ہے۔ جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے یعنی ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا انہیں سنایا جاتا ہے۔ تو وہ مونہہ کے بل سجدہ کرتے ہوئے گرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں ہمارے ربّ کے لئے پاکیزگی ہے (یعنی وہ پاک اور برتر ہے اس سے کہ کہ اس کے مونہہ کی باتیں پوری نہ ہوں بلکہ ضروری ہے کہ اس کی تمام قبل از وقت بتائی ہوئی باتیں پوری ہوں اس لئے کہ وہ ہمارا

ربّ ہے اور ہمارے اخلاق اور تقویت ایمان کے لئے از بس ضروری ہے کہ رسول کی زبان سے پُرتحدی پیشگوئیاں کی جائیں اور وہ اپنے وقتوں پر پوری ہوں)

اس آیت کو سن کر دوبارہ نئے جوش اور پرزور جوش سے بھر کر میں سجدہ میں گرا۔ فراغت کے بعد عالم ذوق میں کیا کیا عجیب نظارے میرے سامنے آئے۔ حق یہ ہے کہ میں قلم کو ان کے لکھنے پر اور زبان کو بیان کرنے پر قادر نہیں پاتا۔ منجملہ ان کے وجدانیات کے جو میری روح کو سرشار کر رہی تھیں۔ ایک یہ بات میرے سامنے آئی اور پُر زور سوال بن کر میرے سامنے میرے قلب سے میری زبان پر وارد ہوئی کہ ان حرکات کی جو اس وقت مجھ سے سرزد ہوئیں، اصل جڑ کیا ہے اور اس بے انتہاء خوشی کا راز اور موجب کیا ہے۔ کیا یہ ہے کہ ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اور وہ برلاس مغلوں میں سے ایک مغل ہے۔ اُس کی اپیل منظور ہو جانے کی وجہ سے پیاری خوشی ہے۔ معمولاً مقدمات و نزات جاری رہتے ہیں۔ کوئی مارتا ہے کوئی جیتتا ہے۔ اپیل منظور بھی ہوتے ہیں خارج بھی ہوتے ہیں۔ ایک یہ بھی منظور ہو گیا انوکھی بات اس میں کیا ہے جس سے اس قدر بیحد خوشی کی جائے اور سجدہ میں گریہ اور فروتنی غالب آجائے۔

اس سوال کا بے تکلف اور صاف جواب یہ تھا کہ یہ تمام باتیں اس لئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی پیش از وقت بتائی ہوئی باتیں پوری ہوئیں اور اسی آن بان اور شوکت سے پوری ہوئیں جس طرح اس وقت پوری ہوئیں جب ایک خدا بیں قوم نے وقوع کی خوشی میں سجدہ اور بکا کے اظہار سے خدا تعالیٰ کی وہ گواہی اپنے حق میں لی جو آیت مذکورہ بالا میں ہے۔ اس وجدان کے ساتھ میرے دل میں آیا اور لازماً آنا چاہئے تھا کہ اس وقت احمدیوں کے سوا اور کون ہیں۔ جو زندہ خدا کے زندہ نشان دیکھیں اور تشکر جوش میں سے تواجد کی حالت ان پر طاری ہوا اور سجدہ میں گریں اور خشوع و بکا کا استیلاء ان کے دلوں پر ہو اور سجدوں میں پھوٹ پھوٹ روئیں اور یہ کہیں **ان کان وعد ربنا مفعولا**۔ آج ہمارے رب کا وعدہ (پیشگوئی) قطعی طور پر پورا ہوا۔

سلسلہ واقعات میں جو نظام عالم کے مضبوط قواعد اور مترابط قوانین کے موافق ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ وہ واقعات بھی محض معمولی نظر آتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی سوانح

میں خدا تعالیٰ کی زبردست باتیں اور وعدے کہلاتے ہیں اگر سرسری نگاہ ان پر ڈالی جائے لیکن جب ان کے پیش وپس کو غور سے دیکھا جائے تو وہ خدا نمائی کا ایک ہی مصفّا آئینہ ہوتے ہیں۔'' (الحکم قادیان قادیان 17 جنوری 1905ء ص4)

تائیدالٰہیہ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات عربی بھی کئی معاندین احمدیت نے حضورؑ کی حیات طیبہ میں ہی اعتراضات کئے تھے۔جن کے جوابات سیدنا حضرت اقدسؑ اور آپ کے جان نثاروں نے پوری جانفشانی سے دیئے۔مشہور معاند احمدیت مولوی میر ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اعتراض کیا کہ مرزا صاحب نے ''آئینہ کمالات اسلام'' کے صفحہ 564 میں لکھا ہے:

''احاط علیّ روحہ۔احاط کا صلہ علیٰ ایسی کھلی غلطی ہے کہ اس کا مرتکب خوفناک الزام کے نیچے ہے اور کوئی مرزائی اس کا جواب قیامت تک نہیں دے سکے گا۔احاط کا صلہ ب آیا کرتا ہے۔

یہ اعتراض مولوی صاحب موصوف نے اٹاوہ میں مدیر البشیر اٹاوہ حضرت سیّد صاق حسین صاحب اٹاویؓ مختار عدالت یکے از رفقائے تین صد تیرہ کے سامنے کیا،جنہوں نے اپنے مکتوب میں یہ اعتراض لکھ کر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی خدمت بھیج دیا۔حضرت مولوی صاحب نے جس طرز پر اس اعتراض کا جواب دیا اس کی روئیداد ایمان افروز اور نہایت علمی وتحقیقی ہے۔حضرت مولانا سیالکوٹی ہی زبانیں سنتے ہیں۔

''میں نے اس خط کو پڑھ کر بلا توقف لسان العرب کی طرف رجوع کیا۔اللّٰہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ ذرا سی سعی کے بعد گوہر مدعا ہاتھ آ گیا۔قبل اس کے اس سبک سر جلد باز کی پردہ دری پر کچھ لکھوں،ایک دو باتیں تحدیث نعمت کے طور پر لکھنی ضروری ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ کا کتنا احسان اور ہمارے آقا و مولا و ولیّ نعمت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مجانب اللّٰہ ہونے پر کس قدر بیّن دلیل ہے کہ جس جگہ سیاہ دشمن نے کبھی انگلی رکھی ہے۔اس کے نیچے سے معارف وحقائق کا خزانہ نکلا ہے۔اگر ان اخلاف نے اپنے

اسلاف کی پیروی میں حضرت خلیفۃ اللّٰہ علیہ السلام کی پرائیویٹ زندگی پر کوئی اعتراض کیا ہے تو وہ اعتراض بعینہٖ ہی کسی نبی کی لائف کے کسی حصہ پر جا پڑا ہے اور اگر پبلک لائف پر مونہہ کھولا ہے تو وہی یا وہ گوئی ان کے بڑے کسی الوالعزم نبی کی شان میں کرچکے ہیں اور اگر آپ کی زبان دانی پر حرف رکھا ہے تو دواوین عرب، کتب، احادیث، تفاسیر حضرت خلیفۃ اللّٰہ کی طرف سے اعداء اللّٰہ کا مونہہ توڑنے کو موجود ہوگئیں......۔

اس امر کے ثبوت کے لئے کہ **احاط** کوصلہ **علیٰ** کے ساتھ اس مقام میں لکھنے جو حضرت مہبط الوحی کا مقصود ہے وہ کسی اور صلہ سے پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ایک حدیث لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے۔**ملعونٌ من احاط علیٰ مشربۃٍ**۔اس کے معنے صاحب لغت خود کرتا ہے۔**المشربۃ الموضع الذی یشرب منه کالشرعۃ و یرید بالاحاطۃ تملکه و منع غیرہ**۔حدیث کے معنے یہ ہیں۔ملعون ہے جس نے اپنے گھاٹ پر احاطہ کرلیا۔پھر کہتا ہے کہ معنی احاطہ کے ہیں اپنے لئے اس کا مخصوص کر لینا اور دوسروں کو اس سے روک دینا......۔

اگرچہ مجھے اس حدیث کے بعد کسی اور سند کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔اس لئے کہ کلام نبوی کے بعد اور سند تلاش کرنا یا اسے کمزور سمجھنا بے ایمان کا کام ہے۔مگر میں لسان العرب سے دکھاتا ہوں کہ اس نے کیسے بے ساختہ **احاط** کا صلہ **علیٰ** مذکور فرمایا ہے۔چنانچہ وہ لغت **حاط یحوط** کی بحث میں لکھتا ہے۔**یقال الارض المحاط علیها حائط و حدیقۃ فاذا لم یحیط علیها فهی ضاحیۃ**۔یہاں اگر **المحاط** کا صلہ **علیٰ** جائز نہ ہوتا اور ابراہیم (سیالکوٹی) کی طرح زبان عرب سے نابلد ہوتا تو کہہ سکتا تھا۔**المحاط بها**۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ اہل حدیث کہلاتے ہیں اور وقت پر حدیثیں ہی ان کے کپڑوں کو پارہ پارہ کرتی ہیں۔آخر میں مجھے تحدیث بالنعمۃ کے طور یہ بیان کرنا ہے کہ یہ حدیث جس نے لازوال رسوائی مولوی ابراہیم کی قسمت میں کی اور اس کے کبرو نخوت اور دعوے کی سونڈ پر جلتے ہوئے لوہے کا بدنما داغ لگایا ہے، مجھے کیونکر ملی؟

میں نے پیارے دوست سیّد صادق کے خط کو پڑھ کر **لسان العرب** کو اٹھایا اور باب **حاط یحوط** کو پڑھنا شروع کیا۔ اگرچہ اوپر کی منقولہ عبارت سے مجھے خوشی ہوئی کہ احاط کا صلہ علیٰ آ گیا ہے۔ مگر دل میں میں نے مزید شرح صدر اور تائید کے لئے پیاس محسوس کی۔ پھر میں نے **تاج العروس شرح قاموس** کو پڑھا۔ اس میں بھی اس سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ پھر **اقرب الموارد** کو اٹھا کر دیکھا۔ اس میں کچھ نہ ملا۔ دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد تنہا مسجد مبارک میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اور کس کتاب کو پڑھوں کہ اتنے میں خیال آیا کہ **مد القاموس** کو بھی دیکھنا چاہئے۔ (یہ ایک عظیم الشان کتاب لغت ہے۔ یہ ترجمہ ہے انگریزی میں تاج العروس شرح قاموس کا مع شئی زائد۔ اس کے مصنف ایڈورڈ ولیم لین Edward William Lane نے چالیس سال مصر میں رہ کر بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے بڑے بڑے علمائے مصر کی مدد سے اسے طیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے زر کثیر خرچ کر کے ہم نے اسے بہم پہنچایا ہے۔ منہ۔) عادتاً **حاط یحوط** کا باب میں نے کھولا۔ اس نے **احاط علیہ** یعنی **احاط** کو باصلہ **علیٰ** بیان کیا اور آگے چل کر لکھا کہ یہ ٹکڑا ہے حدیث کا جسے تاج العروس نے باب **شرب یشرب** میں بیان کیا ہے۔ میں نے اس وقت سجدہ کیا اور اسلام کی کامیابی اور دشمن اسلام کی ذلت وفضیحت پر خدا کا شکر کیا۔ اس کے بعد میں تاج العروس میں **شرب یشرب** کو پڑھا۔ اس نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا کہ یہ حدیث میں نے لسان العرب سے لی ہے۔ پھر لسان العرب میں باب **شرب یشرب** میں اس حدیث کو پایا اور تین عظیم الشان لغت کی کتابوں کو اپنی تائید میں پا کر اللہ تعالیٰ کے انعامات و برکات کا شکر کیا۔ (بدر قادیان 20 جولائی 1905 ص 4-5)

حضرت اقدسؑ کی پُر درد بات

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ تحریر کرتے ہیں:

''پرسوں (24 جولائی 1905ء) میں نے ایک دوست کی نسبت عرض کیا کہ بعض ابتلاؤں کا اندیشہ ہو گیا ہے اور غم و ہم کے ان کے دل پر غالب آنے کا خوف

ہے۔(حضرت اقدسؑ نے)فرمایا۔میں نے دعا تو بہت کی ہے اور التزاماً کرتا ہوں لیکن مجھے بھی یہ فکر رہتی ہے کہ ہر شخص دنیا کے ہم وغم میں گرفتار ہے۔دین کے ہم وغم کا موقعہ انہیں کب ملے گا۔اس زندگی میں مصائب کا آنا ضروری ہے اور انسان کی زندگی کے محدود اوقات میں کوئی نہ کوئی وقت کسی حادثہ اور رنج کا نشانہ ہوتا ہے۔اگر اسی طرح ایک شخص کی روح دنیا کے بگڑے ہوئے معاملات کی فکر میں پیچ و تاپ کھاتی رہے تو وہ وقت صافی اسے کب میسّر آئے گا۔جب کہ اس کا سارا ہم وغم دین ہوگا۔

وہ جماعت جس نے بیعت میں اقرار کیا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔وہ بھی اگر اسی دلدل میں دن رات پھنسے ہیں تو بتائیں وہ اس نازک عہد کے ایفا کی طرف کب توجہ فرمائیں گے۔فرمایا میں تو حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ جب سے مجھے ہوش ہے میں دنیا کے ہم وغم میں کبھی مبتلاء نہیں ہؤا۔فرمایا جب میری عمر پندرہ برس کی ہوگی۔ایک کھتری سے میں نے کہا جو حضرت والد صاحب کے حضور میں بیٹھا ہؤا اپنی تلخ کامیاں اور نامرادیاں بیان کرتا اور سخت کُڑھ رہا تھا۔میں نے کہا لوگ دنیا کے لئے اس قدر کیوں دکھ اٹھاتے اور اس کے ہم وغم میں گرفتار ہیں۔اس نے کہا تم ابھی بچہ ہو۔جب گھرستی ہوگے جب تمہیں ان باتوں کا پتہ لگے گا۔فرمایا ایک عرصہ کے بعد جب غالباً میری عمر چالیس سال کے قریب ہوگی۔کسی تقریب سے پھر اُس کھتری سے گفتگو کا اتفاق ہؤا۔میں نے کہا اب بتاؤ۔اب تو میں گھرستی ہوں۔اس نے کہا تم تو ویسے ہی ہو۔

فرمایا۔ہر شخص اپنے دلمیں جھانک کر دیکھے کہ دین و دنیا میں کس کا زیادہ غم اس کے دل پر غالب ہے۔اگر ہر وقت دل کا رخ دنیا کے امور کی طرف رہتا ہے تو اسے بہت فکر کرنی چاہیئے۔اس لئے کہ کلمات الٰہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔فرمایا کاش لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجاتی کہ جس شخص کا تمام ہم وغم دین کے لئے ہوتا ہے اس کے دنیا کے ہم وغم کا اللّٰہ تعالیٰ متکفل ومتولی ہوجاتا ہے۔فرمایا میں نے کبھی نہیں سنا اور نہ کوئی کتاب گواہی دیتی ہے کہ کبھی کوئی نبی بھوکا مرا ہو۔یا اس

کی اولاد دروازوں پر بھیک مانگتی پھرتی ہو۔ ہاں دنیا کے ملوک اور امراء اور اغنیاء کا یہ برا حال اکثر سنا گیا ہے کہ ان کی اولاد نے در بدر ٹکڑے مانگے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی سنّت مستمرہ ہے کہ کبھی کوئی کامل مومن بستر نرم سے خاکستر پر نہیں بیٹھا اور نہ اس کی اولاد کو روز بد دیکھنا نصیب ہؤا۔ ان باتوں پر پختہ ایمان لے آئیں اور سچا اور پاک بھروسہ اللّٰہ تعالیٰ پر کرلیں۔ (بدر قادیان 27 جولائی 1905 ص 2)

پاک تبدیلی پیدا کرنے والا وجود

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی حضرت چوہدری نصر اللّٰہ خاں صاحبؓ کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''ہمارے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود ایدہ اللّٰہ الودود کو ہم میں کھڑا کیا کہ زمانہ پر وہ ایک گواہ ہو جائے۔ میں نے جو کچھ اس خط میں لکھنا چاہا تھا۔ حضرت اقدسؑ امام صادق علیہ السلام کے وجود پاک کی ضرورت پر چند وجدانی دلائل تھے۔ جو اس اثناء میں بعض تحریکات کی وجہ سے خود حضرت اقدسؑ نے ضرورت امام'' پر پرسوں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھ ڈالا ہے جو عنقریب شائع ہوگا۔ بالآخر میں اپنی نیکی سے بھری ہوئی صحبتوں کو آپ کے باقاعدہ حسنِ ظن کو اور ان سب پر آپ کی نیک دل اور پاک تیاری کو آپ کو یاد دلاتا ہوں جس زندہ ایمان کو قرآن چاہتا ہے اور جیسی گناہ سوز آگ قرآن سینوں میں پیدا کرنی چاہتا ہے۔ وہ کہاں ہے۔ میں خدائے رب عرش عظیم کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ وہی ایمان حضرت نائب الرسول مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اس کی پاک صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے۔'' (الحکم قادیان 22 اکتوبر 1898ء ص 9)

خدا اُس کے ساتھ ہے

مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نور اللّٰہ مرقدہ بیان کرتے ہیں:

''تمام ترقیوں کی جڑ بلند پروازوں کی نردبان ایمان بالغیب ہے اور ایمان بالغیب کے نتائج بجائے خود ایک گورکھ دھندا نظر آتے ہیں کہ جن کے ماننے کے لئے انسان کی

اسباب پسند فطرت جلد تیار نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کو رکھا ہے۔ ضرورت نبوت پر میری معرفت کے دقائق سے مزا لینے والی فطرت نے عجیب عجیب دلائل سوچے ہوئے ہیں۔ مگر میں اس وقت صرف اسی ایک کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا زندہ ثبوت میرے سیّد و مولا محبوب آقا حضرت خلیفہ اللہ مرزا غلام احمد ایدہ اللہ بنصرہٖ ہیں۔ اس وقت جو حالت اسلام کی ہو رہی ہے اور جس طرح مختلف مذاہب اسلام پر حملہ کر رہے ہیں۔ وہ ایسی نہیں کہ کسی سے مخفی ہو۔...... اسی حالت میں خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسلام کو ملل باطلہ اسی طرح غالب کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے **لیظہرہٗ علی الدین کلّہٖ** فرمایا تھا۔ اس کے مقابلہ میں ساری قومیں آئی ہیں۔

مسلمان کہلانے والے الگ آریہ، الگ، عیسائی الگ، برہمو جدا۔ غرض ہر مذہب اور ملّت کے لوگ اس کے سلسلے کی تکذیب اور مخالفت کے لئے کمر باندھ کر اُٹھے ہیں اور اپنی جگہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس کو مٹا ڈالیں گے۔ مگر وہ ایسی حالت میں کہ دنیا کے فرزند مادی عقل کے پرستار اس کی تباہی کی پیشگوئیاں کرتے تھے۔ ہر میدان اور ہر مقابلہ میں کامیاب ہوا ہے۔ سال میں ایک یا دو مرتبہ ان مخالفوں کو اپنی منحوس پیشگوئیاں کرنے کی جرأت ہوتی، لیکن وہ پیشگوئی الٹ کر ان پر پڑتی ہے اور یہ سلسلہ دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ اس کا ترقی کرنا اور کامیاب ہونا یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ خدا اُس کے ساتھ ہے۔"

(الحکم قادیان 30 ستمبر 1903 ص 19)

باب دھم

اسفار مع حضرت مسیح موعودؑ

دینی اغراض کیلئے اسفار

حضرت مولوی صاحب کا آبائی وطن کشمیر تھا اور وطن ثانی سیالکوٹ جبکہ آخری عمر میں قادیان کے ہو کے رہ گئے اور گویا یہی آپ کا ملجاو ماویٰ بن گیا۔ کشمیر میں آپ کا آنا جانا رہتا تھا۔ کبھی ملازمت کے سلسلہ میں کبھی اپنے استاد اور دوست حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ کے ارشاد پر۔ اسی طرح بیعت سے قبل لاہور اور علیگڑھ بھی آنا جانا رہتا تھا۔ علیگڑھ اس لئے بھی کہ آپ بیعت سے قبل سر سیّد احمد خان صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھے۔

بیعت کے بعد آپ کے سب سے زیادہ اسفار قادیان کی طرف ہوئے یا قادیان سے اپنے وطن مالوف سیالکوٹ کی طرف سے۔ ان اسفار کا ضمناً اس کتاب میں ذکر آیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب کا وہ اہم سفر بھی شامل ہے جو آپ نے جلسہ اعظم مذاہب لاہور کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر کیا جس کا گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ یہاں ان اسفار میں سے بعض سفروں کا ذکر کرنا مقصود ہے جن میں حضرت مولوی صاحب موصوف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفروں میں ہم رکاب رہے۔ آپ حضورؑ کے ساتھ جن سفروں میں ہمرکاب رہے ان کے باری میں حضرت مولانا سیالکوٹیؓ کا اپنا بیان ہے کہ:

> ''میں دہلی، پٹیالہ، لدھیانہ، امرتسر، سیالکوٹ، کپورتھلہ اور جالندھر کے سفروں میں ساتھ رہا ہوں۔ کیا کیا ناگوار اموران موقعوں پر پیش آئے اور اس اسداللہ غالب نے کس بے التفاتی سے انہیں دیکھا۔ میں حلفاً کہتا ہوں مجھے انہی اداؤں نے اور کہیں کا نہیں رکھا۔ ہر روز قوم ناسپاس کی طرف سے ایک دل کے دکھانے والی بات تحریراً تقریراً واقع ہو جاتی ہے مگر مامورالٰہی کے قدم میں ذرا لغزش پیدا نہیں ہوتی۔

(الحکم قادیان 10 جولائی 1899ء ص2)

1892ء کا سفر سیالکوٹ

فروری 1892ء میں سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ جہاں کئی پُر معارف تقاریر فرمائیں۔ یہ وہی سیالکوٹ تھا جہاں ایک زمانہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی تقاریر بطور اہل حدیث گونجا کرتی تھیں۔ 1892 میں جب حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ تشریف لے گئے تو اس وقت جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی سیالکوٹ میں موجود تھے۔ ان کے بیان میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے ابتدائی حالات کا بھی کچھ بیان ہے۔ جو پیش کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا: صاحب 'مجدد اعظم'' مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا بیان ہے کہ:

''لاہور (جس میں آپ جنوری 1892ء میں تشریف لے گئے اور اس کے بعد لاہور سے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔) سے حضرت اقدس سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ ان دنوں حضرت اقدس کے دعاوی کا چرچا ہر جگہ اور ہر شہر اور ہر مجلس میں ہوا کرتا تھا۔ مَیں ان دنوں صدر بازار سیالکوٹ میں رہا کرتا تھا۔ چونکہ اسکاچ مشن ہائی اسکول شہر میں پڑھتا تھا اور دن رات پادریوں کے اعتراضات سے تنگ تھا اور **یا عیسیٰ انی متوفّیک و افعک الیّ** کے پورا پورا بھر لینے اور آسمان سے چڑھا لینے کے پادریوں کی زبان سے سن کر دل ہی دل میں شرمندہ ہوا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ خدا نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں آسمان پر نہ چڑھا لیا۔ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر چڑھا کر ہمیں پادریوں کے سامنے ناحق شرمندہ کرایا۔

حضرت اقدسؑ کا رسالہ فتح السلام جو میں نے پڑھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ سوکھے دھانوں پر پانی پڑ گیا۔ میں نے کہا کہ اس شخص نے جو لکھا ہے کہ مسیح ناصری مر گیا۔ یہ میرے دل کی بات لکھی ہے۔ مگر ہمارے خاندان کے بزرگوں نے کہا تم ابھی بچے

ہو۔تم نے ہمارے علمائے دین دیکھے کہاں ہیں۔اس لئے میں چپ رہا۔اگرچہ میرے خاندان کے لوگ حنفی تھے لیکن بچپن سے مجھے دینی کتب کے مطالعہ علماء کی صحبت میں بیٹھنے اوران کی باتیں سننے کا بے حد شوق تھا۔میری دینی تحریکات میں نے مجھے اہل حدیث بنایا دیا تھا۔چنانچہ میں سیالکوٹ شہر میں اہل حدیث کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھا کرتا تھا۔

مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ ہمارے امام ہوا کرتے تھے۔یکا یک سنا کہ مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کرلی ہےاور کہتے ہیں کہ یہی شخص مسیح موعود ہے۔دوسری خبر یہ سنی گئی کہ صدر بازار کی جامع مسجد کے مولوی مبارک علی صاحب نے بھی حضرت مرزا صاحب کی بیعت کرلی ہے۔یہ مولوی صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب کے استاد مولوی فضل احمد صاحب مرحوم کے بیٹے تھےاورنہایت فاضل اور عالم تھے۔(اور حضرت اقدس علیہ اسلام ان کی بڑی رعایت رکھتے تھےاور ہمیشہ انکے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کی تائید میں سب سے پہلے آپ نے کتاب تالیف کی جس کا نام ہے''القول الجمیل'' جو جون1890ء میں شائع ہوئی۔اللّٰہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔مرتب)

اب تو بیعت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔اہل حدیث کے ٹولہ میں سے حکیم حسام الدین صاحبؓ،شیخ مولا بخش صاحب سوداگر بوٹ وغیرہ اشخاص نے بیعت کر لی۔اب تو شہراور صدر میں ایک ہلچل مچ گئی کہ اتنے میں حضرت اقدس مرزا صاحب فروری1892ء میں سیالکوٹ میں رونق افروز ہوئے اور شہر میں حکیم حسام الدین صاحب مرحوم کے مکان پر قیام فرمایا۔شہر میں غل مچ گیا۔

میں بمعہ ایک دوست کے تیسرے پہر آپ کو دیکھنے کے لئے شہر گیا۔اس وقت حکیم حسام الدین صاحب کے کوچہ میں لوگوں کا بے حد اژدھام تھا۔ہم دونوں نوجوان لڑکے تھے،گھستے پھستے آخراس قطار تک پہنچ گئے جوعین دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ حضرت اقدس ایک دروازے سے نکلے اور کوچہ عبور کرکے دوسرے مکان کے دروازہ میں چلے گئے۔مجھے معلوم ہوا کہ ایک نور کا جھمکڑا قطروں کے سامنے آکر یکا یک گم

ہو گیا۔ میں اپنے تخیّل میں کسی بزرگ کی مقدس شکل جو بہتر سے بہتر تصور قائم کر سکتا تھا۔ یہ ایسا ہی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ تھا۔ میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ یہ نورانی شکل جھوٹے کی نہیں ہو سکتی۔ یہ شخص سچا ہے۔ اسکے بعد ہم حکیم حسام الدین صاحب والی مسجد کے اندر گئے اور حضرت اقدس نے عصر کی نماز پڑھائی اور ہم نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ مسجد کے درمیانی در میں جنوبی ستون کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئے اور مسجد کا اندر اور صحن سب لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ صحن کے سامنے کی طرف ایک شہ نشین تھا۔ اس پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میری نظر میں حضرت اقدس کے چہرہ پر جمی ہوئی تھی۔ اتنے میں مولوی عبدالکریم صاحب بولے کہ دیکھو چہرہ پر کس قدر نور برس رہا ہے۔ میں نے کہا واقعی اس قدر نورانی چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

لوگ مختلف مذہبی سوالات کرتے تھے۔ جن کا آپ ایسا معقول جواب دیتے تھے کہ نہ صرف دل کو لگتے تھے۔ بلکہ مجھے نہایت تعجب ہوتا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ مذہبی لوگوں سے ایسی معقول باتیں میں نے کبھی نہیں سنیں تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرگی زدہ کی شفا کے لئے دعا بھی کروائی۔ چنانچہ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اتنے میں مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے نزدیک ہو کر دریافت کیا کہ حضرت عرش کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس سے مراد سلطنت اور نفاذ امر بھی ہیں۔ لیکن حال اور صاحب باطن لوگوں کی نظر میں یہ وہ مقام ہے جہاں مادی اور روحانی ہر طرح کی مخلوق کی حد ختم ہو جاتی ہے اور صرف باری تعالیٰ ہی جلوہ گر ہے۔ غرضیکہ آپ نے عرش پر ایسی لطیف تقریر فرمائی کہ سننے والوں کو وجد آ گیا۔

شام ہو گئی نماز مغرب کے بعد میں اور اپنے دوست کے واپس چلا آیا۔ ہم دونوں نے یہ فیصلہ کر لیا یہ شخص صادق ہے۔ دوسرے دن ہم دونوں آدمی پھر نماز ظہر کے وقت گئے۔ حضرت اقدسؑ نے نماز ظہر کے بعد تقریر کی جس میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر فرمائی جو ایسی لطیف اور پر از معارف تھی کہ ہم دونوں عش عش کر گئے۔ اس سے قبل یہ حقائق و معارف کہاں سنے تھے۔ بہت عالموں کے وعظ سنے تھے مگر یہاں بات ہی کچھ اور تھی۔ ان دنوں

آریہ سماج کا بڑا دور تھا۔اس تقریر کے دوران میں ہمارے لئے ایک نئی بات یہ بھی ہوئی کہ حضرت صاحب نے آریہ سماج کے ایسے پرخچے اڑائے کہ آریہ سماج کا جتنا رعب ہمارے جیسے نوعمر طالب علموں پر تھا وہ سب ھبآءً منثورًا ہوگیا اور اسلام کی عظمت اور شوکت کے سامنے ہویدا ہوگئی۔تقریر کے بعد چند منٹ زمیندار حضرت اقدس کے گرد جمع ہوکر زور زور سے باتیں کرنے لگے جسے بھیڑ کی وجہ سے میں نہ سمجھ سکا۔''

ڈاکٹر سر محمد اقبال مشہور شاعر اس زمانے میں میرے ہم جماعت تھے۔ یہ مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر چڑھے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے ''دیکھو شمع پر کس طرح پروانے گر رہے ہیں''۔ان دنوں حضرت اقدسؑ سے بہت ارادت رکھتے تھے۔چنانچہ شہر سیالکوٹ کے ایک شاعر نے جو جلوہ تخلص کرتا تھا۔(مشہور شاعر جلوہ سیالکوٹی کا منظوم کلام مستقل سیالکوٹ کے ہی رسالہ ''انوار الاسلام'' میں سالہا سال شائع ہوتا رہا۔رسالہ ''انوار الاسلام'' منشی کریم بخش صاحب نے شروع کیا تھا۔حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے بیان کے مطابق منشی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت بھی کر لی تھی۔اس رسالہ میں حضرت اقدسؑ کے کتب کے بارہ میں اشتہارات بھی شائع ہوتے اور بعض احباب جماعت کے مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔اس رسالہ کے چند ایک سالوں کے فائل خلافت لائبریری ربوہ میں موجود ہیں۔مرتب۔) جب ایک نظم حضرت اقدسؑ کی ہجو میں میں لکھی تو ڈاکٹر اقبال نے اس کا جواب نظم میں ہی لکھا اور اس میں حضرت اقدسؑ کی بڑی تعریف لکھی۔

(مجدد اعظم،لاہور:انجمن اشاعت اسلام،1939ص 331-333)

نوٹ: مکرم ڈاکٹر صاحب نے جس نظم کا ذکر کیا یہ وہی مشہور نظم ہے جس کا ذکر کتاب ہذا کے پہلے حصہ میں مذکور ہے۔

1893ء سفر امرتسر و جنڈیالہ

مئی 1893 میں امرتسر کے مقام پر سلسلہ احمدیہ یعنی اہل اسلام اور عیسائیوں کے مابین ''جنگ مقدس'' کے نام سے تاریخی مباحثہ ہوا۔جس کی تفصیل اور اس کے متعلقات حضرت اقدسؑ کی کتب

''حجۃ الاسلام''، ''سچائی کا اظہار'' اور ''جنگ مقدس'' میں شامل اشاعت ہیں۔ اس مباحثہ کی شرائط طے کرنے کیلئے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے کئی احباب امرتسر تشریف لے گئے۔ ان میں حضرت مولانا سیالکوٹیؓ کا نام نامی بھی شامل ہے۔ حضورؑ نے ان حباب کیلئے ''میرے دوستوں'' کے الفاظ رقم فرمائے ہیں۔ فرمایا:

''چند معزز دوست بطور سفیران پیغام جنگ ڈاکٹر صاحب (مارٹن کلارک) کی خدمت میں بمقام امرتسر بھیجے گئے۔......تب ڈاکٹر صاحب اور میرے دوستوں میں جو میری طرف سے وکیل تھے کچھ گفتگو ہوکر بالاتفاق یہ بات قرار پائی کہ یہ مباحثہ بمقام امرتسر واقع ہو۔'' (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن جلد 6 ص 44-45)

اس مباحثہ کی جب شرائط طے ہوگئیں تو ایک طرف مارٹن کلارک اور دوسری طرف حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے دستخط تحریر کئے گئے فرمایا:

''یہ بحث 22 مئی 1893 سے شروع ہونی چاہئے۔ انتظام مقام مباحثہ اور تجویز مقام مباحثہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق رہا اور وہی اس کے ذمہ وار ہوئے اور بعد طے ہونے ان تمام مراتب کے ڈاکٹر صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کی اس تحریر پر دستخط ہوگئے'' (محولہ بالا ایضاً 46)

اپریل مئی 1893 میں حضورؑ کے ارشاد پر حضرت مولوی صاحب چند ایک بار امرتسر تشریف لے گئے۔ اسی طرح جب سیدنا حضرت اقدسؑ موضع جنڈیالہ ضلع امرتسر تشریف لے گئے تو حضورؑ کی معیت میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اور حضرت مولوی صاحب بھی تھے۔ جنڈیالہ جانے کی وجہ مسلمانانِ جنڈیالہ کی خواہش تھی جن کی درخواست پر حضورؑ نے جنگ مقدس کا مباحثہ فرمایا۔ (حیات نور، از شیخ عبدالقادر سوداگرمل، ص 166)

1895ء ڈیرہ بابانانک کا سفر

''ست بچن'' سیدنا حضرت اقدسؑ کی وہ معرکۃ الآراء تحقیقی کتاب ہے جس میں حضرت باوانانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بدلائل مسلمان ہونا ثابت کیا ہے۔ اس تحقیق سے قبل 1895ء میں حضور علیہ السلام نے معہ خدام سفر ڈیرہ باوانانک فرمایا۔ ان مخلصین میں حضرت مولوی صاحب

موصوف بھی شامل تھے۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب دہلویؓ جو ڈیرہ بابا نانک کے سفر میں شامل تھے۔ بیان کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب ڈیرہ بابا نانک (تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور) چولہ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو یہ عاجز بھی ہمراہ تھا۔ میں اور شاید حافظ حامد علی صاحب یکّے میں بیٹھے تھے اور باقی اصحاب دوسرے یکّوں میں تھے۔ ہم علی الصبح قادیان سے روانہ ہوئے اور بٹالہ پہونچتے ہی دوسرے یکّے کئے اور سیدھے ڈیرہ بابا نانک روانہ ہوکر دوپہر کے وقت پہنچے۔ وہاں بڑ کے ایک درخت کے نیچے آرام کیا اور عصر کے بعد چولہ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ دس پندرہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم، روایت نمبر 756)

1897ء میں سفرِ ملتان

سیدنا حضرت اقدسؑ معہ احباب حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ، حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ، مکرم مولوی محمد علی صاحب ایم اے، مکرم خواجہ کمال الدین صاحب ایڈووکیٹ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ اکتوبر 1897 کے آخری عشرہ میں ملتان تشریف لے گئے۔ اس سفر کا باعث یہ ہوا کہ لاہور کے ایک شیعہ اخبار ناظم الہند نے ریاست بہاولپور کے پرائیویٹ سیکرٹری مولوی رحیم بخش صاحب کے خلاف ایسے مضامین لکھے جو ازالۂ حیثیت عرفی کا موجب سمجھے گئے۔ ناظم الہند باوجودیکہ حضرت اقدسؑ کے شدید معاند تھے اور اپنے اخبار میں حضورؑ کے خلاف مضامین میں لکھتے رہے تاہم دل سے حضورؑ کے قائل تھے۔ جبھی تو انہوں نے شہادت صفائی میں بطور گواہ حضورؑ کو طلب کیا۔

اس سفر میں حضورؑ نے مدرسہ انجمن نعمانیہ موجودہ اسلامیہ ہائی سکول میں معرکۃ الآراء لیکچر بھی دیا۔ (الحکم امرتسر، 24 اکتوبر 1897۔ حیات نور 222-223)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 16 نومبر 1923 کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''مجھے یاد ہے کہ حضرت صاحب ایک شہادت میں ملتان تشریف لے گئے۔ میں بھی

ساتھ تھا۔اس وقت میری عمر آٹھ سال کے قریب ہوگی‘‘

(الفضل قادیان 4 دسمبر 1923)

1899 میں پٹھانکوٹ اور دھاریوال کا سفر

جنوری 1899 میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ شیخ محمد بخش بٹالوی جو حضرت اقدسؑ سے حد درجہ عداوت رکھتے تھے۔(عجیب بات ہے کہ 1907 میں انہی ڈپٹی صاحب کے بیٹے مکرم شیخ نیاز محمد صاحبؓ پولیس انسپکٹر حضورؑ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور خدمات سلسلہ کی توفیق پائی۔ان کی دختر مکرمہ سیدہ فرخندہ شاہ صاحبہ ایک طویل عرصہ جامعہ نصرت ربوہ کی پرنسپل رہیں جن کی شادی حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحبؓ سے ہوئی۔حضرت شیخ نیاز محمدؓ اور ان کے خاندان کے حالات ''سیرت حضرت سید محمود اللہ شاہ'' شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مطبوعہ 2007 میں دیئے گئے ہیں۔مرتب) حضورؑ کے خلاف رپورٹ کروائی کہ مرزا صاحب میرے مخالف ہیں اور مجھے ان سے جان کا خطرہ ہے۔

اس رپورٹ کی بناء پر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور مسٹر ڈیکن نے حضورؑ کے خلاف زیر دفعہ 107 فوجداری مقدمہ بنادیا۔5 جنوری کو مقدمہ کی پیشی گورداسپور تھی مگر ڈپٹی کمشنر کے تبدیل ہوجانے کی وجہ سے مقدمہ کی پیشی کیلئے 11 جنوری 1899 کا دن مقرر ہوا۔اس مقدمہ کے دوران حضورؑ کو پٹھانکوٹ اور دھاریوال بھی جانا پڑا۔ان اسفار میں حضرت اقدسؑ کے ساتھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور حضرت مولانا سیالکوٹیؓ بھی شامل تھے۔ان اسفار میں نمازیں حضرت مولانا سیالکوٹیؓ پڑھاتے۔مگر دھاریوال میں جمعہ حضرت مولینا نورالدین صاحب بھیرویؓ نے پڑھایا اور پُر معارف خطبہ ارشاد فرمایا۔ (حیات نور،ص239)

حضرت اقدسؑ کا 1904ء کا سفر سیالکوٹ

1904ء کا سال تاریخ احمدیت میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ وہ مبارک سال ہے جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لاہور اور سیالکوٹ کا سفر اختیار فرمایا۔حضور نے اپنے سیالکوٹ کے لیکچر میں کرشن ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ان اسفار میں تائیدایزدی کے بیسیوں نشانات ظہور پذیر ہوئے اور ہزاروں سعید روحیں امام مہدی علیہ السلام کی بیعت میں داخل ہوئیں۔آپ 27/ اکتوبر 1904ء کو سیالکوٹ تشریف لے گئے اور 4/نومبر 1904ء کو واپس قادیان تشریف لے آئے۔حضرت اقدس علیہ السلام کے اس سفر میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بھی آپ کے ہمرکاب تھے،اوراس سفر میں بھی آپ کو کئی خدمات جلیلہ کرنے سعادت حاصل ہوئی۔اس باب میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر سیالکوٹ کی روئیداد پیش کی جارہی ہے۔

مؤسس الحکم حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الکبیر تحریرفرماتے ہیں:

''حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام...... 27/اکتوبر 1904ء کو سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے اور 4/نومبر 1904ء کو قبل دوپہر دارالامان میں واپس پہنچ گئے۔ ہمارے ناظرین حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس سفر کے حالات سننے کے از بس مشتاق ہیں۔ہمیں افسوس ہے کہ سفر لاہور کے وہ حالات جو ہم خود لکھنا چاہتے تھے اب تک نہیں لکھ سکے اور وہ بزرگ اور قدردان جوالحکم کے ایڈیٹر کے لکھے ہوئے حالات کو پڑھنے کے مشتاق تھے اب تک ہمیں کسی نہ کسی رنگ میں ان کے لکھنے کیلئے یاد دہانیاں

کررہے ہیں......۔

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسفار

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت اور فطرت کی افتاد کچھ ایسی واقعہ ہوئی تھی کہ آپ کنج تنہائی کو ہمیشہ پسند فرماتے رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے بارہا فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے کھینچ کر باہر نہ نکالتا تو میں اسی گوشہ تنہائی کو بس غنیمت سمجھتا تھا اور میری ساری راحت اور خوشی اسی میں تھی لیکن جب اصلاح خلق کا بارعظیم آپ کے دوش مبارک پر رکھا گیا تو آخر آپ کو مخلوق کی طرف نزول کرنا پڑا۔ تاہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت ہی کم سفر کرتے ہیں اور جیسا کہ دنیا کے مشہور پیروں یا فقیروں کا قاعدہ ہے کہ سالانہ یا ششماہی ٹیکس وصول کرنے کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ حضور کے مقاصد سے یہ امر بہت ہی دور واقع ہوا ہے۔ جب تک سفر کا اذن الٰہی نہیں ہوا آپ قادیان سے باہر نہیں گئے۔ بلکہ جہاں تک ہمارا علم ہے اس وقت تک حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود نے ان سفروں کے ماسوا جو دعویٰ مسیحیت کے اوائل کے ہیں۔ امرتسر، لودہانہ، دہلی، لاہور، سیالکوٹ، پٹیالہ وغیرہ کے کئے تھے۔ دس بارہ سال کے اندر آپ قادیان سے باہر نہیں نکلے۔ یا بالفاظِ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ چونکہ آپ کی ہر ادا ہر حرکت وسکون اللہ تعالیٰ کی خفی و جہری وحی کے ماتحت ہے۔ جب تک اذن الٰہی کسی سفر کے لئے نہیں ہوا آپ دارالامان سے باہر نہیں گئے۔ ہم جب ان ذرائع تبلیغ پر نظر کرتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں تو بے اختیار پڑھنے کے لئے جی چاہتا ہے اور اس عظیم الشان بزرگ کی عظمت اور فضیلت دل میں بیٹھ جاتی ہے۔

چھاپہ خانوں کی ایجاد، ڈاکخانوں کا اجراء، علوم فوٹوگرافی، فونوگراف کی ترویج، تار برقی اور اخبارات کی کثرت۔ غرض اس قدر ذریعے آ کر اکٹھے ہوئے ہیں کہ کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے اور ایک مقام پر بیٹھا ہوا۔ ایک شخص کل دنیا کو ایک وقت میں تبلیغ کر سکتا ہے۔ جہاں تک انبیاء سابقین کے حالات قرآن کریم اور صحیح تاریخ سے ملتے ہیں ہم

بلا مبالغہ اور بلا خوف لومتہ لائم کہنے کو آمادہ ہیں کہ جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس قدر سامان اور ذرائع بہم پہنچائے ہیں وہ معمولی انسان نہیں بلکہ عظیم الشان ہے اور مسیح موعود کی اس فضیلت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت شان کا پتہ لگتا ہے جس کا یہ نائب ہے۔ غرض ذرائع تبلیغ کی کثرت بجائے خود ایک پہلو سے ظاہر کرتی ہے کہ مسیح موعود کو کثرت سے سفر نہ کرنے پڑیں گے (**لَعَل اللہ یحدث بَعدذالک امرا**)...... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کم سفر کرتے ہیں اور زیادہ تر تبلیغ کیلئے اِن ذرائع سے کام لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے زمانے کے لئے نہیں بلکہ آپ کی خدمت کے لئے مہیا کر دیئے ہیں۔ پھر سوال ہوگا کہ اس سفر کا باعث کیا ہے؟

باعث سفر ایفائے عہد

اعلیٰ حضرت مقدمات گورداسپور کے دوران میں چند روزہ فرصت ملنے کے باعث لاہور تشریف لے گئے تھے اور اس تشریف بری سے بھی حضور کا مقصد وہ ایفائے عہد تھا جو آپ نے جماعت (احمدیہ) سے لاہور جانے کے متعلق ایک عرصہ پہلے کیا ہوا تھا۔ چنانچہ ہمارے ناظرین اس امر سے ناواقف نہیں ہیں۔ قیام لاہور کی تقریب پر جہاں قریباً پنجاب کے مختلف شہروں سے احباب جمع ہوئے تھے جماعت سیالکوٹ بھی حاضر ہوئی تھی۔ اس موقع پر جماعت سیالکوٹ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیالکوٹ تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا اور اس کریم النفس وجود نے اس درخواست کو منظور فرما لیا۔ اس درخواست کی قبولیت میں خدا جانے کن کمزور روحوں کی نیم شبی دعاؤں کا جذب تھا جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیالکوٹ بلا لیا۔

جذبہ عشق سلامت ہے تو اِنشاء اللہ
کچے تاگے ہیں چلے آئیں گے سرکار بندھے

بسا اوقات ایسے ضعیف اور کمزور لوگ ہوتے ہیں جن میں طلب صدق وصفا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کے ساتھ مقام عشق میں ہوتے ہیں لیکن سفر کر کے اس تک پہنچ نہیں سکتے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی ایسا سامان بہم پہنچا دیتا ہے جو خدا کے مرسل

کسی نہ کسی ذریعہ سے ان تک پہنچ جاتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کی ہر حرکت اور ادا اللہ تعالیٰ کے اشارات کے ماتحت ہوتی ہے اور وہ عظیم الشان مصالح پر مبنی ہوتی ہے۔ اس لئے بعد میں ان اسرار کا ظہور بھی ہو جاتا ہے۔

......مختصر یہ کہ حضور نے سیالکوٹ جانے کا وعدہ فرمالیا اور جماعت سیالکوٹ نے نہایت مستعدی اور کمال جوش کے ساتھ سیالکوٹ واپس جا کر مکانات وغیرہ کا انتظام شروع کر دیا۔ مقدمات سے فرصت پا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دارالامان واپس تشریف لے آئے اور جماعت سیالکوٹ نے پورے انتظام اور تہیہ اسباب کے بعد حضور کی خدمت میں تشریف بری کی تاریخ کے تعیین کے لئے درخواست کی اور اپنا آدمی بھیج دیا۔ چنانچہ ہمارے عزیز بھائی میاں محمد رشید صاحب اس خدمت پر مامور ہو کر قادیان آئے۔ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت ان دنوں کچھ ناساز تھی۔ اس لئے فرمایا کہ دو چار روز کے بعد جواب دوں گا۔ حضور کا منشاء استخارہ مسنونہ کا یہی تھا کہ گویا بعد استخارہ جواب دیا جاوے گا۔ آخر 27/اکتوبر 1904ء تاریخ روانگی مقرر ہوئی اور حضور نے تاریخ مقررہ پر سب سے پہلی گاڑی میں بٹالہ سے سوار ہونے کے لئے حکم دے دیا۔

آپ کا خارق عادت استقبال اور جاہ طلبی سے نفرت

میاں محمد رشید صاحب تاریخ لے کر قادیاں سے واپس سیالکوٹ کو روانہ ہو چکے تو سیالکوٹ سے ان کے نام ایک کارڈ آیا جس میں یہ خواہش کی گئی تھی کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داخلہ شہر سیالکوٹ میں دن کے وقت ہو اس لئے حضور ایسی گاڑی میں آئیں جو دن کو داخل ہو۔ سیالکوٹ والوں کو یہ خواہش کئی مصالح پر مبنی تھی۔ منجملہ اس کے بڑی مصلحت یہ تھی کہ رات کو کثرت انبوہ میں انتظامی مشکلات نہ ہوں۔ دوسرے حضور کے مشتاق زیارت کثرت کے ساتھ وہاں جمع ہونے والے تھے اور کل شہر اس دن کا انتظار کر رہا تھا۔ اس لئے دن کو یہ نظارہ قابل دید اور اثر انداز ہو سکتا تھا۔ لیکن سیالکوٹ کی جماعت کا عموماً اور ہمارا خصوصاً ایمان بڑھ گیا۔ جب دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عزم کو عزم بالجزم ثابت کر دکھایا اگر آپ کی

بجائے کوئی دنیوی سجاہ وحشم یا استقبال ونمائش کا بھوکا پیاسا گدی نشین ہوتا تو وہ پسند کرتا کہ جس قدر مجمع اُس کے دیکھنے کو آئے اور جس قدر شان وشوکت سے اُس کی سواری نکلے وہ تھوڑی ہے لیکن یہ خدا کا برگزیدہ جو محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات میں لذت اور ذوق پاتا ہے......۔

غرض حضور نے اپنے ارادہ میں ہرگز ترمیم نہ فرمائی۔ باوصفیکہ سیالکوٹ سے ایک اور آدمی بھی اس غرض سے بھیجا گیا لیکن حضور نے جو عزم کر لیا تھا اسے بدلنا مناسب نہ سمجھا اور حقیقت میں یہ عدم ترمیم اور بھی نشان نمائی کا باعث ہوئی جیسا کہ سیالکوٹ میں داخلہ کے متعلق ہم دکھائیں گے۔ خدا تعالیٰ کے ماموروں کا استقلال ہی ایک ایسی زبردست کرامت ہوتا ہے جو ناعاقبت اندیش لوگ انہیں مجنوں (دھتی) کہہ اٹھتے ہیں۔ اس استقلال میں ایک باریک سر ہوتا ہے جو اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے کہ جو اپنے مولا کریم سے انہیں ہوتا ہے گویا وہ ان امور کو جو دوسروں کی نظر میں وہمی اور شکی ہوتے ہیں اپنی آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اسی لئے نہ ان کا قدم ہٹتا ہے اور وہ تھکتے ہیں اور نہ درماندہ ہوتے ہیں۔ اس امر کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ البتہ وہ لوگ جو ایمان باللہ کی لذت سے آشنا ہیں اس سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔

ضمناً بات آ گئی ہے استقلال کی۔ اس لئے ایک موقع کا تذکرہ بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا جب حضور نے گورداسپور جانے کا ارادہ فرمایا تو اتفاقاً ایسی شدید بارش ہوئی کہ راستے بالکل بند ہو گئے اور اس قدر پانی جا رہا تھا کہ یکہ اور گاڑیاں ہرگز چل نہ سکتی تھیں۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم کو اسی پانی میں پیادہ پا بوجہ تاریخ مقدمہ گورداسپور جانا پڑا اور وہاں جا کر جب خواجہ صاحب اور مولانا محمد علی صاحب سے راستہ کی تکالیف کا ذکر کیا تو وہ بہت گھبرائے اور پھر طرہ یہ ہوا کہ وہ مکان جس کا انتظام کیا گیا تھا عین وقت پر لیتے اسی دن اس کے ملنے سے قطعاً مایوسی ہوگئی۔ ایسی صورت میں ہم لوگ جو گورداسپور میں موجود تھے کہ سخت گھبرائے کہ اب کیا ہوگا۔ مکان کا انتظام نہیں راستہ ٹھیک نہیں اور حضرت اقدس کے ہمراہ بچوں اور مستورات کا ساتھ ہے۔ بعد مشورہ یہ رائے ہوئی کہ دو آدمی اسی وقت بھیجے جاویں جو حضرت علیہ السلام کو اس سفر سے روک دیں۔ اس

وقت حضرت مولوی محمد علی صاحب کی فراست اور ایمان نے بڑا ہی مزا دیا۔ انہوں نے کہا کہ بھیجنے کو آدمی بھیج دو سب کچھ مشکلات عرض کر دو مگر یہ قوم (مامور) اپنے ارادوں سے باز نہیں رہا کرتی۔ کیونکہ ان کا استقلال بھی کرامت ہوتا ہے۔ آخر وہی ہوا۔ حضرت اقدس راستہ کی ان خطرناک تکالیف پر فتح پاتے ہوئے گورداسپور پہنچ ہی گئے۔ ہماری غرض اس واقعہ سے قصہ گوئی نہیں بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ ان لوگوں کا استقلال خارق عادت استقلال ہوتا ہے۔ غرض حضرت اقدس علیہ السلام نے جو گاڑی روانگی کے لئے تجویز کی تھی وہی قائم رکھی اور اس بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام 27 /اکتوبر 1904ء کی صبح کو چار بجے کے قریب دارالامان سے روانہ ہوئے۔

قادیان سے روانگی

27 /اکتوبر 1904ء کی صبح کا نظارہ قادیان میں ایک قابل دید نظارہ تھا۔ جبکہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ اور اُس کا پاک مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیالکوٹ کے سفر کیلئے دارالامان سے چلنے کو تیار تھا۔ کل احمدی قوم قریباً موجود تھی۔ کچھ تو حضرت اقدس کی مشایعت کے لئے اور کچھ آپ کے ہمراہ جانے کو تیار تھے۔ مدرسہ کے بہت سے طالبعلم اور استاد اور بہت سے لوگ بٹالہ تک آپ کے ہمراہ چلنے کو آمادہ تھے۔ بہر حال چار بجے کے قریب اعلیٰ حضرت اپنے خدام کے زمرہ میں دارالامان سے روانہ ہوئے۔ ایک درجن سے زیادہ یکے خدام حضور کے ہمراہ تھے اس سفر میں حضور کے ہمراہ حضرت (اماں جان) علیہا السلام اور خاندان رسالت کے دوسرے ممبر بھی تھے۔ اس لئے رتھ کے علاوہ فینس بھی ساتھ تھی۔ یہ شاندار قافلہ جس میں خدا تعالیٰ کا برگزیدہ مسیح موعود جا رہا تھا عجیب شان سے روانہ ہوا......۔

حضور علیہ السلام کا پاپیادہ سفر

اعلیٰ حضرت کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ آپ چہل قدمی کرتے رہتے ہیں اور گو ایک عرصہ سے سلسلہ سیر صبح کا بند ہے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ حضور کو اس امر کا خاص شوق

ہے اور یہ طریق آپ کی صحت کے لئے علی العموم عمدہ اور مفید ہے۔ جب سے حضور نے ہوش سنبھالا ہے اور تنہائی اختیار کی ہے۔ یہ معمول آپ کا ثابت ہے کہ بیت الذکر کے سامنے صحن میں ہمیشہ ٹہلتے رہتے تھے بلکہ ہمارے ناظرین اس بات کو سن کر حیران ہوں گے کہ آپ اکثر تالیفات کا کام بھی ٹہل کر ہی کیا کرتے ہیں صحن کے دونو طرف چھوٹے چھوٹے طاقچوں میں دوات رکھی اور ٹہلتے ٹہلتے کہتے گئے۔ ٹہل کر پڑھنا تو اکثر ہی سنا ہو گا مگر یہ کم دیکھا یا سنا ہوگا کہ ٹہل کر لکھا بھی جاتا ہے۔ غرض اسی عادت اور مذاق کے موافق نصف راستہ طے کر لینے کے بعد حضور نے پاپیادہ سفر اختیار کیا اور پالکی سے اتر کر پیدل چلتے رہے اور آپ کے ساتھ بہت بڑا مجمع خدام کا بھی پیدل چلتا رہا اور قریب آٹھ بجے کے حضور بٹالہ پہنچ گئے۔ بٹالہ ریلوے سٹیشن سے سیالکوٹ تک ایک سیکنڈ کلاس اور ایک تھرڈ کلاس ریزروڈ کرالی گئی تھی بٹالہ سٹیشن پر جماعت بٹالہ نے آ کر شرف نیاز حاصل کیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔

''کہ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی محنت و تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور کمال حاصل ہو جاوے۔''

اس پر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کہ اس قسم کے لوگ ہمیشہ گذرے ہیں جو چاہتے ہیں کہ بغیر کسی قسم کی محنت اور تکلیف اور سعی اور مجاہدہ کے وہ کمالات حاصل کر لیں جو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں صوفیا کرام کے حالات میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے آ کر ان سے کہا کہ کوئی ایسا انتظام ہو کہ ہم پھونک مارنے سے ولی ہو جاویں۔ ایسے لوگوں کے جواب میں انہوں نے یہی فرمایا ہے کہ پھونک کے واسطے بھی تو قریب ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ پھونک بھی دور سے نہیں لگتی۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لیس للانسان الا ماسعیٰ** (النجم:40) یعنی کوئی انسان بغیر سعی کے کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ قانون ہے پھر اس کے خلاف اگر کوئی کچھ حاصل کرنا چاہے تو وہ خدا تعالیٰ کے کاموں کو توڑتا ہے اور اسے آزماتا ہے اس لئے محروم رہے گا۔ دنیا کے عام کاروبار میں بھی تو یہ سلسلہ نہیں ہے کہ پھونک مار کر کچھ حاصل ہو جائے یا بدوں سعی اور مجاہدہ کے کوئی کامیابی مل سکے۔ دیکھو آپ شہر سے چلے تو

سٹیشن پر پہنچے اگر شہر سے ہی نہ چلتے تو کیونکر پہنچتے ۔ پاؤں کو حرکت دینی پڑی ہے یا نہیں ۔ اسی طرح جس قدر کاروبار دنیا کے ہیں سب میں اوّل انسان کو کچھ کرنا پڑتا ہے ۔ جب وہ ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ بھی برکت ڈال دیتا ہے ۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی راہ میں وہی لوگ کمال حاصل کرتے ہیں ۔ جو مجاہدہ کرتے ہیں ۔ اس لئے فرمایا ہے **والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا** (العنکبوت:70) پس کوشش کرنی چاہئے کیوں کہ مجاہدہ ہی کامیابیوں کی راہ ہے ۔ اس قسم کے ذکر اذکار اور خدام کی ملاقات میں گاڑی کا وقت آ پہنچا اور دس بجے کے قریب گاڑی نے روانگی کا وِسل دیا ۔ پلیٹ فارم پر ایک خاصہ اژدھام تھا اور عام لوگ حضرت اقدس کی زیارت سے سرور حاصل کر رہے تھے ۔ قادیان کی جماعت جو سٹیشن تک حضرت اقدس کو چھوڑنے گئے تھے واپس روانہ ہوئے اور چند ہی منٹ کے اندر گاڑی سٹیشن سے نکل کر آخر نظروں سے غائب ہوگئی اور خدا کا محبوب امرتسر کی طرف روانہ ہوا ۔

امرتسر ریلوے سٹیشن

بٹالہ سے گاڑی روانہ ہو کر درمیانی سٹیشنوں سے گذرتی ہوئی 11 بجے کے قریب امرتسر پہنچی ۔ امرتسری جماعت نے پہلے ہی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بذریعہ عریضہ عرض کر رکھا تھا کہ وہ کھانا لے کر حاضر ہوں گے اور حضرت نے ان کی دعوت کو منظور فرمالیا تھا ۔ گاڑی کے پہنچنے سے پہلے ہی امرتسری جماعت سٹیشن پر استقبال اور حصول زیارت کے لئے حاضر تھے ۔ لیکن حضرت اقدس کا نام اور دعویٰ کوئی ایسی چیز نہیں جو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کرے ۔ اس لئے گاڑی کے پہنچتے ہی ہر طرف سے لوگ دوڑے ہوئے گاڑی کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور خود احباب کو مصافحہ کرنا مشکل ہوگیا ۔ ایک دوسرے سے پہلے چاہتا تھا کہ میں آگے بڑھوں ۔ جن لوگوں نے یہ نظارہ دیکھا ہے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر کشش دلوں میں پیدا ہوئی تھی ۔ موافق تو موافق، مخالف بھی کھچے چلے آتے تھے ۔ اس مقام پر کچھ لوگوں نے حضرت کے سلسلہ میں بذریعہ بیعت شامل ہونے کا فخر حاصل کیا ۔ امرتسری جماعت

نے مسافران سیالکوٹ کو بڑی فیاضی اور فراخدلی سے گاڑیوں میں کھانا کھلایا۔ گاڑی کی روانگی تک ایک میلہ سا لگا رہا۔ جو لوگ کبھی ریل میں سوار ہوئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں اس وقت یہ مستقل سے مستقل مزاج نے بھی ایک قسم کی گھبراہٹ اور جلدی میں ہوتا ہے کہ مبادا سوار ہونے سے رہ نہ جاؤں۔ لیکن اس وجود میں کچھ خوبی اور جذبہ تھا کہ دیوار وار مسافر اس کی طرف تکتے تھے اور اُنہیں یہ خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ گاڑی میں سوار ہونا ہے۔ کاش وہ لوگ جو مخالف پر اٹھے ہوئے ہیں ان باتوں پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا یہ جذب کشش کسی مستغنی منصوبہ ساز کو دیا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بارہ بجے کے بعد گاڑی نے امرتسر سٹیشن کو چھوڑا اور بہت سی روحوں کو اسی شوق میں مضطرب چھوڑ کر آگے نکل گئی۔

اٹاری ریلوے سٹیشن

کچھ ایسی ہوا چلی ہوئی تھی کہ گاڑی کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے ہی ایک معمولی سے معمولی سٹیشن پر بھی ایک خاصہ اژدھام اور ہجوم زائرین کا ہوتا تھا۔ لیکن کوئی شخص کسی کو کہنے نہیں گیا تھا اور ابھی حضور کی روانگی کی خبر عام طور پر شائع بھی نہ ہو چکی تھی۔ اس سٹیشن پر بھی غیر معمولی مجمع پر موجود تھا لیکن ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ اٹاری کے سٹیشن ماسٹر نے چند آدمیوں کو صرف اندر آنے کی اجازت دی۔ یہ بڑا بھاری روحانی ظلم ہے جو ان لوگوں پر کیا گیا ہے جن کو باہر رکھا گیا اگر چہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے نیک ارادوں کی وجہ سے ثواب حاصل کرنے والے انشاء اللہ تعالیٰ ٹھہریں گے۔ لیکن سٹیشن ماسٹر صاحب کی بے جا سختی نے ان کو اس مقصد عظیم سے روکے رکھا جس کے لئے وہ آئے تھے۔ ریلوے اتھارٹیز کو اپنے امور پر نوٹس لینا چاہئے اگر ایسے سٹیشنوں پر پلیٹ فارم ٹکٹ نہ ہوں تو کیوں اجازت لے کر اندر جانے والوں کو روکا جاوے۔ بحالیکہ وہ ایک نیک غرض اور پاک مقصود کے لئے جاتے ہوں دنیا میں تو ممکن ہے کہ ایسے سٹیشن ماسٹر سے کوئی استفسار نہ ہو لیکن خدا تعالیٰ کے حضور وہ ضرور **یصدون عن سبیل اللہ** کے زمرہ میں جوابدہ ہوگا۔ بہرحال جن لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی گئی تھی وہ

نہایت اخلاص سے آ کر ملے اور اپنے احمدی بھائیوں اور اپنے سیّد و مولیٰ امام کے حضور انہوں نے دودھ کی دعوت پیش کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء اور ساتھ ہی ٹکٹ لے کر خود بھی سوار ہو گئے اور اس چند منٹ کی صحبت احباب کو بھی انہوں نے اکسیر سمجھا۔

واگہ ایک مختصر سا فلیگ سٹیشن ہے۔ واگہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں عیسائیوں نے اپنا احاطہ بنایا ہوا ہے اور کچھ مشنری عورتیں یہاں رہتی ہیں۔ ان کی سعی اور کوشش سے یا بالفاظ دیگر ان کے مفاد کے لئے یہ سٹیشن بنا ہوا ہے۔ اس سٹیشن پر خدا کے فضل و کرم سے بابو محمد ایوب بکنگ کلرک احمدی ہے۔ جسے ریلوے کے کام کی کثرت کی وجہ سے شاید بہت کم فرصت قادیان آ کر حضرت کی زیارت کی ملتی اور اس تقریب پر اس جنگل میں پڑی ہوئی روح کو سیراب ہونے کا موقع خود بخود مل گیا۔ ایک بجے کے بعد گاڑی میاں میر سٹیشن پر پہنچی جو ایک فوجی چھاؤنی ہے۔ اٹاری کی جماعت اس مقام پر اُتر کر دوسری گاڑی میں واپس ہوئی۔ یہاں بھی بعض مخلصین کو زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

لاہور ریلوے اسٹیشن

ریلوے سٹیشن پر یوں تو عام طور پر ایک عجیب دلکش نظارہ ہوتا ہے۔ لیکن آج غیر معمولی رونق اور بھیڑ بھاڑ تھی۔ احمدی جماعت تو لازماً موجود تھی مگر دوسرے لوگ بھی جو مذہبی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ سٹیشن پر حضرت اقدس کی زیارت کو موجود تھے۔ لاہور کے ریلوے سٹیشن پر اس کثرت سے ازدحام تھا کہ وہاں کے روزانہ پیسہ اخبار کو بھی باوجود مخالفت کے اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے اور ابھی قریباً دو مہینے قبل حضرت اقدس لاہور میں رہ کر آئے تھے۔ اس صورت میں اگر قیام لاہور میں آپ کو پوری کامیابی نہ ہوئی ہوتی تو چاہئے تھا کہ اس وقت دوسرے مذاہب کے لوگوں میں سے ایک بھی وہاں نہ ہوتا لیکن احمدیوں کے سوا۔ ہندو مسلمانوں کے فہمیدہ لوگوں کا ایک خاص مجمع اس تقریب پر تھا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کے نام میں کچھ غضب کی تاثیر اور جذب ہے جو مخالف سے مخالف کو بھی اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں چھوڑتا اور جب ہم آج سے پچیس برس پیشتر پر نظر کرتے ہیں اور حضرت اقدس کے حالات کو سنتے یا پڑھتے ہیں تو اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں

رہتا کہ یہ اثر اور جذب اسی اس وقت سے پیدا ہوا ہے جب سے کہ حضرت احدیت نے مامور کر کے اصلاح دنیا کے لئے بھیجا ہے۔ سچ یہ ہے ؎

برکسے چوں مہربانی مے کنی
از زمینی آسمانی مے کنی
خود کنی و خود کنائی کار را
خود دہی رونق تو ایں بازار را

زائرین کا ہجوم

غرض ریلوے سٹیشن پر ایک صف آرا فوج معلوم ہوتی تھی۔ جورب الافواج کے برگزیدہ کے استقبال اور زیارت کے واسطے موجود تھے۔ یہاں بھی مسافروں اور اجنبیوں کا یہ حال تھا کہ خواہ نہ خواہ اسی گاڑی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ پولیس نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے پورا انتظام رکھا اور یہاں چونکہ گاڑی کو کچھ عرصہ تک ٹھہرنا تھا اس لئے لاہور کی احمدی جماعت کو اچھا موقع حصول ملاقات کا مل گیا۔ دو بجے کے قریب آخر گاڑی نے اس سٹیشن کو بھی الوداع کہا۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ لاہور کے ریلوے سٹیشن پر بھی بہت سے لوگوں کو اندر آنے سے روکا گیا تھا اور پلیٹ فارم ٹکٹ بھی بند کر دیا تھا۔ انگریز انسپکٹر انتظام کے لئے موجود تھا۔

بادامی باغ کے سٹیشن پر ہمارے محترم ہمعصر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے حضرت اقدس سے نیاز حاصل کیا۔ مولوی صاحب نے سمجھ لیا تھا کہ لاہور کے سٹیشن پر ملاقات کرنا کوئی سہل امر نہیں ہے۔ اس لئے وہ بادامی باغ آملے اور چونکہ مقدمہ کے متعلق انہیں لاہور میں رہ کر کام کرنا تھا اس لئے یہاں سے ہی واپس ہوئے اور گاڑی حدود لاہور سے نکل گئی۔ مسافران سیالکوٹ نے گاڑیوں میں ہی نماز ظہر ادا کرنی شروع کر دی۔ اسی طرح پر دوسرے سٹیشنوں پر حضرت کی زیارت کے لئے لوگ آتے تھے۔ آخر گاڑی گوجرانوالہ کے سٹیشن پر پہنچی۔

گوجرانوالہ اسٹیشن

گوجرانوالہ کے سٹیشن پر بہت بڑا مجمع خاص گوجرانوالہ کے علاوہ اردگرد کے دیہات سے آئے ہوئے لوگوں کا مجمع موجود تھا۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ اس مجمع کی تعداد کسی حالت میں سات آٹھ سو سے کم نہ ہوگی۔ اس مجمع میں کثرت کے ساتھ اہل ہنود بھی تھے۔ حضرت اقدس کی گاڑی کے سامنے ایک میلہ سا لگا ہوا تھا۔ احمدی احباب نے مصافحہ کیا اور خدا کے برگزیدہ پر سلام کہا۔ وقت معینہ پر گاڑی یہاں سے بھی چلی گکھڑ کے سٹیشن پر بھی باوجودیکہ وہ ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے پچاس سے زیادہ آدمیوں کا مجمع تھا۔ جس شوق جوش اور اخلاص سے یہ لوگ آتے تھے اور گاڑی کی طرف لپکتے اور دوڑتے۔ وہ نظارہ کچھ قابل دید ہی تھا۔ اسے کسی جرنلسٹ کا قلم تو کیا شاعر کی بلند پروازی بھی ادا نہیں کر سکتی۔ ان زائرین کو بھی چند منٹ کی ملاقات کے بعد شوق زیارت تیز کر کے گاڑی نے وہیں چھوڑا اور وہ سراسیمہ ہوکر دوڑتی ہوئی گاڑی کی طرف دیکھتے رہے اور گاڑی سیٹیاں مارتی ہوئی گویاں خدا کے محبوب کو اپنا سوار سمجھ کر اتراتی ہوئی سٹیشن سے نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وزیر آباد سٹیشن پر جا کر کھڑی ہوئی۔

وزیر آباد ریلوے سٹیشن

وزیر آباد ایک جنکشن سٹیشن ہے۔ جہاں سے سیالکوٹ کی طرف گاڑی جاتی ہے اور ایسا ہی لائل پور وغیرہ کی طرف بھی یہاں ہی سے گاڑی جاتی ہے۔ غرضیکہ یہی وہ سٹیشن ہے جہاں سے حضرت اقدسؑ نے سیالکوٹ کی طرف جانا تھا اور سیالکوٹ یہاں سے قریباً ایک گھنٹہ کی راہ تھی۔ اس سٹیشن پر بہت بڑا مجمع زائرین کا موجود تھا اور جب ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ وزیر آباد میں ابھی احمدی جماعت کی تعداد بہت تھوڑی ہے تو اس کثرت سے آئے ہوئے لوگوں کا دیکھنا حیرت میں ڈالتا تھا اور خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ وزیر آباد میں حافظ عبدالمنان جیسا مخالف موجود ہے اور وہ اپنی جگہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ لوگوں کو سلسلہ عالیہ سے بدظن کرتا رہے اور کوئی دقیقہ کوشش کا داخل ہونے سے روکنے

میں اٹھا نہ رکھے۔وزیرآباد کے سٹیشن پر اس قدر انبوہ فی الحقیقت غیر معمولی بات تھی۔ جس سے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ کی عظمت اور شکوت کا پتہ لگتا تھا۔ چونکہ ریز روڈ گاڑیوں کو کاٹ کر اس ٹرین کے ساتھ لگانا تھا جو سیالکوٹ جانے والی تھی۔اس لئے گاڑیوں کو دور نالہ پلکو کے پل تک لے جانا پڑا۔اس وقت خیال کیا جاتا تھا کہ اب لوگ الگ ہو جائیں گے مگر لوگوں کا بڑا ہوا شوق گاڑی کے دونوں طرف ان کو لے بھاگا اور انہوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ مبادا ہم کچلے جائیں۔گاڑی کے ساتھ ساتھ دونوں طرف مخلوقات بھاگی جاتی تھی۔آخر وہ گاڑیاں کاٹ کر سیالکوٹ والی ٹرین سے لگا دی گئی اور لوگوں کا ہجوم بدستور اس وقت تک رہا جب تک کہ گاڑی سٹیشن سے نہ نکل گئی۔

اس امر کا اظہار اس موقع پر نہ کرنا غالباً سخت ناانصافی ہوگی کہ ہماری وزیرآبادی جماعت کے معزز رکن شیخ غلام رسول اور شیخ احمد جان صاحب مالکان کارخانہ سوڈا واٹر نے نہایت فراخدلی کے ساتھ حضرت اقدسؑ اور آپ کے ہمراہی جماعت کی دعوت لیمونیڈ سے کی۔کثرت کے ساتھ انہوں نے پانی کی بوتلیں اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش کیں۔یہ اخوت یہ محبت بجائے خود حضرت اقدسؑ کی سچائی کا ثبوت ہے کہ اس شخص کی تعلیم میں وہ تاثیر اور قوت ہے کہ مختلف طبقات کے لوگوں کو ایک کر دیا ہے اور امیر غریب سب ایک پلیٹ فارم پر کھڑے کر دیئے ہیں۔غرض گاڑی سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوئی۔ چونکہ کثرت مخلوق اور ہجوم میں بہت سے لوگوں کو حضرت اقدسؑ سے مصافحہ کرنے کا مشرف نہ مل سکا تھا۔اس لئے اکثر احباب ساتھ ہی گاڑی میں سوار ہو گئے اور سیالکوٹ اور وزیرآباد کے درمیانی سٹیشنوں پر جہاں جس کو موقع ملا اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا۔

سوہدرہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے جہاں گاڑی بہت ہی کم عرصہ غالباً منٹ دو منٹ کھڑی ہوئی ہوگی۔اس دوڑ دھوپ اور کم فرصتی کو بھی غنیمت پا کر اکثر خدام نے حضرتؑ سے شرف نیاز حاصل کرلیا۔علیٰ القیاس دوسرے سٹیشنوں پر بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔آخر منزل مقصود آ پہنچا۔

سیالکوٹ

یعنی سیالکوٹ ہاں پیارا سیالکوٹ بلکہ مبارک سیالکوٹ ......۔سیالکوٹ ریلوے سٹیشن کا نظارہ کچھ ایسا قابل دید تھا کہ کسی جادونگار کا قلم اور نازک خیال شاعر کا دماغ بھی اس نظارہ کو ادا کرنے کے قابل نہیں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ مصور اور فوٹوگرافر کسی نظارہ کو اچھی طرح دکھا سکتا ہے مگر اے ہمارے پڑھنے والو یقیناً سمجھو کہ اس مقام پر مصور کا قلم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور فوٹوگرافر بھی (باوصفیکہ آج اس فن میں بڑی بڑی ترقیاں ہوئی ہیں) کمال دکھانے سے عاجز ہے۔ وہ نظارہ فی الحقیقت قابل دید ہی تھا۔اس نظارہ کے دیکھنے والے ایک دو نہیں ہزار ہا انسان تھے پھر ان میں ہر طبقہ اور ہر عمر کے لوگ تھے سیدھے سادے پرانے زمانہ کے بڑے بوڑھے۔ بچہ نوجوان، امیر، غریب، حکام، حضرت اقدس کے مخلص، مخالف، ہندو، مسلمان، سکھ، پھر ان میں سے عالم و جاہل، شاعر، صوفی اور فلاسفر مزاج، غرض ہر قسم کے لوگ تھے اور ہر ایک اپنی اپنی نظر اور آنکھ سے اس نظارہ کو دیکھ رہا تھا پھر اس قدر متضاد خیالات متضاد طبیعتوں کے لوگوں کے نکتہ خیال کو آن واحد میں پاجانا ایک معمولی جنرنلسٹ کے لئے آسان نہیں ہے لیکن ہم اپنے ناظرین کو مایوس کرنا نہیں چاہتے ہم انہیں مختلف نظروں سے اس نظارہ کو خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے دکھانے کی کوشش کریں گے ممکن ہے کہ ہم اس میں پورے کامیاب نہ ہوں کیونکہ بہرحال وہ پھر ہماری اپنی نظر ہے۔لیکن **مالا یدرک کلہ لایترک کلہ** ۔ہمارے ناظرین ہماری آنکھ سے مختلف نظروں کو معائنہ کریں اور یہ بھی کسی تائید یافتہ روح کے فیض کا اثر سمجھیں جو ایک کمزور شخص مختلف نظروں کو آن واحد میں ایک نظر سے دیکھ لیتا ہے۔

سیالکوٹ ریلوے سٹیشن کا نظارہ

ہر چند جماعت سیالکوٹ نے کوشش کی تھی کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی ایسی گاڑی میں وہاں پہنچیں جو دن کے وقت سیالکوٹ پہنچتی ہو لیکن ہم پہلے

ذکر کر آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کسی حال میں بھی اپنے پروگرام کو نہیں بدلا اور جس گاڑی میں روانہ ہونے کا عزم فرما چکے تھے اسی گاڑی میں روانہ ہوئے اور یہ گاڑی سیالکوٹ سٹیشن پر چھ بجے کے بعد پہنچی جب کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور تاریکی اپنا اثر سطح زمین پر ڈال رہی تھی۔

ایسی حالت میں ایسے وقت میں لوگوں کا اپنے کاروبار چھوڑ کر سٹیشن پر حضرت اقدس کی زیارت کے لئے آنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اصل تو یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جگہ کچھ ایسے کھنچے گئے تھے کہ وہ رک سکتے ہی نہ تھے۔ جس طرف نظر جاتی تھی آدم زاد ہی آدم زاد نظر آتا تھا۔ ہمارے احباب سیالکوٹ کو غالباً اس نظارہ کو دیکھ کر اپنی اس تجویز یا خیال پر ضرور تاسف ہوا ہوگا جو انہوں نے حضرت اقدسؑ کے دن کی گاڑی میں آنے کے متعلق سوچا تھا کیونکہ اس وقت کی بے شمار مخلوق کا جمع ہو جانا ان کی امیدوں سے بڑھا ہوا تھا۔ بلکہ ہم صاف طور پر یوں کہیں کہ ان کا ایمان بڑھ گیا ہوگا۔ کیونکہ گاڑی کے پہنچنے کا یہ وقت ایسا تھا جبکہ لوگ اپنے دن کے کاروبار سے فارغ ہو کر آرام کرنے کے لئے گھروں کو جاتے ہیں مگر آج ان میں کوئی غیر معمولی کشش تھی جو ان کو بجائے آرام کرنے کے دکھ اٹھانے کے لئے کھینچے لاتی تھی کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ اس قدر انبوہ اور ہجوم میں آرام کے ساتھ چلنا ناممکن ہے انہیں علم تھا کہ دھکے پر دھکے پڑیں گے اور پولیس اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے امن قائم رکھنے کے لئے مناسب موقع کارروائی سے کام لے گی۔

لیکن ان لوگوں کو پولیس کی جھڑکیاں اور گھرکیاں ایک دوسرے کے دھکے کھانے منظور تھے دن بھر کی کوفت اس کوفت اور تکان کا اضافہ پسند خاطر تھا لیکن سٹیشن پر ''مرزائے ما'' کو دیکھنا ضروری تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے اس امر پر سوچو کہ اگر یہ جذب اور کشش حضرت مسیح موعودؑ کا نہ تھا تو کون تھا جو شہر میں منادی کرنے گیا تھا کہ تم شام کو چھ بجے کے بعد (جبکہ دن بھر کی محنت مزدوری سے تھکے ماندہ ہو کر آرام کرنے جاتے ہو) گھر کی بجائے سٹیشن پر آجانا۔ اگر عام طور پر منادی بھی کرائی جاتی اور لوگوں کا فرض قرار دے دیا جاتا بلکہ کچھ سزائے جرمانہ بھی مقرر ہو جاتی کہ جو نہ آئے گا اسے سزا دی جائے

گی اور مسیح موعود کی بجائے کوئی اور شخص آنے والا ہوتا تو ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ بہت سے لوگ جرمانہ ادا کرنا پسند کرتے لیکن نہ آتے پر نہ آتے۔ برخلاف اس کے آج سے ایک ہفتہ سے بھی زائد عرصہ پہلے سے مخالف مولویوں اور **یصدون عن سبیل اللّٰہ** کے مصداق لوگوں نے بہت کوشش کی تھی کہ کوئی شخص سٹیشن پر نہ جاوے اور اگر کوئی مسلمان وہاں گیا تو اس کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی۔ اس قسم کے اقرار اور حلف لوگوں سے ان دشمنان حق نے لئے تھے لیکن دلوں میں کچھ ایسی زبردست تحریک اور جوش تھا کہ انہوں نے ان لوگوں کے فتویٰ کے موافق طلاق واقعہ کر لینا آسان سمجھا لیکن یہ اپنی روح پر گراں سمجھا کہ وہ سٹیشن پر نہ آئیں۔ ایسی حالت کا اندازہ کر کے اور اس مخالفت کے جوش کو دیکھ کر خدا کے محبوب کی عظمت اور بھی دل میں بڑھ جاتی ہے اور سچ مچ یقین نہیں بلکہ عین الیقین ہو جاتا ہے کہ یہ جذب اور کشش اسی کی راستبازی اور حقانیت کا تھا۔ جو ہزاروں ہزار سلاسل کو تڑوا کر کھینچ لاتا تھا۔

فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفُ بَیْنَ النَّاسِ

براہین احمدیہ میں عرصہ دراز گذرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کو بشارت دی تھی کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جاوے اور تیری مدد کی جاوے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد اول ص 581 ح در ح)

پس اس سے بڑھ کر **تُعْرَفُ بَیْنَ النَّاس** کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ ہم اہل دل اور اہل انصاف لوگوں کے پاک جذبات کو اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ پچیس سال پیشتر ایک شخص اس امر کو شائع کرتا ہے اور آخر وہ پیشگوئی بلا تفاوت موئے اسی رنگ میں پوری ہوتی ہے۔ غرض اس نظارہ کو جب ہم عام نظر سے دیکھتے ہیں اور مولویوں اور مخالفوں کے مسلمانوں سے سٹیشن پر نہ آنے کے عہد اور قسم لے لینے کے بعد اس قدر مجمع کو پاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے اختیار سر جھک جاتا ہے۔ اس کی قدرت کا تماشا نظر آتا ہے کہ لاریب:

بر کسے چوں مہربانی مے کنی
از زمینی آسمانی مے کنی

سٹیشن پر اور سٹیشن سے شہر تک مخلوقات کا اندازہ بروایات مختلفہ 12 سے 15 ہزار تک کیا گیا ہے اور یہ کہنا تو ہرگز مبالغہ نہیں کہ جس راہ سے آپ شہر میں داخل ہوئے۔اس راہ پر سٹیشن سے لے کر فرودگاہ تک دکانوں اور مکانوں کی چھتوں اور بازار کے دورویہ میں آدم زاد کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا اور اس حصہ کی تمام مخلوق گویا باہر تھی۔

سیالکوٹ سٹیشن پر انتظام

سیالکوٹ کے مقامی حکام خصوصاً صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے قیام امن اور انتظام کے لئے پہلے سے پوری تدابیر کی ہوئی تھیں۔اس قدر انبوہ میں ممکن تھا کہ کسی نہ کسی قسم کی کوئی بدنظمی ہو مگر حکام سیالکوٹ نے اپنے حسن انتظام سے ان کو ناممکن کر دکھایا۔انہوں نے جو کچھ کیا اپنے فرضِ منصبی کے لحاظ سے کیا لیکن وہ پھر بھی ہماری خاص شکرگزاری کے قابل ہیں اور خدا کرے کہ ایسے حکام ہر جگہ ہوں۔ ہمارے مخدوم آغا محمد باقر خان صاحب آنریری مجسٹریٹ سیالکوٹ بھی ہمہ تن انتظام میں مصروف تھے۔اس نوجوان رئیس کو ایسا مستعد اور خوش اخلاق پا کر ہماری طبیعت میں خاص ذوق پیدا ہوا اور آرزو ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان مسلمان رئیسوں کو اس قسم کی مستعدی اور خوش اخلاقی اور اپنی اصلاح نفس کا خیال عطا کرے۔کیونکہ یہی لوگ قوم کا سر ہیں۔بہرحال انتظامی حالت قابل اطمینان ہی نہ تھی بلکہ قابل شکرگزاری تھی۔شام کے بعد چونکہ وہاں گاڑی پہنچی تھی اور تاریکی دمبدم پھیلتی جاتی تھی۔ جماعت سیالکوٹ نے روشنی کا کافی انتظام کر دیا تھا اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد پر بطور خیر مقدم مہتابیاں چھوڑی گئیں۔ہم نے اس نظارہ کو مختلف رنگوں اور نظروں سے دکھانا چاہا ہے اور اس لئے عام نظر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر مختلف نظریں ڈالنے کے لئے وہ مقام رکھیں جہاں ہم لیکچر کا تذکرہ کریں گے۔کیونکہ وہ دونوں نظارہ ایک ہی قسم کے ہیں۔المختصر سٹیشن پر بڑا ہجوم تھا اور اس ہجوم کے حسب حال مقامی حکام کا پورا انتظام تھا۔احمدی جماعت نے اس پلیٹ فارم پر (جہاں ریزرو گاڑیاں کھڑی ہوئی

تھیں جو احاطۂ سٹیشن کے دوسری طرف سرائے مہاراجہ صاحب جموں وکشمیر کے متصل لب سڑک واقع ہے) روشنی کا پورا انتظام کررکھا تھا۔

پورے انتظام کے ساتھ بے شمار مخلوق کو ایک طرف کر کے پلیٹ فارم کا وہ حصہ بالکل خالی کرالیا گیا اور عین گاڑی کے دروازہ پر حضرت کی سواری کی گاڑی لاکر کھڑی کردی گئی اور حضرت حجۃ اللہ اور حضرت (اماں جان) اور دوسرے ممبران خاندان رسالت جدا جدا گاڑیوں میں امن اور آرام کے ساتھ سوار ہوگئے اور جب سب احمدی احباب جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ سیالکوٹ گئے تھے آرام سے گاڑیوں میں سوار ہو گئے تو یہ شاندار جلوس پولیس اور مقامی حکام کے مناسب موقع انتظام کے ساتھ شہر کی طرف روانہ ہوا۔ گاڑیوں کے آگے مہتابیاں چھوڑی جاتی تھیں اور گاڑیوں کے دونوں طرف وہ ہزارہا مخلوق ساتھ ساتھ بھاگی جاتی تھی۔ خدا کا جری ایک کھلی گاڑی میں بیٹھا ہوا اس انبوہ واژدھام میں جارہا تھا۔ اس قسم کا نظارہ پہلے کسی آدمی کے لئے نہیں دیکھا گیا اور لوگ اس کے دیدار کے لئے دوڑے جارہے تھے۔ ہم بلا مبالغہ کہتے ہیں اور سیالکوٹ کی سنجیدہ پبلک اور اس وقت کے ڈیوٹی پر متعین حکام خوب جانتے ہیں کہ اس قسم کا نظارہ پہلے کسی آدمی کیلئے نہیں دیکھا گیا۔ یہ گاڑیاں گویا انسانوں کی سڑک پر جارہی تھیں۔ راستہ میں ہر در و دیوار اور ہر سقف و مکان پر آدمی ہی آدمی موجود تھے اور یہ عجیب بات تھی کہ بعض لوگ زیارت کے لئے باوصفیکہ مخالف تھے یہ کہتے تھے کہ ہم تو مرید ہیں ہمیں نہ ہٹاؤ۔ اس سے اس محبت کا انداز ہوسکتا ہے جو خدا تعالیٰ نے عام لوگوں کے دلوں میں ڈال دی تھی۔ راستہ میں جو لوگ بازاروں کی چھتوں پر تھے انہوں نے ٹھیک اس وقت جب حضور شہر میں داخل ہوئے ایک چراغاں کردی اور یہ ایسا داخلہ معلوم ہوتا تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ میں دس ہزار قدسیوں کے ساتھ داخل ہوئے تھے......۔ فرودگاہ کیلئے جناب حکیم حسام الدین صاحب کا محلّہ تجویز ہوا تھا۔ کل مہمانوں کے لئے کچھ ایسے انداز سے ملتے جلتے مکانات خالی کرائے گئے تھے کہ وہ سارا محلّہ جہاں یہ مہمان فروکش تھے ایک محلّہ کی بجائے ایک ہی مکان کا حکم رکھتا تھا۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے متعلقین کے لئے میر

حکیم حسام الدین صاحب کا ایوان تجویز ہوا تھا۔ چنانچہ حضور وہاں فروکش ہوئے اور دوسرے خدام اعلیٰ حضرت اپنے اپنے مقام پر جو پہلے سے ان کے لئے تجویز ہو چکے تھے۔

سیالکوٹ کی جماعت کا حسن انتظام اور مہمان نوازی

سیالکوٹ کی جماعت نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیالکوٹ تشریف آوری کی دعوت کرتے وقت خوب سمجھ لیا تھا کہ سیالکوٹ میں کس قدر مجمع مہمانوں کا ہو جائے گا اور سیالکوٹ کی جماعت نے لاہور میں آ کر اس مجمع کو دیکھ بھی لیا تھا۔ لاہور میں بحالیکہ حضرت اقدس کی تشریف آوری فوری تھی اور اس کی خبر بعد میں احباب کو پہنچی پھر بھی ایک معقول تعداد احباب کی جمع ہو گئی تھی لیکن سیالکوٹ میں جماعت سیالکوٹ نے خوب سمجھ لیا تھا کہ یہاں لاہور کی نسبت مجمع احباب کثرت سے ہوگا۔ کیونکہ سیالکوٹ ایک طرح پر (Centre) مرکز میں واقع ہے اور گوجرانوالہ، گجرات، جہلم وغیرہ اضلاع کی جماعتیں سہولت سے وہاں حاضر ہو سکتی تھیں۔ اس لئے اہل سیالکوٹ کو لاہور کی نسبت بہت بڑے پیمانہ پر مہمان نوازی اور آسائش احباب کا انتظام کرنا پڑا تھا اور انہوں نے پہلے ہی سے ان امور کو سوچ لیا تھا۔ علاوہ بریں لاہور میں جو بعض احباب کو بعض امور میں شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ ان امور کو بھی جماعت سیالکوٹ نے مدنظر رکھ لیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے مجمعوں کا انتظام اور ان کی آسائش و آرام کا پورا لحاظ رکھنا سہل اور آسان نہیں ہوتا۔ لاہور میں چونکہ آمد اتفاقی تھی اس لئے اگر کوئی وجہ شکایت احباب بھی پیدا ہوئی تو وہ بالکل نظر انداز کرنے کے قابل ہے اور سیر چشمی سے بعید ہے۔ علاوہ بریں میزبانوں اور مہمانوں میں فی الحقیقت کوئی تفریق نہ تھی۔ ہم تو ایسے بھی لاہور کی جماعت کی عالی ہمتی ہی سمجھتے ہیں جو اس نے ہمیں مہمان بنایا بحالیکہ میزبان ہی تھے۔ سیالکوٹ کی عالی ہمت جماعت نے (جو ہمیشہ سابقت فی الخیرات کی حریص رہی اور خدا کے فضل سے اسے یہ امتیاز بھی حاصل ہو چکا ہے) اتنا بھی گوارا نہ کیا کہ کسی نوع کی تکلیف کسی بھائی کو ہو۔ انہوں نے اس سے پہلے

کہ خدا کا مسیح و مہدی اپنی کثیر التعداد جماعت کو لے کر ان کا مہمان ہو۔ ہر قسم کی ضروریات کا کافی سے کافی زیادہ ذخیرہ جمع کر لیا تھا اور اس سے جہاں تک ہم سمجھتے ہیں۔ان کی غرض کوئی نمود و نمائش نہ تھی۔ بلکہ ایسا خیال بھی ان کی نسبت کرنا ہمارے نزدیک بدظنی ہے۔

اصل غرض ان کی دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد **اکرموا الضیف** یعنی مہمانوں کی عزت کرو، کی تعمیل تھی اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ محبوب مسیح و مہدی کی سنت کی تقلید۔ جو لوگ حضرت حجۃ اللہ کی پاک مجلس میں بیٹھنے کی عزت حاصل کر چکے ہیں اور کثرت سے انہیں موقع ملا ہے۔ یا جو ہمارے اخبار (الحکم) کے پڑھنے والے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ کے دل میں مہمان کی کس قدر عزت ہوتی ہے۔ وہ اس کی خاطر داری اور تواضع کے لئے کس قدر بے قرار ہوتے ہیں۔ بار بار عملہ مہمان خانہ کو تاکید ہوتی ہے کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہونی پاوے اور مہمانوں کو الگ کہا جاتا ہے کہ یہاں آپ بے تکلفی سے رہیں۔ جس چیز کی ضرورت ہو براہ راست مجھے فوراً اطلاع دو۔ غرض ایک دو مرتبہ نہیں بیسیوں مرتبہ حضرت اقدس علیہ السلام نے عملہ مہمان خانہ کو تاکید کی ہے اور اکرام ضیف سنت الانبیاء ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ پس جماعت سیالکوٹ نے اسی سنت الانبیاء پر اور پھر انبیاء علیہم السلام کے زندہ نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر قدم مارا اور مہمانوں کی تواضع اور ان کی دلجوئی اور آرام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

قادیان میں جب سالانہ تعطیلات میں احباب جمع ہونے لگے

قادیان میں اول اول جب سالانہ تعطیلوں کی تقریب پر احباب جمع ہونے لگے اور اس مدرسہ میں سب کے سب قریباً مبتدی تھے۔ بعض سے چھوٹی چھوٹی باتوں اور کھانے پینے کی قسموں پر کچھ تکرار ہوئی تو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر کو نہایت کراہت سے دیکھا اور ایک اشتہار کے ذریعہ جماعت کی اصلاح کی خواہش ظاہر کی اور لکھا کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے

آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت و تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے۔ اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اُس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے۔ اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے۔ تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں دیدہ دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے بھی رو رو کر دعا کروں۔ کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور سے بیمار ہے......۔

الغرض اس قسم کے نصائح اور ہدایات آپ نے جماعت کو دیئے تھے۔ ان کا عملی نمونہ بلا مبالغہ اس تقریب پر ہم نے جماعت سیالکوٹ میں پایا (خدا تعالیٰ ایسی توفیق ہم سب کو دے آمین) انہوں نے اپنے آرام کو چھوڑ کر یہ مقدم کر لیا تھا کہ دوسرے احمدیوں کو آرام پہنچے۔ اپنے گھر مہمانوں کے لئے خالی کر دیئے۔ ان کی خاطر داری اور آسائش کے لئے ہر مکان میں ضروری سامان پہلے سے مہیا کر رکھا تھا۔ کوئی کمرہ یا کوٹھڑی ایسی نہ تھی کہ جس میں روشنی پانی کا کافی سامان نہ ہو کسی مسلمان کو ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی کہ وہ یہ کہے کہ مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے۔ بیماروں کے لئے الگ پرہیزی کھانا تیار ہوتا تھا۔ جس چیز کے لئے کوئی مہمان درخواست کرے۔ ہم نے نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ کسی نے انکار کیا ہو۔ بازار میں عطاروں کی دو کانیں مخصوص کر دی تھیں جہاں سے مریض ہر وقت جو دوا چاہیں مفت لے سکتے تھے۔

قادیان والوں کا خاص احترام

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔ ہمارے حضرتؑ عموماً اپنی تقریروں میں فرمایا کرتے ہیں

اور عام طور پر یہی مراتب اور مدارج کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ سیالکوٹ کے بھائیوں نے دارالامان کے مسافروں اور مہمانوں کا اس تقریب پر خاص احترام کیا جس سے جماعت سیالکوٹ کی اس محبت کا پتہ لگتا ہے جو اسے آقا ومحبوب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ ورنہ ہم اپنے اندر کوئی خاص قابلیت اور فخر اس احترام کے لئے بہ استثناء بزرگان ملت نہیں رکھتے ......۔

دارالامان والوں کے لئے خصوصاً یہ التزام تھا کہ ہر شخص کا کھانا اس کے مکان پر پہنچا دیا جاتا تھا اور ایسا ہی دوسرے ضعفاء اور مریض احباب کو ان کی حسب خواہش کھانا تیار کر کے مکان پر پہنچایا جاتا اور باقی سب احباب کو ایک وسیع صحن میں حسب دستور کھانا کھلایا جاتا تھا۔ مختصر یہ کہ مہمان نوازی کے پورے لوازمات کو ان لوگوں نے ادا کیا۔ ہر شخص جس فرض پر متعین تھا اس نے نہایت دیانت داری اور کمال مستعدی کے ساتھ اسے ادا کیا۔ اس لئے ہم کسی خاص شخص کے متعلق کچھ ذکر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ بجائے ہر ممبر جماعت سیالکوٹ کا خاص تعریف اور شکر گذاری کے قابل ہے۔ خدا کرے کہ اس قسم کی ہمت، استقلال اور فروتنی اور محبت اور یگانگت ہم سب میں پیدا ہو۔ موعود کو دعوت دی تو امید ہے کہ سیالکوٹ کی جماعت کا انتظام اور انصرام ہمیشہ نمونہ سمجھا جاوے گا......۔

ہم ذوق مضمون کے سلسلہ میں کچھ ایسے محو ہوئے کہ اس امر کا ذکر نہیں کر سکے کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ کے داخلہ پر شہر میں جماعت سیالکوٹ کی طرف سے چھپا ہوا خیر مقدم بھی تقسیم ہوا تھا اور اکثر جگہ خصوصاً اس محلّہ اور ان مکانات میں جہاں فروکش تھے لگایا گیا۔ اس خیر مقدم پر مندرجہ ذیل دو شعر تھے۔

اے آمدنت باعث آبادی ما
ذکر تو بود ز زمزمہ شادی سا
سایہ گستر باد یارب بردل شیدائے ما
خضر ، مہدی ما عیسیٰ ما مرزائی ما

غرض اعلیٰ حضرت 27 / اکتوبر کی شام کو خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت کے ساتھ سیالکوٹ پہنچ گئے اور اسی محلّہ میں جہاں قریباً سات برس پیشتر آپ ایک گمنامی کی

حالت میں فروکش ہوئے۔ اسی سلسلہ مضمون میں ''حضرت اقدس سیالکوٹ میں بحثیت'' ایک جدا عنوان ہے۔مہمانوں کی کثرت آناًفاناً بڑھ رہی تھی اور ہرآنے والی ٹرین ایک معقول تعداد مسافروں کی اس تقریب پرلا رہی تھی۔جن کونہایت مسرت کے ساتھ میز بانانِ سیالکوٹ اھلاً و سھلاً و مرحباً کہنے کو تیار رہتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا سیالکوٹ میں جمعہ پڑھانا

28/اکتوبر 1904ء کو جمعہ کا دن تھا اس لئے نہایت کثرت کے ساتھ لوگ اسی مسجد میں جو اعلیٰ حضرت کی فرودگاہ سے بالکل ملی ہوئی ہے، اور میر حکیم حسام الدین صاحب کی مسجد کہلاتی ہے۔ وقت مقررہ سے پہلے ہی جمع ہو گئے تھے۔مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ سورۃ جمعہ پر پڑھا۔ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خطبہ قلمبند نہیں کیا جائے گا۔ ورنہ وہ بہت ہی ضروری تھا۔اگر خدا تعالیٰ نے چاہا اور حضرت مولانا کو توفیق ملی تو انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ کسی وقت خود اسے بطور ایک مضمون کے لکھ دیں بعد نماز جمعہ بہت سی مخلوق بیعت کے لئے۔

اِذَاجَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ. وَانتھَیٰ اَمْرُالزَّمَانِ الینا اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِ (براہین احمد چہار حصص، روحانی خزائن جلد اول 266ح) آگے بڑھی۔مسیح ابن مریم کا تو یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں پانچ سو آدمی مرتد ہو گیا تھا اور یہاں یہ حال تھا کہ کثرت کے ساتھ داخل سلسلہ ہوتے تھے۔براہین احمدیہ میں مندرجہ حاشیہ پر ایک الہام چھپا ہوا موجود ہے اور یہ عظیم الشان پیشگوئی تھی جو عرصہ سے پوری ہورہی ہے۔سیالکوٹ والوں نے اپنی آنکھ سے اسے پورا ہوتا ہوا دیکھ لیا۔یہ ناممکن اور محال تھا کہ سب لوگ حضرت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے اس لئے یہ قرین مصلحت سمجھا گیا کہ لاہور کی طرح پگڑیاں ڈالدی جاویں۔چنانچہ بارہ پگڑیاں مختلف سمتوں میں ڈال دی گئیں اور اس طرح جس پر بارہ مختلف جماعتوں نے بیعت توبہ کی۔بیعت کے بعد اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ نے مناسب موقع وہ تقریر کی......(جو بعد میں لیکچر سیالکوٹ کے نام سے شائع ہوئی)

حضرت حکیم الامۃ مولانا نورالدین بھیروی کی مجلس پرایک نظر

حضرت حکیم الامتہ اپنے اس خداداد فن طبابت اوراعلیٰ درجہ کی قرآن فہمی، ایثاراور بنی نوع انسان کی خدمت کے سچے جوش میں پنجاب ہی نہیں میں بلکہ دوردور تک مشہور ہیں اور خاص سیالکوٹ میں تو اس وجہ سے کہ جموں میں آپ ایک مدت مدید تک شاہی طبیب رہ چکے ہیں پوری شہریت پر کہتے ہیں۔ پس آپ کا ورود سیالکوٹ والوں کے لئے نعمت غیرمترقبہ تھا ہرقسم کے روحانی اور جسمانی مریض آپ کے در و دولت پر آموجود ہوئے۔ یہ دیکھ کراکثر لوگوں کوتعجب ہوتا تھا کہ ستر برس کے قریب کا ایک بوڑھا بغیرکسی قسم کے تکیہ یا سہارہ کے کس طرح دن بھرمختلف امراض کے مریضوں کو دیکھتا رہتا ہے اور تھکتا نہیں اورصرف یہی کام نہیں۔کوئی آتا ہےاورایک اعتراض قرآن کریم یا اسلام پر یا حضرت اقدس کی ذات پرکردیتا ہے اس کے لئے لمبی لمبی تقریریں بھی کرنی پڑتی ہیں۔کھانے کے اوقات میں غیرمعمولی توقف ہو جاتا ہے۔لیکن پھر یہ کس بلا کا انسان ہے جونہیں تھکتا۔ یہ نکتہ ہرشخص کے سمجھنے کانہیں ہےاس کے لئے ایمان کی چاشنی ہونی چاہئے۔ یہ لوگ جسمانی غذا سےنہیں بلکہ روحانی غذا سے زندہ ہیں۔ **الابذکر اللہ تطمئن القلوب** (الرعد:29) خداتعالیٰ کاارشاد ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ زمانہ اورحوادث کا اثر ان کے جسم پر ہوتا ہے لیکن ذکر الٰہی جو ہروقت ان کی مجلس میں ہوتا رہتا ہےاور یہ کرتے رہتے ہیں وہ ان کی قویٰ کی تقویت اورنشو ونما کا باعث ہے۔ غرض آپ کا شغل یہی رہا کہ روحانی اور جسمانی مریضوں کا مداوا کرتے رہے۔شہر کے مختلف حصوں میں ہی آپ کوبعض مریضوں کے دیکھنے کے واسطے جانا پڑا اورمختلف مذاق اور خیال کے لوگوں سے مذہبی گفتگوئیں بھی ہوتی رہیں۔آپ نے ایک جامع وعظ بھی انہیں دنوں میں فرمایا......۔

حضرت اقدس کی ناسازی طبع

گورداسپور سے واپسی پر اگرچہ کوفت سفر وغیرہ وجوہات سے حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام

کی طبیعت کسی قدر ناساز ہوگئی تھی اور جو لوگ آپ کے فیض صحبت سے ہمیشہ مستفیض ہوتے رہے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ذراسی غیر معمولی محنت اور تکلیف آپ کی پرانی بیماری بردِاطراف کی محرک ہوجاتی ہے۔اس لئے ابھی طبیعت پورے معنوں میں بحال نہ تھی جوسفر سیالکوٹ اختیار کیا اور خدا تعالیٰ کی وحی کی تعمیل میں یعنی **لاتصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس** (تذکرہ، بارچہارم،ص197) کے ارشاد کے موافق وہاں 28/اکتوبر 1904ءکو انبوہ خلائق میں زیادہ دیر تک بیٹھے رہنے اور تقریر کرنے کی وجہ سے حضور کی طبیعت دوران سر وغیرہ سے ناساز ہوگئی۔ اس لئے 29 اور 30/اکتوبر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فارغ نہیں رہے۔ بلکہ بہت سے زن و مرد مختلف اوقات میں داخل ہوتے رہے اور حضور انہیں شامل سلسلہ کرتے رہے اور مناسب موقع پند و نصائح سے کام لیتے رہے۔

مہمانوں کی دمبدم کثرت ہورہی تھی اور ہر ٹرین میں آنے جانے والے مسافر بتا رہے تھے کہ یہ سلسلہ آمد کا برابر جاری ہے اس لئے اعلیٰ حضرت کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا حد سے زیادہ مخلوق کا مجمع ہوکر جماعت سیالکوٹ کے لئے ابتلا کا موجب نہ ہوجاوے اس لئے آپ نے 31/اکتوبر 1904ءکو واپسی کا ارادہ فرمایا۔ واپسی کی خبر کا جماعت سیالکوٹ کے کانوں پہنچنا تھا کہ وہ قریباً بدحواس ہوگئے۔ پاس ادب سے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے دل تھا کہ اندر ہی بیٹھا جاتا تھا۔ حیران تھے کہ کریں تو کیا کریں میر حکم حسام الدین صاحب نے حضور کے اس ارادہ کو بہت ہی محسوس کیا اور اس پیرانہ سالی میں اس خبر سے بہت ہی مضمحل ہوگئے۔ آخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچی اور اس ارادہ کے التوا کے لئے عرض کیا اور اپنے ذخائر خوردنی اور سامان دعوت کی فراہمی اور کثرت کا ذکر کیا۔ حضرت اقدس کو میر صاحب موصوف کی خاطر بہت ہی عزیز ہے حضور نے اس ارادہ کو ترک فرما دیا اور 3/نومبر تک ملتوی کردیا......اب اس التوا ارادہ اور قیام سہ روزہ میں یہ تجویز ہوئی کہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے ایک پبلک لیکچر اسلام پر دیا جاوے۔

لیکچر سیالکوٹ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غرض ومقصدزندگی احیاء اسلام اورتبلیغ اسلام ہی ہے آپ نے بڑی خوشی کے ساتھ باوجوداس ضعف ودورہ مرض کے اس امرکو پسندفرمایا کہ آپ کا ایک پبلک لیکچر ہو۔30/اکتوبر یہ تجویز ہوئی اور 2/نومبر 1904ءکو یہ لیکچر دیا جانا تجویز ہوا۔ دوتین دن کے قلیل عرصہ میں اس ضعف وناتوانی کی حالت میں لیکچر کا طیار کرنا آسان امر نہ تھا۔لیکن خدا کی تائیداورنصرت جس شخص کے شامل حال ہووہ سب تکلیفوں اورمشکلات پر فتح پالیتاہے۔اگرانصاف سے غورکیا جاوےتو آپ کا اس لیکچر کوطیارکرنا جو2/نومبرکوایک بڑے مجمع میں پڑھا گیاعظیم الشان معجزہ ہے اورہم خدا تعالیٰ کی قسم کھاکر بیان کرتے ہیں کہ جس قدرعظیم الشان تحدی کی کتابیں حضور کے قلم سے نکلی ہیں۔ وہ ایسی ہی جلدی اور حالت ضعف ومرض میں لکھی گئی ہیں۔جس سے صاف پایا جاتاہے کہ یہہ انسانی طاقت کا کام نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی کھلی کھلی نصرت اورتائید ہے۔

31/تاریخ تک حضرت باہرتشریف نہ لا سکے اور اس عرصہ میں زائرین بے قرار و مضطرب دیوانہ وار آپ کے ایوان کے نیچے بندکوچہ میں پھر رہے تھے کہ زیارت ہوجاوےمگرحضورکی ناسازی اس پر بیعت مستورات کا سلسلہ پھرمضمون لیکچر کے لکھنے کا ارادہ سب باتیں مل ملاکرانہیں مایوس کررہی تھیں اور جوں جوں دیرہوتی تھی اسی قدر جوش زیارت بڑھتا جاتا تھا۔آخراس بڑھے ہوئے اضطراب اور جذبہ عشق نے اپنا کام کیااورحضورکی خدمت میں عرض کیا کہ حضورکی زیارت کے لئے بہت لوگ جمع ہیں اورسخت گھبرائے ہوئے ہیں خواہ ایک دہ منٹ ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔یہ 31/اکتوبرکا دن تھا اور بعد دوپہر عرض کیا گیا۔حضور نے فرمایا کہ میں نے ابھی مضمون بھی شروع نہیں کیا۔اب میراارادہ ہے کہ اسے لکھوں اور بیعت کا سلسلہ بھی کثرت سے جاری ہے۔اگرمیں نیچےاتروں گا تو پھرمضمون رہ جائے گا۔

اس پرعرض کیا گیا کہ حضورصرف ایک دومنٹ کے لئے اس دریچہ میں بیٹھ جاویں اور

لوگ گلی میں کھڑے ہوکر زیارت کرلیں گے۔ اس تجویز کو حضور نے منظور فرمایا کہ چار بجے کے قریب دریچہ میں سے لوگ زیارت کرلیں۔ اس وقت وہ کوچہ آدمیوں سے پٹا پڑا تھا جس میں ہندو مسلمان، بوڑھے جوان سب موجود تھے۔ اس کوچہ میں لے کر بازار تک اور مسجد اور مکانوں کی چھتوں پر آدمی ہی آدمی تھے اور کوچہ میں تو اس قدر انبوہ تھا کہ اگر کوئی تھالی پھینک دی جاتی تو یقیناً یقیناً سروں ہی پر سے چلی جاتی۔ اس انبوہ اور ازدحام کو دیکھ گھبرائے کہ مبادا کوئی بوڑھا یا کمزور آدمی نیچے آ کر نہ کچلا جاوے کیونکہ اس وقت ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر دیکھنا چاہتا تھا۔ ہم کن الفاظ میں ان نظاروں کو ناظرین کے سامنے پیش کریں وہ وقت قابل دید تھا اور بے اختیار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی آپ کی زبان میں مخاطب کر کے کہا جاتا تھا۔

شور کیسا ہے تیرے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

آخر کوئی ایک ہی منٹ میں حضرت اقدس محض اس خیال سے کہ کوئی ضعیف وناتوان کچلا جاوے گا۔ اٹھ گئے اور لوگ حسرتِ دیدار دل ہی میں لے کر منتشر ہوگئے ......۔

ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ 31/اکتوبر 1904ء کی دوپہر تک حضرت نے لیکچر کا لکھنا شروع نہ فرمایا تھا اور طبیعت بھی ناساز رہی تھی۔ ادھر سلسلہ مبایعین کی وجہ سے عدیم الفرصتی بھی تھی۔ تاہم یہ حیرت انگیز بات تھی کہ 2/نومبر 1904ء کو چھپا ہوا لیکچر پڑھا گیا۔ اس لیکچر کی طیاری میں ایک ہی دن صرف ہوا۔ لیکچر کے متعلق عام طور پر مندرجہ ذیل اشتہار چھاپ کر تقسیم کیا گیا اور شہر کے مختلف حصوں اور نمایاں جگہوں پر چسپاں بھی کر دیا گیا۔

اشتہار لیکچر سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود کا لیکچر اسلام پر

یہہ لیکچر 2/نومبر 1904ء کو بدھ کے دن صبح سات بجے بمقام سیالکوٹ سرائے مہاراجہ

صاحب بہادروالی جموں وکشمیر سنایا جائے گا۔ مولوی عبدالکریم صاحب اس لیکچر کو پڑھ کر سنائیں گے اور حضرت میرزا صاحب خود بھی تشریف فرما ہوں گے۔ حضرات سامعین کو چاہیئے کہ ٹھیک وقت پر تشریف لاویں۔ کسی صاحب کو بولنے کی اجازت نہ ہو گی۔ نہایت متانت اور خاموشی سے لیکچر کو سننا ہوگا۔

المشتہران

حکیم میر حسام الدین ۔ چودہری محمد سلطان میونسپل کمشنر، آغا محمد باقر خان آنریری مجسٹریٹ، چودہری نصراللہ خاں پلیڈر، چوہدری محمد امین پلیڈر......۔

(الحکم قادیان 17/10 نومبر 1904ء صفحہ 1-12)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ سیالکوٹ میں

......دارالامان سے روانہ ہونے سے پیشتر حضرت اقدس کے سفر کے انتظام کے متعلق مختلف احباب کو مختلف خدمات سپرد کر دی گئی تھیں۔ چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب گاڑی کے ریزرو کرانے اور سواری کا انتظام کرنے پر مامور تھے اور خود جناب میرزا خدا بخش صاحب انتظام اسباب کے منتظم تھے۔ اس تلافی مافات کے بعد اب ہم سلسلہ سابقہ سے آگے چلے ہیں۔......لیکچر کے لئے مہاراجہ صاحب جموں وکشمیر کی وسیع سرائے (جو ریلوے سٹیشن کے متصل واقع ہے۔) تجویز ہوئی تھی۔ چنانچہ یکم نومبر کی شام کو بڑی عجلت اور تیزی کے ساتھ اس میں شامیانوں کا انتظام کیا گیا اور دریوں کا فرش بچھایا گیا۔ ایک مختصر سا پلیٹ فارم طیار کر لیا گیا اور کرسیوں وغیرہ کو ترتیب سے لگایا گیا۔

جب کہ لیکچر کا دیا جانا قرار پا چکا تھا پھر عین وقت پر یہ انتظام کیوں کیا گیا؟ کیوں نہ پہلے سے سب کام آراستہ کر لیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ پہلے لیکچر کے لئے اسی محلّہ میں جہاں حضرت حجۃ اللہ فروکش تھے۔ جناب سیّد میر حسن صاحب کا ایک خالی میدان لیکچر کے لئے تجویز ہوا تھا۔ لیکن بعد میں مکان کی تنگی کے سوال نے جماعت سیالکوٹ کو تبدیلی لیکچر گاہ کے لئے متوجہ کیا۔ اس لئے اس قدر جلدی میں وہ سب سامان جو ایک جگہ لگایا گیا تھا اکھاڑنا پڑا اور اس کے بعد اسے دوسری جگہ نصب کرنا کوئی معمولی بہت

نہ تھی۔ مگر ہمارے مستعد اور جوان ہمت احباب نے جس خوشی اور چابکدستی سے یہ انتظام کیا وہ حیرت انگیز تھا۔ سب سے بڑھ کر جس امر نے ہمیں متعجب کیا وہ میر حکیم حسام الدین صاحب کا اس پیرانہ سالی میں کام کرنا تھا۔ مختصر یہ کہ لیکچر گاہ راتوں رات تمام ضروری سامان سے آراستہ کیا گیا۔ لوگوں کو جگہ نہ ملنے کا اس قدر خیال تھا کہ بہت سے لوگ رات ہی کو وہاں سوئے اور اکثر علی الصباح اٹھ کر فجر کی نماز سے بھی پہلے وہاں جا پہنچے۔

لیکچر جس کامیابی سے ہوا اور لیکچر کے سننے والے کس قدر مشتاق تھے اس کا ذکر ہم ذرا آگے چل کر بیان کریں گے۔ پہلے یہ دکھانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں نے کیا کیا اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ کی راہ میں وہ کس طرح تاک لگا کر بیٹھے اور کس کس طرح انہوں نے سیالکوٹ کی اسلامی پبلک کو فرمان ہونے سے روکا اور آخر اپنے اس مقصد میں انہیں کسی قدر ناکامی ہوئی۔ یہ سب امور اس قابل ہیں کہ نہایت تدبیر اور غور کن طبیعت کے ساتھ ان پر نظر کی جاوے۔

مولانا عبدالکریم صاحب کی سیالکوٹ میں تشریف آوری

اس سلسلہ مخالفت کی ابتدائی تاریخ وہ تھی جب ہمارے محسن و مخدوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے درخشندہ گوہر ''مسلمانوں کے لیڈر'' مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے وہاں قدم رکھا تھا۔ سیالکوٹ میں مولوی صاحب کی آمد کیا تھی۔ ؏

اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

ان کا وہاں قدم رکھنا تھا کہ مخالفت کا ایک طوفان بے تمیزی جوش میں آنے لگا اور جب انہوں نے سیالکوٹ میں تقریر کرنے کا اشتہار دیا اور ان کی ایک تقریر میں ایک سیالکوٹی ملاں اپنی شتاب کاری کے باعث نکالا گیا تو اس نے ایک خطرناک جوش پیدا کر دیا اور اپنی چیخ و پکار سے اپنے دوسرے ہم مشربوں کو اکٹھا کرنے کا منصوبہ کیا گیا کہ جہاں تک ممکن ہو مخالفت کی جاوے۔ یہ مخالفت ہمارے سلسلہ کی سچائی کا ثبوت ہے۔

اس مخالفت کو دیکھ کر ہمیں حیرت نہیں بلکہ خوشی ہونی چاہئے کیونکہ یہ ہمارے سلسلہ کی

سچائی کی زبردست دلیل ہے۔اگر اس سلسلہ میں سچائی نہ ہوتی اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس کی ہرگز ہرگز مخالفت نہ کی جاتی۔ یہ مخالفت اس امر پر کامل دلیل ہے کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔صداقت کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان چونکہ حق کا دشمن ہے وہ اس کی اشاعت کو پسند نہیں کرتا اس لئے مختلف صورتوں اور شکلوں میں وہ اس کی مخالفت کے مشن کو پورا کرتا ہے۔حقیقت میں حیران کر دینے والی بات ہے کہ دنیا میں بہت سے بدکار، فاسق، فاجر، امن عامہ کے دشمن جرائم پیشہ لوگ موجود ہیں لیکن ان کی مخالفت کے لئے اس قدر جوش اور تحریک کبھی پائی نہیں جاتی جس قدر ایک مامور من اللہ اور مصلح ربانی کی مخالفت کے لئے جوش اور غضب ہوتا ہے۔انبیاء علیہم السلام کی پاک سیرۃ کو پڑھو اور غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ابنائے دنیا نے ان پر اپنے زعم فاسد میں زمین کو تنگ کر دیا اور ہر طرح سے ان کی مخالفت پر وہ اٹھتے لیکن آخر خدا تعالیٰ نے انہیں کامیاب کیا۔اس مخالفت میں ایک سرّ بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی، اس کی قدرت اور تصرف پر ایک زندہ ایمان پیدا ہو۔ کیونکہ وہ انسان جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے مادی دنیا والے تو اپنے اسباب اور منصوبوں سے اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں پھر اس کا بامراد ہونا اور کامیاب ہونا اگر خدا تعالیٰ کی تائید اور تصرف سے نہیں ہے تو پھر ہمیں کوئی بتائے اور جز ان کی کامیابی کی کیا ہوتی ہے۔

غرض حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی سیالکوٹ تشریف آوری اور پھر سیالکوٹ میں ان کی تقریروں کے عام اثر نے جب سعادت مندوں کو اپنی طرف متوجہ کیا تو آدم کے ابتدائی دشمنوں نے اپنی ہلاکت کو محسوس کرتے ہوئے مخالفت حق کا پہلو اختیار کرنا چاہا اس کے بعد ہمارے مخالف لوگوں نے امرتسر لاہور اور دوسرے مقامات سے جہاں ان کو موقع ملا اُن لوگوں کو بلایا جو اس سلسلہ کی مخالفت اور تلخ اور نازیبا مخالفت میں دستار فضیلت حاصل کر چکے تھے۔جوں جوں حضرت اقدس کی آمد کا شہیرہ سیالکوٹ میں ہوتا گیا اور آنے کے دن قریب ہوتے گئے۔اسی قدر مخالفت کا بازار گرم اور تیز ہوتا گیا۔جیسا کہ ہم نے پہلے ظاہر کیا ہے۔ ان لوگوں نے سیالکوٹ کے

مسلمانوں سے کوئی دقیقہ اس قسم کے معاہدہ کرنے میں نہ چھوڑا کہ وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے ہرگز نہ جائیں گے۔ جب وہ اس قسم کے معاہدوں اور روزانہ وعظوں میں بھی کامیاب نہ ہوئے اور ہزاروں ہزار مخلوق حضرت کی زیارت کے لئے پہنچی۔ تو دوسری کوشش انہوں نے اس جلسہ کو ناکام بنانے کی شروع کی قرآن شریف میں آدم اور ابلیس کے مقابلہ میں پڑھا کرتے تھے۔

قال فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم ο ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم و عن ایمانھم و عن شمائلھم ولاتجد اکثرھم شاکرینο (الاعراف:18-19)

اُس نے کہا کہ میں تیرے بندوں کو ضرور ضرور راہ راست سے پھیر دوں گا اور کبھی آگے سے کبھی پیچھے سے کبھی دائیں سے کبھی بائیں سے اُن پر حملہ کروں گا اور انہیں اغوا کروں گا اور ان کو ناشکرا اور ناسپاس بنادوں گا۔ ایسا ہی قرآن شریف میں ہم پڑھتے تھے۔ **واذا قیل لھم تعالوا الٰی ماانزل اللہ والی الرسول رأیت المنافقین یصدون عنک صدودا** (النساء:62) اور اسی طرح مختلف مقامات قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے تذکرے پڑھتے تھے جو **یصدون عن سبیل اللہ** کے مصداق ٹھہرائے گئے ہیں۔ لیکن ہم سچ کہتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کا مامور اور رسول نہ آیا ہوتا تو ان آیات تفسیر جو کچھ بھی ہوتی وہ خیالی ہوتی مگر اب واقعات دکھاتے ہیں اور یہی قرآن کریم کا زندہ معجزہ ہے۔

لیکچر میں جانے سے روکنے کی کوشش

غرض ہمارے مخالفوں نے اپنی پہلی کوشش میں ناکام اور نامراد رہ کر اس لیکچر میں لوگوں کو جانے سے روکنے کی جو کوششیں کیں۔ ان میں سے یہاں ہم فی الحال ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ جس سے دوسری مساعی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔...... حضرت اقدس کے لیکچر کا وقت سات بجے رکھا گیا تھا۔ اس لئے ہمارے مخالفوں نے جیسا کہ ان کے اشتہار سے معلوم ہوگا وعظ کا وقت ساڑھے چھ بجے صبح رکھا یعنی آدھ گھنٹہ پیشتر اور پھر

جس راستہ سے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ کا گذر تھا اور جو جو راستہ حقوق کے آنے کے تھے۔ ان تمام راستوں کو روکا گیا جیسا کہ ان کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے۔ جو ہم بیان دیتے ہیں۔

اعلان

جمیع اہل اسلام کو واضح ہو کہ کل بروز بدھ مورخہ 2/نومبر 1904 بوقت صبح چھ بجے علمائے کرام حنفیہ کا مقامات ذیل پر وعظ شروع ہوگا۔ سب اہل اسلام تشریف لا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

تقسیم مجالس وعظ مولوی صاحبان حنفیہ بروز بدھ مورخہ 2/نومبر بوقت چھ بجے۔

نام مقام **نام علمائے کرام**

جناب مولوی غلام مصطفیٰ صاحب امرتسری مسجد کلاں دودروازہ

جناب مولوی نور محمد صاحب واعظ ممبئی حال وارد سیالکوٹ

آغا محمد شہباز خان صاحب، مولوی نوراللہ شاہ۔

ملاں محمد بخش صاحب لاہوری و مولوی خیر شاہ صاحب متصل دروازہ سرائے

عالی جناب سیّد جماعت علی شاہ صاحب و حافظ ظفر علی صاحب مکان مستر عبداللہ ترکھان، مولوی نورالحسن صاحب مولوی غلام اللہ صاحب قصوری۔ متصل سرائے۔

المعلن:۔ ماسٹر کرم الٰہی بی اے مختار وغیرہ۔

اس اشتہار کو پڑھ کر ناظرین ممکن ہے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ پھر تو جلسہ میں پوری ناکامی ہوئی ہوگی لیکن نہیں مخالفتوں کی خلاف، امید جلسہ پوری کامیابی کے ساتھ ہوا اور ان کا منصوبہ انہیں پر پڑا یعنی ان کو اپنے مقاصد میں پورا ناکام ہونا پڑا وہ چاہتے تھے کہ لیکچر سننے کے واسطے کوئی متنفس بھی وہاں نہ جاوے اور اپنی طرف سے انہوں نے سارے ناکے اور راستہ روکے تھے۔ وقت مقررہ سے پہلے کا وقت مقرر کیا تھا۔ مگر ان کی شور و پکار سے جس قدر لوگ جمع ہوئے تھے بجز بعض متعصب مخالفوں کے خود ان کے ہی پاس کوئی متنفس نہ رہا۔ غرض مخالفوں نے اپنی جگہ یہ انتظام کیا تھا۔

اہل سیالکوٹ کے لئے سعادت

یوں تو کل یوم ھو فی شان ہوتا ہی ہے مگر 2 رنومبر 1904ء کی صبح سیالکوٹ میں عجیب وغریب صبح تھی جو لا انتہا برکات اور سعادتوں کو لئے ہوئے اہل سیالکوٹ کے واسطے آئی تھی۔ سعادت مندوں خدا ترسوں نیک دل راستی اور سلامتی کے فرزندوں کے واسطے برکات کا تحفہ پیش کررہی تھی۔ دشمنان حق اور خدا تعالیٰ کے سرکشوں اس کے ماموروں کے دشمنوں کے لئے ان کے حسب حال برا نتیجہ پیش کرنے والی تھی۔ آج وہ دن تھا کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لیکچر گاہ کو جانے والے کے لئے اور خدا تعالیٰ کے تازہ فضلوں اور انعامات کو پیش کرنے والے۔ اس لئے صبح ہی سے بازار کی دورویہ دوکانیں بام و در بار جدھر نظر اٹھاؤ آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ مخالف ملاں جس قدر وعظ کہہ کر لوگوں کو زیارت سے روکتے تھے۔ اسی قدر زور کے ساتھ لوگ ادھر آ رہے تھے۔ قریباً ساڑھے چھ بجے اعلیٰ حضرت اپنے ایوان سے نیچے اترے۔ ملاقات کرنے والے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے آخر یہ انتظام کیا گیا کہ اس وقت مصافحہ کرنے والوں کو روک دیا جاوے۔

حضرت ابھی مکان سے اترے نہ تھے کہ ایک شخص میاں نیاز علی نام نے حضرت میر حکیم حسام الدین صاحب کے توسط سے نہایت عجز والحاح سے عرض کیا کہ حضور جب لیکچر گاہ کو تشریف لے چلیں تو میرے گھر میں قدم ضرور رکھدیں۔ تا کہ آپ کا مبارک قدم میرے گھر میں برکات کا موجب ہو۔ یہ حسن ارادت وعقیدت حضرت اقدس کو اس کے گھر لے گیا اور دو تین منٹ اس کے گھر میں رہ کر حضرت تشریف لے آئے اور اپنی گاڑی میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ بازار میں گاڑیوں کا اچھا خاصا سلسلہ تھا قریباً سولہ گاڑیاں یکے بعد دیگرے کھڑی تھیں۔ مقام حکام نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے قیام امن کے لئے پورا انتظام کر رکھا تھا۔ عالی جناب سردار محمد یوسف صاحب سٹی مجسٹریٹ خاص اس انتظام کے لئے مامور تھے جنہوں نے کمال دیانتداری پورے انصاف اور دانشمندی

کے ساتھ اس فرض کو ادا کیا۔ سردار صاحب نے باوجود اس سن وسال کے جس مستعدی سے امن کو قائم رکھا اور انتظام کیا۔ بلا مبالغہ کہتے ہیں کہ انہیں کا حصہ ہے۔ وہ نرے مجسٹریٹ ہی نہ بلکہ پورے سپاہی تھے۔ اپنے ہاتھ سے سب انتظام کرتے تھے اور ہمیں حیرت ہوئی جب دیکھا وہ ابتدائے لیکچر سے اخیر تک اڑھائی گھنٹہ کے قریب جلسہ گاہ میں برابر کھڑے رہے۔ ایک سکنڈ یا طرفۃ العین کیلئے بھی کوئی سہارا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے نیک دل حکام کو رعایا کی بہتری اور بھلائی کے لئے دیر تک سلامت رکھتے۔ وہ شہر وہ رعایا بہت ہی خوش قسمت ہے جہاں ایسے مستعد مزاج جوان ہمت سرگرم حکام ہوں خیر یہ تو ضمنی بات تھی۔ پولیس نے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے پورا انتظام کیا تھا۔ انسپکٹر پولیس صاحب بھی اس جلوس کے ساتھ تھے۔ وہ نظارہ عجیب تھا جبکہ خدا کا مسیح ہزاروں ہزار انسانوں کے درمیان دو گھوڑوں کی گاڑی پر بیٹھا ہوا جا رہا تھا اور اس کے راستہ کے تمام در و دیوار اور کوٹھے زن و مرد سے لدے ہوئے تھے اور اس کا دیدار کر رہے تھے۔...... وہ گمنام تھا لیکن ان کا نام آفاق میں پھیلایا گیا اس کی موافق جو خدا نے اسے کہا کہ میں تیرا نام آفاق میں پھیلاؤں گا۔ وہ تنہا تھا لیکن لاکھوں انسانوں کو اس کا قادر خدا کھینچ کر اس کے قدموں پر زندہ کرنے کے لئے لے آیا اسی کے موافق جو پہلے سے کہا تھا کہ:

یَاتونَ مِنْ کُلِّ فَجٍ عَمِیْقٍ وَیَاتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍ عَمِیْقٍ (تذکرہ بار چہارم ص295,246,39)

انہیں باتوں کو مدنظر رکھ کر اور دوسرے وجوہات فضیلت کو دیکھ کر ہم کہتے ہیں کہ خدا کے جری کو سزاوار ہے اور فی الحقیقت سزاوار ہے جو کہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اس دورویہ انسانوں کی سڑک میں یہ جلوس گذرا لوگ گاڑی کے ساتھ بھاگے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے کچھ عجب نہیں کہ کئی بیچارے مجروح ہوئے ہوں۔ مگر یہ عجیب کشش اور جذب تھا کہ ایسی حالت میں بھی لوگوں کو کھینچے لئے جاتا تھا۔ دوکانیں اس روزہ جلسہ میں شریک ہونے کی خوشی یا شوق کی وجہ سے بند تھیں اور

وہاں آدمی ہی آدمی کھڑے نظر آتے تھے۔

مخالفوں کے مجمعے

راستہ میں گذرتے وقت مخالفوں کے اڈوں اور مجمعوں پر بھی ہم نے ایک نظر کی۔ وہاں کیا ہورہا تھا ہم خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر بغیر کسی تعصب یا ضد کے کہتے ہیں کیونکہ ہم تو ان مخالفوں اور سب وشتم کرنے والوں کو اس کھیت کی کھاد سمجھتے ہیں۔ وہ اس بازار کی رونق کا ذریعہ ہیں اور اس حسن کی خوبیوں کے اظہار کا باعث۔ اس بات پر ہم مخالفوں کے مجمع کے متعلق حالات بیان کرتے ہوئے ہرگز مبالغہ یا تعصب سے کام نہ لیں گے۔ ان مجمعوں میں ہم کوئی دو ڈیڑھ سو سے زیادہ آدمی مجتمع نہیں دیکھ سکے۔ جو لوگ سڑک پر دورویہ حضرت اقدس کی زیارت کے لئے کھڑے ہوئے تھے ان کو اس مجمع میں شامل قرار دینا خطرناک غلطی ہے۔ جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خدام کی سواری ان مجمعوں کے پاس سے گذری تو ان لوگوں نے کیا کیا؟ اس کا ذکر کرنا شاید اس کے بھول جانے سے بہتر ہوتا۔ مگر نہیں ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا؟ ان کے اشتہار کو پڑھ کر ہمیں خیال ہوا تھا کہ ان وعظ کے مجمعوں میں جیسا کہ ظاہر کیا گیا ہے قرآن کریم کے حقائق اور معارف بیان ہونے ہوں لیکن ہماری حیرت اور تعجب اور اس کے ساتھ ہی افسوس بھی بڑھ گیا جب دیکھا کہ وہاں گالیوں کے سوا اور کوئی شغل نہیں۔ ان کی گالیاں سن کر حضرت حجۃ اللہ کے استغنا اور کمال اغماض نے آپ کے قول کی فعل سے تصدیق کرادی جو فرمایا ہے۔

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضور **واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً** اور **اعرض عن الجاھلین** پر عمل کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ان وعظ کے اڈوں سے گالیوں کے سوا دوسری آواز جو آتی تھی وہ یہ تھی کہ خبردار کوئی سرائے میں نہ جاوے۔ مگر اس آواز کے ساتھ ہی لوگ جو برابر جارہے دوڑے جاتے تھے اور کچھ بھی اثر ان نہیں پر ہوتا تھا۔ شور مچانے

والوں کی رگیں پھول پھول جاتی ہیں اور مخلوق کی دوڑ و دھوپ کی خاک اڑا اڑا کر اور بھی ان کی آواز پر برا اثر کر رہی تھی۔ ہم بھی اس نظارہ کو دیکھتے ہوئے گذر گئے اور مسلمانوں کی اس حالت پر تاسف کرتے ہوئے خوش ہوتے تھے کہ یہی حالت بداس مسیح موعود کی ضرورت کا زندہ ثبوت ہے۔ اگر یہ حالت ان لوگوں کی نہ ہوئی ہوتی۔ تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ کوئی مسیح و مہدی آ کر ان کی اصلاح کرتا۔ وہ لوگ جو جوش مخالفت میں اندھے ہو کر گالیاں دیتے تھے اور دانشمند عاقبۃ المکذبین کے نظاروں سے سبق لینے والے انہیں ہی مسیح موعود کی صداقت پر دلیل لاتے تھے۔

لیکچر گاہ میں

غرض یہ سارا جلوس لیکچر گاہ میں داخل ہو گیا اس وقت لوگوں کا اضطراب اور کشمکش بھی عجیب لطف بخش تھی ہر شخص کوشش کرتا تھا کہ میں اسی جگہ پر بیٹھوں جو قریب تر ہو جہاں سے وہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ماموراور معزز لیکچر پڑھنے والے کو دیکھ سکے۔ خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ وہ دونوں اسی سرزمین سیالکوٹ میں اپنی عمر کا نمایاں حصہ بلکہ وہ حصہ جو عنفوان شباب کا حصہ کہلاتا ہے گذار چکے تھے یعنی حضرت اقدس مسیح موعود بھی سیالکوٹ میں چوتھائی صدی پیشتر کے قریب رہ چکے تھے اور حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب تو خاص سیالکوٹ کے باشندے اور وہیں کے رہنے والے ہیں۔ حاضرین اور باشندگان سیالکوٹ کی نگاہ میں حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت اور تکریم تو بہرحال ہوئی ہی تھی مگر سیالکوٹ میں مولوی عبدالکریم صاحب بھی خاص عزت اور تکریم کی نظر سے دیکھتے جاتے ہیں جو مولوی صاحب کی پاک سیرت کا عمدہ گواہ ہے……۔

اتنا بڑا مجمع کسی لیکچر کے سننے کے واسطے کبھی نہیں ہوا

سامعین کے مجمع میں ہر مذاق ہر عمر اور ہر مذہب کے لوگ موجود تھے۔ سامعین کی ٹھیک مقدار بتانا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ ہزاروں انسان وہاں موجود تھے اور خوشی کی

بات ہے کہ شہر کی کل فہمیدہ اور معزز پارٹی وہاں موجود تھی یہ ہماری اپنی ہی رائے نہیں بلکہ جب ہم لیکچر کے بعد فارغ ہو کر شہر میں بعض کارخانوں کے دیکھنے کو گئے جن کا تذکرہ ہم کسی دوسرے وقت انشاء اللہ کریں گے تو ہمیں سیالکوٹ کے ایک مشہور و معروف کارخانہ سپورٹس ورکس کے معزز مالک سردار گنڈا سنگھ اوبیرائے صاحب سے ملنے کا موقع ملا۔ وہ بھی لیکچر گاہ میں موجود تھے۔ ہم ان سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں لیکچر گاہ میں سیالکوٹ کی معزز اور ذی علم سوسائٹی کس حد تک موجود تھی۔ انہوں نے کہا کہ میری اپنی رائے یہ ہے کہ قریباً کل معزز اور تعلیم یافتہ سوسائٹی ہندو مسلمانوں اور سکھوں کی وہاں موجود تھی۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میری رائے میں اتنا بڑا مجمع کسی لیکچر کے سننے کے واسطے کبھی نہیں ہوا۔ ہاں مقلدوں اور غیر مقلدوں کا جب باہم مباحثہ یا جھگڑا ہوا تھا اس وقت تو ایک بہت بڑا مجمع تھا۔ اس کے بعد شاید میں نے اتنا بڑا مجمع سیالکوٹ میں نہیں دیکھا۔ حقیقت میں سردار صاحب کی رائے بالکل صائب اور درست تھی سامعین میں تو شاید مجسٹریٹ وکلاء دوسرے تعلیم یافتہ لوگ اور معزز اصحاب جو ہر قوم میں سمجھے جاتے ہیں موجود تھے۔

ایک لکڑی کا پلیٹ فارم بنایا گیا۔ جس پر حضرت اقدس کی نشست کچھ اور بھی اونچی تھی تاکہ سب لوگ اطمینان کے ساتھ زیارت کر سکیں۔ پلیٹ فارم پر چند کرسیاں رکھی گئی تھیں جن پر شہر کے اکثر عمائد تشریف فرما تھے اور شامیانوں کے نیچے دری کا فرش تھا۔ جس کے تین طرف یعنی اگلا حصہ جدھر سے لوگ آ رہے چھوڑ کر کرسیاں بچھا دی گئی تھیں جس پر تعلیم یافتہ معزز اور فہمیدہ پارٹی سیالکوٹ کی تشریف فرما تھی۔ انتظام اس موقع پر بھی انتظام کا وہی رنگ تھا جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

حضرت اقدسؑ لیکچر گاہ میں

جیسا کہ ابھی ہم نے اوپر بیان کیا ہے لکڑی کے پلیٹ فارم پر ایک نمایاں جگہ پر ایک کرسی بچھی ہوئی تھی اس پر اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سرخ جبہ پہنے ہوئے جلوہ افروز تھے۔ آپ کا نورانی چہرہ، غض بصر کا عملی سبق دینے والی آنکھیں

ناظرین اور سامعین کو اپنی طرف خصوصیت سے متوجہ کر رہی تھیں۔آپ کی شکل و شباہت انبیاء بنی اسرائیل کا سا نمونہ دکھا رہی تھی۔غرض حضور کچھ اس شان سے جلوہ افروز تھے کہ ہمارا قلم اسے ادا نہیں کرسکتا۔دل بے اختیار آپ کی طرف کھینچے جاتے تھے۔ہم اپنی اندرونی کیفیت کا ذکر کر سکتے ہیں کہ اس وقت خواہ نخواہ نیکی، خداترسی، نوع انسان کی خدمت کے خیالات موجزن تھے۔جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ خدا تعالیٰ کے ملائکہ اس وقت پاک تحریک کرنے میں مصروف ہیں اوران ملائکہ کے نزول کا باعث یہی خدا رسیدہ بزرگ تھا۔حضور کے ساتھ ہی کرسی پر حضرت حکیم الامۃ اورآپ کے ساتھ ہی ایک میز کے سامنے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب تشریف فرما تھے۔

جلسہ کی کارروائی کا آغاز

چاروں طرف قدرتی طور پر سناٹا اور خاموشی تھی کہ یکا یک اس مہر خاموشی کو ایک معزز بیرسٹر نے توڑا یعنی کھڑے ہوکر فرمایا۔

میں اس جلسہ کے لئے جناب مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کو پریذیڈنٹ ہونے کے لئے پیش کرتا ہوں اورامید کرتا ہوں کہ آپ سب صاحب منظور کریں گے۔اس تجویز کے جو بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ جناب مسٹر فضل حسین بیرسٹر ان لاء نے کی تھی، تائید ہوئی اور حضرت حکیم الامۃ افتتاحی تقریر پر کھڑے ہوئے۔مہاراجہ جموں وکشمیر کے سرائے میں منعقد ہونے والے آج کے جلسہ نے جب حضرت حکیم الامۃ کو افتتاحی تقریر کے لئے کھڑے ہوتے دیکھا تو کچھ بھی تعجب نہیں کہ ایسوسی ایشن آف آئیڈیاز نے حکیم الامۃ کی اس حالت کی طرف متوجہ کیا جب آپ ہز ہائینس مہاراجہ جموں وکشمیر کے خاندان کے خاص طبیب تھے اور ایک ممتاز عہدہ دار تھے۔وہی شخص آج محض خدا کیلئے اورصرف خدا ہی کیلئے درویشانہ (ایسی درویشی پر ہزاروں سلطنتیں نثار ہوں) حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور پبلک کو سنانے والے لیکچر کے لئے اپنی افتتاحی تقریر میں خطاب کرتا ہے۔مولوی صاحب کا بجائے خود وجود حضرت مسیح موعود کی صداقت پر ایک

زندہ لیکچر تھا اور یوں آپ کی صداقت پر یہ چوتھی عینی دلیل تھی یعنی پہلی دلیل تو وہ جذب وکشش تھا جو حضرت اقدس کی زیارت کیلئے عوام میں پیدا ہو گیا تھا اور دوسری دلیل مخالفین کی حالت اور تیسری دلیل خود اعلیٰ حضرت کا وجود مبارک اور چوتھی دلیل حکیم الامۃ کا اپنا وجود۔ غرض حکیم الامۃ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں سامعین کو خطاب کیا۔

دنیا میں بہت سے جلسے ہوا کرتے ہیں۔ ان کے اغراض اور مصالح مختلف ہوتے ہیں۔ بعض جلسے اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان میں ملکی اور سیاسی امور پر بحث ہوتی ہے بعض جلسے اس غرض سے ہوتے ہیں کہ ان میں کسی خاص قوم کی اصلاح کے لئے غور کیا جاتا ہے اور بعض اصلاح واخلاق کیلئے ہوتے ہیں۔ لیکن آج حسن اتفاق سے اور خوش قسمتی سے اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو ایک موقع دیا ہے کہ ایک لیکچر سنیں اور پھر اس کے مضامین پر غور کریں۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو ایک بات سنتے تو ہیں لیکن چونکہ اُس پر غور نہیں کرتے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس لئے ان کا سننا اور نہ سننا برابر ہو جاتا ہے اور جب انہیں پتہ لگتا ہے کہ ہم اس کے فوائد سے محروم ہو گئے ہیں تو اس وقت انہیں دست افسوس ملنا پڑتا ہے۔ اس مضمون کو قرآن شریف کی ایک آیت میں نہایت ہی لطیف طور پر بیان کیا ہے کیونکہ انسان ایک وقت اپنی غفلت پر پچھتا تا ہے مگر اس وقت اس سے کچھ بھی بن نہیں پڑتا بلکہ چنانچہ فرمایا ہے۔

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر (الملک:11)

کاش! ہم ان باتوں کو سنتے اور پھر عقل سے کام لے کر ان پر غور کرتے تو آج ہم دکھوں میں نہ ہوتے۔ یہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے وہ باتیں نہ سنیں اور ان پر غور نہ کیا جیسی آج اس لیکچر کے ذریعہ آپ لوگوں کو سنائی جانی مقصود ہیں۔ عقل انسان کے اندر ایک قوت اور طاقت ہے جس کا صحیح استعمال انسان کو بری کارروائیوں سے بچا لیتا ہے اور جلد بازی اور شتاب کاری سے روک کر غور کرنے اور سوچنے کی عادت پیدا کرتا ہے۔ عقل کے معنے روکنے اور باندھنے کے ہیں۔ چونکہ یہ انسان کو جذبات نفسانی کے روکنے کیلئے کام دیتی ہے اس لئے عقلمند وہی ہوتے ہیں جو اپنے جذبات پر حکومت کرتے ہیں اور نہایت اطمینان اور سکینت کے ساتھ ایک بات کو سنتے ہیں اور غور کرتے ہیں۔ اس وقت سننے والے عقلمند ہیں یا کم ازکم

کافی تعداد عقلمندوں کی ہے اور وہ فائدہ کے لئے سننا چاہتے ہیں اس لئے میں یقین کرتا اور خدا تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں کہ وہ آپ کو سننے کا موقع دے۔ جو سننے کا حق ہے یعنی آپ توجہ سے سنیں اور ان پر بہت غور کریں اور ان کو مفید پا کر عمل کریں۔ کیونکہ یہ معمولی آدمی کا کلام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کلام ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں۔ پس اس لحاظ سے اور بھی ضروری ہے کہ آپ بہت توجہ سے سنیں اور عمل کریں۔ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ **یستمعون القول فیتبعون** (الزمر:19) یعنی اچھی باتوں سنتے ہیں اور پھر ان کے متبع ہو جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتنا کہنا کافی ہے۔ اب مولوی عبدالکریم صاحب وہ لیکچر جو حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ آپ کو پڑھ کر سنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے اور آپ لوگوں کو سننے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)۔

مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا حضرت اقدسؑ کا لیکچر سنانا

حضرت حکیم الامۃ یہ افتتاحی تقریر کر چکے تو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کھڑے ہوئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کا نام لیکچر کے اشتہار میں ہی عام طور پر دیا گیا تھا۔...... جن لوگوں کو عام لیکچروں کے سننے کا موقع ملا وہ خوب جانتے ہیں کہ لیکچر کی اغراض کو پورا کرنے کے واسطے کیا کیا طریق اختیار کئے جاتے ہیں۔ سب سے اول لیکچرار وہ تجویز کیا جاتا ہے جو قوم کا مشاراً الیہ ہو، اپنے علم وفضل اور زبان پر پوری حکومت اور قادر الکلامی کے علاوہ وسیع معلومات رکھتا ہو اور جہاں تک ممکن ہو سننے والوں کے مذاق سے آشنا ہوا پنے مطالب کو فصاحت بلاغت سے ادا کر سکے۔ پھر اس کے لیکچر کے لئے اشتہار دینے والے وہ شخص ہوں جن کا پبلک میں عام رسوخ ہو اور پھر مقام وہ پسند کیا جاتا ہے جو عام گذرگاہ کے موقع پر ہو۔ غرض ان امور کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

اب اس مقام پر ہمارے ناظرین ذرا غور کریں۔ اس میں تو کوئی شبہ اور کلام نہیں کہ لیکچر ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے تھا جو دنیا میں غیر معمولی شہرت رکھتا ہے۔ لیکن جب سننے والوں کو یہ معلوم ہو کہ اس لیکچر کے پڑھنے والا وہ خود نہیں ہے تو عام قاعدہ کے

موافق انہیں مایوس ہو جانا چاہئے تھا۔لیکن سیالکوٹ جیسے شہر میں جو مولوی عبدالکریم صاحب کی زادبھوم ہے جہاں اس نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ گذارا ہے اگر وہ وہاں کی پبلک میں ایک وقیع اور ممتاز انسان نہ ہوتا اور اپنے تقویٰ اور نیک چلنی کی وجہ سے خاص امتیاز حاصل نہ کر چکا ہوتا تو ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ناممکن تھا لوگ اس طرف اس قدر توجہ کرتے۔

حضرت مولوی صاحب کا نام اہالیان شہر کی کشش کے لئے ایک ضمانت تھا اور حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مولوی صاحب کو وہ زبان اور فصاحت عطا کی ہے کہ دوسرے کو اس وقت تک ہماری جماعت میں یہ فضل نہیں ملا۔ ہم نے حضرت حکیم الامۃ سے بلا واسطہ خود سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ یہ شخص بہت بڑی ترقی کر رہا ہے اور مجھ سے بڑھ گیا ہے حکیم الامۃ کا پایہ اور رتبہ اپنے رنگ میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہے مگر این گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔حضرت اقدس کی زبان مولوی عبدالکریم ہی کے منہ میں سجتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے تبھی اسے حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر ''مسلمانوں کا لیڈر'' فرمایا۔

آج تک جس قدر جلسوں میں حضرت اقدس کا کوئی تحریری مضمون پڑھا گیا۔اس کے پڑھنے والا یہی شخص تھا۔جلسہ مذاہب میں اسلام کی فلاسفی والا مضمون پڑھنے والا یہی تھا۔لاہور کا پچھلا لیکچر بھی اس نے پڑھا۔ان سب سے بھی دور پیچھے 1893ء میں آتھم کے ساتھ جب مباحثہ ہوا اس وقت بھی پڑھنے والا یہی تھا اور یہ لیکچر بھی اسی نے پڑھا۔ یہ سعادت یہ فخر خدا تعالیٰ نے مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے رکھا ہے اور دوسرے کو اس وقت تک اس میں شریک نہیں کیا۔ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

غرض مولوی عبدالکریم صاحب کھڑے ہوئے۔خدا کی قدرت ہے کہ جب کبھی کوئی ایسا اتفاق مولوی صاحب کو لیکچر پڑھنے کا ہوا ہے جہاں تک ہم نے دیکھا ہے بجز 1893ء کے مولوی صاحب کی طبیعت ہمیشہ ناساز رہی۔علی العموم آنکھ میں ککروں کی وجہ سے تکلیف رہتی ہے۔ لاہور کے جلسہ پر بھی آپ بیمار تھے۔لیکن محض خدا کے فضل سے آپ نے جس کامیابی سے لیکچر کو ختم کیا وہ ایک نشان تھا۔سیالکوٹ میں مولوی صاحب

کی حالت صحت اور بھی بگڑ گئی تھی۔ بہت ہی نحیف اور نزار ہو گئے تھے اور اس وقت جبکہ لیکچر پڑھنے کے لئے آپ کھڑے ہوئے پوری صحت اور تندرستی کی حالت میں رہتے اس لئے مولوی صاحب موصوف کا لیکچر کو پڑھنا اور اسے ختم کرنا یہ بھی حضرت اقدس کی سچائی کی زبردست دلیل تھی۔

مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا:

اس مضمون کو سنانے سے پہلے میں تبرک کے طور پر چند آیات قرآن شریف کی پڑھوں گا اور اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کو شروع کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں۔

یآیھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفسٌ ماقدمت لغد ج واتقوا اللہ ط ان اللہ خبیرٌ بما تعملون o ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھُم انفسھم اولٰئک ھم الفٰسقون o لا یستوی اصحٰب النار واصحاب الجنۃ ط اصحٰب الجنۃ ھُمُ الفائزون o لوانزلنا ھٰذا القرآن علٰی جَبَلٍ لرائیتہٗ خَاشِعًا مُتصدعًا من خشیۃ اللہ. وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون o (الحشر:19-22)

ان آیات کو تلاوت کرنے کے بعد آپ نے وہ مطبوعہ لیکچر اسلام کے نام سے چھپ کر شائع ہوا ہے، پڑھنا شروع کیا۔ اس امر کے اظہار کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ آپ کے لیکچر کے پڑھنے کے وقت عام جلسہ میں سکوت اور امن تھا اور لوگ ہمہ تن گوش سن رہے تھے۔ کسی مرحلہ یا مقام پر کوئی بدنظمی یا عدم توجہی پیدا نہیں ہوئی بلکہ سامنے کے سامعین کو باوجودیکہ دھوپ آ گئی تھی لیکن وہ فدائی بھی اس سے افسردہ خاطر نہیں ہوئے۔ اس شوق نے انہیں دھوپ کا احساس بھی ہونے نہیں دیا۔

لیکچر سیالکوٹ

فرمایا:

''دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے

اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے اور یہ اس لئے نہیں کہ درحقیقت وہ تمام مذاہب ابتدا سے جھوٹے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے جس کا کوئی باغبان نہیں اور جس کی آبپاشی اور صفائی کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ اس لئے رفتہ رفتہ ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ تمام پھل دار درخت خشک ہو گئے اور ان کی جگہ کانٹے اور خراب بوٹیاں پھیل گئیں اور روحانیت جو مذہب کی جڑھ ہوتی ہے وہ بالکل جاتی رہی اور صرف خشک الفاظ ہاتھ میں رہ گئے۔ مگر خدا نے اسلام کے ساتھ ایسا نہ کیا اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے۔ اس لئے اس نے ہر یک صدی پر اس باغ کی نئے سرے سے آبپاشی کی اور اس کو خشک ہونے سے بچایا۔ اگرچہ ہر صدی کے سر پر جب کسی کوئی بندہ خدا اصلاح کے لئے قائم ہوا جاہل لوگ اس کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کو سخت ناگوار گذرا کہ کسی ایسی غلطی کی اصلاح ہو جو ان کی رسم اور عادات میں داخل ہو چکی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کو نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ اس آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کا آخری جنگ ہے۔ خدا نے چودہویں صدی اور الف آخر کے سر پر مسلمانوں کو غفلت میں پا کر پھر اپنے عہد کو یاد کیا اور دین اسلام کی تجدید فرمائی۔ مگر دوسرے دینوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ تجدید کبھی نصیب نہیں ہوئی اس لئے وہ سب مذہب مر گئے ......۔ (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 ص 1-2)

''مبارک ہیں وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیوں کہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔ مبارک تم جب تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ وار از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں۔

نہایت کریم ورحیم، حیاوالا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور وغوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کرلو اور شکست کو قبول کرلو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے......۔

غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اُس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے اور وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اُسی کی ظلّ وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے۔

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 ص 20-22)

حضرت اقدس بہ حیثیت کرشن جی مہاراج

پھر خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کی خصوصیت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے اپنا وہ عظیم الشان دعویٰ پیش کیا جو کرشن ہونے کا ہے۔ کرشن ہونے کا ادعا عوام الناس کی نظروں میں بے شک نیا دعویٰ ہے اور کچھ شک نہیں کہ پبلک میں اس کا اعلان آج ہی ہوا۔ لیکن جن لوگوں کو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور رہنے کا فخر حاصل ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے بارہا حضرت کرشن علیہ السلام اور رام چندر جی مہاراج کے متعلق اعلیٰ درجہ کی پاک باتیں بیان فرمائی ہیں اور اپنے بعض کشوف جن میں حضرت کرشن مہاراج کے ساتھ کھانا کھانے کا بھی ایک کشف ہے بیان فرمایا ہے۔ حضرت مسیح کے ساتھ کھانا کھانے کا ایک کشف بھی آپ نے بیان فرمایا ہوا ہے اور انہیں کشوف میں ایک کشف اہل ہنود کی توجہ کے متعلق بھی ہے۔ ولو کان بعد حین۔ غرض دعویٰ بے شک نیا ہے لیکن اس رنگ میں نیا نہیں۔

سیالکوٹ کی قیام گاہ

علاوہ ازیں سیالکوٹ میں جب ہم اپنے مخدوم ومکرم حکیم میر حسام الدین صاحب کے ساتھ ان مکانات کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ جہاں حضرت اقدس اپنے قیام سیالکوٹ میں رہا کرتے تھے تو راستہ میں میر حکیم حسام الدین صاحب نے بیان کیا کہ جب حضرت یہاں رہا کرتے تھے ان دنوں میں بھی کرشن جی کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ وہ ہند میں ایک نبی تھے۔اس ذکر سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ ہمیشہ کرشن جی کی رسالت کے مصدق رہے اور یہ سنت اللہ ہے کہ جب کوئی مامور آتا ہے تو وہ اپنے سے پہلے رسولوں اور ماموروں کی تصدیق کیا کرتا ہے یہ امر آپ کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ بات بھی آتی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت اپنی توحید کو قائم کرنا چاہتا ہے جیسا کہ حضرت کی بعثت کی یہی غرض ہے۔ چنانچہ فرمایا:

خذوا التوحيد التوحيد يا ابناءَ الفارسِ

اور ایک جگہ فرمایا:

أنت منى بمنزلة توحيدى و تفريدى

(تذکرہ، بار چہارم، ص197,53)

غرض یہی عظیم الشان مقصد آپ کی رسالت کا ہے۔ مسیح موعود کے منصب پر آپ کے مامور ہونے کی ایک وجہ عظیم یہ بھی ہے کہ انسان کو خدائی کے جھوٹے منصب سے اتارا جاوے۔...... مسیح کی خدائی کے بعد کرشن مہاراج کو بھی امتداد زمانہ کی وجہ سے بعض لوگوں نے خدا سمجھ لیا ہے اس لئے ان کی حقیقی عظمت کو کھو بیٹھتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے حقیقت امر اظہار کے لئے اس نام سے بھی آپ کو پکارا ہے۔غرض یہ دعویٰ آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں سیالکوٹ میں مشتہر فرمایا اور اس اشتہار کے ضمن میں آریہ قوم کو دعوت بھی کی یعنی بہ حیثیت کرشن تبلیغ فرمائی:

حضرت اقدس علیہ السلام کا دعویٰ

''آخیر پر یہ بھی واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی

اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہوگئی ہے۔ جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کیلئے کرشن، مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اس کو سن کر فی الفور یہ کہیں گے کہ ایک کافر کا نام اپنے اوپر لے کر کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے لیکن یہ خدا کی وحی ہے جس کے اظہار کے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔'' (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 ص 26)

ابتدائی زمانہ میں سیالکوٹ میں قیام کا ذکر

پھر عیسائی مذہب کی کمزوریوں پر بحث کر کے اپنے دعاوی کے ثبوت پر کسی قدر بسط سے کلام فرمایا اور پھر اپنے سیالکوٹ کے سابقہ قیام کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا:

''براہین احمدیہ کی تالیف کے زمانہ کے قریب اسی شہر میں تقریباً سات سال رہ چکا۔ تاہم آپ صاحبوں میں ایسے لوگ کم ہوں گے۔ جو مجھ سے واقفیت رکھتے ہوں کیونکہ میں اُس وقت گمنام آدمی تھا اور احدٌ من النّاس تھا اور میری کوئی عظمت اور عزت لوگوں کی نگاہ میں نہ تھی۔ مگر وہ زمانہ میرے لئے نہایت شیریں تھا کہ انجمن میں خلوت تھی اور کثرت میں وحدت تھی اور شہر میں ایسا رہتا تھا جیسا کہ ایک شخص جنگل میں۔ مجھے اس زمین سے ایسی ہی محبت ہے جیسا کہ قادیان سے کیونکہ میں اپنی اوائل زمانہ کی عمر میں نے ایک حصہ اس میں گزار چکا ہوں اور اس شہر کی گلیوں میں بہت سا پھر چکا ہوں۔ میرے اُس زمانہ کے دوست اور مخلص اس شہر میں ایک بزرگ ہیں یعنی حکیم حسام

الدین صاحب جن کو اُس وقت بھی مجھ سے بہت محبت رہی ہے۔ وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ وہ کیسا زمانہ تھا اور کیسی گمنامی کے گڑھے میں میرا وجود تھا۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ایسے زمانہ میں ایسی عظیم الشان پیشگوئی کرنا کہ ایسے گمنام کا آخر کار یہ عروج ہوگا کہ لاکھوں لوگ اس کے تابع اور مرید ہو جائیں گے اور فوج در فوج لوگ بیعت کریں گے اور باوجود دشمنوں کی سخت مخالفت کے رجوع خلائق میں فرق نہیں آئے گا۔ بلکہ اس قدر لوگوں کی کثرت ہوگی کہ قریب ہوگا کہ وہ لوگ تھکا دیں۔ کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے اور کیا ایسی پیشگوئی مکار کر سکتا ہے کہ چوبیس سال پہلے تنہائی اور بے کسی کے زمانہ میں اس عروج اور مرجع خلائق ہونے کی خبر دے؟

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 ص 41)

میر مجلس حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیرویؓ کی آخری تقریر

حضرت مولوی صاحب جب لیکچر ختم کر چکے تو حضرت حکیم الامۃ پھر اپنے فرض مجلسی کے لحاظ سے بہ حیثیت میر مجلس اٹھے اور اُس وقت وہ اس لیکچر کو سننے کے بعد اٹھے تھے اس لئے آپ کی روح میں ایک خاص قسم کی گدازش پیدا ہو چکی تھی جو آپ کے چہرہ اور آواز سے معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر آخری تقریر جلسہ کو ختم کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی۔

صاحبان! لیکچر کو آپ لوگوں نے سن لیا ہے وہ لیکچر ہوا کے ذریعہ آپ کے کانوں تک پہنچا ہے. آپ نے اسے جہاں تک میں دیکھتا ہوں غور اور توجہ سے سنا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ آپ کو زیادہ فکر کرنے اور تنہائی میں غور کرنے کا کافی موقع مل سکے وہ لیکچر مطبوع (چھپا ہوا) بھی مل سکتا ہے اور اسی لئے وہ چھاپا گیا ہے تاکہ آپ اس پر غور کریں، فکر کریں اور تدبر کریں، آنکھوں سے اسے دیکھ لیں۔ اس تدبیر سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس لیکچر میں تمہاری بھلائی اور بہتری کے لئے کس قدر کوشش کی گئی ہے اور جو کچھ کہا گیا ہے محض خیر خواہی، نیک نیتی اور اپنے فرض منصبی کی حیثیت سے کہا گیا ہے۔ اس لیکچر میں دو باتوں کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اول اس امر پر بحث کی ہے کہ کیا اس زمانہ میں کسی مصلح ربانی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ دوم مصلح

میں ہوں۔ امر اول کے متعلق یہ طرز اختیار کیا گیا ہے کہ زمانہ کی عام حالت اور اس کے مشکلات کو دکھایا گیا ہے پھر خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کا ذکر کر کے دکھایا ہے کہ مسلمانوں کی حالت کیسی نازک ہوگئی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں جو لوگ قوم کا دل کہلاتے تھے اور اسی لئے اہل دل اُن کا نام تھا یہ گروہ ایسا ہوسکتا تھا کہ لوگ ان کی بیعت، ان کی صحبت اور معیت سے ہر قسم کی پاک اصلاح کرتے۔ لیکن اہل دل گروہ کی حالت اس وقت خود بگڑی ہوئی ہے کیونکہ ان میں اباحت پیدا ہوگئی ہے جس نے حدود شرعیہ اور اوامر ونواہی الٰہیہ کو بہت ہی گرادیا ہے۔

پھر دوسرا گروہ علماء کا گروہ تھا جو قوم کا دماغ سمجھے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا فرض تھا کہ وہ مروجہ اقوال اور ساتھ ہی اپنے اعمال سے امر اللہ کی عظمت دلوں میں قائم کرتے اور مخلوق کو سچے علوم جو قرآن مجید کے چشمہ سے نکلتے ہیں پہنچاتی ہیں مگر ان میں حرص، ہوا، کمزوری، سستی۔ دھڑا بندی اور ضد کی خطرناک امراض پیدا ہوگئی ہیں جن کی وجہ سے وہ خود ان علوم حقہ کے عامل نہیں رہے اور وہ خشیۃ اللہ اور تقویٰ جو سچے علوم کا انہیں وارث بناتی نظر نہیں آتا اور اسی لئے ان کی باتوں میں اثر اور ان کی روح میں وہ جذب نہیں جو علماء ربانی میں ہوتا ہے۔ پھر قوم کے اعضاء رئیس تھے یعنی دولتمند لوگ مگر انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ دولت عیش وعشرت کے لئے ہے۔ مذہب کی اشاعت اپنے غریب اور کمزور بھائیوں کی مدد دولت کا مقصد نہیں۔ انہیں قومی کاموں کے ساتھ اور خصوصاً مذہب کے ساتھ کوئی دلچسپی اور تعلق ہی نہیں ہے بلکہ بڑی بھاری بدقسمتی یہ ہو رہی ہے کہ اکثر تو مذہب کا ذکر تک سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ پس ایسی حالت میں جبکہ قوم کا دل دماغ اور جسم امراض میں مبتلا ہو رہا ہے تو صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت ایک مامور اور مصلح کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو مختلف الفاظ اور مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔

پھر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آج کل لیکچروں کا دینا صرف زبان کی مشاقی پر موقوف سمجھا گیا ہے۔ بولنے والا یہ کچھ ضروری نہیں سمجھتا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اپنے عمل سے بھی اسے دکھائے اسی لئے ان میں نرے الفاظ ہوتے ہیں اور کوئی روح اور تاثیر نہیں ہوتی۔ لیکن

اس لیکچر کو آپ نے سن لیا ہے جس کا وہ لیکچر ہے اسے تم نے دیکھ لیا ہے اور وہ اپنے آپ کو بطور نمونہ پیش کرتا ہے۔ غرض اس لیکچر میں ان مشکلات کا ذکر کیا ہے اور پھر اس کا علاج یوں بھی بتایا ہے کہ دعا سے کام لو اور نیک صحبت اختیار کرو۔ پھر اپنے دعویٰ کے ثبوت میں تین طریق بتائے ہیں۔ اول عقل سے کام لو اور دیکھو ضرورت ہے یا نہیں۔ دوم نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ یا بشارات جو اس کے آنے کے متعلق ہیں اور پھر اس نصرت الٰہی کو دیکھو جو اس کی ہو رہی ہے اور ان تائیدات پر غور کرو جو اس کے شامل حال ہیں۔ ان تینوں باتوں پر اس لیکچر میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ پس سننے کے بعد تدبر کے لئے یہ لیکچر محفوظ مل سکتا ہے۔ دعا کے ساتھ کام لو تا کہ اللہ تعالیٰ بدیوں سے پاک کرے اور فضائل کے ساتھ منصف۔

لوگوں کے خیالات مختلف ہوتے ہیں طبائع مختلف ہیں اس اختلاف سے اختلاف مذاہب پیدا ہوا ہے لیکن اختلاف میں بھی ایک وحدت ہوتی ہے اور وہ وحدت بھی ایک راحت بخش ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ اس اختلاف راحت بخش سے اب کام نہیں لیا جاتا۔ شاید اس امر پر تعجب ہو کہ اختلاف میں وحدت اور پھر وحدت بھی راحت بخش کیونکر ہوتی ہے مگر یہاں ہی غور کرو۔ مختلف لباس، مختلف اشکال، مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں اور ان کے اختلاف میں ایک وحدت ہے اور یہ نظارہ راحت بخش ہے۔ بازار میں مختلف قسم کی دوکانیں ہوتی ہیں ان کا مجموعہ خوشنما ہی نہیں ہوتا بلکہ راحت رساں سامان مہیا کر سکتا ہے۔ تمام صداقتیں مختلف رنگوں سے پہنچائی جاتی ہیں لیکن اس اختلاف میں ایک وحدت اور اتفاق پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو یہی لیکچر جو چھپا ہوا ہے کاغذ، سیاہی، قلم، کاتب، پریس میں، وغیرہ کس قدر مختلف اشیاء اشخاص کے مجموعے سے ایک رنگ میں نکلا ہے۔ اب اسے دیکھ کر طبیعت کیسی خوش ہوتی ہے اور اس پر غور کر کے مفید نتیجہ نکالنے کا کیسا موقع ہے۔ اتفاق بڑی دولت ہے اتفاق سے گورنمنٹ حکومت کرتی ہے مگر یہ دولت فضل سے ملتی ہے۔ پھر ہم تمہارا شکر یہ کرتے ہیں کہ باوجود اختلاف طبائع، اختلاف خیالات کے خاموشی کی حکومت نے اپنا اثر ڈالا اور آپ نے توجہ سے سُنا جس طرح اس وقت اختلاف میں ایک وحدت راحت بخش پیدا ہوئی ہے

خدا تعالیٰ اس کو بابرکت کرے اور یہ وقت مبارک ہو۔ آمین۔ اب میں اس جلسہ کو ختم کرتا ہوں۔ اس تقریر کے بعد عملی طور پر جلسہ ختم ہو گیا لیکن لوگ کچھ ایسے جمع ہوئے اور اطمینان خاطر سے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ اٹھنا نہیں چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ کچھ اور بھی سنایا جاوے۔

منتظم افسران نے نہایت عمدگی کے ساتھ راستہ کر کے حضرت حجۃ اللہ کو گاڑی میں سوار کرایا کیونکہ ہزاروں ہزار آدمی موجود تھے اور شوق زیارت میں ہر ایک آگے بڑھتا تھا باوصفیکہ آپ نمایاں جگہ پر تشریف فرما تھے لیکن لوگوں کی آرزو اور تمنا ابھی باقی تھی۔ حضرت اقدس کی گاڑی باہر نکل گئی۔ اس کے بعد مقام حکام خصوصاً سردار محمد یوسف خان صاحب جو اس انتظام پر مامور تھے سرائے کے دروازہ میں کھڑے ہو گئے اور سب لوگوں کو روک دیا اس لئے کہ انتظام میں گڑ بڑ نہ ہو اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کے ساتھ لوگوں کو وہاں سے باہر نکلنے کے لئے اجازت ہوئی۔ باہر نکل کر لوگ دوڑے کہ پھر ایک مرتب زیارت ہو جاوے۔ مخالفین جو باہر اڈے جمائے ہوئے شور پکار کر رہے تھے کہ لوگو کوئی اندر نہ جاوے اس کامیابی کو دیکھ کر تو حیران ہی تھے۔ لیکن ایک یورپین انسپکٹر صاحب پولیس نے عجیب لطف دکھایا وہ جلسہ میں موجود اور لیکچر برابر سن رہے تھے۔ انہوں نے باہر آ کر ان مخالف واعظوں سے کہا کہ ہم کو تعجب ہے تم لوگ اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو مخالفت تو ہم کو (عیسائیوں کو) یا ہندوؤں کو کرنی چاہئے تھی جن کے مذہب کی وہ تردید کر رہا ہے۔ اسلام کو تو وہ سچا اور حقیقی مذہب ثابت کر رہا ہے۔ ستیاناس تو ہمارے مذہب کا کر رہا ہے اور تم یونہی مخالفت کر رہے ہو۔ اس معنی پرست اور نکتہ رس انسپکٹر کی قابلیت پر مرحبا کہنا پڑتا ہے۔ لیکن وہ لوگ تو مخالفت کو کسی اور بنا پر اٹھے ہوئے تھے اس لئے باز نہ آئے۔ حضرت اقدس کی گاڑی جب بازار سے مکان کو واپس آئے تو پھر وہی رونق وہی شوق زیارت دلوں میں جوش زن تھا اس کے اعادہ کی اس وقت ہمیں حاجت نہیں۔

بیعت کی کثرت

چونکہ آج کا دن آخری دن تھا جو حضرت نے یہاں قیام فرمانا تھا اور صبح کو روانگی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ اس لئے بیعت کرنے والوں میں خاص جوش ارادت بڑھا ہوا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہو جس قدر ہو جلد ممکن ہو بیعت ہو جاویں۔ چنانچہ کئی بار بیعت ہوئی اور ہم قاصر تھے کہ ان لوگوں کے نام درج کر سکیں۔ بیعت کے بعد حسب معمول حضرت اقدس مندرجہ ذیل نصیحت ان لوگوں کو کرتے رہے۔

یہاں اس امر کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت ناساز تھی لیکن آپ نے ارشادالٰہی کی تعمیل میں **لاتصّعر لخلق اللہ و لاتسئم من الناس** (تذکرہ بار چہارم،ص197) بیعت کرنے سے کسی وقت انکار نہیں کیا اور باوجود تکلیف کے بیعت کرتے رہے۔ یہ امر سرسری نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں ہے بلکہ اس پر خوب غور کرنا چاہئے کہ اگر یہ ارشادالٰہی نہ ہوتا تو اپنی جان اور جسم کی آسائش کے خیال سے کہہ دیتے کہ میں اس وقت تم کو قبول نہیں کر سکتا پھر سہی۔ مگر نہیں آپ کو پورا یقین تھا اور ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور اس کی تعمیل میں معمولی سا تساہل بھی معصیت کا رنگ رکھتا ہے اس لئے خود تکلیف اُٹھائی مگر کسی سے منہ نہ موڑا۔ **اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد و بارک و سلم۔**

نصیحت بعد البیعت

اس بیعت کی اصل غرض یہ ہے کہ خدا کی محبت میں ذوق وشوق پیدا ہو اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو کر اس کی جگہ نیکیاں پیدا ہوں۔ جو شخص اس غرض کو ملحوظ نہیں رکھتا اور بیعت کرنے کے بعد اپنے اندر کوئی تبدیلی کرنے کیلئے مجاہدہ اور کوشش نہیں کرتا جو کوشش کا حق ہے اور پھر اس قدر دعا نہیں کرتا جو دعا کرنے کا حق ہے تو وہ اس اقرار کی جو خدا تعالیٰ کے حضور کیا جاتا ہے سخت بے حرمتی کرتا ہے اور وہ سب سے زیادہ گنہگار اور قابل سزا ٹھہرتا ہے پس یہ ہرگز نہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بیعت کا اقرار ہی ہمارے لئے کافی ہے اور ہمیں کوئی کوشش نہیں کرنی چاہئے

مثل مشہور ہے جو یندیا بندہ جو شخص دروازہ کھٹکھٹا تا ہے اُس کے لئے کھولا جاتا ہے اور قرآن شریف میں بھی فرمایا گیا ہے۔ **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** (العنکبوت:70) یعنی جولوگ ہماری طرف آتے ہیں اور ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کے واسطے اپنی راہ کھول دیتے ہیں اور صراط مستقیم پر چلا دیتے ہیں لیکن جو شخص کوشش ہی نہیں کرتا ہے وہ کس طرح اس راہ کو پا سکتا ہے۔ (الحکم قادیان 30 نومبر تا 10 ردسمبر 1904ء)

سیالکوٹ سے واپسی قادیان

بیعت کا سلسلہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روانگی تک برابر جاری رہا۔ 3 رنومبر 1904ء روانگی کے لئے مقرر ہو گیا تھا۔ سیالکوٹ کی جماعت کے لئے حضرت اقدس کی جدائی شاق تھی مگر مجبور تھے۔ 3 رنومبر کی صبح کو پھر غیر معمولی تحریک سیالکوٹ کی سرزمین میں تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ملائکہ کا نزول ہورہا ہے اور ملائکہ اور شیاطین کے درمیان ایک جنگ ہو رہی ہے۔ سیالکوٹ کا سفیر خاص تموج میں تھا۔ یہ بات کوئی معمولی بات نہیں کہ حضرت اقدس کو جبکہ وہاں کی آبادی ایک دفعہ نہیں تین دفعہ کھلے طور پر دیکھ چکی تھی اور حضرت اقدس میں کوئی جذب اور کشش تھا تو وہ کیوں بار بار آپ کے دیکھنے کو جمع ہو جاتی تھی بلکہ حضرت اقدس کی پرزور مخالفت اور آپ کے سلسلہ کی وقعت کو کم کرنے کے لئے تو مناسب تھا کہ ایک متنفس بھی باہر نہ آتا۔ مگر برخلاف اس کے باوجود اس مخالفت عظیم کے باوجود تین مرتبہ کی کھلی زیارت کے آج صبح ہی سے پھر وہ درودیوار کوچہ اور بازار جو کل صبح کو بھرے ہوئے تھے۔ سیالکوٹ کے رہنے والوں سے بھرے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اس کوچہ میں جہاں حضور کا قیام تھا گذر مشکل ہو رہا تھا اور پولیس بھی آسانی کے ساتھ انتظام نہ رکھ سکتی تھی۔ مخالف الرائے مولویوں نے آج بھی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ادھر آنے سے روکنے کے لئے ہر چند کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

جماعت سیالکوٹ نے دس بجے تک کل مہمانوں کو کھانا کھلا کر فارغ کر دیا اور رخت سفر بندھنے لگا۔ بارہ بجے کے قریب حضرت باہر تشریف لائے اور سٹیشن پر چلنے کے لئے تیار

نکلے۔ آپ سے پہلے مستورات کو حضرت میر ناصر نواب صاحب کے زیر حفاظت سٹیشن پر پہنچا دیا گیا تھا۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو وہی حالت وہی نظارہ تھا جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جیسے شمع پر پروانہ گرے ہیں اس طرح پر مخلوق کرتی تھی۔ حکیم میر حسام الدین صاحب نے عرض کیا۔ میاں نیاز علی حضور کا ایک خادم چاہتا ہے کہ آپ کے گھر میں بابرکت قدم ڈال آئیں۔ حضور نے منظور فرمایا اور اس خوش قسمت شخص کے گھر جو بازار کے ساتھ ہی تھا تشریف لے گئے۔ تشریف لاتے ہی حضور گاڑی پر سوار ہو گئے۔ وہی جلوس وہی انتظام پولیس، وہی نظارہ، وہی مجمع موجود تھا جو کل (گذشتہ کو) ہم دکھا چکے ہیں۔

سیالکوٹ ریلوے سٹیشن

جس مقام پر حضور گاڑی سے اترے تھے اس مقام پر حضور کی سواری پہنچی اور آپ ایک ریزروڈ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ آپ کے خدام ایک دوسری ریزروڈ گاڑی میں سوار ہوئے۔ سٹیشن پر بہت بڑا مجمع زائرین اور خدام کا موجود تھا اور خدام کے چہروں سے حسرت ٹپکتی تھی ان کے چہرہ بتا رہے تھے کہ ابھی وہ سیر نہیں ہوئے اور چاہتے ہیں کہ خدا کا مسیح ان میں عرصہ دراز تک ٹھہرا رہے اور وہ خدمت احباب کے ثبوت سے اور دامن بھریں۔ **نیّت المومن خیرٌ من عملہٖ** یقیناً وہ ایسی نیّت کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ گاڑی اپنے وقت پر سیالکوٹ سٹیشن سے روانہ ہوئی اور یوں نوع انسان کے خادم ومخدوم عاشق ومعشوق ومحبّ ومحبوب ہاں لے لائے قوم ومجنون قوم کو لے کر ناز سے اتراتی ہوئی چل دی۔ سٹیشن السلام علیکم اور بسلامت روی و باز آئی اور خدا حافظ کے آوازوں اور نعروں سے گونج اٹھا۔

اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کے حالات کا بھی کسی قدر نقشہ کھینچ دیں جو ہمارے مخالف علماء کے تیار کردہ گروہ نے دکھائے۔ کیونکہ ان میں ہمارے لئے عبرت ہے...... ۔حافظوں، مولویوں، صوفیوں اور اصلاح قوم کے بدعیوں نے جو گروہ سیالکوٹ میں رہ کر تیار کیا اس کا نمونہ دیکھ کر ہمارے ناظرین یقیناً لاحول پڑھیں

گے۔ لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہی مسخ ہے جس کا ذکر ہم خدا تعالیٰ کی کتاب میں پڑھا کرتے ہیں۔ یہی حالت ان لوگوں کی اس امر کی داعی ہے کہ خدا کا کوئی مامور اور مرسل اس وقت آوے کیونکہ قوم میں عام اخلاق فاضلہ بھی تو نہیں رہے جو ایک شریف آدمی میں ہونے چاہئیں جو دوسری قوموں میں خواہ نمائشی ہی کیوں نہ ہوں پائے جاتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اپنے الفاظ میں ان حالات کو ادا کریں بلکہ اپنے ہمعصر اہلحدیث سے نقل کر دیتے ہیں۔

''چنانچہ ان سے (یعنی مخالف مسلمانوں سے ایڈیٹر الحکم) جہاں تک ہو سکا انہوں نے مرزا صاحب کا ساتھ دیا۔ روانگی کے وقت بدستور ریلوے سٹیشن تک جیسا استقبال کیا تھا اس سے بڑھ کر اس بار کیا بلکہ ایک مزید بات یہ بھی ہوئی جو سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے قادیانی کرشن جی کی مہما میں اپنے اسلامی اخلاق کو بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ چلتی گاڑی کے وقت اسٹیشن سے ایک طرف پردہ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور مرزا صاحب کی مستورات کے سامنے جوش جنون میں ننگے ہو کر ناچتے رہے......تاہم یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے۔ (اخبار اہلحدیث 11 ر نومبر 1904ء)

یہ الفاظ اہل حدیث کے ہیں۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حرکت اسلامی اخلاق سے بہت گری ہوئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہی اخلاقی اور عملی حالت کا گر جانا کیا اس امر کی دلیل نہیں کہ مسلمانوں کے لئے ایک مامور کی ضرورت ہے جو اپنی قوت قدسی سے ان کا تزکیہ نفس کرے جب کہ شارع عام پر ننگا ہونا جرم ہے تو کیا سیالکوٹ کے ان مسخ شدہ مسلمانوں نے جنہوں ایسی حرکات کیں قوانین وقت کی بھی بے حرمتی نہیں کی۔

ہم نہایت درد دل سے ان کی اس حالت کو ان لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جو اپنے دل میں قوم کا درد اور مسلمانوں کی حالت پر نوحہ خوانی درد رکھتے ہیں کہ کیا افریقہ کے وحشیوں سے یہ کم حالت ہے؟ کیا ان مولویوں، صوفیوں اور واعظوں نے جو بہت دنوں سے سیالکوٹ میں پہنچے ہوئے تھے اپنی قوت قدسی کا یہی اثر ڈالا تھا؟ مسلمانو! ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی! وہ اگر حضرت مرزا صاحب سے بیزار تھے تو چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی اخلاقی حالت کا غیر معمولی نمونہ دکھاتے اور نہایت تواضع اور انکسار سے پیش آتے اور دکھا دیتے کہ قرآن

کریم نے ان کی ایسی اصلاح کی ہے یا کم از کم وہ ان صوفیوں اور حاجیوں ،حافظوں کی قوت قدسی کے ثبوت کے لئے خواہ نمائشی ہی ہوتا اخلاق برتتے مگر ان سے جو سرزد ہوا ہے وہ وہ فعل ہے جو اخلاقی طور پر اور پھر قانونی طور پر خطرناک جرم ہے۔ بخدا ''امہات المومنین'' نام کتاب پڑھ کر دل میں درد اٹھا تھا کہ یہ کیسے سنگدل اور اخلاق کو چھوڑنے والی قوم ہے جو ازواج مطہرات پر جن کی تطہیر خود اللہ تعالیٰ کرتا ہے ایسے الزام بے دردی نہیں بے حیائی سے لگاتے ہیں۔لیکن مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر عیسائی قوم کا گلہ جاتا رہا اور اپنی ہی قوم پر آنسو بہانے کی ضرورت پیش آئی......۔

ہم نے تاریخ میں پڑھا تھا کہ حضرت سیّد ولد آدم فخر الاولین و آخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل طائف کو تبلیغ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو ان جفا کاروں نے اس مقدس ومطہر وجود پر اینٹوں اور پتھروں کا مینہ برسایا اور جہاں اور لڑکوں کے گروہ کو سر پر خاش آمادہ کیا جنہوں نے آپ کو پتھر مارے اور گالیاں دیں۔......ٹھیک یہی نمونہ سیالکوٹ کی اس جماعت نے جو مسلمانوں کے چیدہ برگزیدہ علماء نے چند روز پہلے سے وعظ کر کے تیار کی تھی دکھایا۔خدا کا مامور و مرسل ان میں آیا تا کہ انہیں خدا کا پیغام سنائے اور تقرب الی اللہ کی راہیں دکھائے۔مگر انہوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا وہی جو اہل طائف نے کیا تھا۔ گالیاں دیں، ننگے ہو کر ناچے اور بالآخر پتھر مارے۔مگر خدا کے مامور نے ان کو کیا جواب دیا۔وہی جو سیّد اِنس و جانّ ،صاحبِ خلق عظیمؐ ،ہاں احمد کے مخدوم ومطاع احمد نے دیا تھا یعنی:

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں اِن لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اور پھر اپنے دل کو خطاب کر کے کہتے کہ

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہِ دار
کآخر کنند دعویٰ حبِّ پیمبرم

اس طرح پر وہ لوگ اپنی اخلاقی اور عملی حالت کا نمونہ اینٹ پتھر پھینک کر اور گالیاں دے کر دکھاتے رہے اور گاڑی نے چند ہی منٹ میں ان کو نظر سے دور کر دیا۔اس وقت خود انہیں بھی

شرم آئی ہوگی کہ ہم سے جو حرکت ہوئی وہ بھی نہیں کہ اسلام کے منشاء و مقاصد سے دور تھی بلکہ انسانیت سے بھی بعید اور ان کی یہ مسخ شدہ حالت بین ثبوت تھا۔ مبارک وہ جو اس پر غور کریں اور افسوس ان پر جو صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لایرجعون کا مصدق ہو کر توجہ نہ کریں۔ غرض واپسی پر بھی ہر سٹیشن پر وہی اژدہام اور رونق ہوتی تھی۔ جس سے خدا تعالیٰ کے اس کلام کی کہ ''میں تیرا نام آفاق میں بڑھاؤں گا'' کی تصدیق ہوتی تھی۔

سٹیشن وزیرآباد اور پادری سکاٹ

(نوٹ کتاب ہذا کے پہلے حصہ میں مسٹر سکاٹ کا مختصر تعارف درج ہے۔ مؤلف)

وزیرآباد سٹیشن پر وہی ہجوم اور کثرت زائرین تھی جو پہلے تھی۔ حافظ غلام رسول صاحب نے پھر لیمونیڈ اور سوڈا واٹر کی دعوت اپنے بھائیوں کو دی۔ اس مرتبہ اس سٹیشن پر ایک عجیب بات جو پیش آئی وہ یہ تھی کہ ڈسکہ کا مشنری پادری سکاٹ صاحب حضرت اقدس سے آ کر ملا۔ پادری سکاٹ صاحب کے ساتھ ہمارے مکرم بھائی شیخ عبدالحق صاحب نومسلم کے بھی عیسائیت کے ایام میں دوستانہ تعلقات تھے۔ پادری صاحب نے حضرت اقدس کے پاس آ کر پہلے سلسلہ کلام شیخ عبدالحق ہی سے شروع کیا کہ آپ نے ہمارا ایک لڑکا لے لیا۔ اس قسم کی باتیں ہو رہی تھیں جبکہ ہم نے پہنچ کر اس گفتگو کو قلمبند کرنا شروع کر دیا۔

پادری سکاٹ:۔ آپ میں اور عیسوی مذہب میں کیا اختلاف ہے؟

حضرت اقدس:۔ موجودہ عیسوی مذہب اور ہم میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ البتہ حضرت مسیح علیہ السلام کی اصل تعلیم اور مذہب اور ہمارے مذہب کے اصولوں میں اختلاف نہیں ہے وہ بھی خدا کی پرستش کرتے اور اس کی توحید کا وعظ اور تبلیغ کرتے تھے اور دوسرے تمام نبی بھی یہی تعلیم لے کر آتے تھے۔

پادری سکاٹ:۔ آپ لوگوں میں تو بہت سے فرقے موجود ہیں؟

حضرت اقدس:۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور

اصولوں میں بھی متفق نہیں۔ مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو فروعات اور جزئیات میں ہے۔ اصول سب کے ایک ہی ہیں۔

پادری سکاٹ:۔ ان عیسائی فرقوں میں سے آپ کس کو حق پر سمجھتے ہیں؟

حضرت اقدس:۔ میرے نزدیک تو راستباز وہی فرقہ ہے جو حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کا تھا۔ اس کے بعد تو اس مذہب کی مرمت شروع ہوگئی اور کچھ ایسی تبدیلی شروع ہوئی کہ حضرت مسیح کے وقت کی عیسویت اور موجودہ عیسویت میں کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔

پادری:۔ اس کی خبر آپ کو کہاں سے ملی۔

حضرت اقدس:۔ پیغمبروں کو خدا تعالیٰ ہی سے خبریں ملا کرتی ہیں میں بھی خدا ہی سے خبریں پاتا ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں۔

پادری:۔ اس میں شک نہیں کہ پیغمبروں کو خدا سے ہی خبر ملتی ہے۔

اس مقام تک جب پہنچے تو پادری صاحب کی نظر ایڈیٹر الحکم پر پڑی جو اس گفتگو کو قلمبند کر رہا تھا۔ پادری صاحب اسے دیکھ کر گھبرائے اور بولے یہ کون نوٹ کر رہا ہے۔ جب ان کو یہ کہا گیا کہ یہ الحکم اخبار کا ایڈیٹر ہے جو اس سفر میں حضرت کے ساتھ ہے اور حالات سفر قلمبند کر کے شائع کرے گا تو پادری صاحب بولے میں اب جاتا ہوں یہ تو شائع کر دیں گے۔ انہیں کہا گیا کہ کیا حرج ہے۔ دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچیں گا مگر ہم سچ کہتے ہیں اور اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ پادری صاحب کی گھبراہٹ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہر چند وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اس سلسلہ کلام کا بیان چھوڑ دیں مگر حاضرین نے انہیں سلسلہ کلام جاری رکھنے پر اصرار کیا اور کہا کہ اگر آپ کو نہیں تو ہم لوگوں کو فائدہ پہنچ جاوے گا۔ اس اصرار پر انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور پھر بولے تو یہ بولے۔

پادری:۔ تمہارے بہت سے چیلے ہیں یہ حملہ نہ کر دیں۔

حضرت اقدس:۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ خواہ نخواہ ایک قوم پر جس کو نیک چلنی انکسار اور تواضع کی تعلیم دی جاتی ہے حملہ کرتے ہیں، ایسی حالت میں کہ میں ان میں موجود ہوں اور آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی ان میں سے بولتا بھی نہیں آپ یہ امید

کر سکتے ہیں۔آپ جس طرح چاہیں جو چاہیں مجھ سے پوچھیں ان میں سے کوئی تمہیں مخاطب بھی نہیں کرے گا۔ان کو یہ تعلیم نہیں دی جاتی۔علاوہ بریں چیلے کا لفظ ٹھیک نہیں ہے گو اس لفظ کے معنی اور مفہوم برا نہ ہو لیکن ہر ایک قوم کو اسی لفظ اور نام سے پکارنا چاہئے جو وہ اپنے لئے پسند کرتی ہے۔یہ لفظ چیلے کا ہندوؤں کے ساتھ مختص ہے۔

پادری:۔میں نے سنا ہے سیالکوٹ میں بڑی رونق تھی۔

حضرت اقدس:۔ہاں بہت بڑا مجمع تھا۔

پادری:۔آپ لوگوں کو صرف ہدایت دیتے ہیں یا فضل بھی۔

حضرت اقدس:۔میری ہدایت کچھ چیز نہیں جب تک اس کے ساتھ فضل نہ ہو۔کوئی آدمی کبھی ہدایت نہیں پا سکتا جب تک آسمانی فضل ہی اس کی دستگیری نہیں کرتا ہے۔وہ میری شناخت اسے عطا کرتا ہے۔تب وہ میرے پاس آتا ہے اور وہ ہدایت اور معرفت لیتا جو مجھے خدا نے دی ہے اور پھر اپنے فضل سے دی ہے۔

پادری:۔میں اس فضل کا ذکر نہیں کرتا جو آپ کو ملتا ہے بلکہ میں اس فضل کا ذکر کرتا ہوں جو ان کو ملتا ہے۔

حضرت اقدس:۔میں بھی تو اس فضل کا ذکر کرتا ہوں جو ان کو ملتا ہے ان کو پہلے تو وہ فضل ہی ہے جو میرے پاس لاتا ہے پھر جو فضل مجھے دیا جاتا ہے۔وہی فضل میری صحبت اور تعلق کی وجہ سے ان میں سرایت کرتا ہے۔جس قدر اعتقاد بڑھے گا اسی قدر یہ لوگ اور ہر ایک مخلص ارادت منداس فضل کو جذب کرے گا اور ان لوگوں کا تعلق میرے ساتھ درخت کی شاخوں کی طرح ہے۔جس جس قدر وہ شاخیں قریب ہیں اور اپنی سبزی اور زندگی میں تر و تازہ ہیں اسی قدر زیادہ وہ اس خدا کو جو جڑ کے ذریعہ درخت حاصل کرتا ہے۔یہ جذب کرتی ہیں۔اگر کوئی شاخ خشک ہو تو ہر چند وہ درخت کے ساتھ تعلق بھی رکھتی ہو لیکن اس غذا سے کوئی حصہ نہیں پا سکتی۔اسی طرح پر شاگرد اور مرید شاخوں کی طرح ہی ہوتے ہیں جس قدر کوئی تعلق محبت اور حسن ایمان رکھتا ہے اور جس قدر زیادہ صحبت میں رہتا ہے اسی کے موافق وہ حصہ پاتے ہیں۔اول فضل خود اس درخت میں بھی ہونا چاہئے اگر ان میں ہی کوئی قوت اور روح معرفت کی نہ ہوگی تو وہ دوسروں کو کیا پہنچا سکے گا۔

پادری:۔کس درخت کی شاخ

حضرت اقدس:۔وہ درخت جس کو خدا لگاتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے۔جیسے میں خدا کی طرف سے آیا ہوں اور خدا نے مجھے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔

پادری:۔میں آپ کے دعویٰ کا اصل مطلب نہیں سمجھا کیا آپ مسیح کہلاتے ہیں؟

حضرت اقدس:۔تعجب ہے میرا دعویٰ تو عرصہ سے شائع ہو رہا ہے اور ولایت اور امریکہ تک لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے۔آپ کہتے ہیں کہ میں مطلب نہیں سمجھا ہاں میں مسیح کہلاتا ہوں اور خدا نے مجھے مسیح کہا اور مسیح کر کے بھیجا۔

پادری:۔وہ تو ایک ہی مسیح ہے۔

حضرت اقدس:۔اللہ تعالیٰ کی ذات میں بخل نہیں ہے وہ ہزاروں ہزار مسیح بنا سکتا ہے چنانچہ ایک میں نمونہ موجود ہوں جو زندہ مسیح ہے۔

پادری:۔انیس سو برس پیشتر آپ سے ایک مسیح دنیا میں آیا تھا اور وہی مسیح مشہور ہے جس کی طرف یہودیوں کے عہد نامے میں اشارہ ہے کہ مسیح آئے گا اور وہ اس کے منتظر تھے اس کے سوا تو کوئی اور مسیح نہیں۔

حضرت اقدس:۔ہاں انیس سو برس پیشتر ایک مسیح آیا تھا۔مگر جس مسیح کا آپ ذکر کرتے ہیں یا جس کو مانتے ہیں۔اس کا ذکر یہودیوں کے عہد نامے میں کہیں نہیں ہے۔کیونکہ وہ کسی خدا مسیح کے منتظر نہ تھے بلکہ ایک نبی کے منتظر تھے۔اگر وہ کسی خدا یا خدا کے بیٹے کے منتظر ہوتے تو وہ اس کو مان لیتے۔علاوہ بریں یہودیوں کے عہد نامہ میں جس مسیح کا ذکر ہے وہ نشان دو مسیحوں کی طرف جاتا ہے ایک وہ جو مجھ سے پہلے آیا دوسرا میں ہوں جو ساتویں ہزار میں آنے والا تھا۔مسیح کی آمد ثانی کے تم لوگ بھی قائل ہو۔لیکن دوسری آمد کو تم نے اس کی آمد سمجھ لیا ہے۔حالانکہ اس سے مراد کسی اور کا آنا مراد تھا یعنی میرا آنا مراد تھا۔دانیال نبی کی کتاب میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ اس امر کو بیان کیا ہے۔یہ ساتواں ہزار ہے جو آپ کے دعویٰ کو باطل کرتا ہے کہ وہی آنے والا تھا اس نے میری تصدیق کی۔چنانچہ بڑے عیسائی فاضلوں نے مسیح کے آنے کا یہی زمانہ قرار دیا ہے اور آخر مایوس ہو کر امریکہ وغیرہ میں ایسے رسائل بھی شائع ہو گئے کہ دوبارہ آنے کا خیال غلط ہے۔

آمد ثانی سے مراد صرف کلیسیا ہی ہے۔ اگر یہ وقت آنے کا نہ تھا تو ان لوگوں کو کیا مصیبت پیش آئی تھی کہ وہ ایسی تاویلیں کرتے یا انکار کرتے۔حقیقت میں آنے والا زمانہ یہی تھا اور آنے والا آ گیا مگر تھوڑے ہیں جو اسے دیکھتے ہیں۔اب آپ خواہ قبول کریں یا نہ کریں اور کوئی مسیح تو آنے والا نہیں جس کا آپ کو انتظار ہے وہ مر چکا اور میں خدا کے وعدہ کے موافق آ گیا۔

پادری:۔جو دھوکا یہودیوں کو تھا وہی آپ کو ہے کہ ایک مسیح دکھ اٹھائے گا دوسرا بزرگی پائے گا۔

حضرت اقدس:۔دراصل یہودیوں والا دھوکہ تو آپ کو لگا ہوا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح کے اپنے فیصلہ کو یاد رکھتے تو ٹھوکر نہ کھاتے۔ یہودیوں کو جو دھوکا لگا تھا وہ یہی تھا کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا نبی کا آنا مانتے تھے اور اقرار کرتے تھے کہ وہی ایلیا آئے گا۔حالانکہ مسیح نے اس کا فیصلہ یہ کیا کہ آنے والا ایلیا یوحنا کے رنگ میں آیا ہے چاہو تو قبول کرو۔اب اگر دوبارہ آنا صحیح ہوتا تو پھر ایلیا ہی کو آنا چاہئے تھا۔اسی طرح مسیح کی آمد ثانی ہے اس سے مراد وہ آپ ہی کیونکر ہو سکتے ہیں۔اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ آپ کو یہودیوں والا دھوکہ لگا ہے ورنہ میں تو وہی مسیح ہوں جو آنے والا تھا اور میرا وہی فیصلہ ہے جو ایلیا کے حق میں مسیح نے کیا۔

پادری:۔وہ ایلیا تو آ چکا۔

حضرت اقدس:۔میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ آ چکا مگر تم یہ بتاؤ کہ کیا یوحنا کو ایلیا نہیں بنایا گیا۔اب میرے معاملہ میں آپ کیوں ٹھوکر کھاتے ہیں اور مسیح کے فیصلہ کو حجت نہیں مانتے۔

پادری:۔آپ معاف کریں میں جاتا ہوں۔

حضرت اقدس:۔اچھا۔

اس کے بعد پادری صاحب تشریف لے گئے۔ ایڈیٹر الحکم نے ان سے جا کر پوچھا کہ آپ مہربانی کر کے مجھے اپنا نام بتا دیں۔اس پر پادری صاحب کہنے لگے نام کی کیا ضرورت ہے۔ پھر کہا گیا کہ آپ کو بتانے میں کیا حرج ہے۔تو بتایا کہ میرا نام سکاٹ ہے اور میں ڈسکہ رہتا ہوں۔ پادری

صاحب کی گاڑی کے پاس اکثر احمدی اس وقت جمع تھے۔ان سے پادری صاحب نے پوچھا کہ تم سچ مچ ان کو مسیح مانتے ہو۔ جواب دیا گیا کہ خدا کے فضل سے ہم اس شخص کو خدا کا مرسل مسیح موعود مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ یہ وہی ہے۔ پھر پادری صاحب نے پوچھا کہ تم لوگوں میں اس کو مسیح ماننے سے کیا قوت آئی ہے۔اس کے جواب میں کہا گیا کہ ہم میں ایسا ایمان پیدا ہورہا ہے جو آپ کے خدا یسوع کے شاگردوں کو بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔اس کے بعد گاڑی نے وہسل دیا اور ہم تو ان کو وہیں چھوڑ کر چلے آئے البتہ سیالکوٹ کی جماعت ان سے کھڑی گفتگو کرتی رہی۔اب گاڑی کے روانہ ہونے کا وقت قریب تھا لوگ مصافحہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

ہم ایک امر کا تذکرہ اس واپسی کے قیام وزیر آباد کے متعلق بھول آئے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ گاڑی ہی میں بہت سے آدمیوں نے حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی۔ ہاں ہم کو یہ بھی ظاہر کرنا ہے کہ وزیر آباد ریلوے سٹیشن کے عملہ ریلوے کے ہم بہت ہی شکر گذار ہیں جنہوں نے اپنے فرض منصبی کو پورے طور پر ادا کیا۔ انتظام پورا رکھا اور بایں کسی شخص کو یہ کہنے کا موقع نہ ملا کہ ہم زیارت سے محروم رہ گئے۔ جب حضرت سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں تو وزیر آباد کے عملہ سٹیشن کو سفر جہلم کے موقع پر حصول نیاز کا موقع نہ ملنے کے باعث ایک حسرت تھی اس لئے انہوں نے گاڑی کو تو بہرحال کاٹ کر دوسری ٹرین سیالکوٹ کے ساتھ لگانا ہی تھا۔اس موقع کو غنیمت سمجھ کر وہ گاڑی کو دور تک لے گئے اور خود گاڑی کے پایہ دان پر سوار ہو گئے اور اس قدر عرصہ میں جس قدر ممکن تھا دل کھول کر زیارت سے بہرہ اندوز ہوئے۔اس سفر میں تمام درمیانی سٹیشنوں سے بڑھ کر وزیر آباد کے سٹیشن پر عمدہ انتظام تھا۔ واپسی پر قریباً ہر سٹیشن پر وہی مجمع اور وہی رونق تھی۔ بعد مغرب گاڑی لاہور پہنچی جہاں جماعت لاہور نے استقبال فرمایا اور ڈاکٹر سیّد محمد حسین صاحب کی طرف سے حضرت اقدس اور حضور کے ہمراہیوں کو کھانا دیا گیا۔ہم کو ایک خاص ضرورت کے لئے لاہور خواجہ صاحب کے ایما پر اترنا پڑا اور حضرت اقدس اسی شام کو بٹالہ پہنچ کر شب باش ہوئے۔(قیام بٹالہ) کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ پہلی مرتبہ جماعت بٹالہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ اس نے حضرت حجۃ اللہ اور خدام مسیح موعود کی دعوت کی سٹیشن سے اترتے ہی چاء اور کھانا دیا گیا اور ٹھہرنے کے لئے سرائے متصل سٹیشن میں انتظام کیا گیا۔

قادیان دارالامان میں ورود

بہت سے خدام بٹالہ پہنچ گئے تھے اور بعض راستہ ہی میں استقبال کیلئے جا ملے تھے۔ بارہ بجے کے قریب حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر و عافیت سے دارالامان پہنچے۔ اس موقعہ پر حافظ روشن علی صاحب تلمیذ حضرت حکیم الامۃ نے خیر مقدم کے طور پر ایک قصیدہ لکھا......:

جَـــآءَ لاِمَـــام فَـــابشِـــرُوْا یـــا اُخَـــوتُـــی
قُـــوْمُـــوْا اِلـــیَ اسْتِـــقَبَـــالِـــہٖ یَـــاحُبَّتِـــیُ

اے میرے بھائیو تمہیں خوشخبری ہو حضرت امام تشریف لائے ہیں۔ میرے پیارو اٹھو ان کے استقبال کو چلیں۔

فـــاقـــضـــوا مَـــنَـــا یـــاکُـــمْ بِـــوَجُـــہ حبیبکـــم
لاتـــغـــفـــلُـــوا فتـــنبھـــوا بـــالـــقـــو ۃ

اپنی آرزوؤں کو اپنے حبیب کا چہرہ دیکھ کر پورا کرو۔ غفلت مت کرو۔ ہمت کے ساتھ چوکس ہو جاؤ۔

یَـــامَـــنْ دَعُـــوَتَ الـــنَّـــاسَ وَقُـــتِ ھـــلاکھـــم
دَعُـــوِی الـــمُـــحِـــبّ اِلٰـــی جِـــنـــانِ الـــنِّعُـــمَـــم

اے جس نے کہ لوگوں کی ہلاکت کے وقت۔ پیار کرنے والوں کی طرح، نعمت کے باغوں کی طرف دعوت کی ہے۔

اَعُـــطَـــیُـــتَ مِـــنْ رَبِّ الـــسَّـــمَـــاءِ رِسَـــالَۃً
نـــوِحَـــیـــتَ مِـــنْ مـــولاکَ تـــاجَ الُـــعِـــزّۃِ

تجھے آسمان کے رب کی طرف سے رسالت دی گئی ہے اور تیرے مولیٰ نے تجھے عزت کا تاج پہنایا ہے۔

یَـــاحبّـــذَ احِبَّـــا کَـــرِیـــمًـــا بِـــالھُـــدٰی
ھـــادٌ و مھـــدٌ نـــاطـــقٌ بـــالـــحـــکـــمۃ

اے بہت پیارے اور معزز دوست سیدھی رہ کی طرف ہدایت کرنے والے اور حکمت

کی باتیں سنانے والے۔

انا نریٰ فی وجھک المتھلل

نوراً یباری البدر قامع ظلمۃٗ

ہم تیرے چمکتے ہوئے چہرہ میں ایک ایسی روشنی دیکھتے ہیں جو کہ چاند کی روشنی سے مقابلہ کرتی اور ظلمت کو جڑ سے اکھیڑتی ہے۔

واللہ انک قد بعثت لخیرنا

بطل من الرحمٰن جئتَ بعظمۃٖ

اللہ کی قسم تو تو ہماری بہتری کے لئے بھیجا گیا ہے۔تو تو ایک پہلوان ہے جو کہ رحمٰن کی طرف سے عظمت کے ساتھ ہے

یاقمر ارض الھند نوّر ارضنا

اسرح سراج قلوبنا بالمنۃ

اے ہند کی زمین کے چاند ہماری زمین کو روشن کر اور ہمارے دلوں کو اپنے احسان سے منور کر

یاغیث ماء الوحی ردء کتابۃ

امطر علی غبراء نابالرحمۃ

اے وحی کے پانی کی بارش اور اس کی کتاب کے مددگار۔ ہماری زمین پر رحمت کا مینہ برسا۔

انجیتنا مِنْ شَرِّ قومٍ ھَالِکٍ

وَھَدَیْتَنَا قِبَلَ الالٰہ بِشفقۃٖ

تو نے ہمیں خلاصی دی ایک ہلاک ہونے والی قوم کی شرارت سے اور شفقت سے ہمیں حقیقی معبود کی طرف رہنمائی کی۔

وَمُدَ جَجّ کَرہ الکمات نزالہٖ

لَمَّا دَعَوْتَ مَحَارباً بِالْقَدْر ۃ

بہت سے بڑے بڑے بہادر کہ زبردست بھی ان کے مقابلہ کو ناپسند کریں گے۔جبکہ تو نے زور کے ساتھ لڑنے کے لئے اُسے بلایا۔

تَــــرَکَ الــقِتَـــال وَ فـــرَّمِثــل نــعَـــامَۃٍ
وَضَــع الســلاح ھُـنَـــاک خــوف الــمــحـنۃٍ

چھوڑ دیا اس نے لڑائی کو اور شتر مرغ کی طرح بھاگا اور محنت کے خوف سے اپنے ہتھیار وہیں پھینک دیئے۔

اَنْــتَ الْــمُــظَــفَّــرُ وَ الــکــمـنــی بِــارضـنَــا
مِـــنْ بَیِّـــن ابــطـــال تـــفـــئ بِـــنھبھۃٍ

تو ہی بہادر اور تو ہی کامیاب ہماری سرزمین میں ہے۔تو ہی بڑے پہلوانوں کے درمیان سے مالی لے کر واپس آتا ہے۔

(الحکم قادیان 24/17 دسمبر 1904ء صفحہ 3-7)

باب یازدہم

سیرت و تاثرات

شمائلِ عبدالکریم

حضرت مولانا صاحب کے بارہ میں متعدد احباب کرام نے اپنے تاثرات اور قلبی کیفیات کا اظہار فرمایا ہے۔ رجسٹر روایات رفقائے کرام میں متعدد احباب نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ہمیں مولوی عبدالکریم صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا کارڈ یا خط ملا جو ہمارے خط کا جواب تھا جسے مولوی صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد وایماء پر تحریر کیا اور کئی خطوط حضرت مولوی صاحب احباب کے استفسار کے جوابات میں بھی تحریر کرتے۔ آپ نے اپنے دور قادیان میں یقیناً احباب کرام کے نام ہزاروں خطوط لکھے۔

اللہ والوں کی تو دل پر نظر ہوتی ہے۔ وہ اسی نور سے دیکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کو عطا کیا ہوتا ہے۔ اکثر احباب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض گروپ فوٹوز میں چشمہ لگائے ایک شخص کو دیکھا ہوگا۔ بعض تصاویر میں بغیر چشمہ میں بھی موجود ہیں۔ یہ حضرت مولوی صاحب ہیں۔ جن کی بچپن میں بیماری کی وجہ سے ایک ٹانگ میں نقص واقع ہو گیا تھا اس لئے کچھ لنگڑا کر چلتے تھے۔ اسی طرح چشمہ لگانے کی وجہ بھی ایک آنکھ میں خرابی تھی۔ نہایت جوشیلی طبیعت کے مالک تھے اور آواز اتنی بلند اور جلالی کہ دور دور تک آپ کی تلاوت سننے کیلئے لوگ کھڑے ہو جاتے اور جب ہزاروں کے مجمعوں کو خاموش کرانا ہوتو بس آپ کی تلاوت قرآن کریم ہی کافی ہوتی جیسا 1904 میں لیکچر لاہور، لیکچر سیالکوٹ کے دوران اور کئی دیگر مواقع پر ہوا۔

حضرت مولوی صاحب نہایت صاف گو تھے جو دل میں ہوتا وہی زبان پر جاری ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق اور فدائی غلام ہمیشہ تا وفات فکرِ اشاعت اسلام میں مصروف

رہے۔اپنی قالی، حالی اور لسانی خدمات بجالاتے رہے اور آخر پر بھی مقبرہ بہشتی قادیان میں بلا حساب وکتاب موصیٔ اول رہے۔ یہ سراسر اللہ کا فضل واحسان ہے جو بالخصوص آپ پر ہوا ورنہ دنیا کی نظر میں اس حلیے والے شخص کو شاید اتنا مقام نہ مل سکتا ہو۔حضرت احمدؑ کی مسیحائی نے چھوکر اسے زمرد اور الماس بنا دیا اور ایسا بنایا کہ ان کی نظر میں پھر دنیا و جہان کی نعمائے غیر مترقبہ سب سے بڑھ کر یہی طے پائیں کہ دارالمسیح میں مسیحا کے قدموں کی دھول بننا ہی جنت ہے اور ایسا ہی کر کے دکھلا دیا۔آپ کے شمائل کے بارہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب دہلویؓ کی رائے آپ کی ذات کی خوب عکاسی کرتی ہے۔آپ بیان فرماتے ہیں:

''حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی ایک آنکھ بچپن کی کسی بیماری کی وجہ سے بیٹھی ہوئی تھی جس کا عیب ڈھانکنے کے لئے چار شیشوں والی عینک لگایا کرتے تھے۔ بوجہ بچپن کے کسی بخار کے دائیں ٹانگ لنگڑی تھی۔ بدن کے بھاری تھے۔ منہ پر چیچک کے نشان تھے۔ گو بہت نمایاں نہیں تھے۔ پیشانی بلند۔ رنگ گندمی اور قد پانچ سوا پانچ فٹ کے قریب قریب تھا۔نہایت جہیر الصوت تھے۔کبھی کبھی صبح کی اذان دیتے تھے۔تو نہر کے پُل پر جو بٹالہ کے راستہ میں ساڑھے تین میل پر ہے ہم سنتے تھے۔نہ صرف جہیر الصوت بلکہ نہایت خوش آواز تھے۔ایک بڑا موٹا ڈنڈا (کھونڈ) ہاتھ میں رکھتے تھے اور جب سیڑھیوں سے اترتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ طوفان اور زلزلہ آ گیا ہے۔ٹھنڈے پانی اور کھٹی چیزوں کے عاشق تھے۔ برف کے بہت دلدادہ تھے۔گوشت بھُنا ہوا خشک بہت پسند کرتے تھے۔کتب بینی کا شوق کمال کو پہنچا ہوا تھا۔آپ کی عادات میں سے نفاست پسندی، حق گوئی، شجاعت نمایاں جوہر تھے۔تقریر وتحریر دونوں میں کمال درجہ کی فصاحت تھی۔ بامذاق اور نہایت نکتہ سنج اور نکتہ رس آدمی تھے۔منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی کا بیان ہے کہ حضرت مولوی صاحب کے حواس بہت تیز تھے۔ دور کے فاصلہ کی خوشبو یا بدبو فوراً ان پر اثر کرتی تھی۔ جوانی کی عمر میں بلّیوں سے بہت محبت رکھتے تھے۔کئی پالی ہوئی تھیں اور رات کو اپنے ساتھ لے کر سوتے تھے۔''

(رسالہ اصحاب احمد جلد اول نمبر 2 صفحہ 5 تا 6)

متبحر عالم

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب دہلویؓ مزید فرماتے ہیں:

''حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ قرآن شریف اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے اور اس کا اکثر حصہ آپ کو حفظ تھا۔ آپ کا قاعدہ عقل یا حدیث سے استنباط کرنے کا نہیں تھا بلکہ ہمیشہ قرآن شریف سے استنباط کرتے تھے۔ میں نے سب سے پہلے 1890ء یا 1891ء میں آپ کو دیکھا۔ اس زمانہ میں آپ بہت فصیح بلیغ اور پر جوش مقرر تھے۔ جو جو زبانیں آپ جانتے تھے یعنی اردو، انگریزی، پنجابی، فارسی، عربی۔ ان کو نہ صرف جانتے تھے ان سب کو دادِ فصاحت دیتے تھے۔ آپ کو عربی کتب کے مطالعہ کا شغف تھا۔ چنانچہ آپ کے پاس گاہے بگاہے نئی عربی مطبوعات کے پارسل قادیان آتے رہتے تھے۔ آپ اشعار کے اعلیٰ درجہ کے نقّاد تھے اور آپ کی مولویت علم و ادب کی مولویت تھی نہ کہ صرف ونحو، منطق و فلسفہ کی۔

آپ حسنِ کلام، حسنِ بیان، حسنِ صورت، حسنِ سیرت اور حسنِ اخلاق سب کے سب پرکھنے والے تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے مولوی صاحبؓ کو بخاری شریف بڑی ناز برداری سے پڑھائی۔ فرماتے تھے کہ حضرت مولوی صاحب خود بخاری پڑھتے تھے اور میں تکیہ لگا کر لیٹا رہتا تھا۔ اس طرح مجھے سنا کر اپنا شاگرد بنالیا۔''

(رسالہ اصحاب احمد، مؤلفہ ملک صلاح الدین، جلد اول، نمبر تین، 1955ء ص 14-15)

نماز میں دعا کرنا

حضرت صاحبزادہ افتخار احمد صاحب لدھیانویؓ یکے از احباب تین صد تیرہ خلف الرشید حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؓ بیان فرماتے ہیں:

''خدا کی مہربانی سے مجھے وہ وقت یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ ہم خدام بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ جب کہ حضور نے نماز کے اندر دعا کرنے کے متعلق تقریر فرمائی۔ جس کا

مطلب میری عبارت میں یہ ہے کہ یہ رسم پڑ گئی ہے کہ نماز کے اندر دعا نہیں کرتے۔ نماز کو بطور رسم و عادت جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں اور جب سلام پھیر چکتے ہیں تو لمبی لمبی دعائیں بڑی تضرع سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ نماز کے اندر دعا چاہیے۔ نماز خود دعا ہے۔ نماز اس لئے ہے کہ بندہ اُس میں اپنے رب سے دین و دنیا کے حسنات طلب کرے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو اپنی کوئی حاجت پیش نہ کی اور جب دربار سے رخصت ہوکر باہر آئے تو درخواست کرنی شروع کردی۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پنجگانہ کی جماعت کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تقریر سے پہلے برابر پانچ وقت کی جماعت کے بعد بالالتزام ہاتھ اُٹھا کر دعا کی جاتی تھی۔ امام نماز حضرت مولوی عبدالکریم صاحب، حضرت اقدس، سب مقتدی نماز فرض کا سلام پھیر کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔ مجھے اس طریق پر سب کامل کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا یاد ہے۔ کیونکہ میں بھی سب کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتا تھا۔ اس تمام تقریر میں حضرت اقدس نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ یا آئندہ ایسا نہ کیا کریں۔ لیکن حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے جس وقت حضور کی یہ تقریر سنی اس کے بعد نماز کے سلام کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی چھوڑ دی اور اس وقت سے یہی طریق جاری ہے۔

خدا کے فضل سے مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ حضور مسجد مبارک میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور ہم خدام حاضر تھے۔ حضور نے فرمایا کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا جس کے اثر سے آپ کو نسیان ہو گیا تھا یہ بات غلط ہے کیونکہ پھر احکامات شرعیہ کا اعتبار نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اذیقول الظالمون ان تتبعون الا رجلاً مسحوراً** (بنی اسرائیل:74) (ظالم کہتے ہیں کہ تم اُس آدمی کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے) اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ پر کبھی جادو ہوا تو اس وقت کے احکامات شرعیہ کا کیا اعتبار رہا۔ جادو اور نسیان کے مان لینے سے اس آیت کا استدلال صحیح نہیں رہتا۔ آپ پر کبھی جادو یا سحر نہیں ہوا''۔

(افتخار الحق یا انعامات خداوندی، ص494-495)

حضرت پیر صاحبؓ مزید بیان کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول مبارک تھا کہ نماز کے لئے مسجد مبارک میں اوّل وقت تشریف لایا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے لئے پوہ پھٹتے ہی تشریف لے آتے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلتے تو صبح صادق پھیلی ہوئی ہوتی اور آسمان پر تارے بھی چمکتے ہوتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام نماز تھے۔ آپ بھی اذان سنتے ہی مسجد مبارک میں تشریف لے آتے۔ حضرت حافظ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مؤذن تھے آنکھوں سے نابینا تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں پوہ پھٹنے کا اندازہ بعض پرندوں کی آوازوں، ہل چلانے والوں کے گزرنے، صبح کی ہوا اور بعض دیگر ذرائع سے لگالیا کرتا ہوں۔ جس دن حافظ صاحب کو اذان دینے میں دیر لگ جاتی اور صبح صادق ہوجاتی۔ تو حضرت اقدس حافظ صاحب کو اذان دینے کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اگر کبھی مقررہ امام کے آنے میں دیر لگ جائے تو مقتدی جلدی سے دوسرے کو امام نہ بنالیں۔ بلکہ انتظار کریں یا کسی کو بھیج کر امام کو بلائیں۔ امام کو نماز کے لئے بلانا مسنون ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے بعد حضرت خلیفہ اوّل پیش امام تھے۔ کبھی آپ کو آنے میں دیر لگ جاتی اور حضرت اقدس مسجد میں تشریف لے آتے تو بیٹھ کر انتظار فرماتے اور بلانے کے لئے ارشاد فرماتے یہاں تک کہ آپ تشریف لے آتے اور نماز پڑھاتے۔ اذان کے بعد امام کو اطلاع دینی اور انتظار کرنا چاہیے''۔ (افتخار الحق یا انعامات خداوندی، ص448)

نہاں ہو گئے ہم یار نہاں میں

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب بھیرویؓ نے آپ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش فرمایا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خدا کا رحم تم پر ہوا اور اس کا فضل تمہارے شامل حال ہو۔ جب سے امام کے دربار میں سے تمہارا وکیل چل بسا ہے میں نے بارہا چاہا کہ تمہیں ایک ہمدردی کا خط لکھوں۔ مگر سفر دہلی اور علالت طبع وغیرہ امور نے اس میں تاخیر ڈال دی اور آج مجھے توفیق ہوئی کہ میں اس کام کے واسطے قلم پکڑوں۔ آہ اگر نوحہ کرنا اور مرثیے پڑھنا کوئی مفید اور جائز بات ہوتی تو اس شہید

پر نوحہ کرتے اور مرثیے پڑھتے۔لیکن دردِ دل کے بے اختیار آنسوؤں کے سوائے کچھ بہانے کی اجازت نہیں۔سو آسمان کے بادل نے بھی بہائے اور زمین کے بادلوں نے بھی بہائے اور آخر سب صبر کر کے بیٹھ گئے۔کیونکہ صبر میں اجر ہے اور ہم خدا کے وعدوں پر ایمان لائے ہیں۔پیارے دوستو! پیارا عبدالکریم ہمارے واسطے تو جو کچھ تھا سو تھا۔مگر تمہارا تو وہ امام کے دربار میں ایک ہمدرد ایک وکیل ایک قائم مقام ایک ریپریزنٹیٹو (Representative) تھا۔اس کا ہونا صرف اس کے لئے نہ تھا بلکہ اس کے ہونے سے تم سب قادیان میں موجود تھے۔وہ تمہارا امام تھا۔تمہارا استاد تھا۔تمہارا دوست تھا۔تمہارا بھائی تھا۔تمہارا نامہ نگار تھا۔تمہارا مختار تھا۔تمہارا وکیل تھا۔پر غم نہ کھاؤ کہ وہ ایک اس سے بھی بڑے دربار میں گیا ہے اور وہ اس جگہ بھی تمہارے لئے خیر خواہی کی بات کرے گا اور فرشتوں کو بھی سفارش کر لیگا کہ تم پر صلوۃ اور سلام بھیجا کریں اور تمہیں قوت اور نصرت اور فتح دیں۔وہ جلد اس کو جا ملا جس کی خاطر اس نے دنیا کو لات ماری تھی۔وہ محبوب حقیقی کے راہ میں یک طرفہ انسان تھا۔خدا نے اس کو اپنی طرف بلا لیا۔وہ فنافی الرسول تھا اور فنافی اللّٰہ۔اس واسطے بقاباللّٰہ ہو گیا۔خدا کے مرسل کی محبت میں وہ ایسا محو ہوا کہ بس محو ہی گیا اور تم جانتے ہو کہ وہ کیوں ایسا جلد چلا گیا۔آؤ میں تمہیں اپنے دل کی بات بتلاؤں۔

وہ خدا جو آسمانوں کا مالک ہے اور جو اس زمین کا مالک ہے اور اس جیسی ہزاروں زمینوں اور سورجوں اور ستاروں کا مالک ہے اور خالق ہے۔اس نے اس زمانہ میں زمین کے چار کونوں میں سے ایک شخص کو چنا کہ اس سے خاص کلام کرے اور اس کو اپنا پیارا بنائے اور اس کو لوگوں کا ہادی اور امام بنائے۔پر دنیا نے اس کو نہ پہچانا اور اس پر اینٹ اور پتھر برسائے۔تب بعض نے اس کا ساتھ دیا اور اس کی ہمدردی کی۔ان میں سے ایک ہمارا پیارا دوست تھا جو اس کا غمخوار بنا پھر تابعدار بنا۔پھر عاشق زار بنا۔یہاں تک کہ اس کا رگ وریشہ اور گوشت اور پوست اس کے عشق سے بھر گیا۔تب اس کیواسطے ایک آخری آزمائش کا وقت آیا اور نصرت ایوب کی طرح اس کے بدن کو پکڑا گیا بلکہ اس کو چیرا گیا اور زخمی کیا گیا۔لیکن اس کے دل کا پیالا عشق کے ساتھ اور بھی بھرتا گیا یہاں تک کہ وہ لبالب بھر گیا اور گنجائش نہ رہی کہ اس میں اور قطرہ ڈالا جائے

تب حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے اسے اپنے وصال کی نعمت عطاء فرمائی اور وہ محبوب حقیقی کو جاملا۔ **اللّٰھم اغفرہ وارحمہ ولاتحرمنا اجرہٗ۔**

یہ تھا ہمارا پیارا عبدالکریم اس نے اپنی ترقی کی منزل کو طے کیا اور پھر ترقی پا گیا۔ خدا نے ایسا ہی چاہا اور بہت اچھا ہے جو اس نے چاہا کہ وہ ہمارا رب ہے خالق ہے، مالک ہے۔ ہم اس کے بندے ہیں اور اسی کے سہارے پر یہاں پڑے اور آخر سب اسی کی طرف رجوع کریں گے۔ وہ ہم سب پر رحم کرے۔ ہماری کمزوریوں کو دور کرے۔ ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلائے اور ہمیں ناصران دین میں سے بنائے اور مخالفوں پر ہم کو فتح دے آمین ثم آمین۔

عاجز، محمد صادق عفی اللّٰہ عنہ، قادیان 30/نومبر 1905ء

(اخبار بدر قادیان 29دسمبر 1905ء)

تاثرات حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ

حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ ابن حضرت حکیم میر حسام الدین صاحب سیالکوٹیؓ اپنے ایک مکتوب بنام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''اللّٰہ تعالیٰ کا منشاء پورا ہوگیا اور ہمارے لئے فیصلہ کیا گیا کہ ہم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے ذریعہ حضور مسیح موعودؑ کے دربار سے جو فیوض و برکات لینے کے لئے عادی ہیں۔ اس سے محروم کئے جائیں۔ عادت بھی ایک طبیعت ثانیہ ہوتی ہے اور طبیعت کا بدلنا اور عادات راسخہ کا چھوٹ جانا گو ناممکن تو نہیں مگر محال ضرور ہے۔ اب ہم کو ہمارے مخلص غمگسار کی بجائے کوئی ایسا مونس غمگسار ملنا چاہیئے جو ہماری اس کمی کو پورا کرے۔ ایسے نعم البدل کا ملنا ہم کو سر دست مشکل نظر آتا ہے۔ مگر اللّٰہ تعالیٰ کے آگے کیا مشکل ہے۔ **ان مع العسر یسراً فان مع العسر یسراً** ۔(الانشراح:6-7) حضور اقدس کی خدمت میں سوائے نہایت ہی ضروری امور کے عریضہ ارسال کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوقات گرامی کو مکدر کرتا ہے۔ معمولی خط و کتابت نہایت دور اُفتادہ حضوری سے معذور خادموں کے لئے ضروری ہے۔ اس خیر رسانی کا ذریعہ ہونا چاہیئے۔

مولوی صاحب مرحوم کی محبت اس خیر رسانی کا کافی ذریعہ تھی۔اصحاب بیرون جات خصوصاًلاہور سیالکوٹ کپورتھلہ ان کے مراسلہ جات سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے۔ہمارے پیارے ایڈیٹران اخبارحضور کے کلمات طیبات اور ملفوظات پاک کے اندراج سے حتّی الوسع دورافتادہ معذور بھائیوں کو بہت خوش رکھتے تھے۔مگر مولوی صاحب کی تحریرات کا رنگ نرالا تھااوران پرائیویٹ خطوط سے جوحضورمقدس کے الہامات اور دیگر خاص فقرات سے آراستہ ہوتے تھے۔دلوں پرایک عجیب اثر پڑتا تھا۔اب ہم لوگوں کی بالفعل کمی ہےتواس بات کی۔خیر جائے شکایت نہیں اللّٰہ تعالیٰ کی مرضی یوں ہی تھی اورسب خوشی اس کی رضا جوئی میں ہے۔اب بجائے اس کے کہ ہم مولوی صاحب مرحوم کے ذریعہ سے ترقی یاب ہوتے۔اب ان کے مخلص اورنہایت پیار کرنے والوں کو یہ فکرلگ رہی ہے کہ مولوی صاحب کوان کی لائف کے ذریعہ سے آئندہ آنے والی نسلوں اورموجودہ پبلک میں پیش کیا جائے اوران کے پاک حالات سےان کوفائدہ پہنچایا جائے اورایک یادگار قائم کی جاوے جس سے مرحوم کے یاد رہنے اور اس کی نیکیوں کو ہمیشہ تازہ رکھنے کا خیال رہے......۔

مرحوم کا دیرینہ رفیق خستہ حال میر حامد 22/اکتوبر 1905ءازسیالکوٹ

(الحکم قادیان 17 نومبر 1905ء)

آپ کے وصال کے دوسال بعد ایک موقعہ پر جب حضرت سید میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی قادیان تشریف لائے تو یادرفتگان کے نام سے حضرت مولوی صاحب کی یاد میں آپ نے ذیل کا مضمون لکھا:

''عالم آخرت کی طرف جانے والے کچھ ایسے گئے ہیں کہ پھراس عالم کی طرف واپس آنے کا کسی نے نام تک نہیں لیا۔ **انھم لا یرجعون** کا لاتبدیل قانون نافذ ہو چکا ہے کہ وہ پھرنہیں آئیں گے۔عزیزوں کو یقین ہے اورحق الیقین ہے کہ ان کی پیاری صورت پھروہ نہ دیکھیں گےاور یہ ایسا سفرہے کہ جس کی واپسی نہیں۔یہ ایسی غیبت ہے کہ جس کا شہود نہیں۔ رونے والے روتے ہیں اور جانے والے کے ماتم میں زارتالیاں کرتے ہیں مگراس کی طرف کی کشش کچھ ایسی غالب ہے کہ پس ماندگان کے

آہ وبکا اور دردانگیز بیانوں پر کچھ رحم نہیں کیا جاتا۔ جانے والے کی روح تڑپتی ہے کہ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے کچھ مہلت پائے۔ مگر **اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون** (الاعراف:35) کا حکم ایسا سخت ہے کہ نہیں ٹلتا پر نہیں ٹلتا۔ دیکھتے دیکھتے مرغ روح حصص عنصری سے پرواز کر جاتا ہے۔

یہ سب کچھ صحیح مگر پھر بھی یادرفتگان کا خیال کچھ ایسا جما ہے کہ کوئی گھر نہیں جو اس سے خالی ہو کوئی دردمند دل نہیں جو اس سے فارغ ہو۔ مختلف طبقوں میں مختلف موقعوں پر مختلف تعلقات کی وجہ سے مختلف ضرورتوں کے پیش آنے پر کسی گذرے ہوئے کی یاد آ کر دل پر غم کا ایسا اثر ڈالتی ہے کہ اس عالم کی سب خوشیوں کو فراموش کر دیتی اور سب عیشوں کو مکدّر بنا دیتی ہے۔ عین شادی کے موقعوں پر اداسی کا عالم چھا جاتا اور بشاش چہروں پر دردِ غم سے سرد آہیں بھرتے ہوئے آنسوؤں کا پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہر مجلس میں یادرفتگان کا کچھ ایسا دخل ہے کہ کسی نہ کسی پہلو سے غمزدوں کو اپنے پیاروں کا خیال جو مدت کے بچھڑے ہوئے وجود ہیں۔ ان کا ایسا تصور باندھ دیتا ہے کہ ان کی زندگی کے کارنامے آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور ان کی نفع رساں ومفید خدمات کا خیال ایسا غالب آتا ہے کہ دل بے اختیار ہو کر کچھ ایسے لذت سے بھرے ہوئے درد کا سماں دکھاتا ہے کہ اس قابل قدر، عزیز، محبّ مخلص کا تذکرہ پیارا معلوم ہوتا ہے۔

یادرفتگان اپنے اپنے رنگ میں کسی یاد آنے والے کے تعلقات کی وجہ سے نرالی ہوتی ہے۔ مگر ایک ہمدرد محبّ قوم کی خدمات جو وفادارنہ کارروائیوں سے اس کی زندگی کو مفید اور قابل قدر بنائے ہوئے ہیں۔ جو شان اپنے اندر رکھتی ہے وہ شان سب سے نرالی شان ہے۔

وہ مقدس انسان جو قومی اصلاح وفلاح کے لئے دنیا میں بھیجے جاتے ہیں ان کے پاک مشن کے اعوان وانصار کی زندگیاں ہی وہ زندگیاں ہیں کہ جو نسل انسانی کے واسطے آخر کار بابرکت اور مفید ثابت ہوتی ہیں۔ ان خدا کے برگزیدوں کو جو جماعت دی جاتی ہے وہ اپنی مخلصانہ خدمات کا وہ نمونہ دکھلاتی ہے کہ جس کا اثر انسانی نسلوں کے حق میں ہمیشہ کے لئے ان کی اصلاح وفلاح کو اعلیٰ عروج پر دکھلاتا ہے جن کے نقش پا سے گم گشتگان سلامتی کے

طریق کو پالیتے ہیں اور ہر قسم کے آئندہ آنے والے خطرات سے محفوظ ہو کر منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ رفتگان جو ایسے بابرکت نشان پیچھے چھوڑتے ہیں اور نہایت ہی خوش قسمت ہیں وہ پیچھے رہنے والے یادکنندگان جو ان اخلاص مند خادموں کے قدموں پر چل کر اپنی زندگیوں کو ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک وصاف رکھ کر مرضیات الٰہی کے تابع ہونے کی قوتیں اپنے اندر پیدا کرتے ہیں۔ ایسے پاک نفس رفتگان کی یاد ہی وہ یاد ہے جو یاد کرنے والے کو درگاہ الٰہی میں مستحق اجر وثواب بناتی ہے اور پاک مشن یا سلسلہ حقہ کے سردار کو سچی اور مستقل راحت ومسرت پہنچا کر اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا مندی کی لازوال دولت دلاتی ہے۔

اے سلسلہ احمدیہ کے مخلص جان نثارو! اس وقت جبکہ میں کچھ دنوں کی رخصت لے کر حضور مسیح موعود کے قدموں میں آ بیٹھا ہوں۔ مجھے اپنے اس عارضی قیام میں پچھلی صحبتوں کا خیال کر کے اس پاک سلسلہ کے ایک مخلص خادم کی یاد آئی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وفادار خادم سابقین اولین میں سے تھا اور عالم آخرت کی طرف جانے والے میں بھی سابق واول ہوا جس کا مرقد منور تم مقبرہ بہشتی میں دفن شدہ احمدیوں کی صف اول میں نمبر اول پر پاتے ہو۔ اے مولوی عبدالکریم کے غمگسار انیسو! جب تم دارالامان حضرت مسیح موعود کے قدموں میں بحصول زیارت حاضر ہوتے ہو اور تمہارے قدم بہشتی مقبرہ کی طرف ایک دردمندانہ یاد کو لئے ہوئے اٹھتے ہیں تا کہ تم اس مسیح کے پیارے اپنے یگانہ ممد مونس کی قبر پر فاتحہ پڑھو تو اس وقت ساتھ ہی اس کے ان مخلص خدمات کو جو مرحوم و مغفور نے کی اور وفاداری کے تعلق کے ساتھ اپنی زندگی میں رکھتا تھا یاد کر لیا کرو اور ایسے گداز کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تم کو بھی مخلصانہ رنگ مسیح کی خدمات کا عطا کرے۔ ہاں تم اپنے دوست عبدالکریم کی طرح جناب مسیح کے مقاصد پر جان و دل سے قربان ہونے کی توفیق مانگو۔ دیکھو وہ عاشقِ مسیح عزیز واقرباء اور وطن کو چھوڑ کر کس طرح اس کی خدمت میں فنا ہوا۔

ہاں اے دارالامان کے رہنے والے بزرگو! جن کی زندگیاں اطاعت الٰہی اور اطاعت امام میں وقف ہو چکی ہیں جب آپ عبدالکریم کے لئے دعا کا تحفہ تیار کر و یا مالی طور پر کوئی ثواب

پہنچانے کا ارادہ کروتو ساتھ ہی اس کے اس عاشقانہ جوش کا اندازہ کرلیا کرو جو اس پاک سلسلہ کی ترقی کے لئے رکھتا تھا۔ بیرونجات کے اصحاب اس کی تحریر سے امام برحق مسیح موعود کی جناب میں عشق و وفا کا سبق لیتے تھے اور دارالامان کے واردین و صادرین کو اس کی تقریریں امام پاک کے اغراض کا سچا اور یقینی علم پیدا کراتی تھیں اس کے پر جوش تہ دل سے نکلے ہوئے کلمات ایک خاص اثر سے احباب کے خاطر نشین ہوتے تھے وہ ہر ایک طالب کو جو امام موعودؑ کے دروازہ پر حاضر ہوتا تھا۔ امام کی جناب میں باریاب کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس کے چوبیس گھنٹہ ستۂ ضروریہ کے اوقات کے سوا بالکل بے نفسی کے ساتھ اس خدمت میں صرف ہوتے تھے۔ اس شغل کے سوا اس صدق و وفا کے پتلے کو اور کوئی شغل نہ تھا۔ واردین و صادرین کے حفظ مراتب کا وہ خوب ملکہ رکھتا تھا اور ہر ایک کی طبیعت کے موافق پیش آنا وہ خوب جانتا تھا۔ یہاں کے عملہ فعلہ متعلقہ لنگر خانہ مہمان خانہ اور انتظامات اندرون و بیرون کے باقاعدہ سرانجام کرانے کی اس کو خاص فکر رہتی تھی بڑے بڑے ابتلاء کے موقعوں پر اس کی دل جوئی خاص کام کرتی تھی جس عاشقانہ رنگ میں وہ خود رنگین تھا۔ وہ کوشش کرتا تھا کہ ہر ایک طالب اسی رنگ میں رنگین ہو جاوے۔ اس کے کامل اخلاص نے حضرت امام موعودؑ کے قلب پاک میں جگہ حاصل کرلی تھی۔ جب وہ مجلس میں بیٹھا تھا تو امام موعود کا تعلق خاطر خاص طور پر محسوس ہوتا تھا۔

اے دارالامان کے بزرگو! بیرونجات کے آنیوالے احباب بہت محتاج ہیں وہ آپ کے اخلاق و عادات سے جو امام پاک کی لمبی صحبت سے آپ نے حاصل کئے ہیں پورا حصہ لینا چاہتے ہیں۔ وہ حضور مسیح موعود کی تعلیمات کا وہ نمونہ سب سے اول آپ کی ذات ستودہ صفات میں ملاحظہ کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ان کے اہل وعیال آپکے پاک اہل وعیال کو نمونہ بنانا چاہتے ہیں تا کہ وہ پوری جرأت اور سچائی سے دارالامان کی دینداری کی مثال دے کر اپنے عزیزوں اور دوستوں کو شوق دلاویں ان کی اندرونی اور بیرونی اصلاحیں صرف آپ کے حسن اعمال پر منحصر ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ عبدالکریم مرحوم ان باتوں کا بہت اہتمام کراتے تھے اور اسی واسطے خدا نے ان کو لیڈر قوم کا خطاب دیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس آسمانی سلسلہ کی ترقی کا مدار کسی خاص انسان پر نہیں وہ قادر مطلق خدا جس نے احمدؐ

کے غلام کو مسیح موعودؑ بنایا ہے وہ خود اس کا ہر حال میں ناصر و معین ہے۔عبدالکریم کو اپنے پاس بلا لینے سے اس نے ان نادان مخالفوں کو جو خیال کرتے تھے کہ اس سلسلہ کی شہرت دینے والا وہی ایک شخص ہے۔دکھلایا ہے کہ اپنے بندہ کی تائید میں خاص اسی کی قدرت کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔گو ہم مولوی عبدالکریم کی قابل قدر خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور امام موعود علیہ السلام بھی اس کی وفادارانہ زندگی کے زمانہ کو اکثر یاد کرتے ہیں مگر ساتھ ہی اس پاک سلسلہ کے مخالفوں نے دیکھ لیا ہے کہ ایک عبدالکریم کو اپنی جوار رحمت میں شامل کر کے مخالفوں کی جماعت میں کیسے کیسے زبردست نشان دکھلائے ہیں اور اس مرحوم کے وصال کے بعد اس پاک سلسلہ کے ہر ایک صیغہ میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔خدا کی وہ نصرتیں شامل حال ہوتی ہیں کہ امصار و دیار سے لوگ آ آ کر سلسلہ بیعت میں داخل ہو رہے ہیں۔نشانات پر نشانات ظاہر ہوتے ہیں مخالفین ہر پہلو میں پست ہوتے جاتے ہیں ذلّت اور موت نصیب اعداء ہو رہی ہے وہ اپنے مقاصد میں ناکامیاب ہوتے جاتے ہیں خدا کے غضب کی آگ ان کو کھائے جارہی ہے۔ادھر ہر طرف سے انصار و اعوان کا ہجوم ہے اور ہر طرح کی نصرتوں کی دھوم ہے مگر مرحوم عبدالکریم کی یاد تقاضا کرتی ہے کہ اس کے کبھی نہ فرو ہونے والے جوش کا نمونہ ہر ایک فرد سلسلہ میں ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہزاروں عبدالکریم ہم میں پیدا کرے۔

خدا کی شان ہم ہر آن میں دیکھنا چاہتے ہیں وہ جوش محبت جو اس مرحوم مرید میں تھا۔وہ جوش ہاں غیرت کا بھرا ہوا جوش مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسند آتا تھا اور اس لئے وہ مرحوم کر پیار کرتے تھے۔جس مرید میں وہ مخلصانہ جوش ہے اس کو مبارک ہو کہ وہ مسیح کا پیارا ہے جس میں وہ جوش نہیں اس کا فرض ہے کہ وہ ہمت کرے اور وہ جوش پیدا کرے۔دین کے واسطے غیرت عملی رنگ میں ظاہر ہونی چاہیئے۔بجا آوری فرائض کا جوش ہر ایک فرد سلسلہ میں خواہ وہ ذکور میں سے ہو یا اِناث میں سے۔چھوٹا ہو یا بڑا دارالامان میں ہو یا قادیان سے باہر اپنے گھر میں ہر مکان میں ہر زمان میں خاص طور پر نظر آنا چاہیئے۔میں سچ کہتا ہوں جو ایسا ہے وہی مسیح کا پیارا ہے عبدالکریم مرحوم کی زندگی اس کے پیارے احباب کو خوش کرتی تھی اب اگر وہی جوش ان میں پیدا ہو جاوے تو پھر اس کی یاد مرگ بھی ان کی اس خوشی کو ترقی

دینے والی اور خود مرحوم کو خوش کرنیوالی اور خدا اور اس کے مسیح موعود کی خوشنودی کا باعث ہوگی وہ سنگِ مزار جو مرحوم کے سرہانے کھڑا ہے۔اس کو دیکھو خود حضور مقدس مسیح موعودؑ نے جو اشعار اس پر کندہ کرائے ہیں ان کو بغور پڑھو وہ اس مرحوم مخلص دوست کے صدق و اخلاص کے گواہ ہیں ۔اس کی خدمات کا اعتراف کس رنگ میں خود مسیح موعود نے کیا ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو مسیح موعود کا تتبع کرتا ہے۔ اے دوستان مخلص یہ عاجز آپ کی خدمت میں اپنے پیارے رفیق عبدالکریم کی یاد کو اس تحریر کے ذریعہ تازہ کرتا ہے......عبدالکریم کے مخلصانہ صفات کا رنگ حاصل کر کے آؤ سب مل کر ہم اس مرحوم کی روح کو خوش کریں اور اس کی صفات کا ذکر کر کے نزول رحمت کا موجب بنیں۔

خاکسار میر حامد شاہ سیالکوٹی حال مقیم قادیان

(اخبار بدر قادیان ستمبر 1907ء)

تاثرات حضرت میاں اللہ دتہ صاحبؓ

آپ کے والد کا نام میاں فخرالدین تھا اور راجپوت ورک تھے۔ حضرت منشی محمد اسماعیل سیالکوٹی (جن کا ذکر ابتدائی صفحات میں گزر چکا ہے) کے سگے بھائی اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔آپ نے 1894ء میں بیعت کی۔آپ بیان کرتے ہیں:

''میرے بڑے بھائی منشی محمد اسماعیل سیالکوٹی مہاجر قادیان مجھ سے ناراض رہتے تھے۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اس ناچاقی کا ذکر حضرت صاحب سے کر دیا۔حضور نے منشی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ آپ اپنے بھائی سے کیوں ناراض رہتے ہیں؟ انہوں نے کہا حضور وہ آوارہ ہے اور شراب پیتا ہے۔حضرت صاحب نے فرمایا اپنے آوارہ بھائی کو سمجھانا چاہئے نہ کہ قطع تعلق کرنا چاہئے۔میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی بھائی شارع عام میں گرا ہوا مل جائے تو میں اسے کندھوں پر اٹھا کر گھر لانے کیلئے تیار ہوں۔ پھر پہلے اس کی خاطر تواضع کروں گا۔نہلا دھلا کر اسے نصیحت کروں گا اور اس کیلئے دعا کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا۔یہ طریق ہے اپنے بھائیوں سے برتاؤ کا نہ کہ قطع تعلق کرنا۔اس پر میرے بھائی میرے پاس آئے اور مجھ سے صلح کی۔حضرت صاحب

یہاں (سیالکوٹ) تشریف لائے تھے تو مولوی عبدالکریم صاحب نے حضور کی اور تمام سیالکوٹ کی جماعت کی دعوت کی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ حضور کیلئے کوئلوں پر سینکی ہوئی روٹی لائی گئی تھی۔ہم لوگ کھانا کھلانے پر مامور تھے۔

حضرت مولوی صاحب کی آخری خواہش

مولوی صاحب جب آخری بیماری میں بیمار ہوئے تو میں ان کے سرہانے کھڑا تھا۔ڈاکٹر موجود تھے اوران کے بائیں بازو کو چیرا دینا چاہتے تھے۔مولوی صاحب نے کہا کہ جب تک حضرت صاحب نہ آجائیں چیرا ہرگز نہ دینا۔پھر حضرت صاحب تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ مولوی صاحب کیا حال ہے۔عرض کیا اللہ کا احسان ہے۔مگر ذرا اپنا ہاتھ مبارک دیں اور میرے سینہ پر رکھیں۔ پھر کہا کہ دیکھئے حضرت جی میرا سینہ کیسا سرد ہے۔بس میری تمنا اللہ تعالیٰ نے پوری کردی ہے۔ میں یہی چاہتا تھا کہ میرا خاتمہ بالخیر ہو اور حضور کے قدموں کے نیچے ہو۔حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب اللہ سے آخری سانس تک ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ بہت تسلی دی۔ دوسرے دن مولوی صاحب فوت ہو گئے۔ (رجسٹر روایات نمبر 10 ص 138-139)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ آقا اور غلام کی یہ پُر درد، رقت آمیز، روح پرور، عدیم المثال، عجیب الشان اور عظیم الشان ملاقات 10 ؍اکتوبر 1905ء کو ہوئی اور اگلے روز حضرت مولوی صاحبؓ کا وصال ہو گیا۔ ع

راضی ہیں اسی میں جس میں تیری رضا ہو

تاثرات حضرت منشی احمد دین صاحب سیالکوٹ

آپ نے 1896 میں حضرت اقدسؑ کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔آپ بیان کرتے ہیں:

''حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ہمارے رشتہ دار تھے۔وہ یہاں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے اور درس کے دوران میں ہی ہم احمدی ہو گئے۔ بیعت پہلے بذریعہ خط کی۔ پھر قادیان گئے۔'' (رجسٹر روایات نمبر 10 ص 176)

تاثرات حضرت چودھری عبداللہ خان صاحب آف داتا زید کا ضلع سیالکوٹ

آپ نے 1902ء میں سیدنا حضرت اقدسؑ کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔آپ بیان کرتے ہیں:

میں 1893 میں سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب وہاں قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔حضرت چوہدری نصراللہ خان صاحب کے ساتھ میں بھی ان کا درس سننے کیلئے جایا کرتا تھا۔گو مجھے سمجھ نہیں تھی۔مگر چونکہ حضرت مولوی صاحب خوش الحان تھے اس لئے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔مولوی صاحب توفّی کے لفظ پر بہت زور دیا کرتے تھے۔میں نے چوہدری صاحب سے گھر آکر پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ مولوی صاحب نماز روزہ کی تاکید کی بجائے توفّی پر بہت زور دیتے ہیں۔انہوں نے اس کی وجہ بتلائی۔ (رجسٹر روایات نمبر10 ص270)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ لفظ توفّی پر زور دینے کی وجہ سب پر عیاں ہے کہ اس سے وفات مسیح ناصری ثابت ہوتی ہے اور اسلام کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔جبھی تو حضور نے اس لفظ کے لئے بیس ہزار روپے کا چیلنج بھی دیا تھا جو آج تک قائم ہے کہ لفظ توفّی ہو اور خدا تعالیٰ یا اس کے ملائکۃ اللہ فاعل ہوں اور ذی روح مفعول ہو تو اس کے معنی سوائے قبض روح یعنی موت اور نیند کے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔جس کی وضاحت قرآن کریم کی تیس آیات سے بھی ہوتی ہے۔مزید تفصیل کیلئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ازالہ اوہام کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

تاثرات حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ مجاہد ماریشس

1۔

جمعہ کی نماز مسجد اقصیٰ میں ہوا کرتی تھی اور پرانا محراب ہی اس وقت محراب تھا اور مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ اس وقت امام ہوا کرتے تھے اور وہی جمعہ پڑھایا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام عین امام کے پیچھے صف اول میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ایک دفعہ حضور امام سے پہلے آگئے اور دو جگہوں کے لئے حضورؑ کے دائیں بائیں بڑا سخت مقابلہ ہوا کرا تھا۔حتیٰ کہ لوگ دس بجے صبح سے جگہ کو پُر کر دیا

کرتے تھے اور میرے پاس ایک حمائل ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ میں ان دونوں جگہوں میں سے ایک پر موجود تھا۔حضورؑ نے مجھ سے میری حمائل لے کر سورۃ کہف پڑھنی شروع کردی۔ دو ایک رکوع ہی پڑھے ہوں گے پھر امام آ گیا اور خطبہ شروع ہو گیا۔

2۔

مولوی عبدالکریم صاحب اکثر دفعہ جو آیات خطبہ جمعہ میں پڑھنا چاہتے تھے۔ وہ مجھے (کہہ کر) سے قرآن سے نکلوایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب مذکور نے حضور مسیح موعود کے سامنے **کیف تکفرون و انتم تتلیٰ علیکم آیات اللّٰہ و فیکم رسولهٗ** (آل عمران:102) اور **رسولهٗ** پڑھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔

3۔

ایک دفعہ مولوی عبدالکریم صاحب خطبۂ جمعہ میں **لُعِنَ الذین کفروا من بنی اسرائیل علیٰ لِسان داود و عیسیٰ بن مریم** (المائدہ:79) پڑھ رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی موجود تھے حضور کو الہام ہوا کہ یہ لعنت ابھی وزیر آباد پر پڑی ہے۔ چنانچہ وزیر آباد کے دولتمند احمدی پیغامیوں کے ساتھ جا ملے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 روایات صوفی غلام محمد مبلغ ماریشس، ص 289-290)

4۔

جب مولوی عبدالکریم صاحب (سیالکوٹی) رضی اللّٰہ عنہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے بہت افسوس کیا اور اس قدر غم کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو الہام میں فرمایا۔ **یاایھا الناس اعبدوا ربکم**۔ اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔

5۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللّٰہ عنہ کا جنازہ مطب مولوی نورالدین صاحب کے

مشرقی ڈھاب کے ملحقہ زمین (پر) پڑھا گیا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پڑھایا تھا اور اس وقت کچھ بوندا باندی قطرات آسمان سے موٹی موٹی بوندیں پڑتی تھیں۔گویا آسمان وزمین بھی رو پڑے۔**فما بکت علیهم السماء والارض** (الدخان:30) کے الٹ نظارہ تھا۔

-6

حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللّٰہ عنہ کی صاحبزادی امامہ مری تھی اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے مکان میں اس کا جنازہ پڑھا گیا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحب سے فرمایا۔چونکہ آپ کی بیٹی ہے۔آپ جنازہ پڑھائیں۔چنانچہ مولوی صاحب کی امامت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جنازہ پڑھا۔
مسجد مبارک کے تین کمرے تھے۔پہلا کمرہ امام الصلوٰۃ کا حجرہ تھا۔جس کی دائیں طرف کی کھڑکی نیچے کی گلی (میں) کھلتی تھی۔وہاں امام کھڑا ہوا کرتا تھا۔جب میں پہلے پہل آیا۔ان ایام میں مولوی نورالدین صاحب،نواب محمد علی خان صاحب کو قرآن کا ترجمہ پڑھانے کے لئے بحکم مسیح موعود علیہ السلام مالیرکوٹلہ گئے ہوئے تھے اور مولوی عبدالکریم صاحب ابھی سیالکوٹ سے مستقل طور پر نہیں آئے تھے۔1895ء کی بات ہے۔اس وقت پیر سراج الحق صاحب امام الصلوٰۃ ہوا کرتے تھے۔میرے سامنے مولوی نورالدین صاحب مالیرکوٹلہ سے تشریف لائے۔قرآن شریف گلے میں حمائل کیا ہوا تھا پھر وہ امام ہوتے تھے اور جب مولوی عبدالکریم صاحب مستقل طور پر قادیان آگئے تو وہ امام ہوا کرتے تھے۔حضور ان دنوں میں دوسرے کمرے کی صف اول میں سب سے دائیں طرف پہلے مقتدی ہوا کرتے تھے۔

-7

بیت الفکر سے جو کھڑکی بیت الذکر میں کھلتی ہے۔اس کھڑکی سے آپ مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے اور کھڑکی کے ساتھ ہی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔میں

نے کئی دفعہ حضورؑ کے مل کر نماز پڑھی ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 روایات صوفی غلام محمد مبلغ ماریشس، ص 297-298)

خوش الحانی

یہ 1905ء کا لاہور کا واقعہ ہے۔ حضرت مولوی محمد جی روایت کرتے ہیں

''دوران مقدمہ (گورداسپور) حضور لاہور گئے۔ وہاں آپ بابو چراغ دین، معراج دین صاحب کے مکانوں میں نزول فرما ہوئے۔ ملاں لوگ اپنے چیلوں کو بھیجتے وہ سڑکوں پر کھڑے ہو کر گالیاں دیتے۔ صبح کے وقت مولوی عبدالکریم صاحبؓ لیکچر پڑھنے سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت اقدسؑ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے لوگوں نے شور کرنا شروع کیا۔ ایک آریہ جو میرے پاس سٹیج پر تھا۔ کہنے لگا مسلمان بھائیو آپ نہیں سنتے تو ہمیں سننے دو۔ لیکن لوگ خاموش نہ ہوئے۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا حضور میں چپ کروا دیتا ہوں۔ پھر مولوی صاحب نے خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ لوگ خاموش ہو گئے۔'' (رجسٹر روایات نمبر 8 ص 143)

آپ کیلئے خاص شفقت

''ایک دن حضور علیہ السلام مسجد مبارک میں خدام کے درمیان تشریف فرماتے تھے اور ڈاکٹر مرزا محمد یعقوب صاحب نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے لئے ایک دوائی بتلائی۔ جو لاہور سے پندرہ روپے قیمت پر آئی تھی۔ حضور علیہ السلام اندر کو تشریف لے گئے اور پندرہ روپے قیمت دوائی۔ علاوہ آمد و رفت لاہور کا کرایا بھی ایک آدمی کا دیا۔ حضور علیہ السلام کے اندر تشریف لے جانے اور پھر باہر تشریف لانے میں کوئی دوست کھڑا نہیں ہوا تھا۔'' (رجسٹر روایات نمبر 8 روایت نمبر 51 ص 70)

آپ کا علمی مرتبہ

حضرت محمد حسین احمدیؓ از میاں میر چھاؤنی ایک مضمون بعنوان کشف الحجاب میں حضرت مولوی صاحب کی بابت رقمطراز ہیں:۔

''جناب مخدوم الملۃ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے بعد شیعہ مذہب کی نسبت کچھ لکھنا تو گویا سورج کو چراغ دکھلانا ہے۔ یہ اسی پاک مرد (رضی اللّٰہ عنہ) کا کام تھا جو اس جدوجہد میں لگا تھا کہ اس غلط کار فریب خوردہ قوم کے آگے جو دھوکے کی موٹی دیوار کھینچی گئی ہے ڈھ جائے۔ مولوی صاحب رضی اللّٰہ عنہ کی کتاب ''خلافت راشدہ'' اور ''ایک شیعہ کے نام خط'' جو الحکم نمبر 22 جلد میں چھپا ہے جس نے پڑھا ہو گا وہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ شیعہ مذہب کہاں تک تنزل کے تنگ وتاریک گڑھے میں ہے۔'' (الحکم قادیان 10 جون 1906ء ص4)

تاثرات حضرت گلاب خاں صاحب سیالکوٹیؓ

حضرت گلاب خاں صاحب پنشنر شہر سیالکوٹی بیان کرتے ہیں:

میں نے 1892ء میں بذریعہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیعت کی تھی۔ جس کو اب پنتالیس چھیالیس سال کا عرصہ ہونے کو ہے اور نیز میرا نام منارۃ المسیح پر بھی کندہ ہے......۔

تیسری بات ......اس وقت یا اس سال کی ہے جس سال آپ کی کتاب ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' چھپ رہی تھی۔ اصل بات یہ ہے۔ سب احباب جو اس جلسہ پر آئے ہوئے تھے اس کچے مہمان خانہ میں جو برلب ڈیک بنا ہوا تھا کھانا کھانے کی خاطر جمع ہوئے۔ دوپہر کا کھانا تھا۔ مہمان کوئی دو اڑھائی سو ہوں گے۔ چنانچہ کھانا دسترخوان پر سب کے آگے رکھا تھا۔ اتفاق سے میں بالکل حضرت اقدس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ابھی کھانا احباب نے شروع نہیں کیا تھا کہ اتنے میں مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اگر اس وقت محمود کی آمین بھی تیار ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ کوئی کھانا نہ کھائے میں ابھی محمود کی آمین بنا کر لاتا ہوں۔ چنانچہ حضرت اقدس اندر تشریف لے گئے اور نہایت ہی قلیل عرصہ میں محمود کی آمین بنا کر لے آئے۔ ابھی کھانا بھی ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ کھانا کھانے سے پیشتر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے وہ کلام لوگوں کو سنا دیا۔ آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ اتنے

قلیل عرصے میں ایسا فصیح و بلیغ کلام سوائے اللہ تعالیٰ کی تائید کے کونسا انسان تیار کر سکتا ہے۔اس کے بعد لوگوں نے کھانا کھایا۔ (رجسٹر روایات صحابہ جلد اول،ص 133-135)

تاثرات حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الکبیر

''حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے سخت بیزار ہوتے جو اپنے قلب میں یاس محسوس کرتے یا دعاؤں کے متعلق یہ وہم کرتے کہ کہاں قبول ہوگی۔ اس قسم کے خیالات کے متعلق وہ فرمایا کرتے۔ بڑی بدبختی ہے کہ ایک شخص دعا کرتا ہے اور اندر ہی اندر کوئی اسے کہتا ہے۔

''کہ کہاں قبول ہوگی۔''

تیرے ایسے بخت کہاں؟ کہ خدا اسے سنے یہی استبعاد ہے۔ جو اس راہ کا رہزن غول اور یہی مغوی ہے۔ جو آخر کار دہریت کے بے آب و گیاہ بیابان میں سرگردان کر دیتا ہے۔''یعنی دعاؤں کی قبولیت کے متعلق جب انسان خدا تعالیٰ پر بدظنی کرتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کا انجام دہریت ہو جاتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے منکر ہو جاتا ہے۔ وہ فرمایا کرتے کہ شرطی ایمان والے ہمیشہ ٹھوکر کھاتے ہیں اور ایسے لوگوں سے آپ کو بے حد نفرت تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اپنا ایک واقعہ دہراتے کہ مجھے یاد ہے کہ کشمیر میں ایک شخص قانونگو رئیس کے ڈیرہ پر میں اور میرے مخدوم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔اس کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ تپ سے بیمار تھا۔ بڑے جوش سے اس نے مولوی صاحب سے کہا کہ اگر یہ میرا بیٹا مر گیا۔تو میں خدا کو کبھی نہیں مانوں گا۔ میں نے بحمد اللہ اس گھڑی سے پھر اس کا پانی تک نہ پیا۔ بدقسمت تھوڑے دنوں کے بعد خود ہی لقمہ نہنگ اجل ہو گیا اور بیٹا اب تک (یہ 1899ء کی بات ہے عرفانی) زندہ ہے۔''

حضرت مخدوم الملت کے قلب میں خدا تعالیٰ کی محبت عظمت اور پھر اس کے لئے غیرت کا اندازہ کرلو۔ یہ شخص ریاست جموں وکشمیر میں صاحب اثر اور مقرر اللسان تھا اور لوگ اس کے پاس جانا باعث عزت سمجھتے تھے مگر حضرت صافی کی غیرت نے اجازت نہ دی کہ ایسے شخص کے قریب بھی جائیں۔ جو خدا تعالیٰ کی وراء الوراء قدرتوں اور قوتوں کا

منکر اور رضا پر ایمان کو اپنی اغراض سے وابستہ کرنا چاہتا ہے۔ ان کی زندگی میں یہ ایک ہی واقعہ نہیں۔ بلکہ انہیں ہر اس شخص سے نفرت ہوتی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم اور بالآخر حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق کسی بھی قسم کی بے اعتنائی اور ہتک کا ارتکاب کرے۔ میر عباس علی صاحب کا واقعہ مشہور ہے۔ جماعت کا ہر فرد اب جانتا ہے کہ میر عباس علی صاحب ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اظہار عقیدت کیا اور براہین احمدیہ کی اشاعت میں پوری سرگرمی اور اخلاص سے حصہ لیا۔ لیکن کسی مخفی شامتِ اعمال اور پنہانی معصیت نے بالآخر انہیں رد کر دیا۔

جالندھر کے مقام پر میر عباس علی صاحب موجود تھے اور وہ حضرت اقدسؑ پر کچھ اعتراضات کر رہے تھے۔ حضرت مخدوم الملت بھی وہاں موجود تھے۔ میر صاحب کا لہجہ درشت ہوتا جاتا تھا اور حضرت بالمقابل اسی قدر نرمی اور شفقت کا اظہار کرتے جاتے تھے۔ حضرت مخدوم الملت فرماتے تھے کہ میرے قلب پر اس کا ایسا اثر ہو رہا تھا کہ میں آپے سے باہر ہوا جاتا تھا کہ خدا کا برگزیدہ رسول گو یا منت اور لجاجت سے سمجھا رہا ہے۔ محض اس لئے کہ اسے ٹھوکر نہ لگے۔ مگر وہ اسے قدر شوخی اور بے باکی میں بڑھتا جاتا تھا۔ آخر مولانا فرماتے ہیں کہ مجھ سے صبر نہ ہوسکا اور میں باجود اپنی معذوریوں کے اور باوجود اس عظمت اور رعب کے جو میرے قلب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ ایک حملہ آور کی حیثیت سے میر عباس علی پر لپکا اور میرے مونہہ سے ایسے الفاظ نکلے جو عام بول چال ہیں اور اس مجلس میں نہیں نکلنے چاہئے تھے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کیا وہ محض غیرت کے جوش میں اور جذبہ سے کیا۔ میں حضرت حجۃ اللہ علی الارض کی شان میں اس قسم کی گستاخی دیکھ ہی نہ سکتا تھا اور میرے کان اس قسم کی آواز کو برداشت نہیں کر سکتے تھے جو میر عباس علی کے مونہہ سے نکلی تھی۔ اس لئے میں لپکا اور سے گلے سے پکڑ لیا۔ مگر وہ کسی طرح چھڑا کر بھاگا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی تمام اندرونی غلاظت کو دور کر دیا۔

بظاہر ایک شخص کہے گا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر

صحابی حضرت کی موجودگی میں اس طرح ایک مخالف الرائے شخص پر حملہ کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کی غیرت ایمانی کا مظاہرہ تھا۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس وقت حسن اخلاق کا نمونہ دکھایا یا شان نبوت کا وہی تقاضا تھا لیکن حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے جو طریق اختیار کیا ان کی غیرت ایمانی اس کی مقتضی تھی۔اس رنگ کا پیدا ہونا بھی ہر مومن کے اندر ضروری ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ جب تک یہ حقیقت ایمانی نہ پیدا ہوا ایمان ایک قسم کے خطرہ میں ہے۔(الحکم قادیان 7/ اکتوبر 1934ء)

آپ کا انداز مزاح

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نور اللّٰہ مرقدہ نے اردو، فارسی،عربی اور پنجابی میں کبھی کبھار شاعری بھی کی ہے اور آپ کو ادب وشاعری سے خاصا لگاؤ تھا۔ بارہا مواقع پر، دوست احباب کے ساتھ ادبیہ اور طربیہ مجالس کا رنگ بھی پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ سیالکوٹ کی آپ کی ابتدائی زندگی میں کبھی کبھار اس قسم کے مشاغل بھی ہو جایا کرتے تھے۔آپ کے ادبی مذاق کی ایک جھلک آپ کے ایک ہم مکتب نے بیان کی:

’’ناپائیدار دنیا کو یہ شعر عرفی مرحوم کا سنا کر بعالم آخرت پرواز کیا ۔

مشتاب اے غم دنیا کہ بکردم پرسی
بکن از دور دواعم کہ شتابان رفتم

مولوی صاحب جوان عمر تھے اور سیالکوٹ کشمیری محلّہ میں آپ کا مکان بالمقابل مکان راقم کے تھا۔عہد طفولیت میں ہی عجیب قسم کے ذہین تھے۔محلّہ کے لڑکوں میں کبھی کھیل کود میں شامل نہیں ہوئے۔ پہلے مرحوم سرسیّد کی ’’تہذیب الاخلاق‘‘ کے گرویدہ بنے رہے۔ پھر مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو کر ایسے معتقد اور فنافی البیعت ہوئے کہ وطن سے ہجرت کر کے وہاں ہی سکونت اختیار کر لی اور آخر مرزا صاحب کے قدموں میں ہی جان قربان کر دی۔ ان کی زندگی لہو ولعب سے برکنار رہی۔مجلس کے مشتاق تھے۔ابتدا میں شعروسخن کا شوق رہا۔ جب آپ نے پہلے پہل لاہور کو دیکھا تو لاہور کی تعریف میں ایک دلکش نظم فارسی کی لکھی۔جس میں علاوہ اور صفتوں کے یہ بھی ثابت کیا

گیا کہ لاہور کا نام دو زبان سے مرکب ہے لا بزبان عربی۔ ھـو ر بزبان پنجابی۔ یعنی ایسا اور نہیں ہے اس نظم کا اس وقت صرف ایک شعر راقم کو یاد ہے۔

ماہر　دیان　بلد　لاہور

دل　صافی　ربدہ　اند　بجور

صافی آپ کا تخلص تھا۔ آپ کی ایک غزل فارسی کی راقم کے پاس ہے جو آئندہ پرچہ میں شائع ہوگی۔ ایک دفعہ سیالکوٹ میں چند احباب کا مجمع تھا اور اس شعر کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

بھلا　کیونکر　کوئی　تجھ　سے　کریلے

کدوں　کی　دوستی　اک　پل　میں　توری

کریلے، کدو، توری سبزیات کا نام لے کر شاعر نے مضمون باندھا ہے۔ مولوی صاحب مرحوم نے بھی ایک شعر سنایا (یہ معلوم نہیں کہ ان کا اپنا شعر ہے یا کسی اور شاعر کا)۔

صاف سینا دیکھ کر درزن کو میں نے سینا دیا

کچھ تو سینے وہ لگی اور کچھ تو میں سینے لگا

راقم کو بھی ایک شعر مولوی سراج الدین احمد ایڈیٹر اخبار زمیندار کا (انکے والد مرحوم کی زبان سے جو راقم کے مہربان تھے سنا تھا) یاد تھا جس کو سن کر مولوی صاحب بہت ہی محظوظ ہوئے اور بار بار پڑتے تھے اور داد دیتے تھے۔ شعر مذکور یہ ہے:

ہوا　کم　خواب　ہونا　اپنا　خاصہ

فراق　یار　میں　نینوں　کو　ململ

کمخواب، خاصہ، نینوں، ململ کو کس طرح جدائی کے پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے۔ اکثر موسم گرما میں پچھلے پہر رات کے وقت جب آپ اپنی کوٹھی پر اس مشہور قصیدہ کو (مرحبا سیّد مکی مدنی العربی) اپنے شوق میں پڑھتے تھے تو محلّہ والے لوگ تاثیر آواز سے جو جادو سے کم نہ تھی چونک جاتے تھے۔ ایک دفعہ اس شعر پر

شب　معراج　عروج　نور　افلاک　گذشت

بمقامیکہ　رسیدی　نرسدا　ہیچ　بنی

میرا ایک مہمان وجد کی حالت میں بیخود ہوگیا آپ کی خوش الحانی و جادو بیانی یاد کر کر بے اختیار دل سے یہ شعر نکل جاتا ہے۔

آنا نکہ بصد زبان سخن گفتندے
آیا چہ چنید مد کہ کاموش شدند

مولوی صاحب جس وقت سیالکوٹ کے مہاراجہ والے بازار کے چوک میں بآواز بلند قرآن شریف پڑھ کر وعظ کرتے تھے۔ عام ہندو مسلمان عیسائی جمع ہو ہو جاتے اور شوق سے سنتے تھے۔ قرآن شریف کے عاشق و دلدادہ تھے۔ افسوس کہ ضعیف العمر والدین کے اکلوتے فرزند تھے...... مرزا صاحب اور جماعت احمدی کو ان کی دائمی جدائی کا سخت صدمہ پہنچا ہے اور ان کے دوستوں اور عام مسلمانوں کو عموماً سخت قلق ہے۔ مرزا صاحب کی طرف سے ہر چند دوا اور دعا کی گئی۔ مگر مقدر مبدل نہیں ہوسکتا۔

چون مبدل شد اعتدال مزاج
نہ عزیمت اثر کند نہ علاج

زمانہ کئی انقلاب دیکھنے کے بعد کبھی جا کے اس دل و دماغ کا دوسرا پیدا کریگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ چمن یوں ہی رہیگا اور ہزاروں جانور اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے۔ خداوند تعالیٰ مرحوم کو مغفرت کرے اور اس کے متعلقین کو صبر جمیل بخشے''

راقم لدھیا خاں از گھڑتل ضلع سیالکوٹ (الحکم قادیان 10؍اکتوبر 1906ء)

تاثرات مکرم مرزا احسن بیگ صاحب

آپ مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین صاحبان کے بھانجے اور مرزا اعظم بیگ صاحب لاہور کے پوتے تھے آپ بیان کرتے ہیں:

''شام کو مغرب کی نماز کے بعد حضور علیہ السلام شہ نشین پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب جو ہمیشہ امامت کرایا کرتے تھے، حضور علیہ السلام کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ مگر حضرت مولوی نورالدین صاحب (نوراللہ مرقدہ) کہیں بہت پیچھے ہوتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام انہیں طلب فرماتے، تو اُٹھ کر آجاتے، اور

نہایت ادب سے بیٹھ جاتے۔مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کا سر ہمیشہ سیدھا ہوتا تھا۔لیکن حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللّٰہ عنہ کا ہمیشہ نیچے سینے پر۔حضرت مولوی صاحب کبھی خود نہیں بولے۔بلکہ پوچھا جاتا تھا۔صرف اسی کا ہی جواب دیتے تھے۔'' (الفضل قادیان 17؍دسمبر 1943ء ص3)

''نماز ختم ہوتے ہی لوگ کوشش کرتے کہ حضور علیہ السلام کے پاؤں دبائیں۔مَیں نے کوشش کی،لیکن آگے نہ پہنچ سکا۔مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے دیکھ لیا اور لوگوں سے فرمایا کہ اس نئے مرید کو بھی ثواب لے لینے دو۔جس پر مجھے بھی جگہ مل گئی۔مگر حضور علیہ السلام نے بہت جلد ہی مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔میں اس وقت پسینہ پسینہ تھا۔اس کے بعد اکثر مجھ کو یہ سعادت حاصل ہوئی......''

(الفضل قادیان 17؍دسمبر 1943ء ص3)

تاثرات بابو فضل الدین صاحبؓ

''میرے والد محترم میاں فیروز الدین صاحب رضی اللّٰہ عنہ مدفون بہشتی مقبرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم جب پہلی مرتبہ 1896ء قادیان گئے تو حضورؑ کی دستی بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی چونکہ والد محترم کے ہم وطن تھے اس لئے ان کے ساتھ بے تکلفی تھی۔فرمایا کرتے تھے کہ ہم حضرت مولوی صاحب موصوف کے ساتھ مسجد مبارک کے ساتھ ملحقہ کوٹھری میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کا وہاں سے گذر ہؤا۔ہم نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ صاحبزادہ کہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا۔جہاں اس کا باپ تعلیم حاصل کرتا ہے۔'' (تاریخ احمدیت لاہور ص204-205)

منظوم تعزیت نامے

حضرت مخدوم الملۃ کے المناک وصال پر کئی احباب کرام نے اپنے نذرانہ ہائے عقیدت پیش فرمائے۔ بعض مرثیے سماعت فرما کر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور انہیں چھپوانے کا بھی ارشاد فرمایا۔ جیسے سنگ مزار کریم کیلئے حضرت منشی نواب خان ثاقب صاحب مالیرکوٹلوی کا مرثیہ پسند فرمایا۔ حضرت منشی صاحب نے حضرت مولانا مرحوم کے سوانح سے بھرپور اردو منظوم (ترکیب بند) بھی شائع کیا۔ اس کے علاوہ حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی، حضرت منشی رستم علی صاحبؓ، حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر اور بعض دیگر احباب کرام کے بعض منظومات میں سے بطور نمونہ چند ایک ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں۔ تاہم سب سے اول سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پُر معارف مرثیہ پیش ہے۔

کلام سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے مولانا صاحب مرحوم کی شان میں جو فارسی منظوم کلام ارشاد فرمایا وہ حضرت مولوی صاحب کے کتبہ پر بھی کندہ ہے۔

کے تواں کردن شارِ خوبی عبدالکریم
آنکہ جاں داد از شجاعت بر صراطِ مستقیم

عبدالکریم کی خوبیاں کیونکر گنی جاسکتی ہیں، جس نے شجاعت کے ساتھ صراط مستقیم پر جان دی۔

حامئی دین آنکہ یزداں نام او لیڈر نہاد
عارف اسرار حق گنجینۂ دین قویم

وہ دین اسلام کا حامی تھا۔ اس خدا نے لیڈر نام رکھا تھا۔ وہ خدائی اسرار کا عارف تھا اور

دین متین کا خزانہ۔

صدق و رزید و بصدق کامل اخلاص خویش
مورد رحمت شد اندر درگہ ربّ علیم

اس نے سچائی کو اختیار کر لیا تھا اور اپنے اخلاص اور صدق کی وجہ سے ربّ علیم کی درگاہ میں رحمت کا مورد بن گیا تھا۔

گرچہ جنس نیکواں ایں چرخ بسیار آورد
کم بزائد مادرے با ایں صفا دُرّ یتیم

اگرچہ آسمان نیکوں کی جماعت بکثرت دلاتا رہتا ہے مگر ایسا شفاف اور قیمتی موتی ماں بہت کم جنا کرتی ہے۔

مدتے در آتش نیچر فرو افتادہ بود
ایں کرامت بیں کہ از آتش بروں آمد سلیم

ایک مدت تک وہ نیچریت کی آگ میں پڑا رہا۔مگر اس کی یہ کرامت دیکھ کہ آگ سے سلامت نکل آیا۔

زیں عجب تر آنکہ او در صحبتم در چندروز
مظہر اسرار حق شد عارف راز قدیم

اس سے بھی عجیب تر یہ بات ہے کہ وہ چندروز کی صحبت میں اسرار الٰہی کا مظہر اور ازلی رازوں کا عارف ہو گیا۔

گوہرش چوں آب و تابے داشت از فہم رسا
ہرچہ ما گفتیم داخل شد دراں طبعے فہیم

اس کی فطرت چونکہ فہم رسا کی آب و تاب رکھتی تھی اس لئے جو کچھ بھی ہم کہتے تھے وہ اس کی زیرک طبیعت میں داخل ہو جاتا تھا۔

دل بدرد آمد زہجر ایں چنیں یکرنگ دوست
لیک خوشنودیم بر فعل خداوند کریم

اگرچہ ایسے یکرنگ کی جدائی سے دل کو تکلیف ہے لیکن خداوند کریم کے فعل پر راضی ہیں۔

آہ روز چار شنبہ بود بر ما سخت تر
زآتش سوزاں چو ام ما شد جدا یار صمیم

آہ بدھ کا دن ہم پر بہت سخت تھا۔جلانے والی آگ سے بھی زیادہ جب ہمارا دلی دوست ہم سے جدا ہو گیا۔

داغ ہجراں داد در ہفت چہل از عمر خویش
ماہ شعبان بود داد چوں پیش آمد ایں فزع الیم

اس نے اپنی عمر کے سنتالیس سال میں ہم کو جدائی کا داغ دیا۔شعبان کا مہینہ تھا جب یہ دردناک مصیبت پیش آئی۔

ایں صدی کو بدر را ماند باوصاف کمال
بود زو بست و سوئم در وقت ایں حشر عظیم

یہ صدی جو اپنے کمال کے باعث بدر سے مشابہ ہے اس قیامت کبریٰ کے وقت اس صدی کو تئیسواں سال تھا۔

مشربش چوں بود اخلاص و وفا واتقاء
شد وصالش ہمدریں تاریخ از فضل حکیم

چونکہ اس کا مذہب اخلاص و وفا اور تقویٰ تھا اس لئے اس کا وصال بھی خدا کے فضل سے اس تاریخ کو ہوا۔

اے خدا بر تربت او بارش رحمت ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

اے خدا اس کی قبر پر رحمت کی بارش نازل فرما اور نہایت درجہ فضل کے ساتھ اسے جنت میں داخل کر دے۔

نیز ما را از بلاہائے زماں محفوظ دار
تکیہ گاہ ما توئی اے قادر و رب رحیم

نیز ہمیں زمانہ کی بلاؤں سے محفوظ رکھ۔اے قادر اور اے رحیم خدا تو ہی ہمارا سہارا ہے۔

(بدر قادیان 9 فروری 1906ء ص4)

قطعہ تاریخ بروفات حضرت مولینا عبدالکریم صاحب

(کلام حضرت منشی نواب خان ثاقب مالیرکوٹلوی)

یہ ہے اس باصفا مردِ خدا کا مرقدِ روشن
بحکم وحیِ روشن جو مسلمانوں کا لیڈر تھا
پڑا رہتا تھا سایہ کی طرح عیسیٰ کے در پر وہ
اطاعت اور وفا میں سایہ ظلّ پیمبر تھا
مسیحا سے زندہ ہؤا مسیحا میں مرا آخر
الگ عیسیٰ سے مرنا اور جینا اس سے دو بھر تھا
دمِ عیسیٰ کی جنبش تھا یدِ بیضا کی تھا تابش
شعاع مہر روشن تھا ضیائے بدرِ انور تھا
خدا کے گھر سدہارا!! بہشتی مقبرہ پایا
مزیّن جس کے دم سے مسجد و محراب و منبر تھا
سخن کی داد دیتا تھا سخن کا قدران دان تھا وہ
سخن سنج و سخن گو سخن فہم و سخنور تھا
مسیحا کے محامد سے تھا پُر ہر وعظ و خطبہ
مناقب کا مرقع اس کا ہر اسپیچ و لیکچر تھا
نئی طرزِ ادا اس کا نیا حسن بیان ہردم
ہریک وعظ اس کا شہد اور ہر بیان قند مکرر تھا
جو دل کا سخت آجاتا وہ دم میں موم ہو جاتا

پگھل کر بہنے لگتا تھا کلیجہ جس کا پتھر تھا
مسیحا کو جو مانے اوس کو وہ مومن سمجھتا تھا
مسیحائی کا منکر شخص نزدیک اس کے کافر تھا
نہ کچھ پیری چلی آکر یہاں افسوس نیچر کی
ہوُا آخر مسلمان جو مریدِ پیر نیچر تھا
وہ تھا اصحاب صفہ کے مبارک پاک لوگوں میں
مسیحا کا در و دیوار اس کا بام اور گھر تھا
کٹے معصومیت میں پورے سنتالیس سال اس کے
رہا جب تک وہ دنیا میں مطیعِ حکمِ داور تھا
زبان و دل موافق تھا مخالف تھا دورنگی کا
جو دل میں تھا نہاں اس کے وہی زباں پر تھا
وفات اسکی ہوئی تیرہ سو اور تئیس ہجری میں
یہ وہ دن تھا کہ ہر چھوٹا بڑا بادیدۂ تر تھا
یہہ بدھ کا روز گیارہ ماہ شعبان المعظم کی
بلا کا دن قیامت کا سماں یا روز محشر تھا
یہہ وہ دن تھا کہ چشم مہر و مہ بھی ڈبڈبا آئی
زمین و آسمان اس نوحہ خوانی میں برابر تھا
اٹھ کر آیا بادل جبکہ مطلع صاف تھا سارا
سماں رونے کا بامِ آسمانی پر اسرار تھا
وہ قطرے مینہ کے تھے یا بندھ گیا تھا جھاڑ آنسو کا
یہہ اشکِ غم بھی گویا موتیوں کا اک نچھاور تھا
تڑپ کر بجلیاں کوندیں بہائے اشک آنکھوں سے
یہ کہہ سکتے ہیں بجلی کا بھی بستر انگاروں پہ تھا
کلیجہ پھٹ گیا بادل کا رویا پھوٹ پھوٹ کر ایسا

دھواں غم کا ہی تھا آخر نہ وہ لوہا نہ پتھر تھا
ہو روح مولوی عبدالکریم آرام و راحت میں
وہ روحانی فرشتہ تھا دم اس کا روح پرور تھا
دعا کرتے رہو ثاقب کہ بیڑا پار ہو اوسکا
وہ علم و معرفت کے بحر کا کامل شناور تھا

(الحکم قادیان 10 جنوری 1906ء)

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

(حضرت سید میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ)

موت کا جینے کو جب ہے انتظار ایسے جینے پر ہو کیوں کر اعتبار
جس اقامت کا نتیجہ ہو سفر اُس اقامت پر کہاں آوے قرار
زندگی خود موت کا پیغام ہے اِس پہ ہردم ہے فنا کا اختیار
مر گئے آخر کو جو پیدا ہوئے موت کا سب نیک و بد ہوں گے شکار
زندگی کا جس نے مقصد پالیا موت کا اُس کو نہیں ڈر زینہار
زندگی ہے زندگے کے واسطے ۔ ۔ اِس جہان کا اُس جہاں پر ہے مدار
ہے یہ عالم ایک عالم کیلئے اُس کو وہ پاتے ہیں جو ہیں بختیار
تخم رینوی کو ملی ہے یہ زمین کر زراعت اِس میں تو اے کاشتکار
اس فنا کے بعد ہے پر اک بقا تجھ کو محنت کی ملے گی واں شمار
جن سعیدوں نے یہہ کی ہیں محنتیں اُن کو نظرِ غور سے دیکھ ہوشیار
کیا سعادت مند وہ انسان ہیں صدق سے جو حق کے ہیں خدمت گذار
کل وہی خوش ہوں گے مالک کے حضور سوچتے ہیں آج جو انجامِ کار
ان سعیدوں میں تھے اک عبدالکریم قوم میں پایا اونھوں نے افتخار
عاشق قرآن تھا مردِ خدا خدمت قرآن تھا اس کا شعار
جب سے ہوش آیا اسی دُھن میں رہے چہرہ تا دکھلائے وہ زیبا نگار

کوچہ و بازار میں وعظ بنے ہاتھ میں قرآن لئے مستانہ وار
جاگتے سوتے میں اٹھتے بیٹھتے فکر یہ ہر دم رہی لیل و نہار
وہ اندھیرے گھر کے تھے روشن چراغ نور فرقاں کا تھا دل میں انتشار
عندلیب گلشن قرآن نے اِس چمن میں خوب دکھلائی بہار
مرحبا قرآن کے نغمہ سراء حق نے کیا بخشا تھا لحنِ خوشگوار
پڑھ کے بسم اللّٰہ جب کرتے شروع مست ہو جاتے تھے سارے ہوشیار
کیا تلاوت میں غضب کا تھا اثر جھومتے لذت سے تھے اغیار و یار
درسِ قرآن کی وہ ان کی مجلسیں پھرتی ہیں آنکھوں کے آگے بار بار
جستجوئے حق رہی ان کو مدام بندگانِ حق تھے وہ دوستدار
وہ پھرے ہر سو تلاش میں یار میں چھوڑ کر دنیا کے سارے کاروبار
دیکھ کر قرآن کو پھر دیکھا نہ کچھ دیکھا گر دیکھا تو اک قرآن کا یار
حامیٔ دین محمدؐ مل گیا بیٹھے پر دامن پکڑ کر استوار
قادیان میں مل گیا آخر امام بن گیا دار الامان دار القرار
مدتوں سے کر دیا ترک وطن اور فراموشی میں تھا سب کاروبار
آستانِ حضرت موعود پر چھوڑ کر بیٹھے تھے سب دیش و تبار
اک ندا آئی کہ میں مامور ہوں دین احمد کا ہوں میں خدمتگذار
مَیں کروں گا ظلمتِ باطل کو دور نورِ حق کا مجھ سے ہوگا انتشار
نور فرقان کا جہاں میں ظہور ہوگا ثابت وہ کلام کردگار
خدمتِ اسلام کو آیا ہوں میں میں وہ ہوں جس کا تھا سب کو انتظار
حملے جو اس پر ہوئے آج تک ردّ کروں گا بادلیل استوار
دل میں تھی فرقان کی ان کے لگن قدر دان اس کا ہوُا جب آشکار
جانبِ مشرق سے یہ آئی ندا اس ندا پر دوڑے وہ دیوانہ وار
جن کے تھے وہ مشتاق پیدا ہوئے پایا مقصد آگیا دل کو قرار
اب تو من مانی مرادیں مل گئیں کھول کر دل کا نکالا سب بخار

تیغ بران کی طرح نکلا قلم　سر پہ باطل کے پڑا جون ذوالفقار
حضرت موعود کا وہ پہلوان　نکلا جب میدان بہر کارزار
حربۂ فرقان کے جوہر کھلے　ہاتھ دکھلائے کئے باطل پہ وار
اُن کے حملوں کی پڑی عالم میں دھوم　پڑگئی باطل پرستوں میں پکار
چیخ اٹھے سارے افسانہ پرست　حق کا پیدا ہوگیا مضمون نگار
تھا مطّہر قلب قرآن کا انیسن　معنیٔ قرآن تھا اک رازدار
اُن کو ازبر تھے مسیحا کے اصول　جن سے باطل ایک دم میں ہو قرار
اس الٰہی کارخانہ کے لئے　آخرش اٹھے وہ دیکر اشتہار
حق سے پایا قوم کا لیڈر خطاب　حق نے خود بخشا انہیں عز و وقار
خدمتِ دین کا صلہ ان کو ملا　قوم پر پایا خدا سے افتخار
حقِ خدمت کر گئے اپنا ادا　جنّت الماوا ہوا اُن کا قرار
گُل کھلیں گے اِس چمن میں اور اب　تاکہ دکھلاویں وہ سب اپنی بہار
اے خدا تو ہے وکیل و کارساز　اور ہر اک کا تو حاجت برار
سب خوشی تیری رضا جوئی میں ہیں　بندگان حق کا ہے تجھ پر مدار
اپنی خدمت کی ہمیں توفیق دے　دین کا ہم سے کرا کچھ کاروبار
ہم میں پیدا ہوں بہت عبدالکریم　ایک کے بدلے میں دے تو صد ہزار
جان سپاری کا سبق سب اِن سے لیں　یوں فدا کرتے ہیں جان خدمت گذار
محو تھے قرآن میں وہ رات دن　عاشق قرآن کی قرآن یادگار
تیرے قرآن کے لطائف اے حبیب　یاد کرتے ہیں بچشمِ اشکبار
اے مسیحا دم کے شاگردِ رشید　اپنے مقصد میں تو ہوا کامگار
واہ تیرا صدق اے مردِ خدا　یار کے قدموں میں جان کردی جان نثار
حامدِ خستہ کے دیرینہ رفیق　رحمتیں حق کی ہوں تجھ پر بے شمار

(الحکم قادیان 17 نومبر 1905ء)

کلام حضرت مولانا ذوالفقار علیخان گوہرؓ

اے کریمِ خوش مقال ۔ اے صافی روشن خیال
تیری فرقت نے کیا ہم کو بہت آشفتہ حال
تیری تقریریں معانی خیز و دلکش دل پسند
تیرے اخلاق کریمانہ میں تھا صدق و صفا
تیری طرز زندگی تھی راستبازوں کی مثال
تیری خلوت اور جلوت میں تھا اخلاص و وفا
معرفت کے رنگ میں رنگین تیرا حال و قال
اے گل خندان باغ معرفت تو ہے کہاں
اب تجھے لائیں کہاں سے ڈھونڈ کر اے خوش خصال
تری خوش الحانیاں کانوں میں پھرتی ہیں مگر
تیرا چہرہ اب نظر آتا نہیں اے خوش جمال
تیرے چھٹنے سے ہمیں صدمہ ہے لیکن اے اخی
عالم فانی سے کرنا سبھی کو انتقال
موت اپنے وقت پر لازم ہے ہر شے کے لئے
ٹل نہیں سکتا کبھی حکم خدائے ذوالجلال
ضعف انسانی سے ہم کو ہے یہ سارا رنج و غم
ورنہ مومن کے لئے یہ وقت ہے ،وقت وصال
خوش نصیبوں کو ملا کرتی ہے ایسی زندگی
یہ حیات طیّبہ ہے اس کا کیا رنج وملال
خوش نصیب اس کے جسے ہو جلد یہ فرقت نصیب
وہ مبارک جس کے حق میں نکلے ایسی نیک فال
یہ حیات دنیوی مومن کو ہے اک ابتلاء

یہ ہے وہ دارالمحن رنج و الم جس کا مآل
اے خدا اے مرجع خود و بزرگ و جز و کل
تو ہمیں بھی ان مصائب ان بلاؤں سے نکال
اے خدا ہم کو بھی ہو یہ نصیحت قربت عطاء
تا نہ ہو تیری بھری محفل میں شرم و انفعال
خوش نصیبوں میں کسی سے کم نہ تھا عبدالکریم
اس کی مرگ و زندگی دونوں بجائے خود مثال
یہ رہا جب تک جہان پر دل میں اس کا گھر رہا
کس خوشی سے اس نے کاٹے اپنے سنتالیس سال
جب زمانہ میں ہوُا دور بہار دل کشاء
مہدی آخر الزمان کا جب نظر آیا جمال
لگ گئی اک آگ سی ہر سمت ہندوستان میں
دشمن حق ہو گئے اکثر شیوخ باکمال
عالموں کی فوج برسانے لگی تیر و تفنگ
کوئی کافر مفتری کہتا کوئی دجّال ضال
تھا بظاہر بیکس و بے یار مامور خدا
نصرت حق کے لئے تھا ہند میں قحط الرجال
یوں تو کہنے کے لئے لاکھوں مسلمان تھے یہاں
شیفتہ اسلام کے ان میں تھے لیکن خال خال
چھا گئی تھی مطلع اسلام پر کالی گھٹا
چھپ گیا تھا آفتاب صدق کا حسن و جمال
یہ کریم النفس رکھتا تھا ۔ مگر قلب سلیم
سر میں نخوت تھی نہ دل میں اس کے حب جاہ و ملال
دل میں پہلے ہی مے تھی عشق الٰہی کی چسک

مل گیا نسخہ مسیح وقت سے جب حسب حال
بڑھ گیا جوش محبت صدق و اخلاص و وفا
بھر رگیا رگ رگ میں اس کی بادۂ ذوق وصال
ابتداء ہی سے محبت تھی کلام اللہ کی
ہوگیا اوس سوز پنہاں میں یکایک اشتعال
تشنہ روحی کھینچ لائی سوئے بحر معرفت
پہلوئے احمدؑ میں آبیٹھا یہ مرد خوش خیال
سخت مشکل کام ہے اپنے وطن کو چھوڑنا
فرقت خویش و اقارب فرقت اہل و عیال
سخت تر اس سے بھی ہے نبیوں کی صحبت میں قیام
یہ رفاقت چاہتی ہے استقامت کا کمال
اے ہمایوں بخت انسان اے اخی عبدالکریم
یہ اقامت قوم کے حق میں تھی ایک عمدہ مثال
شدت امراض میں بھی تو رہا ثابت قدم
تو نے آخر تک نہ چھوڑی باوفا لوگوں کی چال
تربت تو عنبرین باد اے انیس و جان نثار
بر تو بر اہل و عیالت با و فضل کردگار

بند دوم

اے دل غم ناک بس اے دیدۂ خون بار تھم
نامناسب ہے یہ ماتم نامناسب ہے یہ غم
ہے دعائے مغفرت اس درد فرقت کا علاج
دیدۂ خون بار شوق و وصل خالق میں ہو نم
رنج دل میں ہو تو ہو اس اپنے رہ جانے کا رنج
کچھ الم بھی ہو تو اس قید ہستی کا الم
دل دُکھاتی ہے ہمیشہ فطرتاً مرگ اخی

صابر و شاکر قضا اس زمانے میں ہیں کم
لیکن اے بیتاب دل اچھا نہیں یہ اضطراب
واجب التعمیل ہے تیرے لئے حُکم حَکَم
جانے والی چیز کا دنیا میں غم کرنا فضول
جو گیا اس پھر نہیں لینا لوٹ کر جنم
جیسے اگلے چل بسے ہم کو بھی چلنا ہے ضرور
رہنے والی ہمیشہ ذات ربّ ذوالکرم
مرنے والے پر خدا کی رحمتیں ہوں تا ابد
رہنے والوں کو مناسب ہے بنیں نقش قدم
نقش بر آب اس حیات چند روزہ کا ہے نام
اس میں سستی زہر ہے اس میں تغافل ہے سِمّ
چاہیئے کچھ زاد راہ آخرت اے ہوشمند
اس سفر میں کام آئیں گے نہ دینار و درم
مرنے والے کی طرح ہاں چاہیئے حسن عمل
تا رہے ہم پر ہمیشہ سائیہ فضل و کرم
تا ہماری مشکلیں آسان ہوں منزل سہل ہو
تا نہ سدّ راہ ہوں دنیا کے یہ ناز و نعم
کچھ بہت دوری نہیں ہاں فضل مولیٰ چاہیئے
عنقریب اے صافیؔ مرحوم مل جائیں گے ہم
غم غلط کرنے کو یا ربّ دے کوئی نعم البدل
تا بچھڑنے والے کی فرقت کا کچھ صدمہ ہو کم
ہم کو تقویٰ ہم کو نور معرفت درکار ہے
ہم نہیں یا ربّ تجھ سے طالب جاہ و حشم
اتباع سنّت احمدؐ کی تو توفیق بخش

اپنی راہ راست پر تو ہم کو رکھ ثابت قدم
دوستو تیار رہنا لگ رہا چل چلاؤ
کوئی آگے کوئی پیچھے جا رہا ہے دمبدم
ساتھ جائیں گی نہ خویش و اقربا کی مجلسیں
جیتے دم تک کے ہیں یہ فرزند و زن یہ جدّ و عمّ
ہست گوہرؔ باغ دنیا را بہار چند روز
دل رہ ہرگز بہ عیاریکہ یار چند روز

(بدرقادیان 10 نومبر 1905 ص 1-2)

کلام حضرت منشی رستم علی صاحبؓ

رحم کن یا ربّ بحال مولوی عبدالکریم
سوئے تو شد انتقال مولوی عبدالکریم
دل بسو و چشم بار و تن ہے غلطد بخاک
چوں بیاد آئد وصال عبدالکریم
آفتابِ عمر او نرسیدہ تا نصف النہار
اے دریغ آمد زوالِ مولوی عبدالکریم
انا للہ گویم وانا الیہ راجعون
سخت تر آمد فصالِ مولوی عبدالکریم
اندریں غم از کجاؤ از کہ یا ربّ بشنوم
شیریں از شکر مقال عبدالکریم
از مسیح و مہدی موعود شان او ببرس
کس چہ داند از کمالِ مولوی عبدالکریم
نور دینِ احمدِ ختمِ رسولاں تافتے
از جبین و حال و قالِ مولوی عبدالکریم

بود مثلِ بچہ با مادرے با ذات حق
آن خشوع و ابتہالِ مولوی عبدالکریم

زیرِ احکامِ خداوند جہاں بُد سر بسر
اں جلال و آن جمالِ مولوی عبدالکریم

از وطن برخاستہ بر عتبۂ مہدی نشست
برورِ او شد وصالِ مولوی عبدالکریم

خدمتِ دین را مقدم داشت بر دنیا دریں
صرف مے شد زور بالِ مولوی عبدالکریم

عشق قرآن در سرش بود دوران سرجان بداد
وَہ چہ نیکو شد مآلِ مولوی عبدالکریم

حسب الہام مسیح اللّٰہ عمر بے وفا
ہست ہفت و چہل سالِ مولوی عبدالکریم

بر درِ مہدیؑ رسیدن نور دین را بود بخلق
نور بر نور اشتمالِ مولوی عبدالکریم

از پئے اعلائے دین حق کہ جوشش داد حق
کم کسے باشد مثالِ مولوی عبدالکریم

بہر تبلیغ کلام اللّٰہ باقلم و زبان
چوں عمر کردہ خصالِ مولوی عبدالکریم

فکر پاکش بود در قرآن فہمی بس بلند
کے رسد کس باخیالِ مولوی عبدالکریم

از پے دنیا نہ شد غمگین گہے جانش بُدی
بہرِ ضعف دین ملالِ مولوی عبدالکریم

عاشقِ قرآن و احمدؐ خادم حضرت مسیح
زینچہ بہ باشد کمالِ مولوی عبدالکریم

درمیاں برزخ و قبر و بروز حشر و نشر
عشق قرآن ست دالِ مولوی عبدالکریم
کلمۃ الحق بشنوند تا دوستان حاضرین
بودے از مہدی سوالِ مولوی عبدالکریم
بے سر چہ آمدہ مغفور اندر خاطرم
از پئے سال وصالِ مولوی عبدالکریم

(بدر قادیان 24 نومبر 1905 ص3)

اُن کو بخشے اپنی رحمت سے خداوند کریم

(شیخ محمد یوسف صاحب عزیز ٹھیکیدار، انبالہ)

دے گئے غم اپنا ہم کو مولوی عبدالکریم
چل بسے ملکِ عدم میں آپ تو بے خوف و بیم
اشک جاری دوستوں کی آنکھ سے تھے دمبدم
یہ وہ غم جس کے صدمہ ہے سب کا دل دو نیم
عابد و عبد خدا وہ خاص تھے مقبولِ حق
جب تلک دنیا میں تھے وہ تھے براہ مستقیم
دارِ فانی سے گئے وہ جانبِ دار البقا
بے تکلف ہوگئے وہ باغِ جنت میں مقیم
اُن میں تھی دینی لیاقت علم یکتا تھے وہ
باہمہ اوصاف تھے موصوف وہ دُرِّ یتیم
مولوی صاحب دکھائیں خواب میں گر ہم کو شکل
سب کے دل سے دور ہوجاوے الف اور لام میم
فضل رحمٰن کے جو دروازے تھے سب کھل گئے
جسم اطہر سے ہوئے جس دم رواں روحِ سلیم

شان شیدائے نبی دیکھو تو تم اے عاشقو
جب موے وہ آسمان پر چھا گیا بادل جسیم
اُمڈی آتی ہے ہمارے دل سے وہ ساون کی گھٹا
چلتی ہے جس طرح پر وقت سحر باد نسیم
جب کہ نعش مولوی صاحب رکھی میدان میں
روتے تھے آٹھ آٹھ آنسو جتنے تھے ان کے ندیم
اس گھڑی کا حال کیا ہو میرے خامہ سے رقم
چوم کر پیشانی اُن کی بولے اُمّت کے حکیم
لو تمہیں سونپا خدا کو حشر میں ملنا ضرور
بھول جانا دوستوں کو تم نہ عبدالکریم
مرضیٔ حق میں چارہ کب کسی کا چل سکے
پر جدائی میں تمہاری ہوگئے ہم شکل جیم
مومنوں نے جب پڑھی اُن کے جنازہ کی نماز
پھوٹ کر روتے تھے غم سے سب محبّان صمیم
آسمان روتا تھا اور نالاں فرشتے بھی ہوئے
خوش تھا رضوان خورم و شاداں تھیں حواران نعیم
ایک نیک آتا ہے جنّت کو کرو آراستہ
کون ہے وہ نیک یعنی عبدالکریم
دوست کرتے تھے دعائے مغفرت آنسو رواں
جوش میں آتا ہے جیسے ابر بارانِ رحیم
ہجر میں یوسف کے روئے جیسے یعقوب حزین
روتے ہیں یوں اُن کے غم میں جو کہ ہیں ان کے ندیم
والدہ کو مولوی صاحب کی یا رب صبر دے
اس ضعیفہ سے نہ اٹھے گا یہ اندوہ عظیم

کس طرح نہ سمجھیں ہم اس مرد میدان کو شہید
دشمنی سے گو کرے یاد آپ کو کوئی لئیم
صبر کر ہم کو عطا اور عاقبت محمود
یہہ دعا درگاہ میں تیری اے ربّ رحیم
مولوی صاحب کے حق میں یہ دعا کر اے عزیز
اُن کو بخش دے اپنی رحمت سے خداوند کریم

(الحکم قادیان 10 نومبر 1905)

نظم بروفات مولوی عبدالکریم صاحب

(حضرت میر مہدی حسین صاحب موج)

غم سے آتا ہے کلیجہ مونہہ کو اور دل ہے دونیم
آہ دنیا سے سدہارا آج اک عبدالکریم
خاصئہ اربابِ حق عاشق رسول اللّٰہ کے
راہیٔ ملک بقا ہوکر ہوئے جنت مقیم
کاربنکل کے جراحت مندمل ہوتے رہے
درد ذات الجنب سے ہوئے جانِ سقیم
آسمان پر باب رحمت یک بیک سب کُھل گئے
جسم خاکی سے اڑا جب طائر روحِ سلیم
واہ رے شان نبی عاشق کا دم نکلا جبھی
آسمان پر گرد پہنچی چھا گیا بادل جسیم
اضطرابِ اہلِ دل لایا اوٹھا کر نہ گرد باد
خاک گلیوں میں اڑاتی پھر گئی یکدم نسیم
عبد مومن کا جنازہ جب رکھا میدان میں
بجلیاں کوندیں گھٹا امڈا ہوا حشر عظیم

کیا بیان اُس کا میری زبان سے ہوسکتا ہے آہ
مُنہ پہ بوسہ دیکے بولے جب یہ اُمّت کے حکیم
کہتے تھے رحلت پہ ابراہیم کی جو کچھ نبیؐ
ہم انہیں لفظوں میں کہتے ہیں مرے پیارے رحیم
یعنی ہم احکام خالق پر نہیں ہیں لب کشاء
پر تیری فرقت نے ہم کو کر دیا تصویرِ جیم
بوندیاں برسیں اسی دم اشک خون کی طرح سے
دیکھتے تھے جب کہ چہرہ کو مسیحائے وسیم
پھر جنازہ پر نماز آخری ہونے لگی
آسمان روتا تھا ہمراہ محبّانِ صمیم
مُنہ سے کرتے تھے دعا آنکھوں سے پانی تھا رواں
جوش میں آیا یہ حالت دیکھ بارانِ رحیم
یوسف چاہِ لحد کے غم میں یعقوب حزیں
ہچکیاں لیتے رہے از بس کہ تھے زار و کظیم
والدہ کو آپ کی اللّٰہ دے صبر جمیل
اس سے کب اٹھے گا یہہ اندوہ کا کوہ عظیم
ہم کہیں گے بالضرور اس مردِ میدان کو شہید
گود خامت سے کرے یاد آپ کو کوئی لئیم
ہم کو یا رب صبر دے اور عاقبت محمود کر
اور بہت نعم البدل ہم کو عطا کر یا علیم
مصرع تاریخ لکھا موج نے بے دخل باک
فات عبد الهنا فاللّٰہ رحمٰن و رحیم
سنہ 1323ھ

(الحکم قادیان 17؍اکتوبر 1905ء)

باب دوازدھم

متفرقات

حضرت مولوی صاحب کے بارے میں احباب کے خواب

شیخ نوراحمد صاحب جالندھر سے اور منشی نبی بخش صاحب کوئٹہ سے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نوراحمد صاحب نے اپنا ایک خواب عرض کیا کہ۔

میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مسجد میں کھڑے ہیں اور وعظ کرتے ہیں اور یہ آیت پڑھتے ہیں اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ:6)۔فرمایا:

''اس سے بظاہر مولوی صاحب کی صحت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

فرمایا:

یہ مرض مہلک ہے اور آثار مرض بھی خطرناک ہیں، لیکن دعا بہت کی گئی ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جب وہ چاہتا ہے ایک تنکے سے شفا ہو جاتی ہے اور جب وہ نہیں چاہتا لاکھ دوائی بےسود ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم، طبع جدید ص365-366)

2 حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں:

''میں رات مولوی عبدالکریم صاحب کے واسطے بہت دعا کرتا تھا تو غنودگی میں ایسا معلوم ہوا کہ میں کہتا ہوں یا کوئی کہتا ہے۔''بلاؤں میں جندرے مارے گئے''فرمایا: مبشر ہے۔

3 ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنا ایک خواب عرض کیا کہ کوئی کہتا ہے کو مولوی صاحب کو خیر ہے۔ استغفار اور لاحول پڑھنا چاہئے اور پھر میں نے ایک آواز سنی۔

سلام علیکم۔ فرمایا:

''لاحول سے مراد ہے کہ بغیر فضل الٰہی کے کوئی حیلہ باقی نہیں رہا اور **سَلَامٌ عَلَیْکُمْ** سے مراد سلامتی ہے۔'' فرمایا: ''سب اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں جہاں حکم ہوتا ہے وہاں چڑھائی کرتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد چہارم، ص382-383)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کی بعض خوابیں

''مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنا ایک خواب عرض کیا جس میں انہوں نے بجلی دیکھی

تھی۔اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:
شائدکوئی تیس برس کا عرصہ گزرا ہوگا کہ مَیں نے بھی ایک خواب دیکھا کہ اب جس مقام پر مدرسہ کی عمارت ہے وہاں بڑی کثرت سے بجلی چمک رہی ہے بجلی چمکنے کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ وہاں آبادی ہوگی۔'' (البدر قادیان جلداول،19/دسمبر 1902ء)

ٹیلی فون

مولانا عبدالکریم صاحب نے جوخطبہ 17/اگست 1900 کو پڑھا۔حضرت اقدس نے اس کی تعریف فرمائی۔مولانا نے دوبارہ اس خطبہ کو اپنے قلم سے لکھا ہے اور کہا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کہ میری یہ دل کی باتیں قبول کا شرف پائیں گی۔
کل صبح کی اذان سے قبل میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے داہنے کان کے ساتھ بہت سے ٹیلی فون لگے ہیں اور مختلف شہروں سے سے مختلف دوستوں کی طرف سے آوازیں آرہی ہیں کہ ''جو کچھ آپ ہمارے مسیح موعودؑ کی نسبت کہتے ہیں۔ہم اس کو خوب سمجھتے ہیں۔''
مجھے یاد پڑتا ہے کہ کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ ''ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں۔'' تحدیث نعمت کے طور پر میں یہ بھی لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعد نماز جمعہ حضرت اقدسؑ سے کچھ عرض کرنے کیلئے اندر گیا۔بعد اِدھر اُدھر کے ذکر کے میں نے خطبہ کی نسبت پوچھا۔فرمایا:'' یہ بالکل میرا مذہب جو آپ نے بیان کیا۔''اور فرمایا
''یہ خداتعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ معارف الٰہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قائم ہوگئے۔'' (الحکم قادیان 24/اگست 1900 ص 12)

سیالکوٹ کے بازار میں

''مولانا عبدالکریم صاحب نے اپنی ایک رؤیا سنائی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سیالکوٹ کے بازار میں ایک آریہ بڑے کلے ٹھلے والا وعظ کرتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ وید کی دعاؤں کی طرف توجہ کرو۔مجھے یہ سنکر جوش اور غیرت آئی اور میں نے کہا بیشک وید میں دعائیں تو ہیں،مگر ان کی قبولیت اور مستجاب الدعوات لوگوں کی

علامات کا کوئی نشان بتاؤ۔ وید میں کہاں ہے۔ اس پر وہ بہت ہی چھوٹا سا ہو گیا۔ یہ خواب مبارک اور آریہ پر فتح کی دلیل ہے۔ فرمایا:
حقیقت میں خدا سے بے نصیب جانا ہی بڑا بھاری دوزخ ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے:

حکایتے ست کہ از روز گار ہجراں است

اصل یہ ہے کہ جب انسان دنیا کو مقدم کر لیتا ہے خواہ جان و مال کے لئے یا دولت وملوک کے لئے پھر اس کو دین کی طرف آنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے دین کو طلب کیا ہے۔ وہ اس مقام پر اس وقت تک نہیں پہنچے جب تک انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مقدم نہیں کر لیا اور منقطعین اور متبتلین میں داخل نہیں ہوئے۔ قرآن شریف نے جو کہا ہے۔

اُجِیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ (سورۃ البقرہ:187)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دعا کا جواب ملتا ہے۔ پس وید کی دعائیں بے ثمر ہیں، جن کا کوئی جواب نہیں ملتا بلکہ ساری دعائیں الٹی ہی پڑتی ہیں۔
مولانا عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ آج میں تعبیر الرؤیا پڑھ رہا تھا۔ ایک مقام پر مجھے بہت ہی لطف آیا۔ لکھا ہے کہ اگر کوئی حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں دیکھے۔ تو وہ دلالت کرتا ہے کہ نقل مکانی کرے گا۔'' (ملفوظات جلد2، جدید ایڈیشن، ص4-293)

کپڑے کو آگ لگنا

(حضرت اقدسؑ کی خدمت میں خواب عرض کرنا اور اس کی تعبیر)

مولوی عبدالکریم صاحب نے خواب عرض کیا کہ میرے کپڑے کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا آگ لگ گئی ہے۔ پانی ڈالا تو کپڑا بالکل صاف نکل آیا۔ گویا اس کو کچھ آنچ نہ پہنچی تھی۔ فقط۔ مولوی صاحب کے والد بیمار ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا ان کی صحت کی طرف اشارہ ہے۔ (بدر قادیان 20 جولائی 1905ء)

آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں کی بھی غلام ہے

''مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے بیان کیا کہ کل جب میں اٹھا تو میری زبان پر یہ جاری تھا جو حضور کا الہام ہے۔

''آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے''۔

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ کل مجھے الہام ہوا تھا:

''چوہدری رستم علی''

(الحکم قادیان 17/اپریل 1905 ص 2)

یادگارِ عبدالکریم

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی کوئی خواہش،کوئی تمنا اور کوئی آرزو بھی تشنۂ تکمیل نہیں رہنے دیتا۔1905ء کا سال تاریخ سلسلہ احمدیہ میں ایک المناک ونمناک اور غمناک سال تھا۔کیونکہ سلسلہ کے دو ناموروجید علماء اور فنا فی اللہ بزرگ حیات آخرت کی طرف کوچ کر گئے تھے۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش تھی کہ علماء کے قائمقام پیدا کئے جائیں۔چنانچہ علمی طور یہ خواہش مدرسہ احمدیہ میں دینیات کی شاخ کھولنے سے ہوئی۔''یادگار عبدالکریم'' کے سلسلہ میں سب زیادہ تعاون وخواہش کا اظہار سیالکوٹ کی جماعت اور احباب سیالکوٹ نے کیا۔دیگر احباب نے بھی یادگارِعبدالکریم کے سلسلہ میں کئی تجاویز پیش کیں جو 1905ء کے اواخر 1906ء کے وسط تک اخبار الحکم وبدر قادیان میں شائع ہوتی رہیں اور خصوصاً الحکم میں اعلانات بھی شائع ہوئے۔مثلاً:

''آپ کے وصال پر تجویز ہوا کہ آپ کے لئے کوئی یادگار جاری کی جائے یا مدرسہ تعلیم الاسلام میں دینیات کی شاخ کھولی جائے۔یا مدرسہ تعلیم الاسلام کی عمارت کو پختہ کردیا جائے اس سلسلہ میں احباب جماعت کوئی ایک تحریکات کی گئیں کہ وہ اس ضمن میں مالی جہاد میں حصہ لیں۔'' (الحکم قادیان 24 جنوری 1906ء ص 12)

قادیان اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے بزرگان سلسلہ نے یہ تحریک اٹھائی کہ کوئی ایسی یادگار ہونی چاہئے جس سے ایک تو حضرت مولانا صاحب کے علمی فیوض جاری رہ سکیں دوسے ان علماء کے قائمقام پیدا کئے جائیں۔اس سلسلہ میں سیالکوٹ کی جماعت نے نمایاں امور سرانجام دیئے جن کا اظہار حضرت سید میر حامد شاہ سیالکوٹیؓ نے اپنے مکتوب میں کیا جو بعد میں الحکم میں شائع ہوا۔حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کا وصال دسمبر 1905 کو ہوا۔

''حضرت اقدسؑ نے مولوی (برہان الدین) صاحب مرحوم کی وفات پر بھی اس

ضرورت کومحسوس فرمایا ہے کہ کیا تجویز کیا جاوے جو جماعت میں قادر الکلام علماء پیدا ہوں اور خدمت دین کریں۔'' (الحکم 17 دسمبر 1905ص 6)

اسی طرح ایک اور موقعہ پرحضور علیہ ارشاد فرمایا:

''مدرسہ کی حالت کو دیکھ دل پارہ پارہ اور زخمی ہوگیا۔علماء کی جماعت فوت ہورہی ہے۔مولوی عبدالکریم کی قلم ہمیشہ چلتی رہتی تھی۔مولوی برہان الدین فوت ہوگئے۔اب قائم مقام کوئی نہیں۔جوعمررسیدہ ہیں ان کوبھی فوت سمجھئے۔دوسرا جیسا کہ خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ تقویٰ ہو۔اس کی تخم ریزی نہیں۔یہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے،ورنہ اچھے آدمی مفقود ہورہے ہیں۔......دوسرا اس مدرسہ کی بنا سے غرض یہ تھی کہ دینی خدمت کیلئے لوگ تیار ہوجاویں۔یہ خداتعالیٰ کا قانون ہے پہلے گذر جاتے ہیں۔دوسرے جانشین ہوں اور اگر دوسرے جانشین نہ ہوں تو قوم کے ہلاک ہونے کی جڑ ہے۔مولوی عبدالکریم اور دوسرے مولوی فوت ہوگئے اور جوفوت ہوئے ان کا کوئی قائمقام نہیں۔

(الحکم قادیان 7 جنوری 1909ء ص 13)

مئی 1925ء میں فارغ ہونے والی مولوی فاضل کلاس کے اعزاز میں طلبہ مدرسہ احمدیہ کی طرف سے دعوت کا اہتمام کیا گیا۔اس موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا:

''مدرسہ احمدیہ جس کی بنیاد ابتداءً حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحومؓ کی وفات پر ان کی یادگار کے طور پر قائم کی گئی تھی اور اسی طرح مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کی اسے یادگار قرار دیا گیا تھا اور بعد میں اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار قرار دیا گیا کیونکہ درحقیقت ہمارا تبلیغی مدرسہ اور کالج بہترین یادگار اسی انسان کی ہوسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اسی کام کے لئے کھڑا کیا اس کی تعلیمی تاریخ کے کئی دور گزرے ہیں اور ہم جن حالات میں سے گزر رہے ہیں اس کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف اوقات جس میں پرانی کتب مروجہ کو جاری کیا گیا تھا پھر اس میں تغیر ہوا اور زیادہ تر اس کی بنیاد درس نظامیہ پر رکھی گئی کچھ عرصہ کے بعد پھر تغیر ہوا اور یہ ضروری سمجھا گیا کہ نئے طریق کی طرف تعلیم کو پھیرا جائے اور مصر کی بعض جدید کتب کو رکھا جائے لیکن اس میں بھی کورس کی کتابیں اتنی زیادہ رکھی گئیں کہ تعلیم مقررہ وقت میں ختم نہ ہوسکتی تھی......پھر

پانچ سال کے قریب عرصہ ہوا ایک اور تغیر ہوا مدرسہ میں انگریزی، اردو حساب، جغرافیہ اور سائنس کی تعلیم کو بھی شامل کیا گیا......۔

مدرسہ کے موجودہ کورس جس کی آخری جماعت اس سال نکلے گی اور جس کے ایک طالب علم نے اس وقت ایڈریس پڑھا ہے اس جماعت کے طلباء کو آداب مجلس کی واقفیت جنرل نالج سے اور دوسرے مروجہ علوم سے آگاہی ہونی چاہیے اور زبان بھی شُستہ ہونی چاہیے۔ میں نے بتایا ہے۔ مدرسہ احمدیہ ترقی کر رہا ہے لیکن بحیثیت مجموعی میرے نزدیک زبان کے لحاظ سے ایسی ترقی نہیں ہوئی جس کے متعلق کہہ سکیں کہ ہمارے فارغ التحصیل طلبہ ملک کے ہر طبقہ تک اپنے خیالات پہنچا سکتے ہیں۔ آج ہی میں ناظر صاحب دعوت وتبلیغ سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے انہیں کہا اپنے واعظین سے کہیں کہ اردو کا مطالعہ کیا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام **الف لیلہ** اور **مقامات حریری** کا مطالعہ کیا کرتے تھے...... جب حضرت مسیح موعودؑ اپنے وقت کا ایک حصہ اس کام کے لئے دے سکتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کوئی اور یہ کس طرح خیال کر سکتا ہے کہ مجھے ایسے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال میں ہمارے طلبہ اور واعظین کیلئے ضروری ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے اردو لٹریچر کا مطالعہ کریں بے شک اظہار خیالات کا تعلق صحت سے ہے صحت خراب ہو تو خیالات خواہ کتنے ہی اعلیٰ ہوں پر الفاظ ہی نہ آئیں گے۔ اسی طرح خیالات کی وسعت علمی قابلیت اور دلائل کی رفعت بھی اظہار خیالات سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر اس کا بہت کچھ انحصار لٹریچر کے مطالعہ پر ہے...... میں آج اس تقریب پر اسی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اردو لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے۔ عربی لٹریچر کا مطالعہ تو اس لئے ضروری ہے کہ تا دینی کتب سے واقفیت اور ان باریکیوں کا علم حاصل ہو جائے جو قرآن اور احادیث کے سمجھنے کے لئے ضروری ہیں‘‘۔

(الفضل قادیان 16 مئی 1925ء)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کے وصال کے بعد آپ کی یاد میں جو مدرسہ احمدیہ (جامعہ احمدیہ) جاری کیا گیا اس میں بفضل ایزدی سینکڑوں مجاہدین، واقفین، مبلغین اور علماء پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ جامعہ احمدیہ کا قیام 1928ء میں عمل

میں آیا۔ قیام پاکستان کے بعد جامعہ احمدیہ مختلف مقامات جیسے چنیوٹ ،احمد نگر میں خدمات بجالاتا رہااور پھر جامعہ احمدیہ ربوہ کی صورت مستقل ادارہ بن گیا۔ مدرسہ احمدیہ ان بزرگان کی یادگار ہے جو عصر حاضر میں جامعہ احمدیہ کے نام سے ہندوستان ، پاکستان ،انڈونیشیا،کینیڈا ،افریقی مما لک میں سے نائجیریا،گھانا،تنزانیہ اور یورپی مما لک کیلئے انگلستان میں خدائی خدمت گذار پیدا کررہا ہے۔

جامعہ احمدیہ لندن کا افتتاح سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ الودود نے یکم اکتوبر 2005ء میں فرمایااوراسی طرح 2008ء میں جامعہ احمدیہ جرمنی کا بھی افتتاح فرمایا۔اوراب 2010ء میں جامعہ احمدیہ جرمنی عملی طور پر اپنی سرگرمیوں کا بفضلہٖ تعالیٰ آغاز کر چکا ہے۔جس سے انشاء اللہ سینکڑوں سفید روحانی پرندے اشاعت دین کیلئے تیار ہوں گے۔حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مہدی علیہ السلام نے جن دو بزرگان اور جیّد علماء کے وصال پر جس درد کا اظہار فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے کئی طور پر بارآور فرمایا اور آج جبکہ اس ادارے کی تاسیس کو ایک صدی بیت چکی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے اس عالمی ادارہ نے سینکڑوں علماء وفضلاء اور محققین پیدا کئے ہیں اور پہلے سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے کثیر تعداد میں علماء پیدا کر رہا ہے۔مولیٰ کریم اس یادگارِ کریمی کے فیضان سے سب کو سیراب وفیضیاب فرماتا رہے اور تا قیامت بادہ مست بادہ خدام احمدیت ،خدامِ خلافت اور فدایانِ احمدیت کے قائمقام اور جانشین پیدا فرماتا چلا جائے۔آمین۔ع

ہم تو جس طرح بھی بنے کام کئے جاتے ہیں

شجرہ نسب

عبدالرحیم

(اولاد)

1۔محمد جان، 2۔محمد سلطان (زوجہ حشمت بی بی)، 3۔محمد بخش، 4۔مسماۃ عمراں بی بی

عبدالکریم سیالکوٹی

اہلیہ اول: زینب بیگم بنت مکرم فخر الدین صاحب (کوئی اولاد نہیں)

اہلیہ دوم: عائشہ بیگم بنت حضرت منشی شادی خان (کوئی اولاد نہیں)

”مولیٰ بس“

تمت بالخیر